MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

دنیا میں کسی بھی جگہ علماء جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام تصانیف

Play Store اور Website سے بالکل فری انسٹال / ڈاؤن لوڈ کریں۔

انسٹال / ڈاؤن لوڈ کرنے کا طریقہ

Play Store سے " مکتبۃ الاشاعت " انسٹال کرنے کے بعد ایپ میں مطلوبہ کتاب ڈاؤن لوڈ کریں نیز اپنی کتاب کو Website / Play Store پر مفت شائع کرنے کے لیے بھی رابطہ کریں۔

Whataspp:03201914145

نوٹ

ویب سائٹ پر جماعت اشاعت التوحید والسنۃ کے تمام تصانیف مثلاً تفاسیر، فتاویٰ جات، شروح، سوانح حیات، نوٹس، درس نظامی کے کتب وغیرہ دستیاب ہیں آپ وقتاً بوقتاً Play Store اور website پر چیک کیا کریں مزید معلومات کے لیے دیے گئے واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔ وہاں آپ کو آسانی کے لئے مطلوبہ کتاب کا link دیا جائے گا اور آپ کو بہترین رہنمائی دی جائے گی جس سے آپ کو مطلوبہ کتاب آسانی سے ملے گا۔ پلے سٹور پر ترجمہ و تفسیر یا سورتوں کے نوعیت والے تصانیف دستیاب ہوں ہیں کیونکہ ایک PDF میں اس کا مطالعہ مشکل ہوتا ہے تو ہم نے آسانی کے لیے ہر ایک پارے کے لیے الگ الگ بٹن بنایا ہے تاکہ قارئین کے لیے پڑھنے میں آسانی ہو باقی تمام نوعیت کے تصانیف مندرجہ ذیل ویب سائیٹ پر دستیاب ہوں گے۔ جو Goggle پر مزکورہ ویب سائیٹ میں سرچ کرنے سے یا ہمارے مندرجہ بالا app " مکتبۃ الاشاعت " کو پلے سٹور سے انسٹال کرنے کے بعد ایپ میں سرچ کرنے سے ملیں گے۔ آسانی کے لیے ویب سائیٹ پر links ملاحظہ کیجئے۔ جزاکم اللہ

اعلان بَرَاَت : ہماری ویب سائٹ سے شائع شدہ کسی بھی کی کتاب کی مضامین سے ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں ہم اسی کتب کے مضامین کے ذمہ دار نہیں کیوں کہ کتاب کا مصنف / مؤلف اس کا جواب دہ ہوتا ہے ہم مکمل طور پر ان سے دست بردار ہیں۔ ہم نے پہلے سے اسکین شدہ کتب / مضامین کو صرف بطور معلومات شئیر کئے ہیں جو ان کے کتب یا انٹرنیٹ سے لیے گئے ہیں جن کے ضروری حوالے بھی دیے گئے ہیں ان کو صرف بطور معلومات ہی پڑھا جائے یا ڈاون لوڈ کیا جائے باقی اختلافات / تشریحات کے لیے آپ کتاب کے مصنف / مؤلف سے رابطہ کریں۔

ویب سائیٹ maktabatulishaat.com (مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام)

روزانہ کی بنیاد پر ہم ویب سائیٹ اور پلے سٹور میں مزید تصانیف شامل کر رہے ہیں اور ان میں مزید بہتری لا رہے ہیں۔ نئے شامل شدہ تصانیف کے لئے آپ وقتاً فوقتاً ویب سائیٹ اور پلے سٹور کو چیک کیا کریں مزید بہتری کے لیے اپنے قیمتی تجاویز سے ہمیں ضرور آگاہ کریں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اجمالی فہرست

جلد اوّل

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استاذی مکرم استاذ العلماء شیخ التفسیر والحدیث مفتی اعظم

حضرت مولانا مفتی سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی رحمہ اللہ

تلمیذ رشید وخلیفہ مجاز۔ رئیس المفسرین امام الموحدین حضرت مولانا الشیخ حسین علی الوانی رحمہ اللہ

کے

مختصر حالات زندگی

محمد عبدالرحمن دہلوی تلمیذ۔ حضرت نیلوی شاہ صاحب

تعلیم وتربیت

استاذی مکرم۔ حضرت نیلوی رحمہ اللہ خود فرماتے تھے کہ جب میری عمر چار سال ہوئی تو میرے چچا جی (شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا شاہ محمد جہلمی رحمہ اللہ تلمیذ حضرت مولانا حسین علیؒ) نے میری تعلیم وتربیت کا سلسلہ شروع فرمایا سب سے پہلے مجھے کلمہ طیبہ سکھایا پھر علی الترتیب وضو غسل نماز سکھائی۔ پھر اس کے بعد چچا جی نے مجھے بغدادی قاعدہ زبانی پڑھایا پھر ساتھ ہی حفظ قرآن شروع کروایا۔ چچا جی کا حفظ کروانے کا طریقہ یہ ہوتا کہ تیسویں پارہ میں ایک سطر انتیسویں پارے میں دو دو سطریں اور پہلے پارہ کی تین تین سطریں یاد کرواتے اس طرح میں نے سات سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن پاک یاد کر لیا۔ حفظ قرآن کے بعد چچا جی نے کریما اور فارسی کی کتب پڑھانی شروع کیں اور ساتھ ہی چنیوٹ اسلامیہ ہائی سکول کے ماسٹر عنایت اللہ سیالکوٹی سے عصری تعلیم حاصل کی۔ چچا جیؒ نے مجھے صرف ونحو سے لے کر ھدایہ تک کتب مجھے پڑھائیں اسی دوران مجھے قرآن پاک کا ترجمہ تفسیر اپنے استاد حضرت مولانا حسین علیؒ کے خصوصی طرز پر ایسا پڑھایا کہ اس میں بھی چچا جیؒ صرف و نحو منطق اصول علم بلاغت اور علم ادب کا اجراء کرواتے۔ جب چچا جیؒ کافی ضعیف ہو گئے تو مجھے تکمیل علم فلسفہ ریاضی فلکیات کتب تفاسیر منطق اور موقوف علیہ کے لیے اپنے ساتھی استاذ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

العلما حضرت مولانا ولی اللہ صاحب (انہی والوں) کے پاس گجرات بھیج دیا۔ میں نے استاذ جی مولانا ولی اللہ صاحب سے قطبی۔ میر قطبی، ملا میر حسن، حمد اللہ، امور عامہ وغیرہ کتب پڑھیں۔ اس دوران میرے ساتھ میرے بھائی مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ (بانی جامعۃ الرشید و ضرب مومن والے) بھی پڑھتے رہے اور مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی ؒ کی سند بھی میں نے اپنے ہاتھوں سے لکھی تھی۔ اسی وجہ سے وہ میرے مہربان دوست بن گئے۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی موصوف ؒ...... بعض تحقیقی مسائل اور فتاوی میرے پاس سرگودھا بھیجتے تھے۔ اور میرے بھائی مفتی رشید احمد لدھیانوی ؒ نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل مجھے ملاقات کے لیے کراچی آنے کی دعوت دی تو میں نے کہا بھائی جی میں تو بہت سخت بیمار ہوں تو بھائی صاحب (مفتی رشید احمد ؒ) نے فرمایا یہاں پر علاج بھی ہو جائے گا چنانچہ میں کراچی چلا گیا اور ایک ہفتہ تک دارالافتاء والارشاد میں رہا۔ مفتی صاحب مجھے اپنی خاص مجلس میں ساتھ بٹھاتے' ایک مجلس میں درالافتاء کے لیے بڑے مفتی صاحبان۔ مفتی عبدالرحیم صاحب۔ مفتی ابولبابہ صاحب۔ مفتی محمد صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا اگر میرے بعد علم حاصل کرنا چاہتے ہو تو (میری طرف اشارہ کر کے فرمایا) ان کے پاس سرگودھا چلے جاؤ۔

حضرت نیلوی ؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ انہی میں حضرت مولانا حسین علی ؒ تشریف لائے اور انہی کے گرد و نواح میں ایک ہفتہ تک درس قرآن و حدیث دیتے رہے اور درس کے بعد علماء طلباء کو بیعت بھی کرتے' چنانچہ استاذ جی مولانا ولی اللہ صاحب مجھے اپنے ساتھ مولانا حسین علی ؒ کے پاس بیعت کے لیے لے گئے اور میرا تعارف کروایا۔ فرمایا کہ یہ مولوی شاہ محمد جہلمی ؒ کا بھتیجا ہے جو تلمیذ خاص ہیں بہر کیف مولانا حسین علی ؒ نے مجھے اپنی بیعت کے لیے میرے گریبان کا بٹن کھول کر شہادت کی انگلی میرے دل پر رکھ کر کہا۔ اللہ۔ اللہ۔ اللہ۔ یہ حضرت کی بیعت کرنے کا خاص طریقہ تھا۔ اس وقت میری عجیب سی کیفیت ہوگئی جسے میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ اور اسی دوران میں نے مولانا حسین علی ؒ سے سورۂ مائدہ، انعام، رعد وغیرہ کا سبقاً ترجمہ تفسیر پڑھا۔ حضرت نیلوی ؒ فرماتے ہیں کہ میں الحمدللہ مولانا حسین علی سے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بیعت بھی ہوں اور ان کا شاگرد بھی ہوں۔

دورہ حدیث کے لیے مدرسہ امینیہ دہلی میں آمد

دورہ حدیث کے لیے مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی سے صحیح بخاری اور جامع ترمذی پڑھی۔ اور ابوداؤد مولانا خدا بخش ؒ سے پڑھی حضرت نیلویؒ فرماتے تھے کہ میں نے ساڑھے سولہ سال کی عمر میں فراغت حاصل کی الحمدللہ۔ استاذ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے مجھے مدرسے کا مدرس مقرر کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے اور تمہارے درمیان ۱۸ روپے ماہوار تنخواہ پر معاہدہ ہے اس کے بعد دیکھی جائے گی۔ تدریس کے دوران میں نے استاد جی مفتی اعظم ہند سے کتابت اور فتویٰ نویسی سیکھی اور مہارت تامہ حاصل کیا۔ الحمدللہ۔ اور میں نے چند کتب مختلف موضوع پر لکھیں جو کہ امینیہ کے کتب خانے ہوں گی۔ (انشاءاللہ) بہر حال یہ مجموعہ رسائل بھی استاذی مکرم حضرت نیلویؒ کے علمی تحقیقی تصنیفات کا مجموعہ ہیں۔ جسے ہم نے کتب خانہ اشاعت اسلام دہلی سے شائع کیا ہے اس سے قبل مکتبہ اشاعت العلوم دہلی نے حضرت نیلویؒ کی علمی محققانہ تصنیف ندائے حق کو شائع کیا تھا جو کہ پاک و ہند میں شرف قبولیت حاصل کر چکی ہے۔ یہ رسائل بھی اہل علم کے ہاں ضرور مقبول ہوں گے۔ انشاءاللہ

والسلام

مولوی عبدالرحمن دہلوی

خطیب جامع مسجد التوحید

ناظم شعبہ نشر و اشاعت

مکتبہ اشاعت العلوم

۱۷۹۰ کلاں محل نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ انڈیا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی والسلام علی عبادہ الذین اصطفی ۔ اما بعد

یہ کتاب استاذ العلماء، شیخ التفسیر والحدیث مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی ؒ کی علمی تحقیقی تصنیفات کا مجموعہ ہے۔ جن کو زمانہ طالب علمی میں حضرت شاہ صاحب کے شاگرد مولوی عبداللہ توحیدی دہلوی نے جمع کیا الحمد للہ۔

(۱) پہلی دو جلدیں اہلسنت والجماعت کے عقیدۂ حیاۃ النبی برزخیہ اخرویہ و عقیدہ عدم سماع موتی ۔ و عقیدہ عذاب و ثواب قبر پر مشتمل ہیں۔

(۲) تیسری اور چوتھی جلد ۔ رد رضا خانیت پر مشتمل ہیں۔

ان میں سے تیسری جلد عقائد پر (مسئلہ علم غیب، حاضر ناظر، مختار کل، بشریت انبیاء علیہم السلام جیسے اہم بنیادی عقائد پر اور چوتھی جلد اعمال پر مثلاً خیر الکلام، عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت پر مشتمل ہیں۔

(۳) جلد پنجم اور ششم

رد غیر مقلدیت پر مشتمل ہیں۔

(۴) جلد ہفتم

رد قادیانیت پر ہے۔

(۵) جلد ہشتم

رد شیعت پر ہے۔

(۶) جلد نہم اور دہم

اہم متفرق شرعی مسائل پر مشتمل ہیں۔

یہ مکمل سیٹ رد مذاہب باطلہ پر انسائیکلو پیڈیا ہے۔ یہ بکھرے ہوئے علمی جواہرات موتی تھے جن کو یکجا کر کے مکتبہ اشاعت اسلام دہلی اہل علم تک پہنچانے کو فرض سمجھتا تھا الحمد للہ اللہ تعالی کی مہربانی اور اس کے فضل و کرم سے یہ علمی جواہرات اور مذاہب باطلہ پر

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

انسائیکلوپیڈیا آپ کے ہاتھوں میں اور انشاء اللہ یہ علمی جواہرات ہدائے حق کی طرح پاک و ہند میں اہل علم کے ہاں داد تحسین حاصل کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ہم جماعت اشاعت التوحید والسنت پاکستان کے اکابرین کو ایک مفید مشورہ عنایت فرماتے ہیں کہ آپ حضرات ہر سال صوبہ پنجاب و سرحد میں اجتماع کرواتے ہیں اور اس اجتماع کی عمر یوماً او بعض یوم ہوتی۔ اور کوئی قابل ذکر خاطر خواہ فائدہ بھی نہیں ہوتا اور پھر اس پر کروڑوں روپے بھی خرچ کیے جاتے ہیں اگر اس بھاری رقم کو جماعت کی عظیم شخصیات کی عظیم تصانیف پر خرچ کر کے اکابرین کی ارواح طیبات کو ایصال ثواب پہنچایا جائے تو یہ کام ایسے اجتماعات کروانے سے بہتر ہے اور اس طرح اس علمی وراثت کو مشتاقان علم و عمل تک پہنچا کر ان کی علمی پیاس کو بجھایا جا سکتا ہے اور یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ ایک علمی وراثت ہے مالی نہیں اس علمی وراثت کا ہر وہ شخص وارث ہے جس کا تعلق خالصتاً اس علم سے ہے اسی بات کے پیش نظر حضرت نیلویؒ کے مایہ ناز شاگرد اور اس علمی وراثت کے امین وارث مولانا عبدالرحمن دہلوی نبی ﷺ کے اس فرمان (ان العلماء ورثۃ الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھماً وانما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر (ترمذی) پر عمل کرتے ہوئے عملی طور پر یہ کام سرانجام دے رہے ہیں۔ الحمدللہ۔

مجھے ایک بار مولوٰنا عبدالرحمن دہلوی صاحب نے بتایا کہ میرے پاس استاذ جی حضرت نیلوی شاہ صاحبؒ کے تفسیری مسودات کی فوٹو کاپیاں موجود ہیں مثلاً (تفسیر فیض الجلیل فی تسہیل التنزیل۔ تفسیر تبیین القرآن مکمل چار حصے۔ خلاصۃ البیان من کلام رحمن۔ تفسیر بے نظیر۔ مراۃ القرآن۔ مختصر ترین خلاصہ قرآن کریم)' انشاء اللہ تعالیٰ مکتبہ اشاعت اسلام دہلی عنقریب حضرت شاہ صاحب کی ان تفسیری خدمات کو بھی اہل علم تک پہنچا کر ثواب دارین حاصل کرے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

والسلام

عبدالحی عفی عنہ سہارن پوری

خطیب جامع مسجد تقوی دہلی۔

مدیر مکتبہ اشاعت العلوم۔ ۷۹۰ ا۔ کلاں محل نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ انڈیا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اِنِّیْۤ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ؕ
قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۙ

الصراط المستقيم

فی اثبات

الحیوۃ البرزخیۃ للنبی الکریم

علیہ الصلوۃ والتسلیم

مؤلف

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا علامہ مفتی سید محمد حسین شاہ نیلوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اطلاع نامہ

ماہنامہ گلستانِ اسلام کے قارئین کو عظیم الشان خوشخبری دی جاتی ہے کہ آئندہ شمارہ میں حیاتُ النبیؐ کے موضوع پر محقق العصر شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سید محمد حسین نیلوی مدظلہ العالی کا ایک علمی و تحقیقی مقالہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔ یہ مقالہ تین یا چار قسطوں میں شائع ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس مقالہ کی پہلی قسط جمادی الاخریٰ / رجب ۱۴۲۱ھ کے شمارہ میں شائع کی جارہی ہے۔ جس میں سب سے پہلے اہل السنت والجماعت کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔ پھر اہل بدعت کی طرف سے اہل حق پر الزامات کا جواب دیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد مذاہب باطلہ کے عقائد لکھ کر حقائق پر مبنی ان کے جوابات اس اچھوتے اور نئے انداز سے لکھے گئے ہیں کہ اگر کوئی شخص واقعی خلوص دل سے اس مشکل اور پیچیدہ مسئلہ کا حل تلاش کرنا چاہتا ہے تو اس مقالہ کے مطالعہ سے اس کو تمام اشکالات کے جواب مل جائیں گے۔ اور بارگاہِ الٰہی میں منظور ہوا تو منیب آدمی کو یہ مسئلہ ضرور سمجھ آجائے گا۔ سطور ذیل میں اس تحقیقی مقالہ سے نہایت مختصر طور پر چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں۔

اہل السنت والجماعت کا عقیدہ

تمام اہل السنت والجماعت کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان تمام مخلوق سے اعلیٰ ہے۔ ان کی شان کو مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ نہ حیات دنیویہ میں نہ حیات برزخیہ میں اور نہ ہی حیات اخرویہ میں۔ ان تینوں قسم کی حیات میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات اعلیٰ، اولیٰ، ازکیٰ، ابقیٰ، اہم، اعظم، ادوم، اقوم، افضل، اکمل، اجمل، اطیب اور حقیقی روحانی حیات ہے۔ اور ان کے دنیوی اجساد مبارکہ اپنے اپنے مدفن ارضی میں بطورِ خرقِ عادت صحیح سالم اور تر و تازہ محفوظ ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۲۰ و سنن ابی داود صفحہ ۱۵۷ و سنن الکبریٰ للنسائی صفحہ ۲۰۳ و سنن ابن ماجہ صفحہ ۷۷ و مسند دارمی صفحہ ۱۹۵ اور مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۴۱۳)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہمارا ایمان ہے کہ: بعد از وفات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ نبیین، صدیقین (شہداء و صالحین) کے ہمراہ روح اور موہوب: جسم مثالی کے ساتھ زندہ موجود ہیں، آپ ﷺ کو دیگر وفات یافتہ انبیاءؑ اور شہداء کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنتی رزق بھی دیا جاتا ہے۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں آتے جاتے اور سیر کرتے ہیں۔ اور اس بات پر بھی ہمارا ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ چاہے تو نیک نیتی سے پڑھے ہوئے امت کے درود و سلام اور نیک کاموں کی اطلاع فرشتوں کے ذریعے آپ ﷺ کو ہو جاتی ہے۔ جس سے آپ ﷺ خوش ہوتے ہیں۔ نیز اُس عالم میں آپ ﷺ دیدارِ باری تعالیٰ میں مشغول رہتے ہیں۔ جو تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔ اور روحِ مطہر کے بغیر آپ ﷺ کا دنیوی جسدِ مبارک حجرۂ عائشہ صدیقہؓ میں اپنے مدفنِ ارضی کے اندر بطورِ خرقِ عادت وھوالیوم کما وضع اب تک محفوظ و مصون ہے، بلکہ قیامت تک تر و تازہ اور صحیح سالم محفوظ رہے گا۔

حدیث ان اللہ حرم علی الارض کی سند اور راویوں کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ صحیح غریب ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف کی پہلی حدیث صحیح غریب ہے۔ اور اس حدیث کو تلقی بالقبول بھی حاصل ہے۔

نیز علماء اہل السنۃ والجماعت کے فان وھو حی فی لحدہ کا مطلب ہے ھو طری یعنی وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسادِ طاہرہ قیامت تک تر و تازہ اور محفوظ رہیں گے۔ حضرت سلیمانؑ، حضرت عزیزؑ اور حضرت دانیالؑ کے اجساد بعد از وفات بھی زمین کے اوپر محفوظ رہے۔ البتہ خاکسار تحریک کا بانی علامہ عنایت اللہ مشرقی اجسادِ انبیاءؑ کی حفاظت کا قائل نہیں۔ اس پر اکابر علماء حق نے کفر کا فتویٰ لگایا۔

ہمارے اکابر میں سے حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ پر بریلویہ کی طرف سے انکارِ حیات الانبیاءؑ کے الزام کا جواب، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی کا جواب، اور مسئلہ حیات الانبیاءؑ کی حقیقت احسن طریق سے کے ساتھ وضاحت سے بیان کی گئی ہے۔

اس کے بعد علو الغالین فی حیات النبیین کے زیر عنوان حیات الانبیاءؑ کے متعلق بدمذہب لوگوں کے عقائدِ بد کا بیان کیا گیا ہے۔ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ سب

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

پہلے اس مسئلہ کی بنیاد منافقین نے فراہم کی۔ جن کا عقیدہ تھا کہ موت مرتبۂ نبوت کے منافی ہے۔ اور اسی وجہ سے منافقین نے وفات النبیؐ کے موقع پر کہا تھا: لوکان محمد نبیا لما یموت۔ حضرت عمرؓ نے حضرت نبی کریم ﷺ کی اس کیفیت کو غشی سمجھا اور منافقین پر تلوار سونت لی۔

قائلین حیات دنیوی جسمانی کا دوسرا گروہ روافض کا ہے۔ جنھوں نے حیات النبی کے مسئلہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے ائمہ کو بھی زندہ ثابت کرنے کی کوشش کی۔

رافضیوں کا عقیدہ

حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ قبر شریف کی طرف جھانک کر دیکھنے والا حضرت نبی کریم ﷺ کو قبر شریف میں بعض ازواج مطہرات کے ساتھ صحبت میں مشغول پائے گا۔
(اصول کافی صفحہ ۲۸۶ و حیاۃ القلوب جلد ۲ صفحہ ۸۷۲)

کرامیہ کا عقیدہ

فرقہ کرامیہ کا عقیدہ تھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات کے بعد ساتھ ہی ساتھ ان کی وصفِ نبوت و رسالت بھی والعیاذ باللہ زائل ہو جاتی ہے۔

مُعَطّلہ کا عقیدہ

روافض کے بعد ابن فورک مُبتدِع نے اپنے عقیدۂ بد کا اعلان کرتے ہوئے کہا:
اِنَّہٗ حَیٌّ فِیْ قَبْرِہٖ رسُولُ اللّٰہِ ابد الآباد علی الحقیقۃ لا المجاز۔ (مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۵۴)

یہودیوں کا عقیدہ

❶ زبور میں ہے: اَحْيَيْتَنِيْ مِنْ بَيْنِ الْهَابِطِيْنَ فِي الْجُبِّ. کہ تو نے مجھے زندہ رکھا ہے کہ گور میں نہ جاؤں۔ (زبور ۳۰:۳)

❷ نیز بائبل میں ہے: حِيْنَئِذٍ اجْتَمَعَ هٰؤُلَآءِ الْوُزَرَآءُ وَالْمَرَازِبَةُ عِنْدَ الْمَلِكِ وَ قَالُوْا لَهٗ هٰكَذَا اَيُّهَا الْمَلِكُ دَارِيُوْسُ عِشْ اِلَى الْاَبَدِ. پس یہ وزیر اور ناظم بادشاہ کے حضور جمع ہوئے اور اُس سے یوں کہنے لگے کہ اے دارا بادشاہ ابد تک جیتا رہ۔ (دانی ایل ۶:۶)

❸ نیز بائبل میں ہے: فَتَكَلَّمَ دَانِيَالُ مَعَ الْمَلِكِ يَا اَيُّهَا الْمَلِكُ عِشْ اِلَى الْاَبَدِ. تب دانی ایل نے بادشاہ سے کہا اے بادشاہ ابد تک زندہ رہ۔ (دانی ایل ۶:۲۱)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

نصرانیوں کا عقیدہ

❹ نصاریٰ کا عقیدہ ہے: اِنَّ مِنْحَۃَ اللّٰہِ الْنِّعْمَۃُ بِالْحَیٰوۃِ الْاَبَدِیَّۃِ بِیَسُوْعَ الْمَسِیْحِ رَبِّنَا. خدا کی بخشش و نعمت ہمارے خداوند مسیح یسوع میں ہمیشہ کی زندگی ہے۔ (رومیوں ۶:۲۳)

❺ نیز نصاریٰ کا عقیدہ ہے: اِذْ اَعْطَیْتَہٗ سُلْطَانًا عَلٰی کُلِّ جَسَدٍ لِیُعْطِیَ حَیٰوۃً اَبَدِیَّۃً لِکُلِّ مَنْ اَعْطَیْتَہٗ. کہ تونے اسے ہر بشر پر اختیار دیا ہے تاکہ جنہیں تو نے اسے بخشا ہے اُن سب کو وہ ہمیشہ کی زندگی دے۔ (یوحنا ۱۷:۲)

❻ بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذمے ایک الزام لگاتے ہوئے یوحنا نے اپنے صحیفے میں لکھا ہے کہ: یسوع نے کہا:۔۔۔ اَرْسَلَنِی الْاَبُ الْحَیُّ وَاَنَا حَیٌّ بِالْاَبِ. "زندہ باپ نے مجھے بھیجا اور میں بھی باپ کے سبب سے زندہ ہوں"۔ (یوحنا ۶:۵۷)

❼ نیز نصاریٰ کا عقیدہ ہے: اَنَّ الْمَسِیْحَ یَبْقٰی اِلَی الْاَبَدِ. کہ "مسیح ابد تک باقی رہے گا"۔ (یوحنا ۱۲:۳۴)

❽ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ: قَدِ انْتَقَلَ مِنَ الْمَوْتِ اِلَی الْحَیٰوۃِ. وہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گیا۔ (یوحنا ۵:۲۴)

❾ نیز یوحنا نے حضرت عیسیٰ کی طرف اس قول کی نسبت کی: اَلْحَقَّ الْحَقَّ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنْ کَانَ اَحَدٌ یَحْفَظُ کَلَامِیْ فَلَنْ یَرَی الْمَوْتَ اِلَی الْاَبَدِ. کہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میرے کلام پر عمل کرے گا تو ابد تک کبھی موت کو نہ دیکھے گا۔ (یوحنا ۸:۵۱)

❿ یوحنا نے اپنے صحیفہ میں بیان کیا: فَقَالَ لَہُ الْیَھُوْدُ اَلْاٰنَ عَلِمْنَا اَنَّ بِکَ شَیْطَانًا قَدْ مَاتَ اِبْرٰھِیْمُ وَالْاَنْبِیَآءُ وَاَنْتَ تَقُوْلُ اِنْ کَانَ اَحَدٌ یَحْفَظُ کَلَامِیْ فَلَنْ یَذُوْقَ الْمَوْتَ اِلَی الْاَبَدِ. یعنی یہودیوں نے اس سے کہا کہ اب ہم نے جان لیا کہ تجھ میں بدروح ہے۔ ابراہام مرگیا اور نبی مرگئے، مگر تُو کہتا ہے کہ اگر کوئی میرے کلام پر عمل کرے گا تو ابد تک کبھی موت کا مزہ نہ چکھے گا۔ (یوحنا ۸:۵۲)

ھندؤوں کا عقیدہ

❶ ہندؤوں کے نزدیک ایک بزرگ شخصیت جن کا نام "سری کرشن" ہے، یہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بزرگ متھرا میں پیدا ہوئے۔ ان کے بارے میں ہندوؤں کے مختلف نظریات ہیں۔ مثلاً:

① بعض تو کہتے ہیں کہ وہ تمام فرشتوں کا سردار تھا۔ لیکن:

② بعض کہتے ہیں کہ وہ پیغمبر تھا۔ بلکہ:

③ بعض کہتے ہیں کہ وہ خدا کا اوتار تھا' وہ اس کی پوجا کرتے ہیں۔ اور

④ بعض کہتے ہیں کہ راجا سری کرشن ۱۲۵ سال کی عمر میں دریودھن کی ماں رانی گندھاری کی بددعا سے مر گیا تھا۔ اس کے برعکس:

⑤ بعض کہتے ہیں کہ راجہ سری کرشن پیغمبر تھے' اور وہ زندہ ہیں۔ لیکن روپوش ہوگئے ہیں۔ اور یہ کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

❷ اسی طرح "بیاس" کے متعلق ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ بیاس بڑا پاکیزہ فطرت اور عارف کامل شخص تھا اور وہ زندۂ جاوید ہے۔

مشرکین عرب کا عقیدہ

۱ حضرت مولانا سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ہُبل کی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ایک آدمی تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تھا پھر وقت مقدر پر اس کو موت دے دی۔ مشرکوں نے ایک پتھر تراش کر کے رکھا' اور کہا کہ یہ ہمارا ہُبل ہے۔ اور اپنے زعم میں کہا کہ اے ہُبل تم اس پتھر میں آجاؤ۔ اور دعویٰ کرلیا کہ وہ آگیا۔ اور دعویٰ کیا کہ اس میں یہ قدرت ہے کہ ہم کو بیٹا' رزق اور صحت وغیرہ دیتا ہے۔ اور اگر کوئی اہم کام ہو تو خدا کو اطلاع کرتا ہے اور وہاں سے مدد لے کر دلواتا ہے۔ (مواہب الرحمٰن پارہ ۳۰ صفحہ ۷۸۹)

۲ نیز آپ نے فرمایا کہ: مشرکین درحقیقت اس پتھر یا صلیب کو سجدہ کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس چیز میں فلاں میت کی روح سما گئی۔ جیسا کہ اس زمانے میں تعزیہ والے۔ جب تک وہ ٹھاٹھ بنانے والے کی دکان پر ہے تب تک بے قدر ہے۔ اور جب اس کو خریدا تو اس وقت سے اپنا تصور جمالیا اور اس کو ادب سے سلام کیا اور تاشے باجے کے ساتھ لے چلے۔ اور یہ سب ان لوگوں کے خیالات ہیں اور جن لوگوں کا نام لیتے ہیں کہ وہ اس میں آگئے یا اس سے تعلق حاصل ہوگیا۔ وہ لوگ بالکل بری ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

علیہ السلام اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، محلِ قدس یعنی آسمان دوم یا جنت میں ہیں، اور ناداں کے کہنے سے وہ اس چیز میں نہیں آتے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی جانب سے ہدایت کرتا ہے۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن پارہ ۲۰ صفحہ ۹۰، ۷)

۳ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنداً روایت کیا ہے کہ لات ایک (بزرگ) شخص تھا جو حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلایا کرتا تھا۔ قریش اس کے نام کی قسم کھالیتے تو اسے ہر حال میں پورا کرتے تھے۔

۴ ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ اور ربیع بن انسؒ سے مزید یہ بھی لکھا ہے کہ جب وہ "لات بابا" مرگیا تو اس کی قبر پر چڑھاوے چڑھائے جانے لگے۔ رفتہ رفتہ اس کی صورت کا بت بنا کر یہ تصور قائم کر لیا گیا کہ لات بابا کی رُوح پتھر کی اِس مورتی میں حلول کر گئی ہے۔

مشرکین بابل کا عقیدہ

بابل و نینوا سے تعلق رکھنے والی آریائی نسل کی قومیں پانچ ہزار سال سے نمرود کی انتظار میں ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ ابھی مرا نہیں۔ بلکہ وہ جس طرح غائب ہوا، اسی طرح ایک نہ ایک دن خاموشی سے واپس آجائے گا۔ اور پھر اسی طرح امن و امان اور عیش و مسرت کا دور دورا لے آئے گا، جیسے اس کے عہدِ حکومت میں تھا۔ (ارمغانِ نجم صفحہ ۹۰ تا ۹۲ بحوالہ پلیین ٹرد تھ، فروری ۱۹۶۶ء)

تنبیہ جس طرح ان غیر مسلموں کا انبیاء و دیگر کاملین کے متعلق عقیدہ ہے جو خود کو مسلمان کہلانا کسی طرح بھی پسند نہیں کرتے، اسی طرح خود کو مسلمان کہلانے والے غیر مسلم بھی انبیاءؑ اور دیگر کاملین کے متعلق یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ جب کہ یہ عقیدۂ بد شرک کی بنیاد ہے۔

خلاصۂ بحث یہ کہ جس طرح مشرکینِ مکہ نے بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے ہوئے کہا کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا۔ کسی فرشتہ کو نبی ہونا چاہیے تھا، اسی طرح حیات الانبیاءؑ کے متعلق یہود و نصاریٰ کے عقائدِ بد سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے نہ صرف وفات النبیؐ کے اس سانحۂ عظیمہ کے موقع پر بلکہ جنگِ اُحد کے موقع پر بھی منافقین نے موت کو مرتبۂ نبوت کے منافی قرار دیا۔ اور روافض کے بعض فرقوں نے وفاتِ ائمہ کے ساتھ ساتھ وفات النبیؐ کا بھی انکار کیا۔ کرامیہ نے کہا کہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جب نبی فوت ہو جائے تو وہ صفتِ نبوت سے متصف نہیں رہتا" اور اس کی نبوت زائل ہو جاتی ہے۔ اور اس کے مقابلے میں معتزلہ اور ابن فورک مبتدع کا عقیدہ تھا کہ نبی مرا ہی نہیں کرتے اور وہ زیر زمین حقیقی طور پر دُنیوی حسی عنصری حقیقی حیات کے ساتھ زندۂ جاوید جیتے ہیں۔ اور شوافع میں سے علامہ سُبکیؒ، امام بیہقیؒ اور علامہ سیوطیؒ نے اس عقیدہ کا ذکر کیا ہے۔ اور ہندوستان میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی نے نہ صرف انبیاءِ کرامؑ کے متعلق یہی عقیدہ اختیار کیا بلکہ اولیاءِ کرامؒ کے متعلق بھی اسی قسم کے عقائدِ بد کا اظہار کیا۔ ہندوستان کے شیعیت زدہ رسمی مسلمانوں کے سامنے اسی مسئلہ کی آڑ میں خود کو عاشقِ رسولؐ ثابت کر کے اپنی جماعت میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ اور ہند و پاک کے بہت سے توہم پرست جاہل عوام کو مرتد کیا۔ اور مرزا قادیانی کے بعد احمد رضا خان بریلوی نے بھی اسی عقیدۂ بد کی تشہیر شروع کردی۔ حتیٰ کہ اہلِ حق علماء خصوصاً حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ پر الزام لگایا کہ: "وہ حیات النبیؐ کے منکر ہیں"۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے اس کا مسکت جواب تحریر فرمایا ہے۔ احمد رضا خان نے حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ پر اتہامات لگائے۔ اور ان پر تبرّا کیا، بلکہ غیر متناہیہ وجوہ سے کفر لازم کیا۔ اور ان کا کفر اجماعی قطعی قرار دے کر فقہاءِ کرام کا فتویٰ تکفیر چھاپ دیا ـــــ (اسی طرح) حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحبؒ و حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحبؒ قدس سرہم اور حضرت مولانا مولوی خلیل احمد صاحبؒ اور حضرت مولانا مولوی اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کا نام لے کر قطعی تکفیر کی۔ اور یہ کہا کہ جو ان کے کافر کہنے میں تردد و تأمل اور شک کرے وہ بھی قطعی کافر ہے۔ (دیکھیے تمہید المُسْتَند)

ہمارے اکابر علمائے دیوبند اور ان کے مشائخ خصوصاً

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ — مولانا شاہ ولی اللہؒ

مولانا شاہ عبد العزیزؒ — مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ — مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ — مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ،
مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ، مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ،
مرشدی مولانا حسین علی الوانیؒ، مولانا محمد ابراہیم دہلویؒ،
علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا سید عبدالدائم جلالیؒ،
مولانا محمد حسن سنبھلیؒ، مولانا محمد عیسیٰ الہ آبادیؒ،
مولانا نواب قطب الدینؒ، مولانا عزیز الرحمن مرادآبادیؒ،
مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ،
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلویؒ،
مولانا عبدالحق حقانیؒ، مولانا نجم الغنی رامپوریؒ،
مولانا محمد طاہر قاسمیؒ، مولانا عبدالماجد دریابادیؒ،
مولانا حبیب احمد کیرانویؒ، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ،
شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، مولانا اسعد الرحمن قدسیؒ،
مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا محمد منظور نعمانیؒ،

اور اسی طرح دیگر متقدد علماء حق نے قلمی جہاد میں روافض، معتزلہ اور معطلہ وغیرہ کے ساتھ ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی اور احمد رضا خان بریلوی اور ان کے متبعین کے عقائد بد کا قرآن و سنت کے مضبوط دلائل سے رد فرمایا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

قادیانیوں کا عقیدہ

مرزا قادیانی نے بڑے دعویٰ کے ساتھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین پر زندگی ثابت کرنے کی کوشش کی اور پھر چیلنج کرتے ہوئے لکھا کہ:

۱ "اب ہمیں کوئی جواب دے کہ: روئے زمین پر یہ زندگی کس نبی کے لیے بجز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت ہے"۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۰۵)

۲ "اگر کوئی نبی زندہ ہیں تو وہ ہمارے ہی نبی ہیں"۔ ("ہم مسلمان ہیں" صفحہ ۲۴)

۳ مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ ہے کہ: "انبیاء بحیات جسمانی مشابہ حیات دنیوی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

زندہ ہیں"۔ (حاشیہ محامد خاتم النبیین صفحہ ۱۳۹)

۴ مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

قَدْ مَاتَ عِیْسٰی مُطْرِقًا وَ نَبِیُّنَا
حَیٌّ وَ رَبِّیْ اِنَّهٗ وَافَانِیْ
وَاللّٰهِ اِنِّیْ قَدْ رَأَیْتُ جَمَالَهٗ
بِعُیُوْنِ جِسْمِیْ قَاعِدًا بِمَکَانِیْ

یعنی "عیسیٰ تو بے شک سر جھکاتے ہوئے خاموشی کے ساتھ مرگئے ہیں۔ لیکن ہمارے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ ہمیشہ زندہ ہیں۔ میرے رب کی قسم پکی بات ہے کہ وہ خود میرے پاس آئے ہیں اور اللہ کی قسم میں نے اپنی اس جسم کی آنکھوں کے ساتھ ان کا جمال دیکھا جب کہ وہ میرے مکان میں بیٹھے تھے"۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۱۶)

۵ نیز مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ: "جاہل اور نادان لوگ کہتے ہیں کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے۔ حالانکہ زندہ ہونے کی علامت آنحضرت ﷺ کے وجود میں پاتا ہوں"۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۴۴)

۶ نیز مرزا قادیانی نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ: "ایک دفعہ (میں نے) عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ ﷺ کو مع حسنین و علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا۔ اور یہ خواب نہ تھی۔ (احمد صادق صفحہ ۱۳۹)

۷ نیز مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: "ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد عین بیداری میں تھوڑی سی غیبت حس سے جو خفیف سے نشہ سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی جیسے بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے۔ پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آگئے۔ یعنی جناب پیغمبر خدا ﷺ و حضرت علی و حسنین و فاطمہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور ایک نے ان میں سے، اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۹۷)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۸ نیز مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا کہ مجھ پر ان الفاظ میں وحی ہوئی کہ: "آج ہمارے گھر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ آگئی عزت اور سلامتی"۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۳۲)

۹ مرزا قادیانی نے لکھا کہ: اس زمانے کے لوگوں کے لیے زیارت حقہ کی حقیقی علامت یہ ہے کہ اس زیارت کے ساتھ بعض ایسے خوارق اور علامات خاصہ بھی ہوں جن کی وجہ سے اس رویا یا کشف کے منجانب اللہ ہونے پر یقین کیا جائے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض بشارتیں پیش از وقوع بتلادیں، یا بعض قضا و قدر کے نزول کی باتیں پیش از وقوع مطلع کردیں، یا بعض دعاؤں کی قبولیت سے پیش از وقت اطلاع دے دیں، یا قرآن کریم کی بعض آیات کے ایسے حقائق و معارف بتلادیں جو پہلے قلمبند اور شائع نہیں ہو چکے، تو بلا شبہ ایسی خواب سچ بھی جائے گی۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۹۹)

۱۰ قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ: "جاودانی زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے"۔ ("ہم مسلمان ہیں" صفحہ ۲۳)

۱۱ نیز مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: دنیا میں صرف دو زندگیں قابل تعریف ہیں۔ (۱) ایک وہ زندگی جو خود خدائے حی وقیوم مبدء فیض کی زندگی ہے۔ (۲) دوسری وہ زندگی جو فیض بخش اور خدانما ہو۔ سو آؤ ہم دکھاتے ہیں کہ وہ زندگی صرف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے"۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۰۵)

۱۲ مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: "وہ ہمارا پیارا برگزیدہ نبی فوت نہیں ہوا۔ بلکہ بلند تر آسمان پر اپنے ملیک مقتدر کے دائیں طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہے۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۰۴، ۲۰۵)

۱۳ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ: "برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے"۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۱۳) نیز:

۱۴ مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: حقیقی اور روحانی اور فیض رساں زندگی وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی زندگی کے مشابہ ہوکر نور اور یقین کے کرشمے نازل کرتی ہو"۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۰۵)

۱۵ مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: "آنحضرت کی روحانی توجہ نبی تراش ہے"۔ (محامد

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

خاتم النبیین صفحہ ۲۵۰، مجموعہ تقاریر صفحہ ۴۴ جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ سن ۱۹۶۱ء)

۱۶ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی منقطع نہیں ہوئی، اور نہ معجزات منقطع ہوئے۔ بلکہ ہمیشہ بذریعہ کاملین اُمت جو شرف اتباع سے مشرف ہیں ظہور میں آتے ہیں"۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۴۳)

۱۷ "جو لوگ بذریعہ کشف صحیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل کرتے ہیں وہ اصحابِ رسول میں سے ہیں"۔ (احمد صادق صفحہ ۱۹۳)

۱۸ مرزا قادیانی اپنے منافقانہ عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ۔ ع

"کاملاں حی اند در زیر زمیں"

یعنی "جتنی کامل ہستیاں ہیں اولیاءؒ، صلحاءؒ، شہداءؒ، صدیقینؓ، اور انبیاءؑ یہ سب کے سب زمین کے نیچے (قبر عرفی میں) زندۂ جاوید ہوتی ہیں"۔ (احمد صادق صفحہ ۳۹)

۱۹ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مرزا قادیانی کو دہلی کے محلہ چتلی قبر میں کچھ دن قیام کا موقع ملا۔ قیام دہلی کے دوران ایک روز مرزا قادیانی نے اپنے خدام سے کہا کہ: "دہلی کے زندوں سے تو بہت امید نہیں، چلو یہاں کے مُردوں سے ملاقات کریں۔ کیونکہ اس سرزمین میں کئی ایک بزرگ اولیاء اللہ مدفون ہیں"۔ چنانچہ اس کے مطابق کئی دنوں میں خواجہ میر درد، قطب الدین اولیاء، قطب صاحب اور دیگر بزرگوں کی قبروں پر جاتے رہے۔ ان قبروں پر تھوڑی دیر کھڑے ہوکر ہاتھ اٹھا کر آپ دعا کرتے، اور دیگر احباب بھی آپ کے ساتھ دُعا کرتے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کی قبر پر فرمایا: "ارواح کا تعلق قبور کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ اور اہل کشف توجہ سے میت کے ساتھ کلام بھی کرسکتے ہیں"۔ (احمد صادق صفحہ ۱۳۸)

۲۰ اسی طرح مرزا قادیانی نے عین بیداری کی حالت میں بعض گذشتہ نبیوں سے ملاقاتیں کرنے کا دعوی کرتے ہوئے کہا کہ: "بعض گذشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں، اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیاء اس امت میں گذر چکے ہیں، ان سے ملاقات ہوئی"۔ (احمد صادق صفحہ ۱۳۹)

۲۱ مرزا قادیانی نے کہا: "روح کا قبور کے ساتھ تعلق ہے۔ اور ہم اپنے تجربہ سے کہتے ہیں کہ مُردوں سے کلام ہوسکتا ہے۔ مگر اس کے لیے کشفی قوت اور حس کی ضرورت

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃالاشاعت ڈاٹ کام

ہے۔ ہر شخص کو یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ روح کا تعلق قبر کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ اور روح کا تعلق آسمان سے بھی ہوتا ہے۔ جہاں اسے ایک مقام ملتا ہے"۔ (احمد صادق صفحہ ۱۸۷)

۲۲ مرزا قادیانی کا عقیدہ ہے کہ: "انبیاء و اولیاء مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں"۔ (مجاہد خاتم النبیین صفحہ ۱۲۹)

۲۳ اپنے پیش رو کذابین کی موضوع روایت کا سہارا لے کر حضرت نبی کریم ﷺ پر بہتان لگاتے ہوئے مرزا قادیانی نے لکھا کہ: "آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ مجھے قبر میں میت نہیں رہنے دے گا اور زندہ کر کے اپنی طرف اٹھائے گا"۔ (ازالۃ الاوہام صفحہ ۲۵۰ و مجاہد خاتم النبیین صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۳)

۲۴ مرزا رفیع احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ: "آپ ﷺ کی روح پھر امت کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوئی"۔ (سیرت النبی صفحہ ۶۰ از مرزا رفیع احمد قادیانی)

۲۵ ایک انگریز کی بیوی نے مرزا غلام احمد قادیانی سے پوچھا کہ: آیا یہ ممکن ہے کہ جو لوگ اس دنیا سے گذر چکے ہیں' ان سے ہم صحیح پیام اطلاع حاصل کر سکتے ہیں"۔ تو اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے کہا کہ: "انسان کشفی طور سے گذشتہ روحوں سے مل سکتا ہے۔ مگر اس کے لیے یہ ضروری امر ہے کہ روحانی مجاہدات کیے جاویں۔ بیشک ان سے مفید مطلب باتیں دریافت کر سکتا ہے۔ مگر اس کے لیے بھی مجاہدات کی ضرورت ہے' جو اس زمانہ کے لوگوں سے نہیں ہو سکتے۔ ... یہی وہ ایسی باتوں سے انکار کرتے ہیں۔ میرا مذہب ہے کہ انسان خواب میں نہیں' بلکہ بیداری میں مُردوں سے مل سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح (عیسیٰ بن مریمؑ) سے میری ملاقات ہو چکی ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ سے بھی۔ ایسا ہی اور اہلِ قبور سے میں نے ملاقات کی"۔ (احمد صادق صفحہ ۲۱۵)

الحاصل انسان کے اس دنیا سے انتقال کر جانے کے بعد اس کی روح کو اس دنیا میں متصرف سمجھ کر پکارنے کی ابتداء تو شاید حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی۔ اور پھر یہود و نصاریٰ میں بھی کسی حد تک یہ عقیدہ رائج رہا۔ اور منافقین نے حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کے موقع پر جس قسم کا منفی پروپیگنڈہ شروع کر دیا تھا' اس کے نتیجے میں روافض نے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

انبیاء کرام کے زندہ فی المدفن ہونے کے ساتھ ساتھ ائمہ کرام کے متعلق بھی زندۂ جاوید ہونے کا عقیدہ وضع کرلیا۔ اس کے بعد معطلہ نے روافض سے ایک قدم آگے بڑھنے کی کوشش تو کی۔ مگر علامہ ابن قیمؒ نے قصیدہ نونیہ میں ان کی تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ اگرچہ علامہ سبکیؒ اور علامہ بیہقیؒ علامہ سیوطیؒ اور شیخ عبدالحق بھی معطلہ کے نظریات سے متاثر ہوئے۔ اور ان بزرگوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے انتقال کے بعد اپنی قبور میں ایسی حسی حیات حاصل ہونے کا قول فرمایا ہے جیسا کہ انھیں دنیا میں حیات حاصل تھی۔ لیکن ان علماء کے بعد ہمارے قریبی دور تیرھویں صدی کے آخری عشرے میں سب سے پہلے اس عقیدے کا بیان مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا۔ اس کے بعد احمد رضا خان بریلوی اور اس کے ہم مسلک لوگوں نے اس عقیدہ کے بیان کو محض اس خیال سے زیادہ اہمیت دینا شروع کردی کہ اولیاء اللہ کی قبروں پر رواج پکڑنے والے شرکیہ افعال و اعمال کی بنیاد تو حیات النبیؐ سے متعلق یہی واہیات عقیدہ ہے۔ چنانچہ:

بریلویوں کا عقیدہ

۱ القطب الذی لم یمت ابداً واحد وھو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ یعنی قطب کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ ایک ہے۔ اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (مقابیس المجالس صفحہ ۴۱۹)

۲ "انبیاء علیہم السلام کی موت یعنی ان کے اجسام طیبہ سے ارواح طاہرہ کا جدا ہونا صرف ایک آن کے لیے ہوتا ہے پھر ویسے ہی زندہ ہوجاتے ہیں جیسے حال ظاہری میں تھے جسم روح سے ملا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱ صفحہ ۶۱۱)

۳ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ (مقیاس حنفیہ صفحہ ۲۸۲)

۴ "انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسا کہ دنیا میں تھے۔ کھاتے پیتے ہیں جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ تصدیق وعدۂ الٰہی کے لیے ایک آن کو اُن پر موت طاری ہوئی پھر زندہ ہوگئے"۔ (زبدۃ الفقہ حصہ ۱ صفحہ ۱۵)

۵ "انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کے لیے محض ایک آن موت طاری ہوتی ہے۔ پھر فوراً ان کو ویسی ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں' ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا۔ ان کی ازواج پر عدت نہیں' وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں"۔ ("ملفوظات" حصہ ۳ صفحہ ۳۲)

۶ "انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں' وہ ان سے شب باشی کرتے ہیں۔ ("ملفوظات" حصہ ۳ صفحہ ۳۲)

۷ جس کسی کی قبر پر آدمی جاتا ہے' اگر صاحب قبر اس کو پہچانتا تھا تو اس کو پہچانتا ہے' اور اس سے تسلی پاتا ہے' اس کی آواز بلکہ اس کی چپل سنتا ہے۔ اور اگر نہیں پہچانتا تھا تو اتنا ضرور جانتا ہے کہ ایک مسلمان میری قبر پر آیا ہے۔ اگر کسی زندہ شخص کو اتنے من مٹی میں دبا دیا جائے تو اس کے اوپر توپ بھی چھوڑی جائے جب بھی نہ سنے گا۔ تو ثابت ہوا کہ بعد مرنے کے سمع بصر و ادراک بڑھ جاتا ہے۔ (ملفوظات حصہ ۳ صفحہ ۳۳)

۸ " کاملین کی ارواح کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس جسمانی دنیا میں ظاہر ہو کر تصرف بھی کرتی ہیں' اور اپنے دوستوں کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو سزا دیتی ہیں۔ (زبدۃ الفقہ حصہ ۱ صفحہ ۳۲)

الجواب اس عقیدۂ بد کا موجد مبتدع ابن فورک ہے۔ جس نے یہود و نصاریٰ اور روافض وغیرہ بدمذہب لوگوں سے یہ عقیدہ اخذ کیا تھا۔ اس کے بعد اسلامی تاریخ میں تین شافعی علماء (سبکیؒ سیوطیؒ اور بیہقیؒ) نے اس مسئلہ میں غلطی سے ابن فورک کی تقلید کی۔ اہل حق علماء نے ان کا رد بھی فرمایا۔ لیکن ہندو معاشرے میں شیعیت زدہ جاہل عوام کے ذہنوں سے یہ بات ابھی نکلنے نہ پائی تھی کہ ۱۲۹۰ھ کے لگ بھگ مرزا قادیانی نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے یہ مسئلہ بیان کیا۔ اور احمد رضا خان نے بھی اس مسئلہ کی آڑ میں قبر پرستوں کو خوب تھپکی دی۔ ۷۲-۱۳ھ (۱۹۵۳ء) کی تحریک ختم نبوت کو ناکام بنانے کے لیے قادیانیوں نے خاص منصوبہ بندی کے تحت مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر حیات النبیؐ کا مسئلہ کھڑا کر دیا۔ اور تین چار سال کی قلیل مدت (۱۹۵۷ء) میں علماء حق کی عظیم جماعت دو دھڑوں میں بٹ گئی۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) مرزا قادیانی کے متبعین عموماً رفع و نزول عیسیٰؑ' ختم نبوت' اور ولادت

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

عیسیٰ وغیرہ کے موضوع پر مسلمانوں سے بحث کرتے ہیں۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے اپنا علمی فریضہ ادا کرتے ہوئے درج ذیل کتب تحریر فرما کر قادیانیوں کے عقائد باطلہ کی تردید فرمائی۔ مثلاً:

❶ القول الاتم فی حیاتِ عیسیٰ ابن مریم، ❷ قدرت الرب فی ولادتِ عیسیٰ من غیر اب، ❸ تفسیر آیت خاتم النبیینؐ، ❹ رفع عیسیٰ، اور ❺ مرزا قادیانی کی تضاد بیانیاں۔

بعض لوگ مرزا قادیانی کے متبعین کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر سمجھتے ہیں۔ اس کے جواب میں قادیانیوں نے "مجاہد خاتم النبیینؐ" اور "ہم مسلمان ہیں" وغیرہ ناموں سے مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں سے مقتبس کئی کتابیں شائع کیں۔ جن میں دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ حیات النبیؐ کا مسئلہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ اس مقالہ میں قادیانیوں کے اسی عقیدۂ بد کی تردید قرآن مجید، احادیثِ نبویہ، اقوالِ صحابہؓ و تابعینؒ مفسرینؒ و معتمد علیہ مفتیانِ عظامؒ کی تحریروں سے کی گئی ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اِنِّیٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّکُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۝
قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّۃَ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۝

حصہ اول

الصراط المُستقیم

فی اثبات

الحیوۃ البرزخیۃ للنبی الکریم

علیہ الصلوۃ والتسلیم

مؤلف

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا علامہ مفتی سید محمد حُسین شاہ صاحب نیلوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الحی الذی لا یموت مالک الملک والملکوت، لم یزل ولا یزال وکل شئ ھالک الا وجھہ وکل من علیھا فانٍ وقال فی کتابہ: ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ○ وقال تعالٰی: وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ○ وقال تعالٰی: قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ○ والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد ن الذی بُعِثَ الینا ھادیاً مُبلغاً ادخلہ اللہ فی الجنۃ التی رأی فی حیاتہ الدنیویۃ بَیِّنَۃً فی تلک الجنۃ العلیۃ وھو الأن حیٌّ فی ذٰلک البیت یرزق و یسیر فی الجنۃ حیث شاء، و یطلعہ اللہ تعالٰی الصلوٰۃ والسلام من امتہ المرحومۃ وعلی الہ و اصحابہ المتادبین بأدابہ، سیما الشھداء فی سبیل اللہ الذین انعم اللہ علیھم وعلی الصدیقین والصالحین اٰمین یا رب العالمین○

حیاۃ الانبیاء کے بارہ میں اہلسنت کا عقیدہ

تمام اہل السنت و الجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی شان تمام مخلوق سے اعلیٰ ہے۔ ان کی شان کو مخلوق میں سے کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔ نہ حیات دُنیویہ میں نہ حیاتِ برزخیہ میں اور نہ ہی حیاتِ اخرویہ میں۔ ان تینوں قسم کی حیات میں انبیاء کرام علیہم السلام کو اعلیٰ، اولیٰ، ازکیٰ، اتقیٰ، اہم، اعظم، ادوم، اقوم، افضل، اکمل، اجمل، اطیب اور حقیقی حیات حاصل ہوتی ہے۔ اور بعد از وفات ان کے ارواحِ طیبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اپنے موہوبہ اجسادِ مبارکہ میں رہ کر ساتویں آسمان سے اوپر عالمِ برزخ کے سب سے عظیم الشان مقام اعلیٰ علیین یعنی برزخی جنت میں قیام پذیر ہیں جہاں وہ کھاتے پیتے اور جنت کی سیر کرتے ہیں۔ اور اعلیٰ درجہ کے بے مثال محلات میں قیام پذیر ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے دُنیوی اجسادِ مبارکہ اپنے اپنے مدفن ارضی میں بطورِ خرقِ عادت صحیح سالم اور تر و تازہ محفوظ ہیں۔ خصوصاً امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات حسرت آیات کے بعد آپ ﷺ کا جسدِ اطہر مطہر معطر ام المؤمنین سیدہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارکہ میں جس طرح تر و تازہ حالت میں صحابۂ کرامؓ نے دفن کیا تھا اسی طرح تر و تازہ حالت میں قیامت تک موجود رہے گا۔ آپ ﷺ کے جسدِ اطہر سے آپ ﷺ کی روح مبارک نکل کر رفیقِ اعلیٰ میں جا ملی۔ اور تمام صحابۂ کرامؓ آپ ﷺ کی وفات پر متفق ہوئے۔ اور صحابۂ کرامؓ نے آپ ﷺ کے لیے میت کا لفظ بھی استعمال فرمایا۔ صحابہؓ نے آں حضرت ﷺ کو میت کی حالت میں دیکھا۔ اور جیسا کہ آں حضرت ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کو بوسہ دیا تھا، اسی سُنّتِ رسول ﷺ کو زندہ کرتے ہوئے خلیفۂ بلا فصل آمَنُ النَّاس سیدنا امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امام الامم و خاتم الانبیاء ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کو بوسہ دیا۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو خواب میں عالم برزخ کے سب سے بلند مقام اعلیٰ علیین میں آپ ﷺ کا عالی شان محل دکھایا گیا تھا اور جب آپ ﷺ نے اس محل میں جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو حضرت جبرائیل و میکائیل علیہما السلام نے فرمایا تھا کہ ابھی آپ ﷺ کی دُنیا کی زندگی باقی ہے۔ جب دُنیا کی زندگی مکمل ہوگی تو آپ ﷺ اسی رہائش گاہ میں قیام فرمائیں گے۔ اس لیے ہمارا ایمان ہے کہ: بعد از وفات حضرت نبی کریم ﷺ یقیناً اعلیٰ علیین میں رفیقِ اعلیٰ کے ہمراہ روح اور موہوب جسمِ مثالی کے ساتھ زندہ موجود ہیں، آپ ﷺ کو دیگر وفات یافتہ انبیاءؑ اور شہداء کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنتی رزق بھی دیا جاتا ہے۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں آتے جاتے اور سیر کرتے ہیں۔ اور اس بات پر بھی ہمارا ایمان ہے کہ: اللہ تعالیٰ چاہے تو نیک نیتی سے پڑھے ہوئے اُمّتیوں کے درود و سلام اور نیک کاموں کی اطلاع فرشتوں کے ذریعے آپ ﷺ کو ہو جاتی ہے۔ جس سے آپ ﷺ خوش ہوتے ہیں۔ نیز اُس عالم میں آپ ﷺ دیدارِ باری تعالیٰ میں مشغول رہتے ہیں۔ جو تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔ اور روحِ مطہر کے بغیر آپ ﷺ کا دُنیوی جسمِ مبارک حجرۂ عائشہ صدیقہؓ میں اپنے مدفنِ ارضی کے اندر بطورِ خرقِ عادت وھو الیوم کما وضع اب تک محفوظ و مصؤن ہے، بلکہ قیامت تک تر و تازہ اور صحیح سالم محفوظ رہے گا۔ کیونکہ صحیح حدیث میں آتا ہے: إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بطورِ خرقِ عادت زمین کے لیے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ کو کھانا حرام کر دیا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۲۰)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

إنّ اللّٰه حرّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء

حدیث "إنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ" کی سند

یہ حدیث شریف ❶ سُنن ابی داؤد صفحہ ۱۵۷' و ❷ سُنن الکبریٰ للنسائی صفحہ ۲۰۳ و ❸ سُنن ابن ماجہ صفحہ ۷۷ و ❹ مسند دارمی صفحہ ۱۹۵' اور ❺ مُستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۴۱۳ میں منقول ہے۔ اور ان تمام محدثینؒ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے۔ مثلاً:

سند ۱ حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بہ حاکم نیشاپوریؒ المستدرک علی الصحیحین جلد ا صفحہ ۴۱۳ میں اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث اس طرح بیان فرماتے ہیں: حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب حدثنا ابو جعفر احمد بن عبد الحمید الحارثی ثنا الحسین بن علی الجعفی ثنا عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس الثقفی قال قال رسول اللّٰه ﷺ ان افضل ایامکم یوم الجمعة فیه خلق آدم و فیه قبض و فیه النفخة فاکثروا علیّ من الصلوٰۃ فیه فان صلوتکم معروضة علیّ. قالوا و کیف صلوتنا تعرض علیك و قد ارمت؟ فقال: إنّ اللّٰه عزّ وجلّ قد حرّم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبیاء۔

سند ۲ حضرت امام ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن بہرام الدارمی سمرقندیؒ مسند الدارمی صفحہ ۱۹۵ میں یہی حدیث اپنی اس سند کے ساتھ لاتے ہیں: اخبرنا عثمان بن محمد ثنا الحسین بن علی عن عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس ـــــ

سند ۳ حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن (یزید بن) ماجہ قزوینیؒ سُنن ابن ماجہ صفحہ ۷۷ میں درج ذیل سند کے ساتھ یہی حدیث نقل فرماتے ہیں: حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة ثنا الحسین بن علی عن عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن شداد بن اوس ـــــ

سند ۴ حضرت امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ تعالیٰ سُنن ابی داؤد جلد ا صفحہ ۱۵۷ میں اس حدیث کی سند اس طرح بیان فرماتے ہیں: حدثنا ھارون بن عبداللہ نا حسین بن علی عن عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس ـــــ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سند حضرت امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے السنن الکبریٰ جلد ا صفحہ ۲۰۲ و ۲۰۳ میں اس حدیث کی سند اس طرح بیان کی ہے: اخبرنا اسحق بن منصور قال حدثنا حسین الجعفی عن عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر عن ابی الاشعث الصنعانی عن اوس بن اوس عن النبی ﷺ قال ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ۔

یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمام دنوں میں سے جمعہ کے دن کی فضیلت زیادہ ہے۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام اسی دن پیدا ہوئے۔ اور اسی دن آدم علیہ السلام کی روح قبض کی گئی، اور اسی دن قرناء میں پہلی بار پھونکا جائے گا اور اسی دن دوسری بار قرناء میں پھونکا جائے گا۔ اس لیے اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو۔ کیونکہ تمہارا درود قبول ہو کر اس کا ثواب مجھ تک پہنچتا ہے۔ اس پر حضرات صحابۂ کرام کہنے لگے کہ آپ ﷺ پر ہمارا پڑھا ہوا درود کس طرح پہنچے گا جب کہ آپ ﷺ کی ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسادِ طاہرہ کو کھانے سے روک رکھا ہے۔

تشریح حضرت محدث سندھیؒ نے سنن نسائی صفحہ ۲۰۴ کے حاشیہ پر اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: ویمکن الجواب عن ذلک بان سوالہم یقتضی امرین: یعنی صحابۂ کرامؓ کے سوال میں دو باتیں تھیں۔ ❶ مساواۃ الانبیاء وغیرھم بعد الموت ایک تو یہ کہ مرنے کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام دوسرے اموات کے مساوی ہوتے ہیں۔ ❷ وان العرض لا یمکن علی الروح المجرد اور دوسرے یہ درود کی پیشی مجرد روح پر نہیں ہوتی۔ والاعتقاد الاول اسوأ فارشدھم بالجواب الی ما یزیلہ و آخر مایزیل الثانی الی وقت یناسبہ تدریجا فی التعلیم۔ اور چونکہ پہلا عقیدہ دوسرے سے زیادہ برا ہے اس لیے حضرت رسول اللہ ﷺ نے جواب میں پہلے غلط عقیدے کا ازالہ فرمایا اور دوسرے عقیدۂ بد کا جواب دوسرے کسی مناسب وقت تک ملتوی رکھا۔ کیونکہ آپ ﷺ کی تعلیم تدریجی تھی۔ مثلاً:

تدریجی تعلیم کی چند مثالیں

۱ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسجد قبا میں ایک انصاری امام ہر سورت کے اخیر میں سورۂ اخلاص پڑھتا تھا تو مقتدیوں نے منع کیا کہ یا تو صرف سورۂ اخلاص پڑھا کریں

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

یا صرف دوسری سورت پڑھیں۔ اس امام نے کہا کہ میں اس سورت کو نہیں چھوڑوں گا چاہے مجھے امام رکھو چاہے نہ رکھو، میں امامت چھوڑ دوں گا۔ مگر مقتدی اس امام کو سب سے افضل سمجھتے تھے کسی اور کو امام بنانا پسند نہیں کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات ہوئی تو آپؐ نے دریافت کیا کہ: امام جی! جس طرح مقتدی کہتے ہیں آپؐ اس طرح کیوں نہیں مانتے۔ اور آپؐ سورۂ اخلاص کو اس قدر اہمیت کیوں دیتے ہیں؟۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ مجھے اس سورت کے ساتھ پیار ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا آپؓ کا اس سورت کے ساتھ پیار آپؓ کو جنت میں لے جائے گا۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۷)

فائدہ آپ نے اس کا جواب نہیں دیا جس میں مقتدیوں کے ساتھ جو تنازع تھا کہ فرضوں کی دونوں اولیین میں سورۂ اخلاص ہی کا تعین کر کے پڑھنا نماز کے لیے کراہت کا باعث ہے یا نہ؟ یا جواب دیا ہوگا مگر راوی نے نقل نہیں کیا یا کسی مصلحت کی وجہ سے اس وقت جواب نہیں دیا آپؐ نے صرف امام جی کے ان احبھا کا جواب دیا۔ کراہت یا اباحت تکرارِ سورۂ واحدہ کا جواب نہیں دیا۔ ممکن ہے کہ مسئلہ صحابہؓ کو پہلے چونکہ معلوم ہے اس لیے السکوت فی معرض البیان بیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت بیان اسی امر کا ہے کہ مسئلہ وہی ہے مگر یہ امام جی فنا فی السورۃ ہونے کی وجہ سے معذور ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی صحابہؓ کے قول ادمت کا جواب دیا کہ اس کا جواب دینا اہم تھا بہ نسبت جواب عرض صلوٰۃ کے۔ رہا مسئلہ عرض صلوٰۃ و سلام سو اس کو صحابۂ کرامؓ کے تامل پر چھوڑ دیا کہ اب حیاتِ دنیوی (فی عالم الدنیا) میں بھی تو آخر عرض صلوٰۃ و سلام ہوتا ہی ہے۔ حالانکہ ہر ایک نمازی کا صلوٰۃ و سلام اپنے کانوں سے نہیں سنتے۔ بلکہ یہ ہی صورت ہے عرض صلوٰۃ و سلام کی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میرے حق میں ہر مومن کی دعاء قبول ہو جاتی ہے پھر وفات کے بعد بھی عرض صلوٰۃ و سلام کی یہی صورت ہوگی۔ اس میں نہ کوئی اشکال ہے نہ سوال کی ضرورت۔

۲ صحابۂ کرامؓ نے دریافت کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں کیا کچھ خرچ کریں؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب نہیں دیا بلکہ مصرف بتا دیے کہ مصرف کا تلاش کرنا پہلے اہم ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

الْاَقْرَبِیْنَ وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ. (۲:۲۱۵) یارسول اللہ! حکم انفاق سن کر یہ مسلمان آپ ﷺ سے سوال کریں گے کہ کیا چیز دیں اور کیا خرچ کریں؟ تو آپ ﷺ ان سے فرما دیجیے کہ: تم نے یہ مال مجھے نہیں دیا، جو مجھ سے پوچھتے ہو کہ کیا دیں اور کتنا دیں؟۔ جتنا دینا ہے دو۔ تم نے کچھ دینا ہے تو اپنے ہی والدین کو اور اپنے اپنے رشتے ناتے والوں کو، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو دینا ہے۔ یہ تو نیکی کا کام ہے۔ نیکی اور پوچھ پوچھ؟۔

۳ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ فجر کی سنتیں پڑھ کر سجدہ کی حالت میں یا بیٹھے بیٹھے سو گئے حتیٰ کہ خراٹے لینے لگے پھر فرض نماز پڑھنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ ﷺ تو سو گئے تھے۔ (سونے سے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اور آپ ﷺ نے وضو نہیں فرمایا) آپ ﷺ نے جواب دیا کہ جو شخص کروٹ کے بل سو جائے تب اس کا وضو ٹوٹتا ہے۔ کیونکہ اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ اس سوال کے جواب میں حضرت ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو وہ مسئلہ سمجھایا جو اہم تھا۔ اور یہ نہ بتایا کہ میرا وضو نہیں ٹوٹا۔

فائدہ امام محمدؒ نے کتاب الآثار (صفحہ ۳۱) میں: باب النوم قبل الصلوٰۃ و انتقاض الوضوء منہ۔ یعنی نماز سے پہلے سو جانے اور سونے سے وضوء ٹوٹ جانے کے بیان میں فرمایا: محمد قال اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال توضا رسول اللہ ﷺ ینفخ اذا نام ثم قام فصلی بغیر وضوء قال ابراھیم ان رسول اللہ ﷺ لیس کغیرہ، قال محمد و بقول ابراھیم ناخذ، بلغنا ان النبی ﷺ قال ان عینی تنامان و لا ینام قلبی، فالنبی ﷺ فی ھذا لیس کغیرہ، فاما من سواہ فمن وضع جنبہ فنام فقد وجب علیہ الوضوء، وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ۔ انتہی۔

۴ حضرت ام ہانی حضور ﷺ کے پاس بیٹھی تھیں کوئی پینے کی چیز حضور ﷺ کے پیش ہوئی حضور ﷺ نے خود بھی پیا اور ام ہانی کو بھی پلایا پھر فرماتی ہیں: حضور! میں گناہ کر بیٹھی ہوں میرا تو روزہ تھا میرے حق میں استغفار فرمائیں آپ ﷺ نے پوچھا قضائی روزہ تھا؟۔ کہا نہ!۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر کوئی مضر نہیں!۔ آپ ﷺ نے اس موقع پر قضا کا حکم نہیں بتایا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فائدہ نیز حضرت نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ بذریعۂ دلالۃ النص حضرت کی حیات برزخیہ پر دال ہے۔ کیونکہ جن مومنین کے اجسادِ عنصریہ کو مٹی کھا جاتی ہے' ان کو حیاتِ برزخیہ حاصل ہونے کی وجہ سے اہلِ دنیا کی عبادات کا ثواب ان تک بھی پہنچتا ہے۔ اب انبیاءِ کرام علیہم السلام جن کی حیات کامل درجہ کی ہے اور کمال اس حد تک پہنچا ہے کہ ان کی حیات کے آثار ان کے اجسادِ عنصریہ پر بھی نمایاں ہیں کہ جیسے زندوں کے اجساد عنصریہ کو مٹی نہیں کھاتی' ایسے ہی انبیاءؑ کے اجسادِ عنصریہ بھی زمین کی خوراک بننے سے محفوظ رہتے ہیں۔ تو اس قدر کامل برزخی حیات والے انبیاءِ کرام علیہم السلام تک صلوٰۃ و سلام کے ثواب کا ایصال بطریقِ اولیٰ ہوگا۔ حضرت علامہ عینیؒ اور محمد بشیر الدین قنوجیؒ وغیرہ احناف شراح کا یہی مطلب ہے۔ جو اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ کو حیاتِ انبیاء کی دلیل بناتے ہیں۔ اور دوسرا مفہوم تو اعتزال کی طرف مُفضی ہے۔ فافہم وتفکر وتدبر ولا تعجل۔

حدیث اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ کے راوی

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر جماعت میں سے اس حدیثِ مبارک کے راوی:

1. سیدنا اوس بن اوس ابو عمرو بن اوس ثقفیؓ اور
2. سیدنا شداد بن اوس بن ثابت بن منذر بن حرام انصاری نجاری رضی اللہ عنہما ہیں' جو مدّاحِ رسولؐ سیدنا حسان بن ثابتؓ کے بھتیجے ہیں۔

ابو الاشعث صنعانیؒ

سیدنا شداد بن اوس اور سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو روایت کرنے والے تابعی کا نام حضرت شراحیل بن آدہ ابو الاشعث صنعانی ہے۔ آپ صنعائے یمن کے رہنے والے تھے' بعد میں صنعائے دمشق تشریف لے آئے۔ پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ آپ فتح دمشق کے موقع پر دمشق میں موجود تھے۔ آپ کا شمار دمشق کے بڑے بڑے علماء میں ہوتا ہے۔ آپ سیدنا عبادۃ بن الصامت' سیدنا شداد بن اوس سیدنا ثوبان' سیدنا ابو ہریرہ' سیدنا اوس بن اوس اور سیدنا ابو ثعلبہ خشنی وغیرہم رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں۔ جب کہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

آپ کے شاگردوں میں حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابرؒ ابو قلابہ جرمیؒ، حسان بن عطیہؒ، یحییٰ ذماریؒ اور دیگر کئی محدثین کے نام شامل ہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ اور حضرت امام بخاریؒ نے حضرت ابوالاشعث کی روایت اس لیے نقل نہیں فرمائی کہ آپ نے سیدنا شداد بن اوس اور سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی تصریح نہیں فرمائی۔ کیونکہ حضرت امام بخاریؒ صرف معاصرۃ یعنی ہم عصر ہونے پر ہی قناعت نہیں کرتے، بلکہ وہ صراحۃً ملاقات ہونے کا ثبوت ملنے کے بعد ہی کوئی روایت نقل فرماتے ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء و خلاصہ تذہیب الکمال و تقریب)

عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر

حضرت شراحیل بن آدہ ابو الاشعث صنعانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے شاگردان گرامی میں حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ازدی ابوعتبہ شامی دارانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا نام بھی شامل ہے۔ حضرت امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبیؒ نے آپ کا ذکر امام، حافظ اور فقیہ شام کے القاب سے کیا ہے۔ آپ حضرت ابوسلام الاسود، ابوالاشعث صنعانی، مکحولؒ، عبداللہ بن عامر یحصبی، ابن شہاب زہریؒ، ابوکبشہ سلولیؒ، عطیہ بن قیسؒ وغیرہ محدثین کے شاگرد ہیں۔ اور آپ کے شاگردوں میں ان کے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن یزید رحمۃ اللہ تعالیٰ کے علاوہ حضرت حسین بن علی بن الولید جعفی کوفیؒ ولید بن مسلمؒ عمر بن عبدالواحد رحمۃ اللہ تعالیٰ، ابن مبارکؒ، محمد بن شاور اور ایوب بن سوید رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی شامل ہیں۔

حضرت محدث ابن حجرؒ نے انھیں ثقہ لکھا ہے۔ (تقریب التہذیب صفحہ ۲۲۸) اسی طرح حضرت یحییٰ بن معینؒ اور ابوحاتمؒ نے بھی انھیں ثقہ کہا ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ ان سے حدیث لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی جلد ۷ صفحہ ۱۷۶ و ۱۷۷)

حسین بن علی بن الولید جعفی کوفی

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ازدی ابوعتبہ دارانی شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے شاگرد حضرت امام ابوعبداللہ و ابومحمد حسین بن علی بن الولید الجعفی الکوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ ہیں۔ آپ ۱۱۹ھ میں پیدا ہوئے اور آپ کی وفات ۲۰۳ھ میں ہوئی۔ آپ نے حضرت اعمشؒ، جعفر بن برقانؒ، مجمع بن یحییٰ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

انصاریؒ، فضیل بن مرزوقؒ، سفیان ثوریؒ اور عبدالرحمٰن بن یزید بن جابرؒ اور متعدد ثقہ علماء سے احادیث حاصل کیں۔ حضرت سفیان بن عُیینہؒ سے بھی آپ نے حدیث پڑھی، جب کہ حضرت حسین بن علی جعفیؒ حضرت سفیان بن عُیینہؒ کے استاذ بھی ہیں۔ یعنی یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے استاذ بھی ہیں اور شاگرد بھی۔ حضرت حسین بن علی بن ولید جعفی کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے مشہور شاگردانِ گرامی ہیں حضرت امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، اسحاق بن منصور کوسجؒ، یحییٰ بن معینؒ، احمد بن سلیمان رہاویؒ، ابواسحاق جوزجانیؒ، ابوکریبؒ، محمد بن رافعؒ، احمد بن فراتؒ، احمد بن عبدالحمید، عبد بن حمید، ہارون بن عبداللہ الحمالؒ، عباس دوریؒ، محمد بن عاصم ثقفیؒ، ابوبکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن محمد جیسے محدثین کے نام آتے ہیں۔ حضرت یحییٰ بن معینؒ اور دوسرے نقاد محدثین نے انھیں ثقہ کہا ہے۔ حضرت احمد بن عبداللہ بن صالح عجلیؒ فرماتے ہیں کہ حسین جعفی ثقہ ہیں، اور وہ نیک آدمی تھے، نیز آپؒ نے فرمایا کہ میں نے تقویٰ اور عبادت میں ان سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ جو حضرت حسین بن علی جعفی کوفیؒ کے شاگرد ہیں، حضرت حسین جعفیؒ کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں نے تقویٰ اور عبادت میں ان سے بڑھ کر اور کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت سفیان ثوریؒ جو حضرت حسین بن علی جعفیؒ کے استاذ ہیں، جب کبھی انھیں دیکھتے تو گلے لگ کر ملتے اور فرماتے کہ یہ وہ جعفی ہیں جو تارکِ دُنیا ہو چکے ہیں۔ حضرت امام ذہبیؒ نے حضرت حسین بن علی بن ولید جعفی کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اور بھی بہت سے مناقب تحریر فرمائے ہیں۔ (دیکھیے سیر اعلام النبلاء جلد ۹ صفحہ ۳۹۷ تا ۴۰۱۔ نیز دیکھیے تقریب التہذیب صفحہ ۹۳ و خلاصۃ تذہیب الکمال مع حاشیہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۹)

نیز حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے استاذ حضرت حسین بن علی بن ولید الجعفی الکوفیؒ کی سند سے یہی زیرِ بحث حدیث اپنی شہرۂ آفاق کتاب مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۷۷۵ میں نقل فرمائی ہے۔

حسین بن علی جعفی کا ہمنام شیعہ راوی

حضرت حسین بن علی جعفی کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا ہمنام ایک شیعہ راوی بھی ہوا ہے، جس کی وجہ سے آج کل کے بعض بدعقیدہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں کو مغالطہ میں مبتلا کرتے ہیں۔ دراصل زیرِ بحث حدیث کے راوی کا نام حسین، ان کے والد کا نام علی، اور دادا کا نام ولید ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جب کہ ان کے ہمنام شیعہ راوی کا نام بھی حسین ہی ہے' اور اس کے والد کا نام بھی علی ہی ہے۔ لیکن اس شیعہ راوی کے دادا کا نام ولید نہیں بلکہ نجیح ہے۔ اور اس کا نام "حسین بن علی بن نجیح جعفی کوفی" لکھا جاتا ہے۔

فائدہ یاد رہے کہ جس حسین بن علی جعفی کوفی پر مشہور محدث و نقاد الامام الحافظ حضرت شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لسان المیزان جلد ۲ صفحہ ۳۰۲ میں من رجال الشیعۃ کی مہر لگائی ہے وہ یہی شخص ہے جس کے دادا کا نام "نجیح" ہے۔

نیز یہ شیعہ راوی حضرت عبدالرحمن بن یزید بن جابر رحمۃ اللہ تعالیٰ کا شاگرد نہیں ہے' بلکہ یہ وہ حسین بن علی جعفی ہے جو اپنی روایات کی نسبت حضرت جعفر صادق کی طرف کرتا ہے۔ یہی وہ شیعہ راوی ہے جس کے متعلق شیعہ اسماء الرجال کے مشہور و متعصب نقاد عبداللہ مامقانی نے تنقیح المقال فی علم الرجال جلد ۱ صفحہ ۳۳۹ میں لکھا ہے کہ: "حسین بن علی بن نجیح کو شیخ نے اپنے (شیعہ) رجال میں جعفر صادق کے اصحاب میں سے لکھا ہے"۔

حسین بن علی بن ولید جعفی کوفی کے تلامذہ

حضرت حسین بن علی بن ولید جعفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے متعدد شاگرد ہیں' جن میں سے چند مشہور محدثین کے اسماء گرامی قبل ازیں لکھے جا چکے ہیں۔ لیکن آپ کی سند سے زیر بحث روایت نقل کرنے والے محدثین کرام چھ ہیں۔

① حضرت امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم ابی شیبہ عبسی رحمۃ اللہ تعالیٰ
② حضرت امام ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل شیبانی رحمۃ اللہ تعالیٰ
③ حضرت امام ابوالحسن عثمان بن محمد بن ابراہیم ابی شیبہ عبسی رحمۃ اللہ تعالیٰ
④ حضرت امام ابو موسیٰ ہارون بن عبداللہ بن مروان حمال بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ
⑤ حضرت امام ابو یعقوب اسحٰق بن منصور بن بہرام تمیمی کوسج مروزی رحمۃ اللہ تعالیٰ
⑥ حضرت امام ابو جعفر احمد بن عبدالحمید بن خالد الحارثی الکوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ

ابوبکر بن ابی شیبہ

حضرت حسین بن علی بن ولید جعفیؒ کے شاگردوں میں سے حضرت امام ابوبکر عبداللہ بن

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

محمد بن القاضی ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان بن خواستی عبسی الکوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی ہیں۔ آپ کے شاگردانِ گرامی میں حضرت امام احمد بن حنبل، محمد بن سعد کاتب، ابوزرعہ، ابویعلیٰ موصلی، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے نام شامل ہیں۔ حضرت امام احمد حنبلؒ نے انھیں صدوق کہا ہے۔ نیز آپؒ نے فرمایا کہ یہ اپنے بھائی حضرت عثمان بن محمد سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ حضرت امام ابوزرعہ اور حضرت امام احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر بن ابی شیبہ ثقہ اور حافظ الحدیث ہیں۔ اور ان کا بیٹا بھی حافظ ثبت ہے۔ آپؒ نے محرم ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۲۔۱۲۷) خود حضرت امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے اپنے مجموعۂ احادیث "المصنف" جلد ۲ صفحہ ۵۱۶ میں براہِ راست حضرت حسین بن علی جعفیؒ سے یہی زیرِ بحث حدیث نقل کی ہے۔ پھر حضرت ابن ابی شیبہؒ کے شاگرد حضرت امام ابوعبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینیؒ نے اپنے مجموعۂ احادیث "سنن" صفحہ ۷۷ پر اپنے استاذ ابوبکر بن ابی شیبہؒ کی سند سے یہی حدیث نقل فرمائی ہے۔

امام احمد بن حنبل

حضرت حسین بن علی بن ولید جعفیؒ کے ایک شاگرد حضرت امام ابوعبداللہ احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت حسین بن علی جعفیؒ کے علاوہ حضرت سفیان بن عیینہ، قاضی ابویوسف، ابوبکر بن عیاش، یحییٰ القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، علی بن مدینی، محمد بن ادریس شافعی اور ابوبکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے نام بھی شامل ہیں حضرت امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ ان کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت امام ابوداؤد بجستانیؒ نے ان سے علم حدیث میں وافر حصہ پایا۔ نیز حضرت امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت امام احمد حنبلؒ کے ایک شاگرد کے واسطے سے بھی حدیث حاصل کی۔ اسی طرح ایک جمِ غفیر نے آپ سے علمِ حدیث حاصل کیا۔ آپ بہت بڑے مُحدث اور فقیہ ہیں۔ آپ کی ذات کسی تعارف کی مُحتاج نہیں۔ تاہم اگر کسی کو ضرورت ہو تو سیر اعلام النبلاء جلد ۱۱ صفحہ ۱۷۷ تا ۳۵۸ کا مطالعہ فرمالیں۔ آپ کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ آپ نے اپنے مجموعۂ احادیث "مسند" جلد ۴ صفحہ ۵۷۷ پر یہی زیرِ بحث حدیث اپنے استاد حضرت حسین بن علی بن ولید جعفیؒ کی سند سے نقل فرمائی ہے۔

عثمان بن محمد بن ابی شیبہ

حضرت حسین بن علی بن ولید جعفیؒ کے شاگردوں میں حضرت امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن بہرام الدارمی سمرقندیؒ کے استاذ اور امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ کے بھائی حضرت عثمان بن محمد بن ابراہیم بن عثمان بن خواستی ابوالحسن بن ابی شیبہ عبسی کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا نام بھی شامل ہے۔ آپ حافظ کبیر، مفسر، امام، ثقہ، متقن اور صاحب تصانیف ہیں۔ ابن معینؒ نے آپ کو ثقہ امین کہا ہے۔ ابوحاتمؒ نے صدوق کہا ہے۔ البتہ آپ کو کہیں کہیں وہم ہوتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ آپ کی بعض روایات کو منکر بتلاتے ہیں۔ (دیکھیے: خلاصہ تذہیب الکمال جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ و سیر اعلام النبلاء جلد صفحہ ۱۵۱ و تقریب)

آپ کے شاگرد حضرت امام ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن بہرام الدارمی سمرقندیؒ نے اپنے مجموعۂ احادیث "مسند" صفحہ ۱۹۵ میں اپنے استاذ حضرت عثمان بن محمد کی سند سے یہی زیر بحث حدیث نقل فرمائی ہے۔

ہارون بن عبداللہ حمال

حضرت حسین جعفیؒ کے ایک شاگرد حضرت ہارون بن عبداللہ بن مروان بغدادی بھی [illegible] البزاز [illegible]۔ آپ نے حضرت حسین بن علی بن ولید جعفیؒ کے علاوہ حضرت سفیان بن عیینہ، محمد بن حرب خولانی، حرمی بن عبادہ، ابو طلحہ، معن بن عیسیٰ، ابن ابی فدیک، یحییٰ بن آدم، ابوالولید، یزید بن ہارون، روح بن عبادہ، حماد بن مسعدہ، مصعب بن مقدام، وہب بن جریر، ابوداؤد حفری، ابوداؤد طیالسی، عفان، سلیمان بن حرب، سلیمان بن داؤد ہاشمی رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی حدیث رسول ﷺ پڑھی ہے۔ حدیث میں ان کے استاذ اور بھی ہیں۔ آپ کے مشہور شاگردوں میں خود آپ کے لخت جگر حضرت موسیٰ بن ہارون کے علاوہ حضرت امام سلیمان بن اشعث ابوداؤد سجستانی، ابوزرعہ، ابوحاتم، ابراہیم حربی، ابن ابی الدنیا، بقی بن مخلد، زکریا خیاط السنۃ، ابوالقاسم بغوی، یحییٰ بن صاعد اور ابراہیم بن موسیٰ خوزی وغیرہم شامل ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔ آپ کی وفات ۲۴۳ھ میں ہوئی۔ آپ امام، حجت، حافظ اور مجود یعنی تجوید کے بہت بڑے ماہر تھے۔ امام ابوحاتم نے آپ کو صدوق میں شمار کیا ہے۔ حضرت امام احمد بن شعیب نسائی اور

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

امام ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی نے آپ کو ثقہ بتلایا ہے۔ (دیکھیے تقریب التہذیب صفحہ ۳۲۸ و خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ و سیر اعلام النبلاء للذہبی جلد ۱۲ صفحہ ۱۱۵)

آپ کے شاگرد حضرت امام سلیمان بن اشعث ابوداؤد سجستانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنے متداول مجموعۂ احادیث "سُنن" میں آپ کے سلسلۂ اسناد سے یہی زیر بحث حدیث نقل فرمائی ہے۔ (دیکھیے۔ سُنن ابی داؤد جلد ا صفحہ ۱۵۷)

اسحٰق بن منصُور کوسج

حضرت حسین بن علی بن ولید جعفی کے ایک شاگرد، اور حضرت امام احمد بن شعیب ابو عبد الرحمن نسائی کے استاذ حضرت امام اسحاق بن منصور بن بہرام تمیمی ابویعقوب کوسج مروزی نیشاپوری ہیں۔ آپ حافظ الحدیث، وسیع العلم، ثقہ، ثبت، مجتہد، اور فقیہ تھے۔ حضرت امام ابوعبداللہ حاکمؒ نے فرمایا کہ آپ ان اماموں میں سے ایک ہیں جو سنت کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں۔ (دیکھیے تقریب التہذیب صفحہ ۳۱ و خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال جلد ا صفحہ ۶۷، ۷۷ و سیر اعلام النبلاء جلد ۱۲ صفحہ ۲۵۹)

آپکے شاگرد حضرت امام احمد بن شعیب ابوعبد الرحمن نسائیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "سُنن" جلد ا صفحہ ۲۰۳ و ۲۰۴ پر یہی زیر بحث حدیث اپنے استاذ کی سند سے نقل فرمائی ہے۔

احمد بن عبد الحمید الحارثی

حضرت حسین بن علی جعفیؒ کے ایک شاگرد کا نام ابوجعفر احمد بن عبد الحمید بن خالد الحارثی الکوفی ہے۔ آپ حضرت امام ابوعبداللہ حاکمؒ کے دادا استاذ ہیں۔ جبکہ آپکے شاگرد کا نام ابوعبداللہ محمد بن یعقوب بن یوسف الشیبانی نیشاپوری ابن اخرمؒ ہے، حضرت امام حاکمؒ نے اپنی "مُستدرک" میں انہی کی سند سے یہ زیر بحث حدیث نقل فرمائی ہے۔ حضرت علامہ ذہبیؒ نے آپ کو صدوق کہا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۱۲ صفحہ ۵۰۸)

تنبیہ حضرت امام ابوعبداللہ حاکمؒ نے اپنے مجموعۂ احادیث "المستدرک" جلد ا صفحہ ۲۱۳ میں یہی زیر بحث حدیث نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا: ھٰذا حدیث صحیح علیٰ شرط البخاری کہ یہ حدیث امام بخاریؒ کی شرائط صحت کے عین مطابق ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تبصرہ حضرت امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی جو بقول حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نقدِ رجال میں "اہل استقراء تام" ہیں، امام حاکمؒ کی اس بات پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے اس حدیث کی علی شرط البخاری کے الفاظ سے تائید فرمائی ہے۔

خلاصہ یہ کہ مذکورہ بالا تمام حقائق و شواہد کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ زیر بحث حدیث کے راوی حضرت حسین بن علی بن ولید جعفی کوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ "ثقہ" ہیں، اور یہ حدیث سند کے لحاظ سے بھی متصل اور صحیح ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ان کے اجسادِ اطہار میں روحِ مبارک نہ ہونے کے باوجود قبر اطہر میں مٹی کے ساتھ مٹی نہیں ہو سکتے کیونکہ بفرمانِ نبویؐ اجسادِ انبیاءؑ کو کھانا زمین کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے حرام فرما دیا ہے۔

تبصرہ یہ حدیث حضرت امام بخاریؒ جیسے محدث کبیر اور ماہر نقاد کی شرائط صحت پر بھی پوری اترتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ خود حضرت امام بخاریؒ نے اپنے مجموعۂ احادیث میں زیرِ بحث روایت نقل نہیں فرمائی۔ البتہ حضرت امام بخاریؒ نے اپنی مستند اور متداول کتاب "الجامع الصحیح" صفحہ ۱۸۶ میں ایک ایسی روایت نقل فرمائی ہے جس سے زیرِ بحث سنداً متصل اور صحیح حدیث کی متن کے لحاظ سے بھی صحت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ:

حدیث حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضرت فروۃ بن ابی المغراءؒ نے یہ واقعہ بتایا (جو آگے آرہا ہے) اور فرمایا کہ ہمیں حضرت علی بن مسہر نے بتایا کہ انھوں نے حضرت ہشام بن عروہ سے اور انھوں نے اپنے والد (حضرت عروۃ بن زبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ ابن اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا) سے سنا ہے: لما سقط علیھم (او عنھم) الحائط فی زمان الولید بن عبد الملک اخذوا فی بنائه فبدت لھم قدم (بساق و رکبۃ) ففزعوا و ظنوا انھا قدمُ النبی ﷺ فما وجدوا احدا یعلم ذلك حتی قال لھم عروۃ لا و اللہ ما ھی قدم النبی ﷺ ما ھی الا قدم عمر۔ کہ امیر المؤمنین حضرت ولید بن عبد الملک رحمۃ اللہ تعالیٰ کے عہد خلافت (۸۶ھ تا ۹۶ھ) میں (جب کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ والی مدینہ تھے) جب حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی (شمالی) دیوار زمین بوس ہوگئی (جس میں حضرت نبی کریم

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ﷺ اور سیدنا امام ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا امام عمرؓ کی قبورِ مبارکہ ہیں' تو والیٔ مدینہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے) حجرۂ مبارکہ کی دیواریں از سرِنو تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ (تاکہ مقبرۂ مبارکہ سے شمال کی طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والوں کے سامنے قبریں نہ آئیں' چنانچہ) جب لوگوں نے دیوار بنانے کی غرض سے بنیاد کھودنی شروع کی تو قبروں کے اوپر مٹی پڑ جانے کی وجہ سے یہ پہچان نہ رہی کہ کونسی قبر کہاں ہے۔ چنانچہ کھدائی کے دوران (پنڈلی اور گھٹنے سمیت) ایک قدم ظاہر ہو گیا (جو کہ تر و تازہ تھا) وہ لوگ (جو کھدائی کے کام میں مصروف تھے مع عمر بن عبدالعزیزؒ کے سب کے سب) اس قدم مبارک کو حضرت نبی کریم ﷺ کا پائے مبارک سمجھ کر (بے ادبی کے خوف سے) گھبرا گئے۔ (پھر انھوں نے کسی ایسے آدمی کو تلاش کرنا شروع کیا' جو اس قدم مبارک کو پہچان سکے۔ لیکن انھیں ایسا کوئی آدمی نہ مل سکا۔ حتیٰ کہ (امیرالمؤمنین سیدنا امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نواسے) حضرت عروۃ بن زبیر (بن العوام مبشر بالجنۃ رضی اللہ عنہ) نے اس پائے مبارک کو دیکھنے اور خوب اچھی طرح پہچانتے کے بعد حلفیہ بیان دیتے ہوئے فرمایا کہ: واللہ! یہ پاؤں حضرت نبی کریم ﷺ کا نہیں ہے' بلکہ یہ پاؤں امیرالمؤمنین سیدنا امام عمرؓ کے سوا اور کسی کا نہیں ہے۔ (بخاری صفحہ ۱۸۶)

فائدہ اس حدیث کا یہ تشریحی ترجمہ استاذی المکرم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریر بخاری اور حضرت علامہ قسطلانیؒ کی ارشاد الساری جلد ۲ صفحہ ۴۷۷ کی تشریح کو سامنے رکھ کر کیا گیا ہے۔

یہ حدیث صحیح غریب ہے

حضرت امام بخاریؒ کی مذکورہ بالا روایت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ زیرِ بحث حدیث جیسا کہ سند کے لحاظ سے متصل اور صحیح ہے اسی طرح متن کے لحاظ سے بھی صحیح ہے۔ اور اس حدیث اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ کی صحت میں کچھ شک نہیں۔ البتہ سند کے لحاظ سے اس حدیث کو "غریب" کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ حدیث حضرت رسول اللہ ﷺ سے دو صحابہؓ نے روایت کی ہے پھر ان دونوں صحابۂ کرامؓ یعنی سیدنا شداد بن اوس اور سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث نقل کرنے والے صرف ایک تابعی حضرت ابوالاشعث

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

صنعانیؒ ہیں۔ پھر حضرتؒ ابوالاشعثؒ سے نقل کرنے والے بھی صرف ایک تبع تابعی حضرتؒ عبدالرحمٰن بن زید بن جابر ہی ہیں' پھر ان سے یہ حدیث نقل کرنے والے بھی صرف ایک حضرت حسین بن علی بن ولید جعفی کوفیؒ ہی ہیں۔ اور چہار تک ہمیں معلوم ہوسکا ہے ان سے یہ حدیث نقل کرنے والے محدثین چھ ہیں' جن کا تذکرہ قبل ازیں کیا جاچکا ہے' اس لیے یہ حدیث قاعدہ کے مطابق ہے تو غریب لیکن اس حدیث کے غریب ہونے سے نہ تو اس کی صحت واتصال ہی متاثر ہوتے ہیں اور نہ ہی اس کے مقبول ہونے میں کچھ فرق پڑ سکتا ہے۔ جیسا کہ:

انما الاعمال بالنیات

امام المحدثین حضرتؒ امام محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی متداول کتاب "الجامع الصحیح" کی ابتداء ہی ایک "غریب" حدیث کے ساتھ فرمائی۔ جس میں ہے کہ امیرالمؤمنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ: حضرتؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (الحدیث) امیرالمؤمنین سیدنا امام عمرؓ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ذی شان برسر منبر ایک مجمع عام کے سامنے بیان فرمایا۔ لیکن اس عظیم الشان اور اہم ترین پیغام نبوی کو اپنے شاگردوں کے سامنے بیان کرنے والے صرف ایک تابعی حضرتؒ علقمہ بن الوقاص لیثیؒ ہیں۔ پھر ان سے روایت کرنے والے صرف ایک ہی تبع تابعی حضرتؒ محمد بن ابراہیم بن الحارث تیمیؒ ہیں۔ پھر ان سے یہی روایت نقل کرنے والے محدث بھی صرف حضرتؒ یحییٰ بن سعید انصاریؒ ہی ہیں۔ جیسا کہ حضرتؒ امام حافظ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی الشہیر بابن حجر عسقلانیؒ نے شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۱۴ میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ حضرتؒ امام بخاریؒ نے یہی روایت اسی سند کے ساتھ کل سات مقامات پر بیان فرمائی ہے۔ (دیکھیے: صفحہ ۲ و ۳۴۳ و ۵۵۱ و ۷۵۹ و ۹۸۹، ۹۹۰ و ۱۰۲۸) البتہ اس حدیث میں حضرت یحییٰ بن سعید انصاریؒ کے شاگردوں کی تعداد چار تک پہنچ جاتی ہے۔ جن کا ذکر بخاری میں موجود ہے۔ شائقین کے لیے سطور ذیل میں حضرت یحییٰ بن سعید انصاریؒ کے شاگردوں کے نام اور بخاری کا صفحہ لکھا جاتا ہے:

(۱) حضرت سفیان بن عیینہؒ۔ صفحہ ۲ و ۳۴۳

(۲) حضرت حماد بن زیدؒ صفحہ ۵۵۱ و ۱۰۲۸

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

(۳) حضرت امام مالک بن انسؒ۔ صفحہ ۵۹ و ۱۳۷

(۴) حضرت عبدالوہاب بن عبدالحمید ثقفیؒ۔ صفحہ ۹۸۹

فائدہ یاد رہے کہ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ والی حدیث صحابۂ کرامؓ میں سے صرف امیرالمومنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے ہی بیان فرمائی ہے۔ جب کہ ہماری زیرِ بحث حدیث دو صحابۂ کرام سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ اور سیدنا اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس کے بعد ان ہر دو حدیثوں کے راوی تین پشتوں تک صرف ایک ایک ہی رہے ہیں، جب کہ اس کے بعد ہماری زیرِ بحث حدیث "غریب" کو حضرت حسین بن علی بن ولید جعفیؒ سے روایت کرنے والے محدثین کی تعداد چھ ہے، اور مذکورہ بالا حدیث "غریب" کو حضرت یحییٰ بن سعید انصاریؒ سے روایت کرنے والے محدثین کل چار ہیں۔ لیکن اس کے باوجود حضرت امام بخاریؒ کی بیان کردہ یہ "غریب" حدیث "صحیح" ہے۔ تو جس طرح اس حدیث کی صحت پر اس کے غریب ہونے کی وجہ سے کسی نے اعتراض نہیں کیا، بلکہ سب محدثین اور فقہاء کے یہاں مسلّم اور واجب العمل ہے اسی طرح ہماری زیرِ بحث حدیث کی صحت میں بھی کوئی کلام نہیں۔

نیز جس طرح بخاری کی پہلی حدیث کو تلقی بالقبول حاصل ہے اسی طرح ہماری محوث فیہ حدیث کو بھی تلقی بالقبول حاصل ہے۔ **نیز** جس طرح بخاری کی پہلی حدیث کے سامنے رکھ کر فقہاء کرامؒ نے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کے ادا ہونے کے لیے "نیت" کو فرض قرار دیا ہے، اسی طرح زیرِ بحث حدیث کے سامنے رکھ کر بھی فقہاءؒ نے مسائل مستنبط کیے ہیں۔ مثلاً:

مبحوث فیہ حدیث سے مستنبط مسئلہ

نمازِ جنازہ کے بارے میں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ جس میت پر نمازِ جنازہ نہ پڑھا جاسکا ہو اور بغیر جنازہ کے ویسے ہی میت کو دفن کر دیا گیا ہو تو اس میت پر بعد از دفن بھی جنازہ پڑھا جاسکتا ہے بشرطیکہ لاش میں تغیر نہ آیا ہو، اور اگر لاش میں تغیر آچکا ہو تو پھر قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں (دفن کے بعد) ایک ماہ تک جنازہ پڑھا جاسکتا ہے۔ حضرت امام شافعیؒ مطلقاً (ایک بار جنازہ پڑھ چکنے کے بعد) دوبارہ جنازہ پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں، خواہ میت کو ابھی دفن نہ کیا گیا ہو یا اسے دفن

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کردیا گیا ہو' اور اس کی لاش سلامت ہو یا متغیر ہو چکی ہو۔ اور فقہاء حنفیہ و مالکیہ اور سفیان ثوری و امام نخعی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر "ولی" نے نمازِ جنازہ پڑھ لی ہو تو اس کے بعد کسی کو بھی اس میت پر نمازِ جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں' خواہ میت ابھی قبر سے باہر ہو یا اسے دفن کردیا گیا ہو۔ پھر دفن کے بعد اس کی لاش صحیح سلامت ہی ہو یا اس میں تغیر پیدا ہو چکا ہو' ولی کے جنازہ پڑھ چکنے کے بعد کسی طرح بھی دوبارہ جنازہ پڑھنے کی ہرگز اجازت نہیں۔

وھوالیوم کما وضع

ملک الفقہاء اصولی نظار حضرت علامہ برہان الدین علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل فرغانی مرغینانی (متوفی ۵۹۳ھ) رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "ہدایہ" باب الجنائز فصل فی الصلوٰۃ علی المیت صفحہ ۱۶۰ میں تحریر فرمایا ہے کہ: اگر "ولی" نمازِ جنازہ پڑھ چکا ہو تو اس کے بعد اور کسی کو اس میت پر نمازِ جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں۔ کیونکہ فرض تو پہلی نماز کے ساتھ ادا ہو چکا' جب کہ میت پر نفلی جنازہ پڑھنا مشروع نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ (ولی رسولؐ خلیفۂ اول امیر المومنین سیدنا امام ابوبکر صدیقؓ کے جنازہ پڑھ چکنے کے بعد سے) اب تک حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر کسی شخص کو جنازہ پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔ حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر آج بھی اسی طرح محفوظ ہے جس طرح کہ اسے قبر اطہر میں رکھا گیا تھا۔ صاحب ہدایہ کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر ولی کے جنازہ پڑھ چکنے کے بعد پھر جنازہ پڑھنے کی اجازت ہوتی تو تمام مسلمان جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اوپر حق سمجھتے ہوئے درود شریف پڑھتے ہیں' اسی طرح آپ کا جنازہ پڑھتے رہنا بھی تمام مسلمانوں کا معمول ہوتا۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا۔

تنبیہ صاحب ہدایہ کی اس عبارت سے اس بد عقیدہ گروہ کا بھی رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ امتدادِ زمانہ کی وجہ سے اب تو (معاذ اللہ) آپؐ کا جسم اطہر مٹی کے ساتھ مٹی ہو گیا ہوگا چنانچہ آپ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کو جس طرح قبر میں رکھا گیا تھا اب تک اسی طرح بغیر کسی تغیر کے صحیح سلامت موجود ہے۔

تنبیہ اس عبارت سے اس بد عقیدہ گروہ کا رد بھی ہو گیا جو کہتے ہیں کہ جس طرح زندہ پر

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جنازہ نہیں پڑھا جاتا اسی طرح اب حضرت نبی کریم ﷺ پر جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا۔ کیونکہ بعد از دفن ان کے جسم اطہر میں روح مبارک لوٹ آئی تھی اور اب وہ اپنی مدینہ منورہ والی زمینی قبر میں حیاتِ دنیویہ کے ساتھ زندہ ہیں اور حجرۂ عائشہؓ کے زیریں حصہ میں نماز روزہ بھی کرتے ہیں اور بعض اوقات حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لا کر حج کے لیے بھی تشریف لے جاتے ہیں۔ جب کہ بعض وہ بدعقیدہ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ جہاں کہیں بھی حضرت رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر ہو رہا ہو وہاں آپ ﷺ تشریف لاتے ہیں وغیرہ۔ تو صاحب ہدایہ نے اپنی فصیح و بلیغ عبارت میں اس بدعقیدہ گروہ کا رد کرتے ہوئے تحریر فرمایا: وھوالیوم کما وضع یعنی جس طرح حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کم و بیش تیس ہزار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد اپنے محفوظ ہاتھوں سے امّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں روح مبارک سے خالی آپ کے جسدِ اطہر کو دفن فرمایا تھا، آج تک وہ جسم مبارک روح اطہر کے بغیر اسی حالت میں بغیر کسی تغیر اور تبدیلی کے نہ صرف اب تک محفوظ ہے بلکہ حضرت نبی کریم ﷺ کا جسدِ اطہر قیامت تک اسی طرح صحیح سلامت رہے گا۔ لہٰذا حضرت رسول اللہ ﷺ کی قبر مبارک پر جنازہ نہ پڑھنے کی وجہ یہ نہیں جو افراط و تفریط کرنے والے بدعقیدہ لوگوں کے دونوں گروہوں نے سمجھ رکھی ہے۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جب کم و بیش تیس ہزار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد ولیِ رسول امیر المومنین سیدنا امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی جنازہ پڑھ لیا تو اب دفن سے پہلے بھی کسی اور کو جنازہ پڑھنا جائز نہیں اور دفن کر چکنے کے بعد بھی جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ پس صاحب ہدایہ نے افراط اور تفریط کرنے والے دونوں گروہوں کو اپنی اس مختصر مگر جامع عبارت کے ساتھ نہایت مناسب جواب دے دیا۔ و للہ درہ و جزاہ اللہ عنا جزاء حسناً۔

فائدہ یاد رہے کہ صاحب ہدایہ نے اپنے اس دعویٰ پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل تحریر نہیں فرمائی، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں تھی، بلکہ صحیح یہ ہے کہ انھیں اس حدیث کا بخوبی علم تھا اور یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے زمانے میں یہ حدیث تمام اہلِ اسلام اور علماء کے نزدیک متفق علیہ اور مشہور تھی، تبھی تو

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

انھوں نے اس حدیث کو لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی، بس اتنا لکھ دیا کہ جس وقت حضور رسول اللہ ﷺ کے جسد خاکی کو دفن کیا گیا تھا اس وقت سے لے کر آج تک کسی قسم کی تبدیلی کے بغیر آپ ﷺ کا جسم مبارک بالکل صحیح سلامت قبر اطہر میں مدفون ہے، نہ اس میں روح ڈالی گئی اور نہ ہی وہ معاذ اللہ متغیر ہوا، اور مٹی کے کھانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے بعد جب بدعقیدہ لوگ پیدا ہوئے اور صاحب ہدایہ کی اس عبارت پر اعتراضات کیے جانے لگے تو علمائے حق نے شانِ رسالت میں گستاخی کرنے والے بدعقیدہ لوگوں کا منہ بند کرنے کے لیے ہدایہ کی شروح میں اسی حدیث کا حوالہ دے کر صاحب ہدایہ کی اس عبارت کی تائید فرمادی۔ مثلاً:

۱ حضرت علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے البنایہ شرح الہدایہ جلد ا صفحہ ۱۰۹۹ میں ہدایہ کی اس عبارت کو نقل فرمانے کے بعد دلیل میں اسی حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے تحریر فرمایا ہے: لان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء۔

۲ حضرت علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے عنایہ شرح ہدایہ جلد ا صفحہ ۴۵۸ میں تحریر فرمایا ہے: لان لحوم الانبیاء علیہم السلام حرام علی الارض۔ بہ ورد الاثر۔ (نیز دیکھیے مستخلص الحقائق صفحہ ۷۱، ۷۲ کنز الدقائق کلاں حاشیہ ۸ صفحہ ۵۱ و بدائع صنائع جلد ا صفحہ ۳۱۱ و فتح الملہم جلد ۲ صفحہ ۲۹۸ از علامہ شبیر احمد عثمانی)

تنبیہ لحوم کے لفظ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد روح کے بغیر گوشت پوست ہی ہے۔ اگر جسدِ میت میں روح موجود ہوتی تو اس کے لیے لحوم کا لفظ استعمال کرنا خلافِ ادب ہے۔ خصوصاً انبیاء کرام کے طیب و طاہر اجساد کے متعلق ایسا لفظ استعمال کرنا یقیناً بے ادبی ہے، لیکن فقہاء کرام نے مسئلہ کی وضاحت کے لیے بقدرِ ضرورت اس لفظ کے استعمال کو جائز سمجھا۔

فائدہ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ علماء نے کئی مسائل میں صاحب ہدایہ سے اختلاف بھی کیا ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں کسی عالم نے اختلاف نہیں کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موافق اور مخالف سب علماء کا اس مسئلہ میں صاحب ہدایہ سے اتفاق ہے، اور جو عقیدہ صاحب ہدایہ کا ہے، سب علماء کا یہی عقیدہ ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فائدہ معلوم ہوا کہ تمام فقہائے کرامؒ حضور نبی کریم ﷺ کے جسدِ اطہر میں دوبارہ اعادۂ روح کے قائل نہیں۔ نیز آپؒ نے فرمایا کہ حضورؐ اب بھی اسی حالت میں بغیر تغیر و تبدل کے موجود ہیں جس حالت میں آپ ﷺ کو لحدِ مبارک میں اتارا گیا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ جب آپ ﷺ کو لحدِ مبارک میں اتارا گیا تھا' اُس وقت آپ ﷺ کے جسدِ اطہر میں روحِ مبارک نہ تھی' اور چونکہ فقہائے کرام کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ اب بھی آپ ﷺ کا خاکی جسدِ اطہر اسی طرح ہے جس طرح اسے قبر مبارک میں رکھا گیا تھا۔ جس سے ثابت ہوا کہ اب بھی آپ ﷺ کے جسدِ اطہر میں روح نہیں ہے۔ (وھو المطلوب) یعنی جس طرح حضرتؐ پر بعد الدفن صلوٰۃ الجنازہ کے ترک پر تمام علماء کا اجماع ہے اسی طرح تمام امت کا اس امر پر بھی اجماع ہے کہ آپ ﷺ کے جسدِ اطہر میں اعادۂ روح نہیں ہوا۔

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ تمام علمائے حق کے نزدیک یہ حدیث بھی صحیح ہے' تبھی تو سب علماء کا اس پر اتفاق اور اجماع ہے۔ جب کہ گمراہی کی بات پر اجماع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ:

حدیث سیدنا ابو موسیٰ اشعری' سیدنا ابن عمرؓ' سیدنا ابن عباسؓ' سیدنا انسؓ اور سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ۔ کہ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔ (المقاصد الحسنہ صفحہ ۴۶۰)

نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس حدیث کے وہ راوی جنھیں کذاب سمجھا گیا ہے' وہ کذاب نہیں' بلکہ ثقہ ہیں اور ان کی روایت قابلِ استناد و استدلال ہے۔ اور اگر یہ روایت مرسل ہوتی' یا اس کا کوئی راوی مجہول یا غائب یا کذاب ہوتا تو اتنے بڑے بڑے ماہر نقادِ رجال اس حدیث کو کبھی صحیح نہ کہتے اور نہ ہی اپنے دعویٰ کی دلیل میں یہ حدیث پیش کرنے کی جرأت کرتے۔

نیز دارمی' نسائی اور ابوداؤد کا اپنے مجموعہ ہائے احادیث میں اس حدیث کا ذکر کرنا ہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت حسین بن علی بن ولید جعفیؒ کذاب نہیں' کیونکہ ان محدثین کی کتب میں اگرچہ مرسل' منقطع' قلیل الحفظ و الضبط وغیرہ کی روایات تو پائی جاتی ہیں مگر ان کتب میں کسی کذاب کی قطعاً کوئی روایت نہیں ہے۔ بلکہ یہ حسین بن علی جعفیؒ وہی ہیں جنھیں ناقدین نے ثقہ کہا ہے۔ نوویؒ نے کتاب الاذکار میں اس کو صحیح کہا ہے' نابلسیؒ نے حسن صحیح' منذریؒ نے حسن اور ابن دحیہؒ نے صحیح محفوظ کہا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وھو حدیث صحیح رواہ ابو داؤد و ابن حبان فی صحیحہ والحاکم وغیرھم فانہ صریح فی ان من خصوصیات الانبیاء ان لاتبلی اجساد الانبیاء علیہم السلام. کہ یہ حدیث صحیح ہے، اسے ابوداؤد و ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم وغیرہم نے بھی روایت کیا ہے۔ چنانچہ اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان کے اجسادِ اطہار کو زمین بوسیدہ نہیں کرتی۔ (دیکھیے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ والموضوعۃ جلد ا صفحہ ۲۳۷)

فائدہ حضرت علامہ ابن قیمؒ نے جلاء الافہام صفحہ ۳۹، ۴۰ میں اس حدیث کی مثل سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت کی نشاندہی فرمائی ہے۔ اسی طرح سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیہقی نے نقل کی ہے۔ اور اس کی سند کو منذری نے حسن کہا ہے۔ (دیکھیے: حاشیہ سیر اعلام النبلاء جلد ۹ صفحہ ۱۶۲)

حاصل یہ کہ زیر بحث حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شک نہیں، ابن خزیمہؒ ابن حبانؒ حاکمؒ اور نوویؒ نے کتاب الاذکار میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اور علامہ ذہبیؒ نے اس کی موافقت کی ہے۔ اور منذریؒ اور ابن حجرؒ نے حسن کہا ہے۔ اور اگر یہ حدیث صرف دو صحابہ سیدنا شداد بن اوسؓ اور سیدنا اوس بن اوسؓ ہی سے مروی ہوتی اور صحابہؓ میں سے اور کوئی بھی اس روایت کو بیان نہ کرتا تو بھی قاعدہ کے مطابق سنداً غریب ہونے کے باوجود صحت کے منافی نہ ہوتی۔ کیونکہ غرابت صحت کے منافی نہیں۔ اس لیے کہ صحیح حدیث وہ ہوتی ہے جس کی سند متصل ہو۔ (مرسل منقطع اور معضل نہ ہو) اور اس کے تمام راوی شروع سے اخیر تک عادل ضابط اور متقن ہوں۔ اور مجہول العین والحال اور ضعیف نہ ہوں۔ اور اس حدیث میں شذوذ بھی نہ ہو۔ یعنی جس حدیث کا راوی اپنے سے ارجح کی مخالفت نہ کرے۔ اور اس میں علت قادحہ بھی نہ ہو۔ جیسے روایت کا مرسل ہونا۔ اور یہ حدیث بلا شبہ صحیح ہے اس کے سب راوی عادل ضابط اور متقن ہیں۔ اور مجہول العین والحال نہیں ہیں۔ اور نہ ضعیف ہیں۔ اور اس حدیث کی سند بھی متصل ہے۔ نہ مرسل ہے نہ منقطع نہ معضل، اور اس میں کوئی علت قادحہ بھی نہیں ہے۔

تنبیہ حضرت محدث وکیع بن الجراح عراق میں اپنے وقت کے امام اور حافظ الحدیث تھے۔ جن کے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

متعلق حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ وکیع سے بڑھ کر علم کو زیادہ یاد رکھنے والا اور حافظ میں نے نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ محدث وکیع نے مکہ مکرمہ میں اسماعیل بن ابی خالد کے واسطے سے عبداللہ البہی کی روایت بیان کر دی کہ: "حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ ﷺ کو پورے رات دن دفن نہیں کیا گیا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کا پیٹ پھول گیا اور چھنگلیاں مڑ گئیں"۔ وکیع ابھی یہ روایت بیان کر ہی رہے تھے کہ قریش نے جمع ہو کر وکیع کو سولی دینے کا فیصلہ کر لیا۔ سولی کی لکڑی نصب کر دی گئی۔ اتنے میں سفیان بن عیینہ آ گئے اور کہنے لگے: "اللہ اللہ! یہ وکیع اہلِ عراق کا فقیہ ہے اور فقیہ کا بیٹا ہے"۔ حضرت علامہ ذہبیؒ نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ عالم کی لغزش ہے۔ وکیع کو یہ منکر اور منقطع روایت بیان کرنے کی کیا پڑی تھی۔ اس کے بعد حضرت علامہ ذہبیؒ نے پیٹ پھولنے کے متعلق فرمایا کہ: "یہ ایک قسم کی مرض ہے۔ جس کے باعث زندہ آدمی کا پیٹ بھی پھول جاتا ہے' اور جوڑ ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ اور عام مُردوں میں تو یہ تغیرات آسکتے ہیں۔ اور بُو میں بھی تغیر آسکتا ہے۔ اور ان کے اجساد کو مٹی بھی کھا جاتی ہے"۔ لیکن عام اموات کے اجساد اور انبیاءؑ کے اجساد میں تین قسم کا فرق بیان کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا: وَالنَّبِيُّ فَمُفَارِقٌ لِسَائِرِ أُمَّتِهِ فِي ذٰلِكَ فَلَا يَبْلٰى وَلَا تَأْكُلُ الْأَرْضُ جَسَدَهُ وَلَا يَتَغَيَّرُ رِيحُهُ بَلْ هُوَ الْآنَ وَمَا زَالَ أَطْيَبَ رِيحًا مِنَ الْمِسْكِ۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ دوسری امت سے جدا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا جسدِ اطہر نہ پرانا اور بوسیدہ ہوتا ہے اور نہ ہی آپ ﷺ کے جسدِ اطہر کو زمین کھاتی ہے۔ اور نہ ہی آپ ﷺ کے جسدِ اطہر کی خوشبو میں کچھ تبدیلی آتی ہے۔ بلکہ آپ ﷺ کے جسدِ اطہر سے اس وقت بھی اور آئندہ ہمیشہ کے لیے بھی کستوری سے زیادہ خوشبو مہکتی ہے۔ اور دوسروں کے لیے یہ قاعدہ نہیں۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۹ صفحہ ۱۶۱)

حضرت علامہ ذہبیؒ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکی جسدِ اطہر کی حفاظت کے متعلق اپنا عقیدہ بیان کرنے کے بعد مزید یہ بھی ارشاد فرمایا: وَهُوَ حَيٌّ فِي لَحْدِهِ حَيَاةً مِثْلُهُ فِي الْبَرْزَخِ الَّتِي هِيَ أَكْمَلُ مِنْ حَيَاةِ سَائِرِ النَّبِيِّينَ وَحَيَاتُهُمْ بِلَا رَيْبٍ أَتَمُّ وَأَشْرَفُ مِنْ حَيَاةِ الشُّهَدَاءِ الَّذِينَ هُمْ بِنَصِّ الْكِتَابِ: أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران ۳۔ ۱۶۹)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت نبی کریم ﷺ کی حیات جس طرح برزخ میں ہے جو کہ تمام انبیاءؑ کی حیات سے اکمل ہے اسی طرح لحد مبارک میں حضرتؐ کا جسد اطہر بھی زندہ یعنی ترو تازہ ہے۔ اور ان کی حیات میں کوئی شک شبہ نہیں۔ وہ حیات شہداء سے بھی اتم اور اشرف ہے۔ جن کی حیات کے بارے قرآن مجید میں نص آئی ہے: اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (آلِ عمران-۳: ۱۶۹)

ھو ﷺ حی فی لحدہ کا مفہوم

محولہ بالا عبارت میں حضرت امام ذہبیؒ نے فرمایا ہے: هُوَ حَيٌّ فِي لَحْدِهٖ۔ یہاں حَيٌّ کے معنے ہیں: "طَرِيٌّ"۔ یعنی لحد مبارک میں آپ ﷺ کا جسد اطہر تر و تازہ ہے۔ یعنی دوسری اموات کی طرح نہ تو ان میں کسی قسم کا تغیر واقع ہوا' اور نہ ہی آپ ﷺ کے جسم اطہر و معطر کی خوشبوئے مبارک میں کچھ فرق پڑا۔ اور نہ ہی زمین کی مٹی اس کو کھا سکتی ہے۔ اور اہل حق علماء نے اس کی صراحت بھی فرمائی ہے۔ مثلاً:

۱ حضرت علامہ ابن کثیرؒ نے فرمایا: لِاَنَّ جَسَدَهٗ ﷺ طَرِيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ۔ اس لیے آپ ﷺ کا جسد مبارک اپنی قبر اطہر میں ترو تازہ ہے۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ صفحہ ۲۶۶)

۲ حضرت علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: وَمَعْلُوْمٌ بِالضَّرُوْرَةِ اَنَّ جَسَدَهٗ ﷺ طَرِيٌّ۔ کہ بداہۃً یہ چیز معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جسد اطہر ترو تازہ ہے۔ (کتاب الروح صفحہ ۶۸)

۳ علامہ نعمان خیر الدین بن سید محمود آلوسی رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَنَعْتَقِدُ اَنَّ الْاَنْبِيَاءَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ جَمِيْعَهُمْ طَرِيُّوْنَ لَا تَاْكُلُ الْاَرْضُ اَجْسَادَهُمُ الشَّرِيْفَةَ لِلْاَحَادِيْثِ الْوَارِدَةِ فِيْ ذٰلِكَ۔ کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد مبارکہ ترو تازہ ہیں۔ ان کے اجساد مبارکہ کو زمین نہیں کھاتی۔ اس بارے میں کئی احادیث وارد ہیں۔ (جلاء العینین صفحہ ۵۲۸ منقول از الارشاد المفید مصنفہ مولانا خان بادشاہ بن شاندی قل' دولۃ قطر)

۴ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے توشیح علی صحیح البخاری کے حوالے سے فرمایا: کَنّٰى عَنِ الْحَيٰوةِ بِالرُّطُوْبَةِ لِاَنَّهَا لَازِمَةٌ لَّهَا کہ حیات کو رطوبت لازم ہے۔ اس لیے تر بول کر طری مراد لیا گیا۔ (بخاری صفحہ ۲۱۸ حاشیہ ۱۱)

۵ عنایہ شرح ہدایہ صفحہ ۸۳' اور متخلص شرح کنز الدقائق صفحہ ۵۱۰ اور فتح الملہم شرح مسلم

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۸ میں ہے: لُحُوْمُ الْاَنْبِیَاءِ حَرَامٌ عَلَی الْاَرْضِ. کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے گوشت زمین پر حرام ہیں۔

۲ حضرت علامہ ذہبی فرماتے ہیں: وَهٰؤُلَاءِ حَیٰوتُهُمُ الْاٰنَ الَّتِیْ فِیْ عَالَمِ الْبَرْزَخِ حَقٌّ وَلٰکِنْ لَیْسَتْ هِیَ حَیٰوةُ الدُّنْیَا مِنْ کُلِّ وَجْهٍ وَلَا حَیٰوةُ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ کُلِّ وَجْهٍ. کہ اس وقت عالمِ برزخ میں انبیاء کرامؑ کی حیات کا ہونا برحق ہے۔ لیکن وہ حیات نہ تو من کل الوجوہ حیاتِ دُنیا ہے اور نہ ہی من کل الوجوہ حیاتِ اہلِ جنت ہے۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۹ صفحہ ۱۶۱)

فائدہ حضرت علامہ ذہبیؒ کی اس عبارت کا مطلب واضح ہے کہ انبیاء کرامؑ کی زندگی کو نہ تو ہر لحاظ سے دنیوی حیات کہنا مناسب ہے اور نہ ہی ہر لحاظ سے جنت میں کہنا۔ کیونکہ من کل الوجوہ تو نفخۂ ثانیہ کے بعد ہی آپ ﷺ جنت میں تشریف لے جائیں گے۔ یعنی جنت میں ہونے کے باوجود من کل الوجوہ جنت میں نہ ہونے کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ آپ ﷺ کی روح مبارک تو یقیناً جنت میں ہی ہے لیکن آپ ﷺ کا عنصری جسدِ اطہر روضۃ من ریاض الجنۃ سے ملحق حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اندر اپنے مدفنِ ارضی میں وھوالیوم کما وضع کہ جس طرح آپ ﷺ کے جسدِ اطہر کو بوقتِ دفن قبرِ مبارک میں رکھا گیا تھا اب بھی اسی طرح تر و تازہ حالت میں موجود ہے۔ اور قیامت تک اسی حالت میں صحیح سلامت محفوظ رہے گا۔ اور ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اس میں رتی برابر فرق نہیں۔

حضرت سُلیمان علیہ السلام کے جسدِ اطہر کی حفاظت

○ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کا واقعہ بیان فرمایا ہے: فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰی مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْکُلُ مِنْسَاَتَهٗ (۱۴:۳۴) پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کو مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمانؑ کے عصا کو کھاتا تھا۔

فائدہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام موت کے قریب عصا کو دونوں ہاتھ سے پکڑ کر اس کو زیر زنخ لگا کر تخت پر بیٹھ گئے۔ اور اسی حالت میں روح قبض ہو گئی۔ (بیان القرآن جلد ۹ صفحہ ۷۶)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت عزیر علیہ السلام کے جسدِ اطہر کی حفاظت

○ حضرت عزیر علیہ السلام کے متعلق بھی ایک واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے: اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ ــــــ (۲:۲۵۹) یا تم کو اس طرح کا قصہ بھی معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ ایک بستی پر ایسی حالت میں اس کا گزر ہوا کہ اس کے مکانات اپنی چھتوں پر گر گئے تھے۔ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ اس بستی کے مُردوں کو اس کے مرے پیچھے کس کیفیت سے زندہ کریں گے؟ سو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو سو برس تک مردہ رکھا۔ پھر اس کو زندہ کر اٹھایا۔ اور پھر پوچھا کہ تو کتنے دنوں اس حالت میں رہا؟ اس شخص نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کم۔

حضرت دانیال علیہ السلام کے جسدِ اطہر کی حفاظت

قبل از مسیح ایک نبی گزرے ہیں جن کا نام دانیال یا دانی ایل تھا' ان کی قوم کو اس بات کا علم تھا کہ نبی کا جسم مبارک بعد از وفات گلتا' سڑتا نہیں ہے' نہ اس میں تعفن پیدا ہوتا ہے' نہ اسے مٹی کھاتی ہے' اور اگر نبی کے جسم اطہر کو قیامت تک کھلا چھوڑ دیں تب بھی اس کے جسم میں تازگی' اور طراوت برقرار رہتی ہے۔ تو جب حضرت دانیال علیہ السلام کا انتقال ہوا تو ان کی قوم نے انھیں دفن نہ کیا کہ ان کی زیارت سے محروم نہ ہو جائیں' اس لیے انھوں نے دانیال نبی کو ایک چارپائی پر لٹا کر ان کے سر کے نیچے تکیہ رکھ دیا' اور بستر وغیرہ کر دیا۔ پھر صبح و شام سلام پیش کرنے کے لیے حاضر ہوتے رہتے رفتہ رفتہ یہ محبت' شرکیہ افعال میں تبدیل ہو گئی۔ زمانہ بیت گیا۔ علم نے جہالت اور جہالت نے علم کی طرف الٹ پھیر ہوتا رہا۔ کئی نبی آئے' مگر قوم دانیال اپنے نبی کو پوجتی رہی' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر بھی تشریف لائے اور اپنا فرض ادا کر کے اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا دور آیا اور ان کے بعد جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت دانیال کا علاقہ اسلامی فوج نے فتح کیا تو حضرت دانیال علیہ السلام کا جسدِ خاکی بھی لشکرِ اسلام کے ہاتھ لگا' حضرت دانیال علیہ السلام کے جسدِ اطہر کے ساتھ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مشرکانہ افعال دیکھنے کے بعد سپاہِ اسلام نے حضرت عمرؓ سے اس سلسلہ میں مشورہ طلب کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دجلہ و فرات کے دو آبہ میں چودہ قبریں بنائی جائیں اور پھر رات کی تاریکی میں ان چودہ میں سے کسی ایک قبر میں حضرت دانیال علیہ السلام کا جسمِ اطہر دفن کر کے بغیر نشان لگائے کے سب قبروں کو بند کر دیا جائے۔ تاکہ یہ مشرک لوگ قبر کے ساتھ مشرکانہ کام نہ شروع کر دیں۔ چنانچہ شریعتِ محمدیہ ﷺ کے مطابق غسل و کفن دے کر دفن کیا گیا۔

نقل کفر کفر نہ باشد

تنبیہ اسلام کا دعویٰ کرنے والے بعض گمراہ فرقے ایسے بھی ہیں جو دیگر انبیاءؑ و اولیاءِ کرامؒ کے متعلق تو کیا نعوذ باللہ خود حضرت نبی کریم ﷺ کے طاہر و مطہر جسمِ خاکی کے متعلق مٹی میں مل کر مٹی ہو جانے کے قائل ہیں۔ چنانچہ:

تحریکِ خاکسار کے بانی علامہ عنایت اللہ مشرقی نے اپنی کتاب "تذکرہ" میں لکھا ہے کہ: "اسلام کو محمد ﷺ سے بحث نہ تھی اس کو اس جسمِ اطہر سے غرض نہ تھی جو مٹی میں مل کر مٹی ہونے والا تھا"۔ (تذکرہ حصہ اُردو صفحہ ۷۵)

حاشا و کلا ہم اہل السنۃ والجماعۃ کا ہرگز ہرگز یہ عقیدہ نہیں ہے۔ ہمارے اکابرؒ نے واضح الفاظ میں علامہ مشرقی کی تکفیر کی ہے۔ فتاویٰ دار العلوم دیوبند اور کفایت المفتی میں اس امر کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔ ہم ایسے بدمذہب لوگوں سے بیزار ہیں۔

شاہ اسماعیلؒ پر انکارِ حیاۃ الانبیاء کا بہتان

ہمارے اکابر میں حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ پر ان کی کتاب تقویۃ الایمان کی بعض فارسی عبارتوں کا غلط اور من پسند ترجمہ کر کے بریلویہ کی طرف سے عوام کے سامنے واویلا کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ ان کا عقیدہ بھی ویسا ہی تھا جیسا کہ گستاخِ رسول علامہ مشرقی نے بیان کیا ہے۔ حالانکہ حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی جن عبارتوں پر اعتراض کیا جاتا ہے ان پر ہمارے بعض اکابرؒ نے تفصیل کے ساتھ بحث فرما کر حضرت شاہ شہیدؒ کے موقف کی وضاحت اور ان کی مشکل

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

عبارات کا آسان حل بیان کرکے اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ لوگ اس غلط روش سے باز نہیں آتے اور برابر انھیں متہم کرتے رہتے ہیں اور ان کی طرف سے بیچ حکم اور مدلل جواب دینے کے باوجود اس نازیبا حرکت سے باز نہیں آتے تو انھیں اپنی عاقبت کی فکر کرنی چاہیے اور قیامت کے روز جب مدعی و مدعاعلیہ سب بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوں گے تو وہاں کسی کی رو رعایت نہیں ہوگی۔ وہاں سب پردے ہٹا دیے جائیں گے۔

مخالفین کی طرف سے موحدین علماءِ حق پر حیاۃ الانبیاءؑ کے انکار کا بہتان کوئی نئی بات نہیں۔ سب سے پہلے حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً وافرۃً کاملۃً پر یہ الزام اُن کے ہم عصر معاندین نے لگایا۔ پھر فضل رسول بدایونی نے اس مسئلہ کو خوب اچھالا، پھر احمد رضا خان، اور نعیم الدین مراد آبادی نے کئی رسائل لکھے۔ جن میں انھوں نے حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلویؒ پر حیات النبیؐ کے انکار اور معتزلی ہونے کا الزام لگایا۔ چنانچہ:

الزام نعیم الدین مراد آبادی نے یہ سوال اٹھایا کہ: تقویۃ الایمان والا مسلمانوں کے قلوب سے حضور ﷺ کی عظمت کم کرنے کے لیے اور زیادہ گستاخی کرتا ہے، دیکھیے تقویۃ الایمان صفحہ ۹۶: "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"۔ (اطیب البیان صفحہ ۲۵۱)

تقویۃ الایمان کی عبارت پیش کرنے کے بعد نعیم الدین مراد آبادی نے تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ: "یہ بے باکانہ گستاخی اور حضورؐ پر افتراء، حاشا وکلا حضورِ اقدس ﷺ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا۔ یہ حضورؐ پر بہتان ہے، حضورؐ فرماتے ہیں جس نے مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ ابن ماجہ نے حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۲۱) بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا، تو خدا کے نبی زندہ ہیں قطع نظر اس کے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی نسبت "مٹی میں ملنے" کا لفظ قطعاً جھوٹ اور افتراء ہے۔ مگر ساتھ ہی توہین و تنقیص بھی ہے۔ حضورؐ کا مرتبہ تو بہت بلند و بالا ہے، مہذب لوگ اپنے برابر والوں کے لیے بھی کہنا گوارا نہیں کرتے جو خاک میں ملنے والے ہی ہیں۔ ان کی نسبت بھی کہہ دیجیے تو ناگوار گزرے۔ اگر کوئی کہہ دے کہ مولوی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اسماعیل، رشید احمد، محمود حسن، سب مر کر مٹی میں مل گئے، تو ان کے معتقدین کو اس سے رنج ہوگا، مگر حبیبِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں ان کا گرو لکھ گیا تو انھیں کچھ پرواہ نہیں۔ یہی ایک کلمہ کیا ساری تقویۃ الایمان ایسی گستاخیوں سے لبریز ہے"۔ (اطیب البیان صفحہ ۲۵۱)

جواب حضرت محدث جمال الدین سید نے حاشیہ مشکوٰۃ میں تحریر فرمایا ہے: وفیہ ارشاد و اشارۃ الی ان الممکن لیس مستحقا للسجود والعبادۃ و زوالہ بل المستحق للمعبودیۃ ھو اللہ الواحد القدیم الذی لا یحوم حولہ التغیر و الفناء و الزوال۔ یعنی اس حدیث میں ارشاد و اشارہ ہے اس امر کا کہ تحقیق ممکن یعنی مخلوق، نہیں ہے مستحق سجدہ اور عبادت کے بوجہ متغیر ہونے اور اس کے زوال ہونے کے، بلکہ مستحق عبادت اور سجود کا وہی اللہ واحد و قدیم ہے جو مبرا و منزہ ہے نقصان "تغیر" فنا" اور زوال سے۔ بلکہ:

نعیم الدین مراد آبادی نے خود صفحہ ۲۵۰ میں بحوالہ شفا و اشعۃ اللمعات لکھا کہ: "انبیاءؑ کے ظواہر اجسام بشری اوصاف کے ساتھ متصف ہیں، ان پر بشری اعراض، آلام، واسقام، آفات، بیماری، فنا، موت، اور تغیرات مانند سائر بشر کے طاری ہوتے ہیں"۔ یعنی جس لفظ پر نعیم الدین وغیرہ نے حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کو گستاخ رسولؐ اور گرو یعنی سکھوں کا استاذ الاساتذہ قرار دیا وہی الفاظ اس نے خود بھی استعمال کیے ہیں۔ لیکن ہم الٹ کر نعیم الدین کو نقضِ امن کے خوف سے سکھ کہنا پسند نہیں کرتے۔

نیز جواب "جسم اطہر کا مٹی میں ملنا" اس کا مفہوم "مٹی ہو جانا" ہرگز نہیں، اور نہ حضرت شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس لفظ سے یہ غرض ہے۔ مشہور مقولہ ہے "تصنیف را مصنف نیکو کند بیان" خود مولانا شہیدؒ اپنی مثنوی "سلکِ نور" صفحہ ۴ میں "دربیان نعت و فضائل سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام" میں تحریر فرماتے ہیں: "پھر کیونکر احتمال مخالفت حدیث ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ﷺ کے ہو سکتا ہے"۔

انتباہ اصلاح عقائد و اعمال کے سلسلے میں جہاں زیارت قبور کی اہمیت ہے وہاں گزشتہ انبیاءؑ و صلحاء و اولیاء کے بشری لوازمات سے متعلق حقائق کے بیان کی اہمیت و ضرورت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

❶ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں وما محمد الا رسول کے تحت فرمایا: لیس ھو ربا یستحیل علیہ الفنا والموت وما ھو ید عوالنا الی عبادتہ یعنی نہیں ہیں محمد رسول اللہ ﷺ رب جو محال ہو ان پر فنا اور موت کا ہونا اور نہیں ہیں وہ لوگوں کو بلانے والے اپنی عبادت کی طرف۔

❷ حضرت مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۲۵ میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا وہ شعر نقل فرمایا ہے جو انھوں نے آپ ﷺ کی قبرانور کی زیارت کے موقع پر پڑھا تھا:

فان کنت من عینی فی التراب مغیباً

فما کنت علی قلبی الحزین بغائب

یعنی اگرچہ آپ ﷺ میری نظر سے مٹی میں چھپے ہوئے ہیں، لیکن آپ ﷺ میرے غمگین دل سے غائب نہیں ہیں۔

❸ بخاری صفحہ ۶۳۱ میں ہے: فلما دفن قالت فاطمۃ یا انس اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ ﷺ التراب۔ اس کا ترجمہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ۵۲۴ میں اس طرح کیا: ”چون در آمدند صحابہؓ بعد از دفن نزد فاطمہؓ گفت چگونہ باور دارد دل شما کہ ریختید بر رسول خدا“ گفتند بلے یابنت رسول اللہ یا زہرا“ ما ہم دریں خیال رفتہ بودیم داندوہناک بودیم ولیکن چہ تواں کرد از حکم شرع چارہ نیست“۔ کہ صحابہؓ دفن نبی کے بعد حضرت فاطمہؓ کی خدمت میں آئے حضرت فاطمہؓ نے کہا: تمھارا دل کس طرح یہ بات گوارا کر گیا کہ تم نے رسول اللہ پر مٹی ڈالی؟ تو صحابہؓ نے عرض کیا: یابنت رسول اللہ ﷺ یا زہرا! ہم بھی اسی خیال میں تھے اور غم زدہ تھے۔ لیکن کیا کریں، حکم شرع سے چارہ نہیں۔

❹ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وجھی یقیک الترب لھفی لیتنی

غیبت قبلک فی بقیع الغرقد

یعنی آپ ﷺ کے بدلے میں میں مرجاتا“ اور آپ ﷺ کو مٹی سے بچالیتا۔ کاش کہ میں آپ سے پہلے بقیع الغرقد کے قبرستان میں غائب ہو جاتا۔ (قصیدہ در کلام الملوک صفحہ ۱۱۲)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۞ مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۷۰ میں ہے: "وچوں وے صلی اللہ علیہ وسلم فانی شدہ است در ذات و صفاتِ الٰہی، لا جرم باقی باشد بآں و متصف گردد بداں"۔ یعنی جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذات و صفاتِ الٰہی کے ساتھ فانی ہوگئے ہیں تو ضرور باقی ہوگئے اور اس کے ساتھ متصف ہوگئے۔

۞ اخبار الاخیار ۴۵ میں ہے: "بلکہ آدم و آدمیاں را و عالم و عالمیاں را معدوم شمارد و نابود پندارد" یعنی وجود حق تعالیٰ کے سامنے آدم اور آدمیوں کو اور عالم اور عالم والوں کو معدوم شمار کرے اور نابود سمجھے۔

نمبر ۶ (از مولانا محمد منظور نعمانی) حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ پر معاندین اہلِ بدعت کی طرف سے عائد کردہ الزامات کے جواب میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور معاندین اہلِ بدعت کے الزامات" نامی رسالہ میں تحریر فرمایا:

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ پر دشمنانِ توحید و سنت کا ایک مشہور بہتان یہ بھی ہے کہ: "وہ مسئلہ حیاۃ النبیؐ کے منکر ہیں"۔ اور (معاذ اللہ) ان کا عقیدہ ہے کہ آپؐ کا جسدِ اطہر بھی گل کر مٹی ہوجانے والا ہے (مُفتریوں کے منہ میں خاک) حضرت شہیدؒ کی جس عبارت پر اس ناپاک بہتان کی بنیاد رکھی جاتی ہے وہ "تقویۃ الایمان" کی پانچویں فصل کے آخر میں قیس بن سعدؓ کی ایک حدیث کی تشریح میں لکھی گئی ہے۔ جس کو صاحب مشکوٰۃ نے کتاب النکاح باب عشرۃ النساء میں ابوداؤد کی تخریج سے نقل کیا ہے۔

ہم ناظرین کے سامنے وہ اصل عبارت سیاق و سباق کے ساتھ ابھی پیش کریں گے۔ اور خود ناظرین دیکھ لیں گے کہ ایسا بہتان لگانے والے کیسے ظالم اور ناخدا ترس ہیں۔

اسبابِ تصنیف تقویۃ الایمان

پہلے بطورِ تمہید یہ سمجھ لینا چاہیے کہ "تقویۃ الایمان" دراصل ان بگڑے ہوئے مسلمانوں کی اصلاح کے لیے لکھی گئی ہے۔ جن کو مولانا شہید نے اپنے زمانہ میں اس حال میں دیکھا کہ مسلمان کہلانے کے باوجود وہ طرح طرح کے شرکیہ عقائد و اعمال میں گرفتار ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا جاچکا ہے۔ تقویۃ الایمان کے اصل مخاطب ایسے ہی لوگ ہیں۔ اور مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی بات سمجھانے کا یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ پہلے ردِ شرک اور

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بیان توحید کے سلسلہ میں قرآن مجید کی کوئی آیت یا رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث لکھتے ہیں، پھر اس کا ترجمہ کرتے ہیں، پھر فائدہ کی "ف" لکھ کر اس کی مزید تشریح کرتے ہیں۔

چنانچہ اپنے اسی طریقہ کے مطابق انھوں نے اللہ کے سوا زندہ یا مردہ، ہستی کو سجدہ کرنے کی برائی اور شرعاً اس کا حرام و ممنوع ہونا ثابت کرنے کے لیے پہلے تو سیدنا قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث مشکوۃ سے نقل کی، پھر اس کا لفظی ترجمہ لکھا اور اس کے بعد فائدہ کی "ف" لکھ کر اس کی مزید تشریح کی۔ ہم ذیل میں پہلے وہ حدیث اور مولانا شہید ہی کا لکھا ہوا ترجمہ لفظ بہ لفظ نقل کرتے ہیں۔

حدیث عن قیس بن سعد قال اتیت الحیرۃ فرأیتھم یسجدون لمرزبان لھم فقلت لرسول اللہ ﷺ احق ان یسجد لہ فاتیت رسول اللہ ﷺ فقلت انی اتیت الحیرۃ فرأیتھم یسجدون لمرزبان لھم فانت احق ان یسجد لك فقال ارأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد لہ فقلت لا فقال لا تفعلوا۔

ترجمہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے نقل کیا کہ گیا میں ایک شہر میں جس کا نام حیرہ ہے، سو دیکھا میں نے وہاں کے لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں اپنے خواجہ کو، سو کہا میں نے البتہ پیغمبر خدا زیادہ لائق ہیں کہ سجدہ کیجیے ان کو، پھر آیا میں پیغمبر خدا ﷺ کے پاس، پھر کہا میں نے کہ گیا تھا میں حیرہ میں سو دیکھا میں نے ان لوگوں کو کہ سجدہ کرتے ہیں اپنے خواجہ کو، سو تم بہت لائق ہو کہ سجدہ کریں ہم تم کو، تو فرمایا مجھ کو "بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو؟" کہا میں نے نہیں!۔ فرمایا تو مت کر۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۷۰ مطبوعہ رحمانی پریس دہلی)

حدیث کا اصل متن اور اس کا لفظی ترجمہ آپ کے سامنے ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اپنے ایک سفر میں حیرہ نامی شہر میں گئے۔ وہاں انھوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے شہر کے حاکم اور سردار کو سجدہ کر کے اس کی تعظیم بجالاتے ہیں۔ اُن کے دل میں یہ خیال آیا کہ ہمارے آقا اور ہادی اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا مقام اور درجہ تو بہت ہی بلند ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ سجدہ کے ذریعہ آپ ﷺ کی تعظیم کی جائے۔ چنانچہ جب یہ اپنے سفر سے مدینہ طیبہ واپس آئے تو حضور ﷺ سے وہاں کا وہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مشاہدہ اور اپنا خیال عرض کیا اور گویا آپؐ سے سجدہ کی اجازت چاہی۔ آپﷺ نے اس سے سوال کیا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ میری وفات کے بعد میری قبر کو بھی سجدہ کروگے؟۔ انھوں نے کہا: قبر کو تو میں سجدہ نہیں کروں گا۔ آپﷺ نے فرمایا تو اسی طرح اب بھی (سجدہ) نہ کرو۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قیس بن سعدؓ کے سوال کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ سوال ان سے کیا کہ کیا میری قبر کو بھی تم سجدہ کروگے؟۔ اس سے آپﷺ کا اصل مقصد و منشا کیا تھا اور آپﷺ انؓ کو کیا بتانا چاہتے تھے؟۔

شارحینِ حدیث نے پیدا ہونے والے اس سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ آپﷺ نے یہ سوال کر کے ان کو بتانا چاہا کہ میں تو ایک بندہ اور فانی ہستی ہوں، آج زندہ ہوں، اور اس زمین کے اوپر ہوں، لیکن ایک دن آئے گا کہ یہ زندگی ختم ہوگی، اور میں قبر میں دفن کیا جاؤں گا، اور پھر اگر تمھارا گزر کبھی میری قبر پر ہوگا تو تم بھی اس وقت مجھے قابلِ سجدہ نہ سمجھوگے۔ پس خود ہی سمجھ لو کہ جس ہستی کا یہ حال ہو، اس کو سجدہ کیونکر روا ہوسکتا ہے۔ سجدہ تو بس اسی حی و قیوم کا حق ہے جس کے لیے کبھی فنا اور موت نہیں۔

علامہ ملا علی قاریؒ شرح مشکوٰۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سوال: أرأیت لو مررت بقبری کا مقصد و منشا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: (فقال لی) اظهاراً لعظمة الربوبية و اشعاراً لذلة العبودية (ارأیت) [الخ] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شانِ الوہیت و ربوبیت کی عظمت و رفعت ظاہر کرنے کے لیے اور شانِ عبودیت کی ذلت و پستی جتانے کے لیے قیس بن سعدؓ سے یہ سوال کیا کہ بتاؤ اگر کبھی میری قبر پر تمھارا گزر ہوگا تو کیا تم اس کو سجدہ کروگے؟۔ پھر یہی علامہ علی قاریؒ اسی حدیث کی تشریح میں علامہ طیبیؒ سے نقل کرتے ہیں: ای أسجُدُ للحی الذی لا یموت و لمن ملکه لا یزول فأنك انما تسجد لی الآن مهابة و اجلالا فاذا صرت رهین رمس امتنعت عنه۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۲۶۹) یعنی سجدہ صرف اس زندہ جاوید ہستی کو کرنا چاہیے جس کے لیے کبھی فنا اور موت نہیں اور جس کی بادشاہت کو کبھی زوال نہیں، اور اس وقت تم مجھے صرف میری ہیبت اور جلال سے متاثر اور مرعوب ہوکر سجدہ کرنا چاہتے ہو۔ پس جب میں مرنے کے بعد قبر میں رکھ دیا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جاؤں گا تو تم خود مجھے سجدہ کرنا نہ چاہو گے۔

ان عبارات و تصریحات کا حاصل یہی ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے قیس بن سعدؓ کے سامنے اپنی قبر کا ذکر کر کے جو سوال ان سے کیا، اس سے آپ ﷺ کا مقصد و منشا اللہ تعالیٰ کی شان الوہیت و ربوبیت کی بلندی اور اپنی سارے بندوں کی شان عبودیت کی پستی اور فنائیت کا ظاہر کرنا تھا۔ اور بقول علامہ طیبیؒ اس سارے سوال و جواب کا حاصل یہ ہوا کہ آپ ﷺ نے قیس بن سعدؓ کو بتایا کہ حیرہ والوں کے رواج کو دیکھ کر مجھے سجدہ کرنے کا جو خیال تمہارے دل میں پیدا ہوا، یہ اس وقت کی میری ہیبت اور جلالت کی وجہ سے ہے، جب کہ میں تمہارے سامنے اپنی موجودہ حیثیت کے ساتھ موجود ہوں، لیکن کل جب مجھ پر موت وارد ہو جائے گی اور مجھے قبر میں دفن کر دیا جائے گا، تو تم خود بھی مجھے سجدہ کرنے کا ارادہ نہ کرو گے، اور میری قبر کو سجدہ کے قابل نہ سمجھو گے۔ لہذا سجدہ صرف اسی ذات پاک کو کرو جو حی لا یموت ہے، اور جس کا جلال لازوال ہے۔

اب سنیے کہ مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کا مقولہ بالا متن اور ترجمہ لکھنے کے بعد فائدہ کی ف لکھ کر یہی بات اپنے ان سادہ اور عام فہم لفظوں میں لکھی ہے: "یعنی میں بھی مر کر ایک دن مٹی میں ملنے والا ہوں، تو کب سجدہ کے لائق ہوں۔ سجدہ تو اسی ذات پاک کو ہے کہ نہ مرے کبھی"۔ (تقویۃ الایمان)

بس یہی وہ فقرہ ہے جس کو بنیاد بنا کر مولانا شہیدؒ کے ناخدا ترس دشمن، عوام میں شور مچاتے ہیں کہ مولانا موصوف "حیاتُ النبی" کے منکر ہیں، اور معاذ اللہ آپ ﷺ کے جسدِ اطہر کے مٹی ہو جانے کے قائل ہیں۔ سبحانک ھذا بہتان عظیم۔

اصل عبارت ناظرین کے سامنے ہے۔ اس میں "مٹی میں ملنے" کا لفظ ہے۔ "مٹی ہو جانے کا" لفظ نہیں ہے۔ اور "مٹی میں ملنا" یہ قدیم اردو زبان کا محاورہ ہے جو قبر میں دفن ہونے کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اردو کے مستند لغات "نور اللغات" اور "فرہنگ آصفیہ" دونوں میں مٹی میں ملانے کے ایک معنی "دفن کرنا" لکھے ہیں اور "فرہنگ آصفیہ" میں نسیم دہلوی کا یہ شعر بھی استشہاد میں لکھا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

نیم اعداء سے شکوہ کیا پس از مرگ
ہمیں یاروں نے مٹی میں ملایا

ظاہر ہے کہ مٹی میں ملانے کا مطلب یہاں صرف دفن کرنا ہی ہو سکتا ہے، پس مولانا شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اس فقرہ کا مطلب کہ "میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"۔ یہی ہے کہ میں ایک دن مر کر مٹی میں دفن ہونے والا ہوں۔ اور یہ بعینہٖ وہی بات ہے جو شارح مشکوٰۃ علامہ طیبیؒ نے ان لفظوں میں ادا کی۔ فاذا صرت رھین رمس۔ یعنی جب میں قبر میں رکھ دیا جاؤں گا۔ (مرقاۃ جلد ۲ صفحہ ۳۶۹)

بہر حال تقویۃ الایمان کے ان الفاظ کی بنا پر یہ شور مچانا کہ مولانا شہید معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کے گل کے مٹی ہو جانے کے قائل ہیں، اس کے سوا کیا کہا جائے کہ سراسر شرارت اور خباثت ہے۔

ممکن ہے عوام کو دھوکا دینے کے لیے صداقت و دیانت کے یہ دشمن کہیں کہ تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مرنے کا لفظ تو استعمال کیا ہی گیا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کا مصنف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پر عقیدہ نہیں رکھتا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا قائل ہے، اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مسئلہ "حیات النبیؐ" کی حقیقت پر بھی کچھ روشنی ڈال دی جائے۔

مسئلۂ حیاۃ الانبیاء کی حقیقت

(از حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ)

تمام امت کے نزدیک یہ مسئلہ بالکل متفق علیہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترسٹھ ۶۳ سال اس دُنیا میں زندہ رہے اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں دس سال پورے ہونے پر چند روز مرضِ وفات میں مبتلا رہنے کے بعد ماہ ربیع الاول ۱۱ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، یعنی اللہ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت وارد ہوئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دفن کیے گئے۔ نیز اس بات پر بھی امت کا اجماع ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موت کا یعنی مرنے کا لفظ بولنا

جائز ہے۔ اور کوئی شخص ان دونوں باتوں میں سے کسی ایک میں بھی اختلاف نہیں کر سکتا۔
کیونکہ قرآن و سنت میں پوری صراحت کے ساتھ آپ ﷺ کی وفات کا ذکر موجود ہے اور
موت کے لفظ کے ساتھ موجود ہے۔
قرآن مجید سورۂ زمر میں فرمایا گیا: "انك ميت وانهم ميتون" O لے
پیارے رسول آپ ﷺ بھی یقیناً مرنے والے ہیں اور بالیقین آپ ﷺ کے یہ دشمن بھی مرنے والے ہیں۔
اور مشہور حدیث ہے کہ اپنے آخری وقت میں رسول اللہ ﷺ بار بار فرماتے تھے: "لا اله
الا الله ان للموت سكرات"
اسی طرح صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا، تو صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ نے پیشانی مبارک پر بوسہ دیتے ہوئے فرمایا: "بابى انت وامى لا يجمع الله عليك
موتتين اما الموتة التى كتبت عليك فقد متها" یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جو موت طبعی
مقدر کی تھی وہ وارد ہو چکی اور آپ ﷺ وفات پا چکے) ----- پھر مسجد نبوی میں آ کر صحابہؓ کے
سامنے خطبہ دیا اور اس میں فرمایا: "من كان يعبد محمدا فان محمدا قد مات ومن كان يعبد
الله فان الله حى لا يموت (صحیح بخاری) یعنی جو کوئی محمد ﷺ کی عبادت کیا کرتا تھا اس کو
معلوم ہونا چاہیے کہ آپ وفات پا چکے اور جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں انہیں مطمئن رہنا
چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔
بہر حال یہ دونوں حقیقتیں اپنی جگہ پر بالکل مسلم اور بغیر کسی اختلاف کے پوری امت
کی متفق علیہ ہیں کہ حضور پر موت وارد ہوئی، آپ نے وفات پائی اور آپ ﷺ کے متعلق موت
(یعنی مرنے کا) لفظ بولنا درست ہے اور قرآن و حدیث میں بولا گیا ہے اور صحابہ کرامؓ نے
بھی آپ ﷺ پر موت کا لفظ بولا ہے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ کے اور تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق
حیات کا جو عقیدہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عالم ناسوتی یعنی دنیا میں وفات پا جانے اور
مدفون ہونے کے بعد آپ ﷺ کو برزخی حیات عطا کی گئی۔ جیسے کہ قرآن مجید میں شہداء کے
متعلق بھی فرمایا گیا ہے کہ وہ زندہ ہیں ---- (بل احياء) اور انبیاء کرام علیہم السلام کی شان تو
شہداء سے بھی بڑھ کر ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

امام بیہقیؒ نے مسئلہ حیاتِ انبیاءؑ کے بارے جو مستقل رسالہ لکھا ہے اس میں انھوں نے اس مسئلہ کی توضیح ان الفاظ میں فرمائی ہے: "(و قال البیہقی) ان الانبیاء بعد ماقبضوا رُدّت الیھم ارواحھم فھم احیاء عند ربھم کالشھداء" یعنی کما بیہقیؒ نے انبیاء علیہم السّلام کی ارواح طیبہ وفات کے بعد ان میں لوٹا دی گئیں پس وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں زندہ ہیں جیسے کہ شہداء کرام۔ (زرقانی شرح مواہب جلد ۵ صفحہ ۳۳۲)

اسی طرح علامہ تقی الدین سبکیؒ نے "شفاءُ السّقام" میں اس مسئلہ حیاتُ النبیؐ پر کلام کرتے ہوئے ان قرآنی آیات اور احادیث و روایات کا ذکر کرنے کے بعد جن میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا ذکر ہے اور آپؐ کے لیے موت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے لکھا ہے: "انہٗ اُحیِیَ بعد الموت" یعنی آپ کو موت کے بعد برزخ میں دوسری حیات عطا کی گئی (شفاءُ السّقام صفحہ ۱۴۲)

الغرض "حیاتُ النبیؐ" کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ حضورؐ پر موت وارد ہی نہیں ہوئی موت کا وارد ہونا اور حضورؐ کا وفات پانا تو ایک معلوم و مسلّم اور مشاہدہ میں آئی ہوئی حقیقت ہے اور حضورؐ کے متعلق موت (یعنی مرنے) کے لفظ کا استعمال بھی بالاجماع جائز ہے۔ (جیسا کہ خود علامہ تقی الدین سبکیؒ نے اس کی تصریح بھی کی ہے) بلکہ اس حیات کا مطلب حیاتِ برزخی ہے جو وفات پانے کے بعد عالمِ برزخ میں ان حضرات کو عطا ہوئی اور جو شہداء کرامؓ کو بھی عطا ہوتی ہے، بلکہ ایک درجہ کی برزخی حیات تو سب ہی کو ملتی ہے۔ کیونکہ بغیر اس حیات کے عذاب و ثواب کا امکان ہی نہیں، ہاں ہر طبقہ کی حیات اس کے درجہ اور شان کے مطابق ہوتی ہے۔ اور چونکہ حضرات انبیاء علیہم السّلام سب سے اعلیٰ و ارفع ہیں۔ اس لیے ان کی برزخی حیات بھی سب سے اعلیٰ ہے۔ حتیٰ کہ شہداء کرام سے بھی اعلیٰ و ارفع ہے۔ اور اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السّلام کے اجسادِ مطہرہ بالکل جوں کے توں محفوظ رکھے جاتے ہیں اور زمین ان کو گلا نہیں سکتی، چنانچہ سُنن ابن ماجہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السّلام کے مقدس جسموں کو کھائے اور گلائے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بس یہ ہے حقیقت مسئلہ "حیاتُ النبیؐ" کی اور ظاہر ہے کہ حضرت مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقویۃ الایمان کی زیرِ بحث عبارت میں نفیاً یا اثباتاً اس مسئلہ کا کوئی ذکر ہی نہیں کیا۔ اور نہ وہاں اس ذکر کا کوئی موقع تھا۔ وہاں تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن سعدؓ کی سجدہ کی درخواست پر چونکہ اپنی قبر کا ذکر فرما کر اپنے زندۂ جاوید نہ ہونے، بلکہ ایک دن وفات پا جانے کی طرف اشارہ فرمایا تھا، اس لیے مولانا شہیدؒ نے اپنے سادہ لفظوں میں صرف اس اشارہ کی تشریح فرما دی، اور اسی بات کو سادہ اُردو زبان میں لکھ دیا، جس کو علامہ طیبیؒ اور ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کی تشریح میں عربی زبان میں لکھا تھا۔ امید ہے کہ ناظرین نے یہاں تک کی بحث سے پوری طرح سمجھ لیا ہوگا کہ تقویۃ الایمان کی مذکورۂ صدر عبارت کی بنا پر مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کو مسئلہ حیاتِ انبیاءؑ یا محفوظیتِ اجسادِ انبیاء علیہم السّلام کا منکر قرار دینا شرارت اور افتراء پردازی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ آخر میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پر سلسلۂ کلام ختم کیا جاتا ہے۔ جو قیس بن سعد صحابیؓ کی اس حدیث کے ہم معنی اور ہم مقصد ہے، جس کی تشریح میں مولانا شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہ عبارت لکھی ہے۔ اس کا مضمون مولانا شہیدؒ کی زیرِ بحث عبارت سے اور بھی زیادہ قریب ہے۔

حدیث یہ ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے (جو اسلام لانے سے پہلے بہت سے مذاہب میں رہ چکے تھے، اور عرب و عجم کی بہت سی قوموں کے رواج جنھوں نے دیکھے اور برتے تھے) ایک دن رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں سجدہ کرنا چاہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: یاسلمان! لا تسجدلی ارأیت لومت اکنت ساجد القبری؟۔ لا تسجدلی و اسجد للحی الذی لا یموت۔ (کنزالعمال جلد ۳) یعنی اے سلمان! مجھے سجدہ نہ کرو۔ بتلاؤ اگر میں مرجاؤں تو کیا تم میری قبر کو سجدہ کروگے؟۔ مجھے سجدہ نہ کرو، صرف اس زندۂ جاوید ہستی کو سجدہ کرو جس کے لیے کبھی فنا اور موت نہیں۔ بعینہٖ یہی تو مضمون ہے جس کو قیس بن سعدؓ کی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مولانا شہیدؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف سے اپنے سادہ لفظوں میں ادا کردیا ہے۔

نقل از رسالہ "حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور معاندین اہلِ بدعت کے الزامات"
از افادات مولانا محمد منظور نعمانیؒ مطبوعہ تنویر پریس لکھنؤ طبع اول۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

غلو الغالین فی حیاۃ النبیین

حیاۃ الانبیاء کے بارہ میں بدمذہب لوگوں کے عقائد بد

اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے کہ بعد از وفات انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی ارواحِ مبارکہ موہوبہ اجسادِ مثالیہ میں داخل ہوکر اعلیٰ علّیین میں تشریف لے جاتی ہیں۔ انھیں جنت کے رزق دیا جاتا ہے۔ وہ جنت میں جہاں چاہیں سیر کرتے ہیں اور عرشِ الٰہی کے نیچے مُعلّق قندیلوں میں جھولے جھولتے ہیں۔ اور ان کے دُنیوی عنصری اجسادِ مبارکہ بطور خرقِ عادت تاقیامت اپنے اپنے مدفنِ ارضی میں صحیح سلامت محفوظ رہتے ہیں۔ خرقِ عادت معجزات کا صدور، وحی کے ذریعے تعلیمِ الٰہی، وفات کے بعد ان کے اجسادِ اطہار کو مٹی کا نہ کھانا، اور ان کے جسموں کا قیامت تک اپنی دُنیوی قبورِ عرفی میں بلاتغیر محفوظ رہنا انبیاءِ کرامؑ کی خصوصیات میں سے ہے۔ جب کہ بدمذہب لوگوں کا عقیدہ ہے کہ انبیاءِ کرامؑ پر موت طاری ہی نہیں ہوتی اور وہ زندۂ جاوید رہتے ہیں۔ اور بعض موت کے قائل تو ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ دفن ہونے کے بعد وہ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ کے عقائدِ باطلہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح ہندوؤں اور سکھوں کا عقیدہ بھی قریب قریب انھی سے ملتا جلتا ہے۔ اسی طرح اسلام کا دعویٰ کرنے والے بعض فرقِ باطلہ روافض، مُعطّلہ، قادیانیہ، اور بریلویہ وغیرہ نے بھی یہود و ہنود وغیرہ سے یہ عقیدہ اخذ کرکے بڑی دھوم دھام کے ساتھ سادہ لوح مُسلمانوں میں مشہور کر دیا۔ چنانچہ سب سے پہلے منافقین نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے موقع پر یہود و نصاریٰ کی تقلید میں اہلِ اسلام کو دینِ اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے شانِ رسالت میں گستاخی کرتے ہوئے کہا: لو کان محمد نبیا لم یمت۔ حالانکہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنے والا خارج از اسلام، مرتد، اور واجب القتل ہے، اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا بھی خارج از اسلام، مرتد اور واجب القتل ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاء کے بارہ میں منافقوں کا عقیدہ

قائلین حیاتِ دُنیوی جسمانی کا پہلا گروہ

اعلانِ نبوت کے بعد ہجرت سے قبل مکی زندگی میں نفاق اور منافقت کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ جو لوگ کافر تھے وہ کھلے کافر تھے، اور جو مسلمان تھے ان میں کوئی ایسا نہ تھا جس پر نفاق کا الزام بھی کبھی کسی نے لگایا ہو۔ لیکن ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے دوغلے لوگوں سے بھی واسطہ پڑا جو مسلمانوں کے سامنے خود کو مسلمان ظاہر کرتے تھے، بظاہر اسلام کے تمام احکام پر عمل بھی کرتے تھے۔ لیکن وہ ہمیشہ ایسے واقعات و حالات کی تاک میں رہتے تھے کہ جس کی بنیاد پر اسلام کو کمزور اور اہلِ اسلام کو بدنام کیا جا سکے۔ اور پھر ایک دن اللہ کا وعدہ پورا ہوا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا فریضۂ تبلیغ ادا کر کے اپنے جسدِ عنصری کو خیرباد کہہ کر رفیقِ اعلیٰ میں پہنچ گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے موقع پر غم کی وجہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ہوش و حواس قائم رکھنے میں نہایت درجہ مشکل پیش آ رہی تھی۔ لیکن منافقین کے چہروں پر مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ جن کا عقیدہ تھا کہ موت مرتبۂ نبوت کے منافی ہے۔ اور اپنے اسی عقیدۂ بد کی وجہ سے اس موقع پر انھوں نے کہا: "لَوْ کَانَ مُحَمَّدٌ نَبِیًّا لَمْ یَمُتْ"۔ یعنی اگر محمد پیغمبر ہوتے تو وفات نہ پاتے۔ (مسند امام اعظمؒ صفحہ ۱۲۹)

فائدہ منافقین کا یہ نعرہ صرف اس وقت کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھا، بلکہ جب کبھی ایسے حالات پیدا ہو جاتے تو ان کا یہی نعرہ ہوتا۔ چنانچہ:

۱ حضرت علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت: "وما محمد الا رسول" کے تحت فرمایا:

روی انه لما رمیٰ عبد اللہ بن قمیئة الحارثی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحجر فکسر رباعیته وشج وجهه فذب عنه مصعب بن عمیر وکان صاحب الرایة حتیٰ قتله ابن قمیئة وهو یریٰ انه قتل النبی فقال قد قتلت محمدا و صرخ صارخ الا ان محمدا قد قتل فانکفأ الناس و جعل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یدعو الیّ عباد اللہ فانحاز الیه ثلاثون من اصحابه و حموه حتی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

كشفوا عنه المشركين و تفرق الباقون و قال بعضهم ليت ابن أبي يأخذ لنا امانا من ابى سفيان وقال ناس من المنافقين لوكان نبيا لما قتل ارجعوا الى اخوانكم و دينكم فقال انس بن النضر عم انس بن مالك يا قوم ان كان قتل محمد فان رب محمد حى لايموت۔ یعنی عبداللہ بن قمیئہ حارثی نے حضرت نبی کریم ﷺ پر حملہ کیا پتھر مار کر آپ ﷺ کے رباعی دانت توڑ دیے۔ اور چہرۂ مبارک زخمی کر دیا، پھر قتل کے لیے آگے بڑھا، لوار بردارِ اسلام حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اس کو ڈانٹا۔ ابن قمیئہ نے مصعب کو قتل کر دیا، اور شور مچا دیا کہ میں نے محمدؐ کو قتل کر ڈالا۔ اس آواز سے صحابہؓ میں بڑی تشویش پھیل گئی۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے چاہا کہ عبداللہ بن اُبی منافق کو کہیں کہ وہ ابوسفیان سے امان مانگے۔ اس میں کچھ منافق بولے: لو کان (محمد) نبیا لما قتل کہ: اگر محمدؐ نبی ہوتے تو قتل نہ کیے جاتے۔ آؤ اپنے بھائیوں سے مل جاؤ اور پہلے آبائی دین کی طرف لوٹ جاؤ۔ اس پر حضرت انس بن مالکؓ کے چچا حضرت انس بن نضرؓ نے فرمایا کہ: اگر حضرت محمدؐ قتل ہو گئے ہیں، تو کیا ہوا؟ حضرت محمدؐ کا رب تو زندہ ہے۔ جس کی موت محال ہے۔ (تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۳۶)

۲ حضرت مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کچھ منافق بولے کہ: "اگر محمدؐ نبی ہوتے تو قتل نہ کیے جاتے۔ اپنے بھائیوں سے مل جاؤ"۔ (تفسیر حقانی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

۳ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: کچھ لوگ جو منافق تھے، انھوں نے علانیہ کہنا شروع کر دیا کہ: اگر یہ نبی ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ جنگ میں مارے جاتے۔ (تفسیر ترجمان القرآن جلد ۱ صفحہ ۳۴۶)

۴ حضرت مولانا سید عبدالدائم جلالی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: جب جنگِ اُحد میں مسلمانوں کو کچھ ہزیمت ہوئی اور حضورِ اقدس ﷺ بھی زخمی ہو گئے تو کسی دشمن نے آواز دی کہ محمد قتل کر دیے گئے۔ اس پر بعض منافق بولے کہ: اگر محمدؐ نبی ہوتے مارے نہ جاتے۔ (تفسیر بیان السبحان پارہ ۴ صفحہ ۳۶۷)

۵ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آیت: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ کی تفسیر میں فرمایا: "اس میں تنبیہ فرما دی کہ رسول اللہ ﷺ تو ایک نہ ایک دن اس دُنیا سے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

رُخصت ہونے والے ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد بھی مُسلمانوں کو دین پر ثابت قدم رہنا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس عارضی شکست کے وقت آنحضرت ﷺ کے مجروح ہونے اور وفات کی خبر مشہور ہونے میں یہ قدرتی راز تھا کہ آپ ﷺ کے بعد جو حالات صحابۂ کرامؓ پر پیش آسکتے تھے وہ آپ ﷺ کی دُنیوی حیات ہی میں ظاہر کردیے گئے، تاکہ ان میں جو لغزش ہو اس کی اصلاح خود آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے ہوجائے، اور آئندہ جب یہ واقعۂ وفات سچ مچ پیش آئے تو یہ عشاقِ رسولؐ ازجارفتہ نہ ہوجائیں۔ چنانچہ یہی ہوا۔ آپ ﷺ کی وفات کے وقت جب بڑے بڑے صحابۂ کرامؓ کے ہوش و حواس بجانہ تھے تو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ہی قسم کی آیاتِ قرآنیہ کی سند دے کر ان کو سمجھایا۔ اور وہ سب سنبھل گئے۔ (معارفُ القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۹۸)

۶ حضرت مولانا سید احمد علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے آیت: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ کے تحت فرمایا کہ: بعض منافقوں نے کہا کہ اگر محمد قتل ہوئے تو کیسے نبی تھے۔ تم اپنے پہلے دین میں آؤ اور قریش کو ہاتھ دے دو کہ آخر تمہارے بھائی ہیں۔ (تفسیر مواہبُ الرحمٰن پارہ ۴ صفحہ ۴۷)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے تلوار سونتنے کی وجہ

امیرالمؤمنین سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ انھوں نے تلوار سُونت کر اعلان کیا کہ: اگر کوئی کہے گا کہ حضرت محمدؐ وفات پاگئے ہیں تو میں اس تلوار سے اُس کا سرقلم کردوں گا۔ لیکن اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ نعوذ باللہ آپؓ وفاتُ النبیؐ کے مُنکر تھے۔ جیسا کہ بعض نادان سمجھتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کے موقع پر سیدنا صدیقِ اکبرؓ کی تشریف آوری سے قبل آپ ﷺ کی وفات سے متعلق مختلف قسم کی قیاس آرائیاں ہورہی تھیں۔ کیونکہ جس پیر کے روز آپ ﷺ کی وفات ہوئی۔ صبح کے وقت آپؐ کی طبیعت پہلے سے اچھی تھی۔ اس حالت کو سنبھالا کہتے ہیں۔ صبح کی نماز کے وقت آپ ﷺ نے حجرہ کا پردہ ہٹاکر مسجد میں دیکھا۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ اس منظر کو دیکھ کر آپ ﷺ مسکرائے، اور خوشی کی وجہ سے آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک کھِل اور چمک اٹھا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس طرح دیکھ کر صحابہؓ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ اب نماز توڑ دیں گے۔ حضرت ابوبکرؓ امام تھے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضورؐ کو دیکھ کر انھوں نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ جائیں۔ تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئیں۔ مگر آپؐ بہت زیادہ کمزور ہو چکے تھے۔ آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پوری کرنے کا اشارہ کیا اور پردہ ڈال دیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری جھلک تھی۔ جو صحابہؓ نے دیکھی۔ اس کے بعد آپؐ کی زندگی میں آپؐ کو دیکھنے کا موقع نہیں مل سکا۔

نماز کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فوراً حجرہ شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے گئے۔ اس وقت آپؐ کو بہت سکون تھا۔ اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپؐ سے اجازت لے کر شہر سے باہر اپنی دوسری بیوی کے یہاں چلے گئے۔ اس لیے کہ یہ اُن کی باری کا دن تھا۔ حضرت علیؓ آپؐ کے پاس سے باہر آئے تو لوگوں نے آپؐ کی خیریت پوچھی۔ حضرت علیؓ نے کہا: الحمد للہ اب اچھے ہیں۔ یہ سُن کر لوگوں کو اطمینان ہو گیا۔ اور وہ بھی اِدھر اُدھر چلے گئے۔

صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت معلوم کرنے کے بعد مطمئن ہو گئے۔ اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ مگر یہاں تھوڑی ہی دیر کے بعد آپؐ پر نزع کی کیفیت شروع ہو گئی۔ آپؐ حضرت عائشہؓ کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئے۔ تکلیف اور کمزوری برابر بڑھتی جا رہی تھی اور صحت کے آثار کم ہوتے جا رہے تھے۔ آپؐ کے پاس اس وقت پانی سے بھرا ہوا ایک پیالہ رکھا ہوا تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر میں تکلیف سے بے تاب ہو کر آپؐ پیالہ کے پانی میں ہاتھ ڈبوتے۔ اور اس کو چہرۂ مبارک پر پھیر لیتے تھے۔

اسی وقت حضرت عائشہؓ کے بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ حجرہ میں داخل ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی طرف اس طرح دیکھا جس سے حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں کہ آپؐ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے آپؐ سے پوچھا: "یا رسول اللہ! کیا میں آپؐ کے لیے مسواک لے لوں؟" آپؐ نے اشارہ سے فرمایا کہ: "ہاں!" پھر حضورؐ کے اشارہ پر حضرت عائشہؓ نے اس کو چبا کر نرم کر دیا۔ اور آپؐ کو دے دی۔ حضورؐ نے مسواک کی۔

نزع کے دوران آپؐ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ آ رہے تھے: "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ بے شک موت کی بڑی سختیاں ہیں۔"

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اس کے بعد آپ ﷺ نے چھت کی طرف دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر فرمایا: اللھم فی الرفیق الاعلیٰ۔ "اے اللہ! میں رفیقِ اعلیٰ میں جانا چاہتا ہوں"۔ یعنی وہ جگہ جو نبیوں اور رسولوں کی ہے۔ اس کے ساتھ ہی رسولِ خدا ﷺ کی مبارک اور پاک روح رفیقِ اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔ اور ہاتھ نیچے ڈھلک گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (سیرتِ پاک ﷺ صفحہ ۶۱۲ تا ۶۱۳)

تنبیہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے آپ ﷺ کی اس حالت کو غشی سمجھا اور آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر کپڑا ڈال دیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت مغیرہؓ اجازت لے کر حجرۂ مبارکہ میں گئے اور حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی طرف دیکھا۔ اور آپ ﷺ کی اس حالت کو پورے اعتماد کے ساتھ غشی قرار دیا۔ اور بے اختیار حضرت عمرؓ کے منہ سے یہ کلمۂ ندبہ نکلا: واغشیاہ! ما اشد غشی رسول اللہ (ﷺ)

فائدہ نوحہ کو ندبہ کہتے ہیں۔ اور مندوب اس میت کو کہتے ہیں جس پر کوئی روتا ہے۔ اور اس کی خوبیاں گنا تا ہے۔ تاکہ لوگ جان لیں کہ اس شخص کی موت جو ایسے اوصاف کے ساتھ موصوف تھا امرِ عظیم ہے۔ اور اس کو رونے میں معذور جانے۔ بلکہ خود بھی اس کے درد میں شرکت کریں۔ اور اصطلاح میں مندوب کی تعریف یہ ہے: مندوب وہ اسم ہے جس کی ذات کے وجود یا عدم پر درد کا اظہار کیا جائے۔ خواہ بذریعہ یا کے ہو یا بذریعہ وا کے۔ پس جس کے عدم پر اظہارِ درد کیا جائے وہ میت ہوتا ہے کہ جس کے مرجانے پر زندہ روتا ہے۔ جیسے حضرت فاطمہؓ نے فرمایا تھا: واابتاہ! اور جس کے وجود پر اظہارِ درد کیا جائے اس کی مثال: وامصیبتاہ! واحسرتاہ! واویلاہ! واغشیاہ! وغیرہ۔

اسمِ مندوب کے شروع میں وا آتا ہے۔ اور اسمِ مندوب کے اخیر میں الف بڑھا کر لمبا کھینچتے ہیں۔ جس سے ہا وقف کی بڑھا دی جاتی ہے۔ جیسے: غشی سے واغشیاہ! اور ایسی آواز عموماً کسی شخص کی وفات کے موقع پر نکالی جاتی ہے۔ اس لیے حضرت مغیرہؓ سمجھے کہ آپ ﷺ کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور حضرت عمرؓ کے اس کلمۂ ندبہ کی وجہ سے حضرت مغیرہؓ نے جب حضرت عمرؓ سے آپ ﷺ کی وفات کے متعلق اپنے خدشہ کو دور کرنے کے لیے دریافت فرمایا تو حضرت عمرؓ نے حضرت مغیرہؓ کو ڈانٹ دیا۔ کیونکہ منافقین تو پہلے ہی کہتے پھر رہے تھے: لَوْ كَانَ مُحَمَّدٌ نَبِيًّا لَمْ يَمُتْ اور

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

یہ بھی کہتے تھے کہ موت تو مرتبۂ نبوت کے منافی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ بھی کہتے تھے کہ اگر واقعی محمد ﷺ فوت ہو چکے ہیں تو نعوذ باللہ وہ سچے پیغمبر بھی نہیں تھے۔ جیسا کہ:

١ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات حسرت آیات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں: بَيْنَمَا رَأْسُهٗ ذَاتَ يَوْمٍ عَلٰى مَنْكِبِيْ إِذْ مَالَ رَأْسُهٗ نَحْوَ رَأْسِيْ فَظَنَنْتُ أَنَّهٗ يُرِيْدُ مِنَ الرَّأْسِيْ حَاجَةً فَخَرَجَتْ مِنْ فِيْهِ نُطْفَةٌ بَارِدَةٌ فَوَقَعَتْ عَلٰى ثُغْرَةِ نَحْرِيْ فَاقْشَعَرَّ لَهَا جِلْدِيْ فَظَنَنْتُ أَنَّهٗ غُشِيَ عَلَيْهِ فَسَجَّيْتُهٗ ثَوْبًا۔ کہ اتنے میں آپ ﷺ کا سر مبارک ایک دن میرے کندھے پر تھا۔ آپ ﷺ کا سر مبارک میرے سر کی طرف جھکا۔ میں نے سمجھا کہ آپ ﷺ کو میرے سر کے ساتھ ٹیک لگانے کی حاجت ہے۔ تو آپ ﷺ کے معصوم منہ سے آبدار موتی کی طرح ٹھنڈا اور شفاف قطرہ نکلا، جو میری ہنسلی کی ہڈیوں کے درمیان کے گڑھے پر گرا۔ تو میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میں نے سمجھا کہ آپ ﷺ پر غشی طاری ہو گئی ہے۔ تب میں نے آپ ﷺ کو کپڑے سے ڈھانپ دیا۔

اس کے بعد ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: فَجَآءَ عُمَرُ وَالْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فَاسْتَأْذَنَا فَأَذِنْتُ لَهُمَا وَجَذَبْتُ إِلَى الْحِجَابِ فَنَظَرَ عُمَرُ إِلَيْهِ (ﷺ) کہ پھر حضرت عمرؓ اور مغیرۃ بن شعبہؓ آئے، اور اندر آنے کی اجازت مانگی تو میں نے ان دونوں کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔ اور اپنی طرف میں نے پردہ کھینچ لیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا۔ فَقَالَ: اور کلمۂ ندبہ ادا کرتے ہوئے فرمایا: وَاغَشْيَاهُ! مَا أَشَدَّ غَشْيَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ﷺ) واغشیاہ! کیسی شدید غشی ہے حضرت رسول اللہ ﷺ کی۔ ثُمَّ قَامَا فَلَمَّا دَنَوَا مِنَ الْبَابِ۔ پھر دونوں کھڑے ہو گئے۔ اور جب دروازے کے قریب پہنچے تو قَالَ الْمُغِيْرَةُ: حضرت مغیرہ نے دریافت کیا: يَا عُمَرُ! مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ؟۔ کہ اے عمرؓ! کیا حضرت رسول اللہ ﷺ انتقال فرما چکے ہیں؟۔ قَالَ: تو اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: كَذَبْتَ۔ یعنی اے مغیرہ آپ کو مغالطہ ہوا ہے۔ بَلْ أَنْتَ رَجُلٌ تَحُوْسُكَ فِتْنَةٌ۔ آپ ﷺ پر شدید قسم کی غشی طاری ہوئی ہے۔ آپ ﷺ فوت نہیں ہوئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کر آپ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔ اور پھر فرمایا: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَا يَمُوْتُ حَتّٰى يُفْنِيَ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہوئی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوا سب نے اپنے منہ ڈھانک لیے۔ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے کپڑا ہٹایا، پیشانی کو بوسہ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ پھر انھوں نے کہا: "آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ ﷺ پاک ہی زندہ رہے اور پاک ہی مرے۔ یہ وہی موت ہے جو خداوند کریم نے آپ ﷺ کے لیے لکھی تھی، وہ آچکی، اب اس کے بعد آپ ﷺ کو کبھی موت نہیں آئے گی۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے چہرۂ مبارک پھر ڈھانپ دیا اور باہر آگئے۔ یہاں وہ حضرت عمرؓ کے جملے سن رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو چپ کرانا چاہا مگر حضرت عمرؓ خاموش نہیں ہوئے۔ آخر حضرت ابوبکرؓ ان کے پاس سے ذرا ہٹ کر کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اشارہ کیا۔ سب لوگ فوراً حضرت عمرؓ کے پاس سے ہٹ کر حضرت ابوبکرؓ کے سامنے آگئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے خدا کی حمد بیان کی اور پھر فرمایا: "جو شخص محمد کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمدؐ کا انتقال ہوگیا اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے وہ جان لے کہ خدا تعالیٰ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرے گا"۔ اس کے بعد انھوں نے قرآن پاک کی یہ آیت پڑھی:

قرآن وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ

ترجمہ اور نہیں ہیں محمدؐ مگر اللہ تعالیٰ کے ایک رسول جن سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ سو اگر آپؐ کا انتقال ہو جائے یا آپؐ شہید ہو جائیں تو کیا تم دینِ اسلام سے پھر جاؤ گے؟ اور جو شخص دینِ اسلام سے واپس ہوگا تو وہ اللہ تعالیٰ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ تعالیٰ عنقریب شکر گزاروں کو انعام دے گا۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے قرآن کی کئی آیتیں پڑھیں جن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سوائے خدا کی ذات کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے ایک بہت لمبا خطبہ دیا جس میں لوگوں کو سمجھایا اور خدا سے ڈرتے رہنے کی نصیحت کی۔

حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے قرآن پاک کی آیتیں سن کر حضرت عمرؓ اور دوسرے لوگوں کی حیرت ٹوٹی۔ حضرت عمرؓ کو ایسا لگا جیسے انھوں نے یہ آیتیں آج پہلی بار سنی ہوں۔ اب انھوں نے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

رسول اللہؐ کی وفات پر یقین کیا اور انا للہ پڑھی۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ کے صبر سے اور ان کے بھانے سے لوگوں کو زبردست قوت ملی اور انھیں ایسا لگا جیسے ان کے سامنے سے پردے ہٹ گئے ہوں۔

اس کے بعد مسلمان رسول اللہؐ کو دفن کرنے کے متعلق مشورہ کرنے لگے۔ آخر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ نبی کی رُوح جس جگہ نکلتی ہے اس کو وہیں دفن کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ طے ہوگیا کہ آپؐ کو اس حجرہ میں دفن کیا جائے گا۔ اس کے بعد نعش مبارک وہاں سے ہٹا کر لحد کی قبر کھودی گئی۔ حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ وغیرہ نے آپؐ کو غسل دیا۔ حضرت اسامہؓ اور رسول اللہؐ کے غلام شقران پانی ڈالتے تھے اور حضرت علیؓ غسل دے رہے تھے۔ وفات کے وقت آپؐ نے جو قمیص پہن رکھا تھا آپؐ کو اس سمیت ہی نہلایا گیا۔ بعد میں تین کپڑوں کا کفن دیا گیا تو وہ قمیص اتار لیا گیا۔ اس کے بعد جنازہ تیار کر کے حجرہ میں عوام کے لیے رکھ دیا گیا۔ صحابہؓ کے گروہ کے گروہ آنے لگے۔ وہ اندر جاکر آپؐ پر نماز اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے اور پھر اپنے محبوب کی آخری زیارت کر کے روتے اور آنسو بہاتے ہوئے واپس آجاتے۔ مردوں کے بعد عورتوں نے اسی طرح نماز پڑھی اور پھر بچوں نے پڑھی۔ آخر منگل کا دن گزار کر یہ سلسلہ نمٹا اور اسی وقت آپؐ کو حجرۂ عائشہؓ میں دفن کر دیا گیا۔

اس طرح خدا کے حبیب، دُنیا کے سب سے بڑے، سب سے مقدس، سب سے عظیم اور سب سے پاک انسان پیغمبر آخر الزماں، فخرِ بنی آدمؑ، رحمت عالم محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین) تریسٹھ سال کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوگئے اور اپنے پروردگار کے پاس سب سے اعلےٰ جنت میں پہنچ گئے۔ ﷺ۔ (سیرت پاک صفحہ ۶۱۳ تا ۶۱۷)

۲ سیدنا انس بن مالکؓ نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی وفات کے موقع پر پیش آنے والے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا: أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ رَأَى عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ خِفَّةً فَاسْتَأْذَنَهُ إِلَى امْرَأَتِهِ بِنْتِ خَارِجَةَ وَكَانَتْ فِيْ حَوَائِطِ الْأَنْصَارِ وَكَانَ ذٰلِكَ رَاحَةَ الْمَوْتِ وَلَا يَشْعُرُ فَأُذِنَ ثُمَّ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ تِلْكَ اللَّيْلَةَ فَأَصْبَحَ فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَرَاءَمُوْنَ فَأَمَرَ أَبُوْبَكْرٍ غُلَامًا يَسْتَمِعُ ثُمَّ يُخْبِرُهُ فَقَالَ أَسْمَعُهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَاتَ مُحَمَّدٌ ﷺ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اللہ عَزَّوَجَلَّ الْمُنَافِقِیْنَ. حقیقت یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ منافقین کو تباہ و برباد نہ کر دے گا اس وقت تک حضرت رسول اللہ ﷺ فوت نہ ہوں گے۔

ام المومنینؓ فرماتی ہیں: ثُمَّ جَآءَ اَبُوْبَکْرٍ فَرَفَعْتُ الْحِجَابَ فَنَظَرَ اِلَیْہِ. کہ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور میں نے آپ کے چہرۂ مبارک سے پردہ ہٹایا پھر ابوبکرؓ نے آپ کی طرف دیکھا۔ فَقَالَ: اور حضرت ابوبکرؓ نے: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ○ کہہ کر فرمایا: مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ. کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو چکا ہے۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۷ صفحہ ۲۱۳)

فائدہ اس روایت سے یہ بات خوب اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی حضرت ابوبکرؓ کی تشریف آوری سے قبل آپ ﷺ کی وفات کو غشی ہی سمجھا تھا اور حضرت عمرؓ نے بھی گہری غشی ہی سمجھا تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ کی چیخ سے دروازے کے باہر کھڑے لوگوں نے سمجھا کہ آپ ﷺ کی وفات ہو چکی ہے۔ بلکہ حضرت مغیرہؓ کو اس بات کا خدشہ ہو گیا تھا۔ جب کہ بعض لوگوں نے کہا کہ حضرت نبی کریم ﷺ فوت نہیں ہوئے یہ تو اس قسم کی حالت ہے جو وحی کے وقت ہوتی ہے۔ (تفسیر قرطبی جلد ۴ صفحہ ۲۲۲)

اور بعض منافقین نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نعوذباللہ آپ ﷺ سچے رسول نہ تھے۔ اور چونکہ حضرت عمرؓ نے خود حجرۂ عائشہؓ میں حاضر ہو کر حضرت نبی کریم ﷺ کی حالت کو دیکھ کر اسے غشی ہی سمجھا تھا؛ اس لیے ننگی تلوار لے کر منافقین کے قول کی تردید کرتے ہوئے دھمکی آمیز لہجے میں فرمایا کہ ابھی حضرت نبی کریم ﷺ کا انتقال نہیں ہوا۔ آپ ﷺ پر غشی کا شدید دورہ پڑا ہے۔ آپ ﷺ اس دورہ سے اٹھیں گے اور منافقین کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔ (بخاری)

حضرت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد اسلم قاسمی ایم اے تحریر فرماتے ہیں کہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جوں ہی یہ وحشت ناک خبر ملی تو وہ اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر مسجد نبویؐ میں آئے۔ اور سیدھے حضورؐ کے حجرۂ مبارک پر پہنچے۔ اور اجازت لے کر اندر گئے۔ یہاں تمام ازواج نعش مبارک کے چاروں طرف غمگین

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فَاشْتَدَّ اَبُوْبَکْرٍ وَھُوَ یَقُوْلُ وَاقَطَعَ ظَھْرَاہُ فَلَمَّا بَلَغَ اَبُوْبَکْرٍ الْمَسْجِدَ حَتّٰی ظَنُّوْا اَنَّہٗ لَمْ یَبْلُغْ وَاَرْجَفَ الْمُنَافِقُوْنَ فَقَالُوْا لَوْ کَانَ مُحَمَّدٌ نَبِیًّا لَمْ یَمُتْ، فَقَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ لَا اَسْمَعُ رَجُلاً یَقُوْلُ مَاتَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَّا ضَرَبْتُہٗ بِالسَّیْفِ، فَکَفُّوْا (اَلْمُنَافِقُوْنَ) لِذٰلِکَ. یعنی سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں تخفیف محسوس کی تو انھوں نے آپ سے اپنی بیوی بنتِ خارجہ کے ہاں جانے کی اجازت طلب کی، جو انصار بنی الحارث کے کسی باغ میں رہتی تھی۔ اور حالانکہ یہ وقت وفات کی راحت کا تھا، جسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ محسوس نہ کر سکے، اور آپؐ نے انھیں اجازت دے دی، پھر اسی رات آپؐ وفات پا گئے۔ جب صبح ہوئی تو وفاتُ النبیؐ کی خبر سُن کر جوق در جوق آنے والے لوگوں کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے ایک لڑکے سے کہا کہ لوگوں سے سُن کر مجھے بتاؤ، تو لڑکے نے آکر بتایا کہ میں ان کو یہ کہتے ہوئے سن رہا ہوں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے دوڑے کہ: "ہائے میری پشت کٹ گئی"۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مسجد میں تشریف آوری سے قبل لوگوں نے یہی سمجھا کہ ابوبکرؓ نہیں پہنچے، تو منافقوں نے لوگوں کو بھڑکانے کے لیے بری افواہیں پھیلانا شروع کر دیں۔ اور کہنے لگے: "لَوْ کَانَ مُحَمَّدٌ نَبِیًّا لَمْ یَمُتْ"۔ کہ اگر محمدؐ پیغمبر ہوتے تو وفات نہ پاتے (اور زندہ ہی رہتے) کیونکہ موت تو مرتبۂ نبوت کے منافی ہے۔ منافقوں کی طرف سے پھیلائی جانے والی ان افواہوں کو سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیام میں سے تلوار نکال کر کہا: لَا اَسْمَعُ رَجُلاً یَقُوْلُ مَاتَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم اِلَّا ضَرَبْتُہٗ بِالسَّیْفِ، فَکَفُّوْا (اَلْمُنَافِقُوْنَ) لِذٰلِکَ. کہ اب میں نے جس آدمی کے منہ سے یہ بات سُنی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے ہیں تو میں اس تلوار کے ساتھ اس کا سر قلم کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ الفاظ سُن کر منافقین سہم گئے، اور بری افواہیں پھیلانے سے رک گئے۔

(مسند امام اعظمؒ صفحہ ۱۷۹)

۴ امام الہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: "سب سے پہلے جو مشکل پیش آئی وہ یہ امر تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو لوگوں کے دلوں میں کئی تشویشیں پھیل گئیں۔ بعض خیال کرنے لگے کہ یہ موت نہیں، بلکہ ایک حالت

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جو دحی کے وقت آپ ﷺ پر طاری ہوتی ہے۔ اور بعض نے خیال کیا کہ: "موت مرتبۂ نبوت کے منافی ہے"۔ (ازالۃ الخفاء مقصد دوم صفحہ ۲۵)

فائدہ اسلام کے نام پر سب سے پہلے جن لوگوں نے موت کو مرتبۂ نبوت کے منافی سمجھا" یا انبیاء علیہم السلام کی موت سے برملا انکار کیا وہ دراصل صدقِ دل سے مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ انھوں نے قدم قدم پر مسلمانوں" اسلام اور حضرت نبی کریم ﷺ کو ہر ممکن طریق سے انتہائی ضرر پہنچانے اور رسوا کرنے کی کوشش کی۔

۲ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوۃ باب وفات النبی ﷺ میں فرمایا ہے کہ: "بعضے منافقان می گفتند کہ اگر محمد ﷺ پیغمبر بودے وفات نیافتے" کہ اگر محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے (برحق) پیغمبر و نبی ہوتے تو ان کو موت ہی کیوں آتی۔ "عمرؓ چوں ایں سخن شنید تیغ برکشید و بر درِ مسجد بایستادہ گفت ہر کس کہ گوید پیغمبر مرد" بایں شمشیر دو نیمش سازم پس مردم بشنیدند ایں سخن در شک و شبہ افتادند در موتِ آں حضرتؐ"۔ یعنی منافقین کا مذکورہ باطل پروپیگنڈہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سنا تو کفر توڑ و باطل شکن تلوار نکال کر دروازۂ مسجد پر کھڑے ہوگئے۔ اور پر جوش آواز سے اعلان کر دیا کہ: "جو شخص بھی یہ کہتا ہوا پایا گیا کہ حضرت نبی کریم ﷺ وفات پاچکے ہیں تو میں تلوار سے اس کے پرزے اڑادوں گا۔ لہٰذا سننے والے مرعوب ہو کر حیرانی و پریشانی میں مبتلا ہوگئے۔ (مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۱۳)

خلاصہ یہ کہ منافق لوگوں کا عقیدہ تھا کہ نبی مرا نہیں کرتے۔ اب جب یہ مدعیٔ نبوت وفات پاگئے ہیں تو اب حقیقت کھل گئی کہ (معاذ اللہ) حضرت محمد ﷺ نبی نہ تھے۔ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ناگوار گزری۔ اسی لیے آپؓ نے تلوار سونت لی اور فرمایا کہ جو شخص یہ کہے گا حضرت محمد ﷺ وفات پاگئے ہیں" میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: یَآ أَیُّهَا النَّاسُ! مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ رَبَّ مُحَمَّدٍ فَإِنَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ پھر آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت فرمائی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (بوجہ غم کے) اس وقت میرا حال ایسا ہوا کہ گویا میں نے کتاب اللہ کی یہ آیت اس سے پہلے سنی ہی نہ تھی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ قرآن مجید اسی طرح ہے جس طرح وہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

نازل ہوا۔ اور حدیث اسی طرح ہے جس طرح وہ صادر ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ ہی لایموت ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ کی رحمتیں ہوں محمد ﷺ پر اور ہم اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھتے ہیں کہ ہم کو اس مُصیبت پر اجر دے گا۔ (نیز دیکھیے: مسند احمد جلد ۷ صفحہ ۳۱۳)

فائدہ واقعی اس جانکاہ حادثہ کے موقع پر بڑے بڑے اولوالعزم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ہوش اڑ گئے تھے۔ حتیٰ کہ بعض تو وسوسوں میں بھی گرفتار ہوگئے۔ جن میں داماد رسولؐ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا نام بھی شامل ہے۔ چنانچہ آپؓ نے فرمایا کہ: مَیں بیٹھا ہوا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے اور مجھے السلام علیکم کہا۔ لیکن مجھے کچھ علم نہ ہوا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اس بات کی شکایت کی۔ پھر یہ دونوں بزرگ میرے پاس آئے اور السلام علیکم کہا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: اے عثمان! آپؓ نے حضرت عمرؓ کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا۔ مَیں نے کہا کہ مَیں نے تو ایسی کوئی حرکت نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: واللہ آپؓ نے ایسا ہی کیا ہے۔ مَیں نے کہا: واللہ مجھے کچھ علم نہیں کہ آپؓ میرے پاس سے گزرے ہیں، اور مجھے سلام بھی کیا ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ بے شک عثمانؓ نے سچ کہا ہے۔ واقعی کوئی ایسی بات ہے جو مجھے سے مانع رہی۔ مَیں نے کہا واقعی ایسا ہی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ وہ کونسی ایسی بات ہے۔ تو میں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کی وفات سے پہلے مَیں آپ سے یہ بات نہ پوچھ سکا کہ مُسلمانوں کے لیے ایسی کونسی چیز ہے جس کے سبب ہم دوزخ سے نجات پاسکیں۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: یہ بات تو پہلے ہی مَیں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے معلوم کی ہوئی ہے۔ پھر مَیں نے کھڑے ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپؓ پر قربان ہوں۔ واقعی ایسی باتوں کے لائق تو آپؓ ہی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: مَیں نے آپ سے دریافت کیا: یارسول اللہ وہ کونسی چیز ہے جس کی وجہ سے مومن لوگ عذاب سے نجات پاسکیں؟ اس کے جواب میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص برضا و رغبت میری وہ بات قبول کرلے جو مَیں نے اپنے چچا ابوطالب کے سامنے پیش کی تو پھر اس نے اُسے مسترد کردیا تھا۔ وہی کلمہ مُسلمان کے لیے دوزخ سے نجات کا باعث ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۶ بابُ الکبائر)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تنبیہ جن لوگوں نے وفات النبی کے موقع پر دوامی حیات النبی کا نعرہ، یا موت کو نبوت کے منافی، یا موت کو نبوت کی توہین و تحقیر مشہور کیا وہ مسلمان نہیں بلکہ شر الناس منافقین تھے۔ اگرچہ ان فتنہ بازوں کا باطل پروپیگنڈہ فاروقی جوش اور ہیبت اور کفر توڑ تلوار و باطل شکن اعلان سے ختم ہوگیا۔ اور خطبۂ صدیقؓ کے ایمان بخش و بصیرت افروز اور حقیقت نما دلائل قاطعہ نے پوری جماعت صحابہؓ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر متفق و مطمئن کردیا۔

حدیث سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: وَاللّٰهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَنْزَلَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ حَتّٰى تَلَاهَا أَبُوْبَكْرٍ فَتَلَقَّاهَا النَّاسُ مِنْهُ كُلُّهُمْ فَمَا أَسْمَعُ بَشَرًا مِّنَ النَّاسِ إِلَّا يَتْلُوْهَا۔ (بخاری صفحہ ۶۴۰) یعنی وفات النبی کی وجہ سے صحابۂ کرامؓ کے دل پر اتنا اثر کی وجہ سے ایسا معلوم ہورہا تھا کہ خطبۂ صدیقؓ سننے سے پہلے گویا کہ لوگوں کو معلوم ہی نہیں تھا کہ مذکورہ آیات بھی قرآن مجید میں ہیں۔ پس خطبۂ صدیقؓ نے حاضرین کو یہ آیات قرآنیہ یاد دلادیں اور ازبر کرادیں حتیٰ کہ سامعین سے ہر ایک کو ہی ان کی تلاوت کرتے ہوئے وفاۃ النبی کا کما حقہ یقین ہوگیا۔ اور حضرت فاروق اعظمؓ کو کھلے لفظوں میں یہ اعلان کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوا کہ جب میں نے خطبۂ صدیقؓ کی آیات سنیں: فَعَقِرْتُ وَأَنَا قَائِمٌ حَتّٰى خَرَرْتُ عَلَى الْأَرْضِ فَأَيْقَنْتُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ مَاتَ۔ یعنی میں مارے ہیبت کے تھرا اٹھا اور صدمۂ وفات کی زد سے دھڑام سے زمین پر گر پڑا، پس مجھے کما حقہ یقین ہوگیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوچکی ہے۔ اس وقت منافقین کا برپا کردہ فتنہ ختم ہوگیا تھا۔ (فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۲۰)

فائدہ سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے یہ بات خوب واضح ہوجاتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مطہرہ کے پرواز کرجانے کے بعد جب حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے جاکر خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ فرمایا تو حضرت عمرؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کیفیت کو غشی ہی سمجھا تھا۔ اور تلوار سونتنے کا مقصد بھی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ حضرت عمرؓ کے خیال میں جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا ہی نہیں تھا تو کسی کو یہ کہنے کا کوئی حق نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوچکا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مرزا قادیانی کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بہتان

متنبی پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی نے وفات النبی ﷺ کے موقع پر سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ پر بہتان باندھتے ہوئے لکھا کہ: "حضرت عمرؓ نے بعض منافقوں کے کلمات سُن کر فرمایا تھا کہ آنحضرت ﷺ دوبارہ دُنیا میں آئیں گے اور منافقوں کے ناک اور کان کاٹیں گے"۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۳۱)

فائدہ مرزا قادیانی نے اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کے دوبارہ دُنیا میں تشریف لانے کی نفی کر کے اپنی جھوٹی نبوت اور مثیل عیسیٰ کے ساتھ ساتھ مثیلِ محمد ﷺ ہونے کے دعویٰ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی اس خدمت منصبی کو ایک ایسے امتی کے ہاتھ سے پورا کیا کہ جو اپنی خو اور روحانیت کی رو سے گویا آنحضرت ﷺ کے وجود کا ایک ٹکڑا تھا' یا یوں کہو کہ وہی تھا' اور آسمان پر ظلی طور پر آپ ﷺ کے نام کا شریک تھا"۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۱۹)

تبصرہ مرزا قادیانی نے اس مقام پر سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ پر ایک ایسا بہتان باندھا ہے جس کا ثبوت کسی کتاب میں نہیں ملتا کہ جس کام سے آپ ﷺ نے ساری زندگی منع فرمایا' آپ ﷺ اسی کا ارتکاب کرتے ہوئے معاذ اللہ ناک اور کان کاٹ کر منافقین کا مثلہ کریں گے۔ حالانکہ حضرت عمرؓ نے جو الفاظ استعمال فرمائے ان میں ناک اور کان کاٹ کر منافقین کا مثلہ کرنے کی کوئی بات نہیں۔ بلکہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: وَاللّٰهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِيْ نَفْسِيْ إِلَّا ذَاكَ. کہ میرے دل میں یہی خیال تھا کہ آپ ﷺ ابھی فوت نہیں ہوئے۔ بلکہ: وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ. کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس غشی کی حالت سے اٹھائے گا' فَلَيَقْطَعَنَّ اَيْدِيَ رِجَالٍ وَّ اَرْجُلَهُمْ. پھر ان مُفسد منافقوں کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا حکم دیں گے۔ (بخاری صفحہ ۵۱۷)

فائدہ یاد رہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کی یہی سزا مقرر فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ۚ مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا. (۳۳: ۶۰-۶۱) کہ اگر باز نہ آویں گے یہ منافق لوگ اور جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے یعنی جھوٹی خبروں سے پریشانی ڈالنے والے ہیں۔ جو مدینہ میں بستے ہیں۔ تو ہم آپ ﷺ کو ان لوگوں پر مسلط کریں گے۔ پھر یہ لوگ اس شہر مدینہ میں آپ ﷺ کے جوار میں نہیں بسنے پائیں گے مگر تھوڑے۔ یعنی چھٹکائے ہوئے خواری کی حالت میں، تھوڑے زمانے تک بسنے پائیں گے۔ اور جہاں جہاں ملیں گے انھیں پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جائے گی۔ یعنی ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کیا جائے گا۔ اور اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منافقین کے لیے ایسے دھمکی آمیز کلمات کہنے کا مطلب یقیناً یہی تھا کہ آپ ﷺ ابھی فوت نہیں ہوئے۔ جیسا کہ:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت نبی کریم ﷺ کی وفاتِ حسرتِ آیات کے دوسرے دن خطبہ دیتے ہوئے اس سانحۂ عظیمہ کے متعلق اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا: كُنْتُ اَرْجُوْا اَنْ يَّعِيْشَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حَتّٰى يَدْبُرَنَا يُرِيْدُ بِذٰلِكَ اَنْ يَّكُوْنَ اٰخِرَهُمْ. میرا خیال تھا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ ہمارے بعد تک زندہ رہیں گے۔ وَاِنْ يَّكُ مُحَمَّدٌ ﷺ قَدْ مَاتَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ نُوْرًا تَهْتَدُوْنَ بِهٖ هَدَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا ﷺ. اب جیسا کہ یقینی طور پر حضرت محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے تمھارے اندر ایسا نور یعنی قرآن مجید رکھ دیا ہے اسی سے ہدایت حاصل کرو۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی کو بھی ہدایت عطا فرمائی۔
(بخاری صفحہ ۱۰۷۲)

انتباہ مرزا قادیانی نے بھی اس مقام پر اعتراف کیا ہے کہ سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ کے تلوار سونتنے کی وجہ منافقین کا وہی شرانگیز فقرہ تھا جس کا ذکر ہم قبل ازیں کر چکے ہیں کہ موت کو مرتبۂ نبوت کے منافی سمجھتے ہوئے منافقین نے لو کان محمد نبیا لم یمت کا کافرانہ نعرہ بلند کر کے انبیاء علیہم السلام کے لیے بعد از وفات اپنے مدفنِ ارضی میں دُنیوی عنصری حسی ناسوتی حیات حاصل ہونے اور پھر اپنے مدفنِ ارضی میں انھی عنصری جسمانی کانوں سے صلوٰۃ و سلام سننے اور لوگوں کی التجائیں اور درخواستیں سن کر بارگاہِ الٰہی میں سفارش کر کے لوگوں کی بگڑی بنانے جیسے مشرکانہ عقائد کی بنیاد رکھ دی تھی۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃالاشاعت ڈاٹ کام

شبہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے کوئی بادی الرأی یہ نہ سمجھے کہ اس سے قبل قرآن مجید میں یہ آیات نہ تھیں۔ ابوبکرؓ نے اپنی طرف سے گھڑ کے ان کو آیاتِ قرآنیہ کا نام دے دیا۔ کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ ہزاروں صحابہؓ میں سے ان آیات کا علم کسی کو نہ ہو۔ جب کہ حضرت عمرؓ بھی ان آیات سے واقف نہ تھے۔

جواب: یہ آیاتِ مبارکہ جنگِ اُحد کے موقع پر نازل ہوئی تھیں، اور تمام صحابہ کرامؓ کو ان آیات کا اچھی طرح علم تھا۔ اور اس موقع پر اس آیتِ کریمہ کا خیال سے اتر جانا اس حادثۂ عظیمہ کی وجہ سے ہی تھا۔ کیونکہ وفاتِ نبویؐ ایک غیر معمولی حادثہ تھا۔ تمام دنیا کے مصائب ایک طرف۔ اور وفات النبیؐ کا سانحۂ عظیمہ دوسری طرف۔ یہ ایسی مصیبتِ عظمٰی تھی کہ اس کے مقابلے میں سب مصائب ہیچ تھے۔ لَا مُصِيبَةَ أَعْظَمُ مِنْ مَوْتِ النَّبِيِّ ﷺ۔ معمولی مصیبت جب انسان پر وارد ہوتی ہے تو مشاعرِ خمسہ کام کرنا چھوڑ جاتے ہیں۔ عقل اور سوچ جواب دے جاتی ہے۔ اور اس مصیبتِ عظمٰی کے باعث صحابہ کرامؓ پر جو حالت گزر رہی تھی وہ وہی بتا سکتے تھے۔ چنانچہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ بنتِ رسولؐ اپنے مرثیے میں فرماتی ہیں۔

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَوْ أَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

کہ مجھ پر اس قدر مصیبتیں آگریں کہ اگر وہ مصیبتیں دنوں پر گرتیں تو وہ بھی راتیں بن جاتیں۔

ایسے حالات میں یادداشت بھی کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ جب تک کوئی تسلی دینے والا تسلی نہ دے تو ہوش ٹھکانے نہیں آتی۔ یہ حالت تو تھی صحابہ کرامؓ کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی جب اپنے ڈیرے پر وفات النبیؐ کی خبر سُنی تو بے اختیار منہ سے نکلا: واقطع ظھراہ۔ ہائے میری پیٹھ کٹ گئی۔ خیر صبر کر کے چل پڑے۔ جب بیتُ النبیؐ کے پاس پہنچے تو لوگوں کا ہجوم دیکھا اور شور سنا، جس میں حضرت عمرؓ کی آواز بہت بلند تھی۔ منافقین کے واہیات کلماتِ خبیثہ کے جواب میں نہ جانے کیا سے کیا کہہ رہے تھے۔ منافقوں کی خوشی پر انھیں غصہ آیا۔ اور فرمایا کہ: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ابھی فوت نہیں ہوئے، (تم کیا سمجھتے ہو آپؐ فوت ہوگئے ہیں) وہ تو تم خبیثوں کو قتل کر کے ہی مریں گے۔ (دیکھیے مسند احمد جلد ۷ صفحہ ۳۱۴)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تشریح سیدنا امام عمر رضی اللہ عنہ کے ان دھمکی آمیز کلمات کا یہ مطلب نہیں تھا کہ آپ ﷺ فوت ہوتے ہی نہیں۔ اور نہ ہی آپؓ کا یہ مطلب تھا کہ آپ ﷺ دنیا میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ چونکہ میں خود آپ ﷺ کی زیارت کر کے آرہا ہوں، اور مجھے تو غشی کی حالت معلوم ہوئی ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے ہیں؟ وہ تو تم خبیثوں کا قلع قمع کر کے ہی وفات پائیں گے۔

اس کے بعد جب سیدنا امام ابوبکر صدیقؓ تشریف لائے تو سیدھے ام المومنینؓ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ آپؓ نے کپڑا اٹھا کر حضرت نبی کریم ﷺ کے رُوئے مُبارک کی زیارت کی، اور بوسہ دے کر کہا: "وا نبیاہ، وا صفیاہ، وا خلیلاہ"۔ یہ تھے کلمات ندبہ۔ پھر باہر تشریف لا کر سیدھے منبرِ رسول ﷺ کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دینے لگے۔ بڑے حوصلے اور استقلال کے ساتھ قرآنی آیات کی تلاوت فرمائی۔ جن کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول زندہ رہے یا نہ، دین تو اللہ تعالیٰ کا ہے، جو قیامت تک رہے گا۔ اس پر قائم رہنا تمہارا فرض ہے۔ آیاتِ قرآنیہ پڑھنے کا مطلب یہی تھا کہ آپ ﷺ فوت تو ہو چکے ہیں مگر دین قیامت تک رہے گا۔ اس پر قائم رہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ آیات سُن کر تسلی ہوئی اور فرمایا کہ یہ آیاتِ قرآنیہ وہ ہیں جو شدتِ غم کی وجہ سے بھول گئی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تسلی دینے کے بعد دوسرے صحابہؓ بھی یہی آیات دُہراتے رہے۔ اور مُسلمانوں کو تسلی اور اطمینان ہو گیا۔ مگر منافقوں پر مُردنی چھا گئی کہ ایسے نازک موقع پر بھی ابوبکرؓ نے ہمارا داؤ نہ چلنے دیا۔ محقق علماءِ کرام اس نازک موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت صبر و استقلال کی داد دیے بغیر نہ رہ سکے۔ کیونکہ وفاتِ نبویؐ سے بڑھ کر مُسلمان کے لیے کوئی مُصیبت نہ تھی۔ مگر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی ایک ایسی ہستی تھی جس کے ہوش و حواس قائم رہے۔ چنانچہ:

حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَاللّٰہِ لَکَأَنَّ النَّاسَ لَمْ یَعْلَمُوْا أَنَّ اللّٰہَ أَنْزَلَ ہٰذِہِ الْآیَۃَ حَتّٰی تَلَاہَا أَبُوْبَکْرٍ فَتَلَقَّاہَا النَّاسُ مِنْہُ کُلُّہُمْ۔ یعنی اللہ کی قسم اس وقت لوگوں کی ایسی کیفیت ہو گئی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا لوگوں کو یہ آیت معلوم ہی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

نہ تھی۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پڑھی اور لوگوں نے ان سے سُن کر یاد کرلی۔

فائدہ لفظ "كَأَنَّ" کے معنے ہیں: "گویا کہ" یعنی "فرض کرلو"۔ اور ایسے موقع پر ہی "كَأَنَّ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جیسا کہ:

مثال حضرت عبدالرحمن بن الازہر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ إِذْ أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ فَقَالَ لِلنَّاسِ اِضْرِبُوْهُ۔ یعنی وہ واقعہ مجھے خوب یاد ہے گویا اب بھی میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ رہا ہوں جب کہ ایک شرابی آدمی آپ ﷺ کے پاس لایا گیا تھا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا تھا کہ اس کو مارو۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۱۵)

مثال اسی طرح بخاری صفحہ ۵۰۲ میں ہے: اِسْتَنَارَ وَجْهُهُ ﷺ حَتّٰى كَأَنَّهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ یعنی آپ ﷺ کا کھلتا، مسکراتا ہوا چہرۂ مبارک ایسا منور ہوگیا گویا کہ چاند کا ایک ٹکڑا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سچ مچ آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک چاند کا ٹکڑا تھا، جب کہ چاند کے ٹکڑے کی حضرت رسول اللہ ﷺ کے رُخِ زیبا کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔ چاند کی روشنی تو سورج کی وجہ سے ہوتی ہے۔ جیسے کہتے ہیں:

"نُوْرُ الْقَمَرِ مُسْتَفَادٌ مِّنْ نُّوْرِ الشَّمْسِ"

مگر آنحضرت ﷺ کے چہرے کی چمک دمک اور رونق بلا کسی واسطے کے ایسی عطائے الٰہی ہے کہ مخلوق میں سے کسی چیز کو اس کے ساتھ تشبیہ نہیں دی جاسکتی۔

قائلینِ حیاتِ دُنیوی جسمانی کا دوسرا گروہ

منافقین کے مقابلے میں دوسرا گروہ روافض کا ہے۔ جس نے اہلِ نفاق کے برپا کردہ نعرہ کی مخالفت میں ایک نیا تصور یہ پیش کیا کہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام مرنے کے بعد بھی اپنی قبورِ ارضی میں زندہ ہوتے ہیں۔ یعنی منافقین کا عقیدہ تو یہ تھا کہ نبی پر موت آتی ہی نہیں۔ اور ان کے مقابلے میں روافض نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ نبی کو موت تو آتی ہے۔ لیکن وہ پھر اپنے مدفنِ ارضی میں دوبارہ زندہ ہوجاتے ہیں۔ اور فعلِ اختیاری اس کو حاصل ہوتا ہے۔ نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور اپنی ازواجِ مطہرات سے شب باشی بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاء علیہم السلام کے بارہ میں رافضیوں کا عقیدہ (۱)

روافض کی متفق علیہ کتاب "اصول کافی" کتاب الحجۃ باب النہی عن الاشراف علی قبرہٖ یعنی "حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی طرف جھانک کر دیکھنے کی ممانعت" کے باب (صفحہ ۲۸۶) میں حضرت امام ابوعبداللہ جعفر بن محمدؒ بن علیؒ بن حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالبؓ کے ذمے انبیاء کرامؑ کی دُنیاوی حسی ناسوتی عنصری حیات کے قائل ہونے کا بہتان باندھتے ہوئے ان کی طرف منسوب ایک روایت اس طرح بیان کی گئی ہے: عَنْ جَعْفَرِ بْنِ الْمثنی الخطیب قال کنت بالمدینۃ و سقف المسجد الذی یشرف علی قبرہ قد سقط و الفعلۃ یصعدون وینزلون و نحن جماعۃ فقلت لاصحابنا من منکم له موعد یدخل علی ابی عبد اللہ علیہ السلام اللیلۃ فقال مھران بن ابی نصر انا و قال اسماعیل بن عمار اخبرنی انا قد قلنا لھما سلاہ لنا عن الصعود للنشرف علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما کان من الغد لقیناھما واجتمعنا جمیعا فقال اسماعیل قد سالنا لکم فقال ما احب لاحد منکم ان یعلوا فوقه ولا آمنه ان یری شیئاً یذھب منه بصرہ ویراہ قائماً یصلی اویراہ مع بعض ازواجه۔ حیات القلوب میں اس روایت کا فارسی ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے:

"کلینی بسند معتبر روایت کردہ است از جعفر بن مثنیٰ خطیب کہ گفت من در مدینہ بودم کہ خراب شد سقفِ مسجدِ رسول از موضعے کہ نزدیک قبر شریف آنجناب و بنایان و کارکنان بالا می روند و فرو می آمدند۔ پس من اسماعیل بن عمار گفتم کہ از حضرت جعفر صادق سوال کند کہ آیا می توانیم بالا رفت کہ بر قبر مقدس آن حضرت مشرف شویم و نظر کنیم۔ روز دیگر اسماعیل برائے ما خبر آورد کہ حضرت فرمودہ آں دوست نمی دارم برائے احدے کہ بر قبر آنجناب مشرف شود و ایمن نیستم کہ بہ بیند چیزے کہ دیدہ اش نابینا شود بسبب آن، یا آن کہ بہ بیند کہ آنجناب ایستادہ است و نماز می کند یا آن کہ بہ بیند کہ با بعضے از زنان طاہرہ نشستہ است و صحبت می دارد۔ یعنی جعفر بن مثنی خطیب بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی ایک جماعت کے ہمراہ ان دنوں مدینہ منورہ میں موجود تھا جب کہ مسجد نبویؐ کی چھت کا وہ حصہ شکستہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تھا جو قبر شریف پر حاوی ہے۔ اور اس کی تعمیر کے لیے معمار و مزدور اتر چڑھ رہے تھے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہم نے اسماعیل بن عمار کو حضرت جعفر صادقؒ کی خدمت میں بھیجا کر دریافت کیا کہ اگر اجازت ہو تو ہم مسجد کی چھت پر چڑھ کر شکستہ چھت سے قبر شریف کو جھانک کر دیکھنے کی سعادت حاصل کرلیں۔ حضرت جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ میں ہرگز و قطعاً کسی ایک کو بھی قبر شریف کی طرف جھانک کر دیکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ جھانک کر دیکھنے والے اندھے ہو جائیں یا پھر دیکھنے والا حضرت نبی کریم ﷺ کو قبر شریف میں نماز پڑھتا دیکھے۔ یا پھر بعض ازواج مطہرات کے ساتھ صحبت میں مشغول پائے۔

(حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۸۷۲)

عقیدہ ۲ — ایذاء الانبیاء کے بارہ میں رافضیوں کا عقیدہ

در کتاب اختصاص و بصائر الدرجات و سائر کتب بسند ہائے معتبر از صادق روایت کردہ اند کہ چوں گریبان حضرت امیر المومنین را گرفتہ برائے بیعت ابوبکرؓ بسوئے مسجد کشیدند حضرت در برابر قبر رسولِ خدا ایستادہ و گفت آنچہ ہارون در جواب موسیٰ گفت کہ یَا ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَ كَادُوا يَقْتُلُونَنِي (الآیۃ) یعنی اے برادرِ من بدرستیکہ قوم مرا ضعیف گردانید و نزدیک شد کہ مرا بکشند، پس دستے از قبر رسولِ خدا بیرون آمد بسوئے ابوبکر و ہمہ شناختند کہ صدائے آں حضرتؐ است۔ یعنی کتاب اختصاص اور بصائر الدرجات بلکہ تمام کتب میں یہ روایت حضرت صادق سے منقول ہے کہ جب امیر المومنین (علیؓ) کا گریبان پکڑ کر ابوبکرؓ کی بیعت کے لیے ان کو کھینچ کر لایا گیا تو آپؓ نے قبر رسولؐ کے برابر کھڑے ہو کر وہی کہا جو کہ حضرت ہارونؑ نے حضرت موسیٰؑ کے جواب میں کہا تھا: یَا ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَ كَادُوا يَقْتُلُونَنِي (الآیۃ) یعنی اے میرے بھائی اور اماں کے بیٹے! قوم نے مجھے اس درجہ ضعیف اور کمزور سمجھ لیا ہے کہ میرے قتل کے درپے ہے۔ پس اس کے جواب میں قبر شریف سے حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنا ہاتھ نکالا اور ابوبکرؓ کو اشارہ سے روک دیا اور (منع کرنے کے لیے) آواز بھی دی۔ چنانچہ سب نے آپ ﷺ کے دستِ مبارک اور آواز کو پہچانا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فائدہ روافض نے تو اس روایت کے ذریعے اپنے روایتی انداز میں حضرت نبی کریم ﷺ کے دستِ مبارک کو آپ ﷺ کی قبر اطہر سے باہر نکال کر اور آپ ﷺ کی پاکیزہ آواز تمام حاضرین کو سنوا کر اپنے زعم میں مسئلۂ خلافت کا نبوی فیصلہ حاصل کرلیا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر مذہب کے شیوع کے وقت اسی طرح آنحضرت ﷺ سے فیصلہ کروایا جاسکتا ہے؟۔ اگر نہیں تو کیوں؟۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ہم آگے بیان کریں گے کہ منافقین اور روافض کی طرح مرزا غلام احمد قادیانی بھی دُنیوی عنصری لحاظ سے حیات النبی ﷺ کا قائل ہے۔ اور اگر یہ بات اسی طرح ہوتی تو یقیناً مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دیگر جھوٹے دعووں کے ساتھ ساتھ اس قسم کا ایک دعویٰ یہ بھی کر دیتا کہ: "میں نے حضرت نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر پر حاضر ہو کر اپنی نبوت و رسالت پر مہر تصدیق لگوالی ہے جسکا مشاہدہ حاضرین میں سے فلاں فلاں شخص نے کیا ہے"۔ اور اس طرح لوگ اس کذاب کے جھوٹ میں شک کرنے لگتے۔ لیکن شکر ہے اُس علام الغیوب کا جس نے خود ہی اپنی قدرت کاملہ سے حرمین شریفین کو اس پلید کی نجاست سے ملوث ہونے ہی نہ دیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

حیاۃ الانبیاء کے بارہ میں بریلویوں کا عقیدہ (۱)

فرقہ بریلویہ کے امام احمد رضا خان کا عقیدہ بھی ایسا ہی ہے۔ جس نے لکھا ہے کہ: "انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات حقیقی حسی دُنیاوی ہے ان پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لیے محض ایک آن موت طاری ہوتی ہے۔ پھر فوراً ان کو ویسی ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں، ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا۔ ان کی ازواج پر عدت نہیں، وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں"۔ ("ملفوظات" حصہ ۳ صفحہ ۳۲)

حیاۃ الانبیاء کے بارہ میں بریلویوں کا عقیدہ (۲)

احمد رضا خان نے اپنا عقیدہ بیان کرکے اس کی تائید میں محمد بن عبد الباقی زرقانی کا قول نقل کرتے ہوئے کہا کہ: "انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں، وہ ان سے شب باشی کرتے ہیں۔ ("ملفوظات" حصہ ۳ صفحہ ۳۲)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاء کے بارہ میں بریلویوں کا عقیدہ (۳)

حیاتُ الانبیاءؑ سے آگے بڑھ کر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر ناظر ہیں۔ حتیٰ کہ ان کا عقیدہ ہے کہ: "حضور صلی اللہ علیہ وسلم زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر و ناظر ہوتے ہیں"۔ (مقیاس حنفیہ صفحہ ۲۸۲)

تنبیہ اس کتاب کے بے شرم مصنف نے شانِ رسالت میں اس انداز سے حملہ آور ہونے کی کوشش کی ہے کہ بے وقوف اور جاہل عوام کالانعام اسے تعریف و توصیف قرار دیتے ہوئے اس عقیدۂ بد کے اظہار کو سب بڑی نیکی سمجھنے لگیں۔ جب کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات تو شرم و حیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اہلِ سنت و جماعت میں سے کسی نے یہ گستاخانہ کلمہ نہیں لکھا۔ اس میں انبیاءِ کرامؑ کی توہین ہے۔ جب کہ توہینِ انبیاءؑ صریح کفر ہے۔

فائدہ احمد رضا خان نے انبیاءِ کرامؑ اور شہداء و دیگر انسانوں کی حیات برزخیہ کے درمیان فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ: اولیاء، شہداء، علماء کی حیات برزخیہ اگرچہ حیات دُنیویہ سے افضل اعلیٰ ہے مگر اس پر احکام دُنیویہ جاری نہیں ـــــ اور حیات برزخیہ کا ثبوت تو عوام کے لیے بھی ہے۔ (ملفوظات حصہ ۳ صفحہ ۳۲ و ۳۳)

تنبیہ بریلویہ کے اس عقیدۂ بد کا مقصد یہ ہے کہ حیاتِ دُنیویہ حاصل ہونے کے باوجود معاذاللہ اب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابلاغ، انذار، جہاد، اقامتِ حدود وغیرہ فرائض اور احکام دنیویہ کی ادائیگی سے کوتاہی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ یعنی آپ اذان و اقامت کے ساتھ پنجگانہ باجماعت نمازیں تو پڑھتے ہیں، تہجد بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں، زکوتیں بھی دیتے ہیں، (جب کہ دُنیا میں ان پر زکوٰۃ فرض نہ تھی) اور مدینہ طیبہ سے ذوالحلیفہ پہنچ کر باقاعدہ احرامِ حج و عمرہ باندھ کر مکہ شریف پہنچتے ہیں۔ حج و عمرہ کرتے ہیں، میدان عرفات میں بھی پہنچتے ہیں، مزدلفہ و منیٰ میں تشریف لے جاتے ہیں، قربانیاں بھی کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو تو اسے دیکھ کر پہچان لیتے ہیں اور اس کا سلام اپنے دنیوی کانوں سے سنتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔ اور تو اور معاذاللہ اپنی بیویوں کے ساتھ شب باشی بھی کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی گنہگار آدمی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

قبرِ اطہر کے پاس آکر حضرت نبی کریم ﷺ سے بخشش کی درخواست کرے تو آپ ﷺ اس کی درخواست سن کر اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کرتے ہیں۔

تبصرہ احمد رضا خان نے ملفوظات حصہ ۳ صفحہ ۳۲ میں اپنے عقیدۂ بد کے اظہار میں کسی قسم کا لحاظ کیے بغیر یہاں تک لکھ دیا کہ: بعد مرنے کے سمع بصر ادراک عام لوگوں کا یہاں تک کہ کفار کا زائد ہو جاتا ہے۔ حالانکہ موت سے حواس خمسہ ختم ہو جاتے ہیں۔ اور جو حواس سمع بصر وغیرہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دینے کے لیے دیے جاتے ہیں وہ عالمِ برزخ میں روحانی برزخی جسمِ لطیف کے حواس ہوتے ہیں۔ یہ خاکی جسم حواسِ خمسہ کا حامل نہیں ہوجاتا۔ کیونکہ اس مدفنِ ارضی کے اندر کفن میں لپٹے ہوئے جسدِ مردہ کی آنکھیں بند ہوتی ہیں' کان لپیٹے ہوئے ہوتے ہیں' ہاتھ پاؤں بھی کفن میں چھپائے جاتے ہیں' اس کے حواس خمسہ کسی طرح کام نہیں کرتے۔ اور دل کا علم انہی حواسِ خمسہ پر موقوف ہے۔ اوپر سے منوں مٹی ڈالی جاتی ہے۔ اب وہ زیرِ زمین بعید ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا۔ ؎:

کل من تحت التراب بعید

یعنی مٹی کے نیچے جو بھی چلا گیا وہ اہلِ دُنیا سے بعید ہو گیا۔

اگر کوئی شخص حیاتِ دنیوی کے ساتھ زندہ ہو تو وہ نزدیک کی آواز تو سن سکتا ہے۔ مگر آلات کے بغیر دور کی آواز سننا خرقِ عادت کے طور پر ہی ہو سکتا ہے۔ جس کے لیے قطعی دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ جو یہاں مفقود ہے۔

قائلینِ حیاتِ دُنیوی جسمانی کا اگلا قدم

روافض نے حیاتُ النبیؐ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ حیاتُ النبیؐ کو محور و مرکز قرار دے کر دراصل اپنے ائمہ کو زندہ درگور ثابت کرتے ہوئے ائمہ کو موت کی دست بردگی سے محفوظ و بالاتر قرار دیا۔ اور قبر پرستی کو ہر ممکن طریقے سے فروغ دینے کی کوشش کی۔ چنانچہ:

۱ ابو جعفر محمد بن یعقوب بن اسحاق کلینی رازی متوفی ۳۲۹ھ نے کتاب الاصول من الکافی میں اِنَّ الْاَئِمَّةَ علیہم السلام یَعْلَمُوْنَ مَتٰی یَمُوْتُوْنَ وَاَنَّھُمْ لَا یَمُوْتُوْنَ اِلَّا بِاخْتِیَارٍ مِّنْھُمْ۔ کے عنوان سے باب منعقد کیا۔ یعنی ائمہ کو علم ہوتا ہے کہ وہ کب مریں گے۔ اور وہ اپنے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اختیار سے مرتے (جیتے) ہیں۔ (اصول کافی جلد ا صفحہ ۲۵۸)

۲ سید حمیری کہتا ہے کہ حضرت محمد ابن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ زندہ موجود ہیں۔ (الملل والنحل جلد ا صفحہ ۱۵۰)

۳ عبداللہ خراسانی کے متعلق ان کے چیلے کہتے ہیں کہ وہ (اپنی دنیوی قبر میں) زندہ ہے۔ (الملل والنحل جلد ا صفحہ ۱۵۲)

۴ محمد بن عبداللہ کے متعلق اس کے چیلے کہتے ہیں کہ وہ قبر میں بحیاۃ دنیوی زندہ ہے۔ (الملل والنحل جلد ا صفحہ ۱۵۹)

۵ اثنا عشریہ کا ایک فرقہ کہتا ہے کہ حضرت حسن بن علیؓ سرے سے فوت ہی نہیں ہوئے اور انہی کا ایک دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ فوت تو ہو چکے ہیں۔ مگر ہمارا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو گئے۔ (الملل والنحل جلد ا صفحہ ۱۷۰)

۶ نیز ابن سبا کا عقیدہ تھا کہ حضرت علیؓ زندہ ہیں فوت نہیں ہوئے اور اس کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ علی خدا ہیں سے ہے خدا کی جز ہے وفات کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ (الملل والنحل جلد ا صفحہ ۱۵۲ و صفحہ ۱۷۴)

۷ مغیریہ فرقہ کہتا ہے کہ محمد بن علی فوت نہیں ہوئے ہم ان کے منتظر ہیں، واپس آئیں گے۔ جبرائیل و میکائیل رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان ان سے بیعت کریں گے اور وہ امام منتظر (محمد ابن حنفیہ) مُردوں کو زندہ کریں گے۔ (الملل والنحل جلد ا صفحہ ۱۷۸)

۸ بزیغیہ فرقہ کا تو عقیدہ ہی یہ ہے کہ جب انسان کمال کو پہنچتا ہے اور پھر مر جاتا ہے تو اس کے بارے میں اس طرح نہ کہنا چاہیے کہ مر گیا ہے۔ بلکہ وہ عالم ملکوت کو پہنچتا ہے۔ مرتا نہیں ہے۔ (الملل والنحل جلد ا صفحہ ۱۸۰)

۹ اسماعیلیہ فرقہ کا عقیدہ ہے کہ اسماعیل بن جعفر نے تا حال وفات نہیں پائی۔ (الملل والنحل جلد ا صفحہ ۱۹۱)

۱۰ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ نے ائمہ کرام کی "حیات" کے متعلق روافض کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ شیعہ کا ایک فرقہ کہتا ہے: اِنَّ عَلِیًّا وَ سَائِرَ الْاَئِمَّۃِ لَمْ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

يَمُوْتُوْا بَلْ هُمْ بَاقُوْنَ اِلٰى اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ وَلَا يَتَطَرَّقُ عَلَيْهِمُ الْمَوْتُ۔ کہ علیؓ اور دوسرے تمام ائمہ فوت نہیں ہوئے بلکہ وہ قیامت تک اپنی اپنی قبروں میں دنیا کی طرح باقی ہیں۔ اور ان کے پاس موت کے آنے کا راستہ ہی نہیں ہے۔ (غُنْيَةُ الطالبین جلد ۱ صفحہ ۱۶۱ طبع مصر)

۱۱ نیز آپ نے فرمایا: اَمَّا النَّاوُوْسِيَّةُ لُقِّبُوْا لِاَنَّهُمْ نُسِبُوْا اِلٰى نَاوُوْسِ الْبَصْرِيِّ الَّذِيْ هُوَ رَئِيْسُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ بِاِمَامَةِ جَعْفَرٍ وَاِنَّهُ حَيٌّ لَمْ يَمُتْ بَعْدُ وَاِنَّهُ قَائِمٌ۔ یعنی ناؤس بصری کے تابعین جعفر کی امامت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ تاحال جعفر فوت نہیں ہوئے وہ زندہ ہیں اور قیامت سے پہلے قبر سے نکل کھڑے ہوں گے۔ (غُنْيَةُ الطالبین)

۱۲ نیز آپ نے فرمایا: وَيُسَمُّوْنَ الرَّافِضَةَ لِوُقُوْفِهِمْ عَلٰى مُوْسَى بْنِ جَعْفَرٍ وَقَوْلِهِمْ هُوَ حَيٌّ لَمْ يَمُتْ وَلَا يَمُوْتُ۔ یعنی ایک رافضی فرقہ موسیٰ بن جعفر کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ قبر میں زندہ ہیں نہ اب تک مرے اور نہ ہی مریں گے۔ (غُنْيَةُ الطالبین جلد ۱ صفحہ ۱۹۰)

۱۳ اور بعض شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت امام علیؓ بن حسینؓ بن علیؓ زین العابدین رحمۃ اللہ تعالیٰ حی لایموت ہیں۔ (الملل والنحل)

۱۴ بعض عبداللہ بن معاویہؓ کو حی لایموت مانتے ہیں۔ (الملل والنحل)

۱۵ بعض شیعہ حضرت امام زکریا بن محمد بن علی الباقر رحمۃ اللہ تعالیٰ کو حی لایموت سمجھتے ہیں۔ (الملل والنحل)

۱۶ اور بعض ابو مسلم سراج کو، بعض امام ابو عبداللہ جعفر بن محمد کو، اور بعض حسن عسکریؒ کے صاحبزادہ محمد مہدیؒ کو زندہ مانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہ قیامت کے قریب تک زندہ رہیں گے۔ (الملل والنحل)

فرقہ کرامیہ کا عقیدہ

قرونِ وسطیٰ میں کرامیہ اور معطلہ وغیرہ نے یہ مسئلہ کھڑا کر دیا تھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دُنیوی زندگی میں تو واقعی برحق نبی و رسولؐ تھے، مگر بعد از وفات اب بھی رسولؐ و نبی ہیں یا آپؐ کی وفات کے ساتھ ہی ساتھ آپ ﷺ سے رسالت و نبوت کی صفت بھی زائل ہو گئی ہے؟۔ لعنھم اللہ ابداً۔ چنانچہ!

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

موت سے وصفِ رسالت زائل نہیں ہوتی

شبہ فرقہ کرامیہ کا عقیدہ تھا کہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی وفات کے بعد ساتھ ہی ساتھ ان کی وصفِ نبوت و رسالت بھی والعیاذ باللہ زائل ہو جاتی ہے۔ اور دعویٰ کیا کہ: اوصاف اعراض ہوتے ہیں' اور اعراض قائم بالغیر ہوتے ہیں اور عرض جس چیز کے ساتھ قائم ہے اس چیز کے جاتے رہنے سے عرض بھی جاتا رہتا ہے۔

جواب فلسفی لوگ اوصاف کو اعراض سمجھتے ہیں۔ لیکن اہلِ اسلام کہتے ہیں کہ وہ اوصاف قائم رہتے ہیں۔ وفات کے ساتھ زائل نہیں ہوتے۔ پس وفاتِ انبیاءؑ کے عقیدہ سے انتزاعِ وصفِ رسالت و نبوت کا عقیدہ لازم نہیں آتا۔ اس لیے جب موت کے باعث کسی مُسلم سے وصفِ ایمان زائل نہیں ہوتی تو انبیاءؑ سے بھی وصفِ نبوت زائل نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ:

مثال اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: كَسْرُ عَظْمِ الْمُسْلِمِ مَيْتًا كَكَسْرِهٖ وَهُوَ حَيٌّ. یعنی "مسلمان میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسے اس کی زندگی میں ہڈی توڑنا"۔ (مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۲۳۲ و صفحہ ۲۸۶)

تشریح اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت امام مالکؒ نے فرمایا: تعنی فی الاثم یعنی عائشہؓ کی روایت میں گو "فی الاثم" کا لفظ نہیں ہے۔ مگر حضرت اُمّ المؤمنینؓ کی مراد تشبیہ فی الاثم ہے۔ یعنی میت کی ہڈی توڑنا ایسا ہی گناہ ہے جیسا کہ زندہ مُسلمان کی ہڈی توڑنا گناہ کا کام ہے۔ اور اس سے مراد تشبیہ فی الالم نہیں۔ یعنی دکھ اور تکلیف میں تشبیہ مراد نہیں۔

تنبیہ اُمّ المؤمنین سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں صراحۃً لفظ فی الاثم وارد ہے۔ (دیکھیے: موطا امام مالکؒ صفحہ ۸۳ و ابن ماجہ صفحہ ۱۱۷)

فائدہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ مُسلمان آدمی وفات پا جانے کے بعد بھی ایمان کے وصف سے متصف رہتا ہے' جیسا کہ زندگی میں ایمان والی صفت اس سے منتزع نہیں ہوتی۔ اب غور فرمائیے کہ جب ہر مُسلم کا یہ حال ہے تو انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے بارے تو بطریقِ اولیٰ یہ بات ثابت ہوگی کہ ان کی وفات کے ساتھ وصفِ رسالت و نبوت زائل نہیں ہوسکتی۔ اور محقق علماءِ کرامؒ نے اس موضوع پر باقاعدہ بحث فرمائی ہے۔ مثلاً:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

1 ابوالمعین نسفی حنفیؒ فرماتے ہیں کہ ابوالحسن اشعری شافعیؒ نے فرمایا کہ حیات (دُنیوی) میں تو آپ ﷺ حقیقی نبی و رسول تھے اور بعد از وفات آپ ﷺ حکمی نبی و رسول ہیں' اور حکم شے کو اصل کے قائم مقام سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ عدت میں نکاح کے بعض احکام قائم رہتے ہیں۔ لیکن ابوالحسن اشعریؒ کے سوا دوسرے اہل السنۃ والجماعۃ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ وفات کے بعد بھی حقیقی نبی و رسول ہیں۔ جیسا کہ وفات کے بعد ایمان کی صفت حقیقۃً باقی رہتی ہے۔ (المواہبُ اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۵۴)

نیز اس روایت سے ایک اور مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ ہڈی توڑنے سے گناہ تو ضرور ہوتا ہے۔ مگر اس میت کو دکھ درد نہیں ہوتا۔ یعنی اگر کوئی شخص دشمنی کی وجہ سے یا قتل کی نوعیت جاننے کے لیے پوسٹ مارٹم وغیرہ کی صورت میں کسی میت کی ہڈیاں توڑ دے' اس کا چمڑا کاٹ دے' اس کے گوشت کو چھری سے کاٹ کر بوٹی بوٹی کر دے میت کو اس کا کچھ احساس نہیں ہوتا۔ مؤطا کے محشی محلیؒ نے صراحتاً لکھا ہے: قولہ فی الاثم ای لا فی الالم۔ یعنی تشبیہ گناہ میں ہے دکھ درد میں تشبیہ نہیں' اس لیے کہ مسلمان جب اس خاکی جسم کے ساتھ زندہ تھا تو اس کو مارنے سے یا چوکا دینے سے دکھ محسوس ہوتا تھا' بال کھینچنے سے دکھ ہوتا تھا' ہڈی توڑنا تو بہت ہی بڑی بات ہے۔ مگر مرنے کے بعد اسے کچھ احساس نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں زید کو ضرور ماروں گا۔ اور اگر زید مر جائے اور قسم کھانے والا زید کی لاش کو لاٹھیوں سے مارنے لگ جائے تو اس کی قسم پوری نہ ہوگی۔ اس لیے کہ مارنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مضروب کو درد ہو اور مضروب کی لاش کو اس کے مر جانے کے بعد کچھ درد محسوس نہیں ہوتا۔ کیونکہ موت سے حواس زائل ہو جاتے ہیں۔

تنبیہ حدیث بالا میں مُسلم کی ہڈی توڑنے کی ممانعت آئی ہے۔ مگر یہ قید احترازی نہیں ہے۔ یعنی اس کا یہ مطلب نہیں کہ کافر کی ہڈی توڑنا جائز ہے۔ کیونکہ انسان من حیث ہو انسان لائق احترام ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ (۱۷:۷۰) ہم نے آدم اور آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے۔ جیسے حُسنِ صورت' اِستقامتِ قامت' عقل و دانش وغیرہ۔ حتیٰ کہ کافروں کے ساتھ جنگ کی صورت میں جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (۱۶:۱۲۵) کا حکم ہے۔ اور اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ قتل کرنے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کے طریقے میں احسان کرو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا تَعْتَدُوْا (۲:۱۹۰) کہ حد سے آگے نہ بڑھو۔ اسی طرح حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لَا تُمَثِّلُوْا کہ مثلہ نہ کرو۔ یعنی ایسا نہ کرو کہ مثلاً: کان کاٹ دیا' ناک کاٹ دی' پھر ہاتھ کاٹ دیا' پھر دل نکال لیا۔ وغیرہ۔ ایسا کرنا حرام ہے۔ پھر مسلمان میت کی لاش۔ سو اس کا احترام تو زندہ کے احترام سے بھی زیادہ ہے۔ اور آج کے دور میں طبی معائنہ کرتے ہوئے پوسٹ مارٹم کا جو طریقہ رائج ہے یہ بلاشبہ حرام ہے۔ کیونکہ میت کے جسم کو چیرنا پھاڑنا اس کے احترام کے منافی ہے۔

۲ حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ہر شخص قواعد شرعیہ سے جانتا ہے کہ بدن کو ایذا نفس (یعنی روح) کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اگر نفس نہ ہو تو ایذا بھی نہ ہو۔ باقی یہ:

مسئلہ کہ اہل سنت کے نزدیک بعد مفارقتِ نفس بھی بدن میں حیات باقی رہتی ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے حدیث میں مردہ کی ہڈی توڑنے کی ممانعت آئی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہڈی توڑنا مردہ کو محسوس ہوتا ہے۔ اور اس سے اذیت ہوتی ہے۔ تو بدون تعلق نفس کے بھی بدن کو اذیت ہوئی۔ سو اس کا الـــــــزامی:

جواب ۱ تو یہ ہے کہ اگر اس کا کوئی قائل ہو تو ہم کہیں گے کہ مفارقت نہیں پائی گئی تعلق نفس باقی ہے' اگرچہ تھوڑا ہی سہی۔ اور **تحـــقـــیـــق (یعنی تحقـیـقـی)**

جواب ۲ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں احساس ہے۔ بلکہ احترام میں مردہ زندہ کے مثل ہے۔ زندہ میں دو حیثیتیں ہیں۔ ایک تو ہڈی توڑنے سے اس کو ایذا رسانی' دوسرے ترکِ احترام۔ تو مردہ کی ہڈی توڑنا اس وجہ سے ناجائز ہے کہ ترکِ احترام ہے' نہ اس وجہ سے کہ اس کو اذیت ہوتی ہے۔ (ہفت اختر کا چھٹا وعظ روح ارتج وارتج صفحہ ۲۲۳-۲۲۴ ۸ر شوال ۱۳۲۳ھ)

۳ علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وبقاء النبوة والرسالة بعد الموت فی حقه و حق غیره من الانبیاء والمرسلین علیہم السلام حقیقة مما ذهب الیه غیر واحد فان المتصف بهما و كذا بالایمان هو الروح وهی باقیة لاتتغیر بموت البدن. نعم ذهب الاشعری كما قال النسفی الی انهما بعد الموت باقیان حكماً انتهی. یعنی

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ماسوا تمام نبیوں اور رسولوں کی وفات کے بعد ان کی نبوت اور رسالت کا حقیقۃً باقی رہنا۔ اور ان اوصاف کا ان سے زائل نہ ہونا' ان امور میں سے ہے جن کی طرف اِکادُکا نہیں بلکہ کثیر علماء گئے ہیں۔ جس کی:

دلیل یہ ہے کہ نبوت و رسالت اور ایمان دراصل روح کی صفتیں ہیں اور روح ہمیشہ رہتی ہے۔ جو بدن کی موت کے بعد اصلاً تغیر پذیر نہیں ہوتی۔ البتہ موافق قول علامہ نسفی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اشعری حضرات اس طرف گئے ہیں کہ انبیاء و رسل کی وفات کے بعد نبوت و رسالت حکمی ہوتی ہے۔ (روح المعانی پارہ ۲۲ صفحہ ۳۳) مگر یہ قول صحیح نہیں۔

۳ علامہ شیخ عبد الغنی نابلسی دمشقی متوفی ۱۱۴۳ھ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کتاب رشحات الاقلام شرح کفایۃ العوام علیٰ مذہب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان رحمۃ اللہ تعالیٰ صفحہ ۶ میں تحریر فرمایا: وَهُوَالنَّبِيُّ الْبَاقِیْ عَلٰی رِسَالَتِهٖ وَاِنْ مَاتَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِلٰی اٰخِرِ الزَّمَانِ وَانْقِضَاءِ الدُّنْیَا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ وفات پاچکے ہیں تاہم آخر زمانہ تک اور دنیا کے اختتام تک آپ اپنی رسالت پر بدستور قائم و دائم ہیں۔ (آپ کی وفات سے ان کی نبوت زائل نہیں ہوئی) بلکہ آپ جس طرح اپنی حیاتِ دنیوی میں حقیقۃً نبی تھے اسی طرح اب وفات کے بعد برزخی زندگی میں بھی بدستور حقیقۃً و واقعۃً بلا مجاز نبی ہیں' مجاز کا شائبہ تک نہیں ہے۔

فائدہ نبی کی وفات سے نبوت و رسالت' نبی سے منقطع نہیں ہوتی۔ کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوچکی تھی اس کے بعد دفن کرنے تک کم از کم چھ یا سات نمازوں کا وقت گزرا' صحابۂ کرامؓ نے فرض واجب سنت مستحب (تہجد وغیرہ) نمازیں پڑھیں۔ ان میں ہر قعدہ میں تشہد پڑھتے وقت السّلام علیك ایها النّبیّ اور اشهد ان محمّداً عبدهٗ و رسولهٗ وجوبی طور پر پڑھتے رہے۔ آپ کی صفت نبوت و رسالت کا اقرار کرتے رہے۔ حالانکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ دفن سے پہلے آپ کے جسم عنصری اطہر و اطیب میں روح مبارک واپس نہیں آئی۔ اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ آپ اس وقت میت تھے جب کہ مسجدوں میں اذانیں بھی دی جاتی رہیں۔ اور صحابۂ کرامؓ کلماتِ اذان سن کر ان کا جواب بھی دیتے رہے۔ جس میں یہ شہادت بھی ہے: اشهد ان محمّدا رسول اللّٰه۔ اسی طرح اقامت بھی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہوتی رہی اس میں بھی اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ کہا جاتا رہا۔ اور سننے والے جواب میں حسبِ دستور اشہد ان محمدا رسول اللہ کہتے۔

اگر وفات کے بعد یعنی انبیاءِ کرام علیہم السلام جسدِ عنصری سے مبارک روح کی مفارقت کے بعد نعوذ باللہ نبوت و رسالت کی صفت زائل ہوگئی تھی تو اذانوں، اقامتوں اور تشہد وغیرہ میں اقرار و شہادتِ رسالت نعوذ باللہ ایک لغو اور خلافِ واقع امر ہوتا۔ دراصل صحابۂ کرامؓ نے اپنے عمل سے ہمیں یہ مسئلہ سمجھادیا کہ نبی کی موت سے نبوت و رسالت کی صفت نبیؐ سے زائل نہیں ہوتی، نبی بدستور نبی ہی رہتا ہے۔ اور خود نبی و رسول کے الفاظ کی ساخت بتا رہی ہے کہ یہ دونوں صفتیں لازم ذات ہیں۔ جو کسی عارضہ سے جدا نہیں ہوسکتیں۔ کیونکہ یہ دونوں صیغے صفت مشبہ کے ہیں۔ دیکھیے فصول اکبری وغیرہ کتب صرف۔

تنبیہ: حضرت علامہ محمد حسن سنبھلیؒ فرماتے ہیں کہ: ❶ حنفی مشایخ کا مذہب ہے کہ وفات کے بعد اب بھی انبیاء و رسل حقیقی طور پر نبی و رسول ہیں۔ ❷ حضرت ابوالحسن اشعریؒ اور ان کے متبعین حکمی نبی رسول مانتے ہیں۔ مشایخ حنفیہؒ نے اپنے دعوی کی دو دلیلیں دی ہیں۔

نقلی دلیل

[illegible] لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ میں رسل کا لفظ ہی اس امر کی دلیل ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ کے مبارک عہد میں تمام رسول وصفِ رسالت میں متحد ہیں۔ اس وصفِ رسالت میں تمام رسل کے مابین کوئی تفاوت نہیں۔ اس طرح یہ آیت تمام وفات یافتہ رسولوں کے بارے میں حکمی رسول ہونے کی نفی کرتی ہے۔ (ورنہ نزولِ آیت کے وقت دو رسول یعنی حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تو یقینی طور پر زندہ تھے۔ ان دو پر تو یقیناً رسول کا اطلاق حقیقی ہے اور باقی رسل پر مجازی اطلاق کریں تو بغیر قرینہ صارفہ داعیہ الی المجاز کے مجازی معنی مراد لینا بے اصولی بات ہے) اور بعض شوافع کی تقلید میں عموم المجاز مراد لینا بے اصولی بات ہے۔ اس لیے آیت میں رسل کے معنی حقیقی نبی ہی مراد ہیں۔ پس تمام کے تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام وفات کے بعد اسی طرح حقیقی نبی ہیں جس طرح وفات سے پہلے سب حقیقی نبی تھے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیٰ نبینا و علیہم اجمعین۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

آیت ۱ اسی طرح فرمانِ الٰہی: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۲:۲۵۳) اور
آیت ۲ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ نیز
آیت ۳ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وغیرہ کثیر آیات'

عقلی دلیل: رسالت و نبوت کی موصوف اصلی و حقیقی روح ہے' اور وفات کے بعد رُوح متغیر نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے کسی وصف میں تبدیلی آتی ہے۔ (دیکھیے: شرح عقیدہ طحاویہ)

شبہ مشائخ اشاعرہ فرماتے ہیں کہ رسالت و نبوت ہر دو عرض تھیں اور ایک عرض دو مختلف زمانوں میں باقی نہیں رہ سکتی۔ مثلاً اگر کوئی ظہر کی نماز پڑھ کر فارغ ہو جائے تو یوں کوئی نہیں کہتا کہ فلاں آدمی اب بھی نماز میں ہے اور اگر اس نمازی کو نماز پڑھتے پڑھتے حدث لاحق ہو جائے۔ یعنی وضو ٹوٹ جائے' اور پھر وضو کرنے چلا جائے تو اس وقت کہتے ہیں کہ یہ شخص اصل نماز میں تو نہیں ہے۔ مگر نمازی کے حکم میں ہے۔

جواب علماء حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ اشعریہ کے اس استدلال کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ یہ بات تو ثابت اور محقق ہو چکی ہے کہ رسالت اور نبوت دراصل روح کی صفت ہے۔ جسدِ عنصری کی نہیں۔ اور موت کا روح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یعنی روح نہیں مرتی۔ لہٰذا رسالت و نبوت بھی بقائے روح کی وجہ سے اپنے حال پر حقیقی طور پر قائم ہیں۔ نیز آیات کریمہ: لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ اور اسی طرح دوسری آیات رسل کی نفی رسول ہونے کے عقیدے کو رد کرتی ہیں۔ (دیکھیے نظم الفرائد و جمع الفوائد صفحہ ۶۶)

دلیل حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ کہ میں اُس وقت بھی نبی تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔ (جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۹۶) اس وقت ارواح تو تھیں مگر عنصری اجساد نہیں تھے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک روح پر نبی کا اطلاق فرمایا۔

بہر حال یہ اکابر فقہاء و محدثین اور اہلِ عقائد' انبیاءِ کرام علیہم السلام کی وفات کے بعد ان کی نبوت اور رسالت کی صفت کو ان کے لیے حقیقی سمجھتے ہیں۔ اس بنا پر کہ دراصل یہ صفتیں روح کی ہیں اور مرنے کے بعد رُوح تو باقی ہے' اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہو سکتا اور یہی عقیدہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد دفن تک کے درمیانی وقفہ میں بھی اذانوں، اقامتوں، نمازوں اور دعاؤں وغیرہ ہر مقام میں آپؐ کا ذکر نبوت ورسالت کی وصف کے ساتھ کرتے رہے۔

قائلین حیات دُنیوی جسمانی کا تیسرا گروہ

حیاۃ الانبیاء کے بارہ میں معطلہ عقیدہ

معتزلہ و جہمیہ جیسے بدترین گمراہ فرقوں کے اختلاط سے ایک اور فرقہ "معطلہ" کے نام سے پیدا ہوا، جس نے اپنی دیگر محدثات واختراعات کے ساتھ ساتھ یہ عقیدہ بھی زور و شور سے بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ قبر شریف میں اسی طرح زندہ تشریف فرما ہیں جس طرح دُنیا میں تھے۔ اور یہی عقیدہ ابن فورک کا تھا۔ جس نے اپنے عقیدۂ بد کا اعلان کرتے ہوئے کہا:
اِنَّهٗ حَیٌّ فِیْ قَبْرِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَبَدَ الْاٰبَادِ عَلَی الْحَقِیْقَةِ لَا الْمَجَازِ۔ (مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۵۴)

ابن فورک کون تھا؟

❶ حضرت علامہ سُبکیؒ نے ابن فورک کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:
وَاِنَّ ابْنَ فُوْرَكَ كَانَ رَجُلًا صَالِحًا۔ یعنی ابن فورک نیک آدمی تھا۔ مگر:

❷ علامہ شمس الدین ذہبیؒ نے فرمایا: كَانَ (ابن فورك) مَعَ دِيْنِهٖ صَاحِبَ فَلْتَةٍ وَبِدْعَةٍ۔ یعنی ابن فورک باوجود اپنی دینداری کے بے سوچے بولتا، لغزش وغلطی کا شکار ہوتا تھا اور بدعتی بھی تھا۔ (طبقاتِ کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۴)

ابن فورک کے مُتبعین کا عقیدہ

ابن فورک کے متبعین کا عقیدہ تھا کہ آنحضرت ﷺ بہ نفسِ نفیس اپنی قبر اطہر میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سچ مچ حقیقی طور پر اس طرح زندہ ہیں جس طرح مکی و مدنی زندگی میں آپ ﷺ زندہ تھے۔ مجازی طور پر نہیں۔ محققین علمائے عقائد نے اس کی تردید فرماتے ہوئے ثابت کیا کہ ابن فورک کا مذہب باطل ہے۔ لیکن ان محققین علماء عقائد کی تردید میں علامہ سبکی شافعیؒ نے قلم اٹھایا اور ابن فورک بدعتی کے ہم نوا ہوئے۔ چنانچہ:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فوائد علامہ سبکیؒ نے طبقاتِ کبریٰ میں نقل کیا: عَنِ ابْنِ فُوْرَكَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ حَيٌّ فِيْ قَبْرِهٖ ﷺ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَبَدَ الْاٰبَادِ عَلَى الْحَقِيْقَةِ لَا الْمَجَازِ اھ کہ ابن فورک نے کہا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ اپنی قبر اطہر میں حقیقۃً ابدالآباد تک حقیقی طور پر زندہ ہیں۔ آپ ﷺ کی یہ حیاۃ مجازی نہیں۔ (المواہبُ اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۵۴)

تنبیہ روح مع الجسد ہی کو نبی کہنا غلط ہے۔ کیونکہ یہ بات تو محقق ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی رُوح مبارک آپ ﷺ کے جسدِ اطہر سے خارج ہوئی۔ اگر اس کے بعد آپ ﷺ کے جسد اطہر میں روح واپس لوٹا دی گئی تو جتنے وقت آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ کے جسدِ اطہر سے جدا رہی اتنے وقت کے لیے سلبِ نبوت کا عقیدہ بھی رکھنا ہوگا' اگرچہ ایک آن کے لیے ہی ہو۔ جب کہ یہ عقیدہ کسی کافر کا ہو تو ہو' کسی مسلمان اہلِ سنت نے اس قسم کے عقیدۂ بد کا ذکر نہیں کیا۔

فائدہ حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: صنف تقی الدین سبکی رسالۃ فی رد ابن تیمیۃ و سماها شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام و ما وجدت فیها شیئاً جدیداً طریاً و تصدی الی تقویۃ الضعف ثم صنف ابن عبد الهادی فی الرد علی السبکی و سماه الصارم المنکی علی نحر السبکی و قد اجاد فی تصنیفه۔ تقی الدین سبکی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے رد میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام "شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام" رکھا۔ لیکن میں نے اس میں کوئی نئی تازہ بات نہیں پائی۔ وہ تو ضعیف حدیثوں کی تقویت کے درپے رہا۔ اس کے بعد ابن عبد الهادی نے سبکی کے رد میں ایک کتاب تصنیف کی۔ جس کا نام "الصارم المنکی علی نحر السبکی" ہے۔ اور ابن عبد الهادی نے اپنی تصنیف میں کھری کھری باتیں بیان فرمائی ہیں۔ (العرفُ الشذی ص ۶۳)

فائدہ حضرت علامہ ابو محمد علی بن احمد بن حزم اندلسی نے فرمایا کہ محمد بن الحسن بن فورک الاصبہانی کو محمود بن سبکتگین شاہِ خراسان یعنی فاتح ہند حضرت سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ زہر قتل کر دیا۔ (المِلل والنِّحل جلد ۱ صفحہ ۱۶۳)

تنبیہ علامہ سبکیؒ کا یہ قول صحیح نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا عنصری جسم زمین کے نیچے اپنی اپنی قبر میں زندہ نماز پڑھتا ہے۔ اور اس عقیدہ کی تائید میں جو حدیث پیش کی جاتی ہے اس کا بیان

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

"حیاۃ الانبیاءؑ کے بارہ میں قادیانیوں کا عقیدہ (۱۴)" سے متعلق "التحقیق الاعلیٰ فی حدیث ابی یعلیٰ" کے زیرِ عنوان آئندہ صفحات میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

تنبیہ اس کا یہ مطلب بیان کرنا بھی غلط ہوگا کہ "نبوت روح مع الجسد کی صفت ہے، صرف روح نبی و رسول نہیں ہے"۔ کیونکہ:

قرآن روزِ میثاق میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام سے عہد لیا تھا۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ (۳:۸۱) یعنی جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا تھا۔ اور یہ عالمِ ارواح کی بات ہے۔ جب کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی صرف ارواح تھیں۔ اجسادِ عنصریہ بنے ہی نہ تھے۔ اس وقت ہی اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو نبوت کی عالی شان صفت کے ساتھ متصف فرمایا۔ معلوم ہوا کہ درحقیقت نبوت روح کی صفت ہے۔ روح مع الجسد ہی کی نہیں۔ نیز:

حدیث سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ کہ میں اُس وقت بھی نبی تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسد کے درمیان تھے۔ (جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۹۶) یعنی اس وقت فرشتوں کو آپ ﷺ کی نبوت سے متعلق بشارت دی گئی تھی۔ جس سے معلوم ہوا کہ نبوت دراصل رُوح کی صفت ہے۔ رُوح مع الجسد ہی کی نہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کا جسدِ عنصری اس وقت بنا ہی نہ تھا۔

استدلال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک جسدِ اطہر کو مختلف مقامات میں حاضر و موجود ماننے سے کئی خرابیاں لازم آتی ہیں۔ مثلاً:

❶ نہ ہجرت ثابت ہوتی ہے،
❷ نہ معراج جسمانی،
❸ نہ غزوہ و سریہ کا فرق،
❹ نہ مسجدِ نبویؐ سے غیر حاضری،
❺ نہ حجرۂ نبویہؐ سے فقدان،
❻ اور نہ ازواجِ مطہراتؓ کی باریاں،
❼ نہ سفر،
❽ نہ قصر و اتمام کا قصہ،
❾ اور نہ تیمم کا واقعہ۔
وغیر ذٰلک اِلٰی مالا یُحصیٰ۔

تنبیہ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے وہی اجسادِ عنصریہ زمین کے نیچے قبروں میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور انہی اجسادِ عنصریہ کے ساتھ وہ حج بھی کرتے ہیں۔ اور وہی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جسمِ عنصری آسمانوں میں بھی موجود ہیں' جو زمین سے پدموں اور سنکھوں میل دور ہیں۔ اس لیے کرۂ ارض میں جو چند ہزار میل ہے حاضر موجود ہونا محال نہیں۔ یعنی آپ بہ نفسِ نفیس اپنے روضۂ اطہر میں تشریف فرما ہیں۔ اور آپ بیک نظر تمام جہان کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ جیسے ہتھیلی پر دھری ہوئی چیز انسان دیکھ لیتا ہے۔ اور شرک کے فتویٰ سے بچنے کے لیے کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف رکھ کر تمام جہان کا مشاہدہ فرما رہے ہیں۔ اور اللہ پاک تو مکان و جہت سے پاک ہے۔ لیکن ان لوگوں کا یہ قول صریح البطلان ہے۔ کیونکہ:

قانون ہے: كُلُّ قَوْلٍ لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ غَيْرُ ثَابِتٍ کہ جس بات کی دلیل نہ ہو وہ ثابت نہیں ہوتی۔ (بیضاوی طبع مصر جلد ۱ صفحہ ۱۸۱) نیز:

قانون ہے: مَا لَا دَلِيْلَ عَلَيْهِ يَجِبُ نَفْيُهٗ. کہ جس چیز کی کوئی دلیل نہ ہو اس کی نفی کرنا واجب ہے۔ (خیالی طبع مصر صفحہ ۸۰)

فائدہ استاذی المکرم مفتیِ اعظم ہند حضرت مولانا محمد کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: "عوام کے عقائد کی اصلاح علماء کے ذمے واجب ہے"۔ (کفایت المفتی جلد ۱ صفحہ ۱۹۰)

تنبیہ علماء کا حیاتِ انبیاء کو حیاتِ شہداء کی طرح بلکہ ان سے اعلیٰ و ارفع و ابلغ بتانا بھی حیاتِ عنصری کی نفی کرتا ہے۔ کیونکہ:

۱ مُشَبَّہ و مُشَبَّہ بِہٖ میں وجہِ شبہ کا ہونا ضروری ہے جو دونوں میں جامع ہو اور وہ یہاں ہے حیاتِ حقیقی رُوحانی' تو مطلب یہ ہوا کہ جیسے حیاتِ شہداء حقیقی رُوحانی ہے' اس جسم کے ساتھ نہیں۔ جیسا کہ مفسرین نے نص فرمائی ہے۔ ایسے ہی حیاتِ انبیاءؑ بھی حقیقی روحانی ہے۔ بلکہ روحانیت میں شہداء سے انبیاء بڑھ کر ہیں۔ جیسے دُنیا میں انبیاءؑ کی روحانیت سب سے فائق تھی۔

۲ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کو "دنیا کی سی" کہتے ہیں۔ ان کا اصل مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اللہ کی طرف رہتی تھی۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر عالمِ برزخ میں وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ متعلق اور اس کی حمد و ثنا میں مشغول رہتے ہیں' غرض ان کی برزخی زندگی کو انھیں کی اپنی دُنیا کی زندگی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اس لیے ان کی برزخی زندگی کو عام دُنیوی زندگی سے تشبیہ دینا کسی طرح صحیح نہ ہوگا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۳ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ظاہر ہے کہ دنیا میں کافر و فاسق کی زندگی اور ولی و نبی کی زندگی میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ (اور کہنے کو تو دونوں کی زندگی دنیاوی کہلاتی ہے) مگر کافر و فاسق کی زندگی کفر و معاصی دنیوی کر و فر اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو فراموش کرنے میں گزرتی ہے اور نبی اور ولی کی زندگی رضائے الٰہی، حقوق کی ادائیگی، یاد حق اور تبلیغ دین میں گزرتی ہے۔ لہٰذا انبیاءؑ کی برزخی زندگی کو انبیاءؑ ہی کی دنیوی زندگی کے ساتھ تشبیہ دینا صحیح ہے اور بس۔ (دیکھیے تفسیر مظہری جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۳)

۴ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "عالم برزخ میں جو حیات انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے وہ اور کسی کو حاصل نہیں۔ جیسے ایک پہلوان کی زندگی اور مدقوق کی زندگی میں تفاوت ہوتا ہے۔ ایسے ہی انبیاءؑ کو عالم برزخ میں اعلیٰ درجہ کی زندگی دی گئی ہے"۔ (تقریر ترمذی مع شمائل نبوی صفحہ ۹۰۸)

انبیاءِ کرام علیہم السلام پر اموات کا اطلاق

یہ بات محقق ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی شان شہداء سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اور شہادت کے بعد شہداء کو بنص قرآنی (عبارۃ النص کے ساتھ) حیات حاصل ہے۔ جس کے متعلق تمام اہل سنت کا اتفاق ہے کہ وہ حیات برزخی ہے، دنیوی نہیں ہے۔ اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات دلالۃ النص سے بطریق اولیٰ ثابت ہے۔ اور وہ حیات بھی شہداء کی طرح برزخی ہے دنیوی نہیں۔ اس لیے شہداء کی طرح ہم تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی برزخ کے اعلیٰ ترین مقام میں زندہ مانتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ انبیاءؑ و شہداء پر موت کا اطلاق ہی سرے سے ممنوع ہو۔ اور اس پر بھی سب علماء اہل سنت کا اتفاق ہے۔ بلکہ قرآن مجید میں بھی چار انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے صراحۃً "موت" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

فرمان الٰہی

آیت ۱: أَمْ كُنتُمْ شُهَدَآءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ ٱلْمَوْتُ (۲:۱۳۳)

آیت ۲: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ ٱلْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَىٰ مَوْتِهِۦٓ (۳۴:۱۴)

آیت ۳: فَأَمَاتَهُ ٱللَّهُ مِا۟ئَةَ عَامٍ (۲:۲۵۹)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

آیت: وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا (۴۰:۳۴)

فائدہ: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف "موت" کا اطلاق انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے جائز ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرامؑ کے لیے "ہلاکت" کے لفظ کا استعمال بھی روا رکھا ہے۔

فرمان نبویؐ

۱ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي. بنی اسرائیل کے انبیاء ان پر نگرانی کرتے تھے جس وقت کوئی نبی ہلاک ہوتا۔ یعنی وفات پاتا تو پیچھے اس کے دوسرا نبی جانشین ہوتا اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری پارہ ۱۴ صفحہ ۴۹۱ و صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

تشریح: اس مقام پر حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا: وَفِي الْحَدِيثِ جَوَازُ هَلَكَ فُلَانٌ إِذَا مَاتَ وَقَدْ كَثُرَتِ الْأَحَادِيثُ بِهِ وَجَاءَ فِي الْقُرْآنِ الْعَزِيزِ قَوْلُهُ تَعَالَىٰ: "وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا"۔ یعنی اس حدیث میں "ہلاک ہوگیا فلاں" کہنے کا جواز ہے کہ جس وقت مرجائے۔ اور کثرت سے احادیث اس امر میں وارد ہیں۔ اور قرآن عزیز میں بھی آیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور بلاشبہ اس موسیٰ علیہ السلام سے پہلے تمہارے پاس یوسف علیہ السلام کھلے کھلے دلائل لے کر آچکے ہیں، سو تم ان امور میں بھی ہمیشہ شک ہی کرتے رہے جو یوسفؑ تمہارے پاس لے کر آئے تھے، یہاں تک کہ جب یوسفؑ ہلاک، یعنی فوت ہوگئے تو تم کہنے لگے: بس اب اللہ تعالیٰ اس یوسفؑ کے بعد کوئی رسول نہیں بھیجے گا"۔

تشریح: حضرت امام ابوبکر صدیقؓ نے خطبہ میں جو آیات پڑھی تھیں ان کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ "فائدہ" میں تحریر فرماتے ہیں: جنگِ احد میں بعضے مسلمان کامل بھی بہت ہٹ گئے تھے۔ اس واسطے کہ ایک کافر نے اپنی فوج میں پکارا کہ محمدؐ کو مار آیا ہوں اور حضرتؐ کو زخم سے خون بہت گرا تھا، ضعف آکر ایک گڑھے میں گرے تھے،

مسلمانوں نے حضرتؐ کو نہ دیکھا۔ یہ بات یقین ہوگئی، جب حضرتؐ ہوشیار ہوئے تو میدان میں جو لوگ حاضر رہے تھے ان کو جمع کر کر پھر لڑائی قائم کی تب کافر پھر کر چلے گئے۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسولؐ زندہ رہے یا نہ رہے دین اللہ کا ہے اس پر قائم رہو، اور اشارہ نکلتا ہے کہ حضرتؐ کی وفات پر بعضے پھر جاویں گے اور جو قائم رہیں گے ان کو بڑا ثواب ہے۔ اسی طرح ہوا۔ بہت لوگ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہوئے اور حضرت صدیقؓ نے ان کو پھر مسلمان کیا اور بعضوں کو مارا۔

تشریح اس خطبہ کے بعد جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیا تھا سب سے اول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہی نے بیعت خلافتِ صدیقؓ کے لیے ہاتھ بڑھایا اور آپؓ کی تعریف و توصیف کی پھر لوگ اس آیت (وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ) کو پڑھنے لگے۔ جو سنتا وہ پڑھنے لگتا، فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے واللہ مجھے کچھ خبر نہ تھی، مگر صرف یہی کہ میں نے اس آیت کو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ وہ اس کو پڑھتے تھے۔ مجھے تو ایسا پسینہ پیشانی پر آیا کہ زمین پر پاؤں نہ تھے اور گر پڑا جب اس آیت کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے لیے سُنا۔ چنانچہ دوسرے روز خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا۔ چنانچہ:

۲ صحیح بخاری میں ہے: فَتَشَهَّدَ وَاَبُوْبَكْرٍ صَامِتٌ لَا يَتَكَلَّمُ قَالَ كُنْتُ اَرْجُوْ اَنْ يَعِيْشَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم حَتّٰى يَدْبُرَنَا يُرِيْدُ بِذٰلِكَ اَنْ يَكُوْنَ اٰخِرَهُمْ فَاِنْ يَكُ مُحَمَّدٌ صلى الله عليه وسلم قَدْ مَاتَ فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ جَعَلَ بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ نُوْرًا تَهْتَدُوْنَ بِهٖ هَدَى اللّٰهُ مُحَمَّدًا صلى الله عليه وسلم وَاِنَّ اَبَابَكْرٍ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَثَانِيَ اثْنَيْنِ وَاِنَّهٗ اَوْلَى الْمُسْلِمِيْنَ بِاُمُوْرِكُمْ فَقُوْمُوْا فَبَايِعُوْهُ۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر خطبہ پڑھا جب کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش تھے (دورانِ خطبہ) کلام نہ کرتے تھے۔ فرمایا: "میں امید کرتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بعد وفات پائیں گے، تو اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی پس اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے درمیان نور رکھ دیا ہے، جس سے تم ہدایت پاتے ہو وہ نور دیا گیا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور رفیق غار ہیں اور وہ مسلمانوں میں تم لوگوں کے کاموں کو انجام دینے کے لیے سب سے زیادہ اولیٰ ہیں پس کھڑے ہو کر ان سے بیعت کرو۔ (صحیح بخاری پارہ ۲۹ جلد ۹ مع فتح الباری صفحہ ۲۳۷)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فائدہ سیدنا عمرؓ کے اس خطبہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انھوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کو واقعۂ غشی ہی سمجھا تھا' ان کا خیال تھا کہ آپؐ ہمارے بعد وفات پائیں گے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی طرح آپؓ نے بھی انکارِ وفاتُ النبیؐ کے قائل کو محمد رسول اللہ ﷺ کی عبادت کرنے والا قرار دیا۔ کیونکہ یہ شانِ الوہیت حق تعالیٰ حی لایموت کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہو سکتی ورنہ جماعت صحابہ کرامؓ میں سے، کوئی متنفس معاذ اللہ حضرت نبی اکرم ﷺ کی عبادت نہیں کرتا تھا۔

حدیث ۳ حضرت نبی کریم ﷺ خود بھی عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے اور صحابہؓ کو اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی فرماتے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اس دن کی تعظیم تو یہود و نصاریٰ کرتے ہیں اور ہمیں ان کی مخالفت کرنی چاہیے' آپؐ نے فرمایا کہ: اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں کو بھی ضرور روزہ رکھوں گا۔ مگر اگلے سال تک آپؐ زندہ نہ رہے' ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو وفات پائی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۸ و ۱۷۹)

فائدہ اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ:

① موت و حیات پر صرف اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے' شیعہ کا مسلک غلط ہے' جو انبیاء کرامؑ و ائمہ عظام کے متعلق اپنے اختیار سے مرنے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ نیز:

② یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضورؐ اور صحابہؓ عالم الغیب نہ تھے' نیز:

③ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دُنیوی زندگی آپؐ کی ختم ہو گئی۔

حدیث ۴ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِیْ. نیز فرمایا: لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا وَاَدْرَکَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ" یعنی اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام دنیوی زندگی کے ساتھ زندہ ہوتے اور وہ میری نبوت کا زمانہ پالیتے تو وہ خود بھی میری ہی پیروی کرتے' ان کو میری پیروی کیے بغیر کوئی ذرا سی گنجائش بھی نہ ہوتی۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۰ و ۳۲ بحوالہ احمد و بیہقی و دارمی)

فائدہ یاد رہے کہ برزخی حیات میں کوئی بھی احکامِ شرعیہ کا مکلف نہیں ہوتا۔ اور یہ مسئلہ سب کے نزدیک بلا شک مُسلّم الثبوت ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دنیوی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

زندگی اس وقت نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی زندگی اگر دنیوی ہوتی تو ان پر حضرت نبی کریم ﷺ کی پیروی فرض ہوتی۔ لیکن چونکہ اس وقت ان پر آپ ﷺ کی پیروی فرض نہیں ہے لہذا حسب قاعدہ انتفاء تالی منتج ہے انتفاء مقدم کا دُنیوی زندگی کا حضرت موسیٰ سے انتفاء ثابت ہو گیا اور اگر دنیوی حیات موسیٰ علیہ السلام کی ثابت کریں تو حسب قاعدہ "وضع مقدم منتج ہے وضع تالی کا"۔ ثابت کرنا پڑے گا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر آپ کی اتباع واجب ہے۔ لیکن کلمہ لَو اس بات سے آبی ہے۔ اس حدیث سے یہ حقیقت خوب اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت دنیوی حیات کے ساتھ زندہ نہیں ہیں۔ اگر انھیں دنیوی حیات حاصل ہوتی تو ان پر حضرت نبی کریم ﷺ کی پیروی اور اتباع فرض ہوتی۔

۵ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَکْرَمَ اللّٰهُ تَعَالٰی الشُّهَدَآءَ بِخَمْسِ کَرَامَاتٍ لَمْ یُکْرِمْ بِهَا اَحَدًا مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ وَلَآ اَنَا۔ اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کو ایسے پانچ اعزاز عطا فرمائے ہیں۔ جو کسی نبی کو بھی عطا نہیں فرمائے۔ اور نہ ہی مجھے عطا کیے گئے ہیں۔

❶ اَحَدُهَا: اَنَّ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَآءِ قَبَضَ اَرْوَاحَهُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ وَهُوَ الَّذِیْ سَیَقْبِضُ رُوْحِیْ وَاَمَّا الشُّهَدَآءُ فَاللّٰهُ هُوَالَّذِیْ یَقْبِضُ اَرْوَاحَهُمْ بِقُدْرَتِهٖ كَیْفَ یَشَآءُ۔ وَلَا یُسَلِّطُ عَلٰٓی اَرْوَاحِهِمْ مَلَكَ الْمَوْتِ۔ تمام انبیاء کرام کی ارواح ملک الموت قبض کرتے رہے۔ اور میری روح بھی عنقریب ملک الموت ہی قبض کرے گا۔ لیکن شہیدوں کی ارواح خود اللہ تعالیٰ جیسے چاہتا ہے اپنی قدرت سے قبض کرتا ہے۔ اور ملک الموت کو ان کے ارواح پر مسلط نہیں کرتا۔

❷ وَالثَّانِیْ: اَنَّ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَآءِ قَدْ غُسِّلُوْا بَعْدَ الْمَوْتِ۔ وَ اَنَا اُغَسَّلُ بَعْدَ الْمَوْتِ۔ وَالشُّهَدَآءُ لَا یُغَسَّلُوْنَ وَلَا حَاجَةَ لَهُمْ اِلٰی مَآءِ الدُّنْیَا۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو وفات پانے کے بعد نہلایا جاتا رہا ہے۔ اور مجھے بھی نہلایا جائے گا۔ اور شہداء کو نہلایا نہیں جاتا۔ اور نہ ہی ان کو دنیا کے پانی کی حاجت ہوتی ہے۔

❸ وَالثَّالِثُ: اَنَّ جَمِیْعَ الْاَنْبِیَآءِ قَدْ كُفِّنُوْا وَاَنَا اُكَفَّنُ۔ وَالشُّهَدَآءُ لَا یُكَفَّنُوْنَ بَلْ یُدْفَنُوْنَ فِیْ ثِیَابِهِمْ۔ تمام انبیاء کرام کو کفن دیا جاتا رہا۔ اور مجھے بھی کفن دیا جائے گا۔ لیکن شہداء کو کفن نہیں دیا جاتا۔ بلکہ انھیں اپنے انہی کپڑوں میں دفن کیا جاتا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

❹ وَالرَّابِعُ: اَنَّ الْاَنْبِيَآءَ لَمَّا مَاتُوْا سُمُّوْا اَمْوَاتًا وَاِذَا مِتُّ يُقَالُ قَدْ مَاتَ. وَالشُّهَدَآءُ لَا يُسَمَّوْنَ مَوْتٰی۔ جب انبیاء کرامؑ کی وفات ہوتی تو ان کو اموات کہا جاتا رہا۔ اور میں بھی وفات پاؤں گا تو کہا جائے گا: "قد مات"۔ اور شہداء کو موتی نہیں کہا جاتا۔

❺ وَالْخَامِسُ: اَنَّ الْاَنْبِيَآءَ تُعْطٰی لَهُمُ الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَشَفَاعَتِيْ اَيْضًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. وَاَمَّا الشُّهَدَآءُ فَاِنَّهُمْ يَشْفَعُوْنَ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ فِيْ مَنْ يَشْفَعُوْنَ۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو شفاعت کرنے کی اجازت قیامت کو ملے گی۔ اور مجھے بھی شفاعت کرنے کی اجازت قیامت کو ہی ملے گی۔ اور شہیدوں کو ہر روز شفاعت کی اجازت ہے۔ جس کے حق میں چاہیں شفاعت کریں۔ (تفسیر قرطبی جلد ۴ صفحہ ۲۷۶)

فائدہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اہلِ دُنیا کی فریاد سُن کر بارگاہِ الٰہی میں ان کی سفارش کرتے ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ شہداء اپنی دعاؤں میں اہلِ دُنیا میں سے جس کے حق میں چاہیں سفارش یعنی بخشش کی دعا کرتے ہیں۔

تنبیہ مرثیہ تو اموات کا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت نبی کریم ﷺ تو دُنیوی حیات کے ساتھ اپنے مدفنِ ارضی میں دوبارہ زندہ ہو چکے ہیں۔ جب کہ اعلم الناس بعد رسول اللہ و خلیفہ بلافصل سیدنا امام ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ، سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ کی پھوپھی سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا نے بھی مرثیہ پڑھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام ہستیوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ دنیویہ کا کھلے اور صریح لفظوں میں انکار کیا ہے۔

فائدہ صحابہؓ جب مسجد نبویؐ میں آتے تو جس طرح آپؐ کی زندگی میں آپؐ کو ملتے اور السّلام علیکم کہتے تھے، وفات کے بعد نمازیوں کا یہ دستور نہیں تھا کہ جو نمازی مسجد نبویؐ میں آئے وہ قبرِ نبیؐ پر بھی سلامی دے۔ البتہ سنت طریقہ ہے کہ مسجد میں داخل ہونے والا: اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ کہے۔ اور مسجد سے نکلنے والا: اَلسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔ کہے۔ اسی طرح مسجد نبویؐ کے نمازیوں کا یہی حال تھا۔ مگر یہ ثبوت کہیں سے نہیں ملتا کہ صحابہؓ نماز سے پہلے یا پیچھے قبرالنبیؐ پر

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جاکر سلام کہتے ہوں۔ خاص کر جب ام المومنینؓ کی رہائش وہیں تھی، البتہ مرنے والے سے کہہ دیتے تھے کہ میرا سلام نبی سے عرض کر دینا۔

تنبیہ صحابہؓ جب جہاد پر جاتے تھے تو کہیں سے یہ منقول نہیں کہ حضورؐ کی قبر اطہر پر جاکر سلام کر کے اجازت مانگتے ہوں، اور درخواست کرتے ہوں کہ یا حضرتؐ! ہمارے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں فتح نصیب کرے، اور اللہ تعالیٰ ہماری نیتوں میں اخلاص پیدا فرمائے، اور ہمارے عمل کو قبول فرمائے۔

تنبیہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر و محمد بن ابی بکر و عبدالرحمٰن بن ابی بکر و قاسم بن محمد رضی اللہ عنہم وغیرہ آپؓ کے بھائی بھتیجے اور بھانجے وغیرہ آپؓ کی خدمت اقدس میں مسئلہ پوچھنے کے لیے حاضر ہوتے تھے تو اندر حجرہ شریفہ میں تشریف لے جاتے تھے تو حضرت ام المومنینؓ سے مسئلہ دریافت کر لیتے تھے اور حضورؐ سے براہِ راست کوئی مسئلہ نہیں پوچھا کرتے تھے، نہ ہی حضرت ام المومنینؓ نے کبھی ان سے کہا کہ آپؓ خود براہِ راست آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں، حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عادت مبارکہ تھی کوئی شخص ان سے روایت دریافت کرنے آتا تو بجائے اپنے وہ خود اصل راوی کے پاس سائل کو بھیجتی تھیں۔ اس سے مقصود یہ بھی تھا کہ بیچ کے واسطے جس قدر کم ہو سکیں اور سند عالی ہو سکے، بہتر ہے۔ (دیکھیے: سیرت عائشہؓ از سید سلیمان ندویؒ صفحہ ۱۹۲)

تنبیہ جب آپؓ کی یہ عادت مبارکہ تھی تو براہِ راست آں حضرتؐ کی ذات گرامی سے دریافت کرا دینا تو کوئی بعید امر نہ تھا۔ یہ بات فرض تو کی جا سکتی ہے، مگر اس کا وقوع اور ثبوت تمام ذخیرۂ احادیث کھنگال کر دیکھنے سے بھی نہیں ملتا۔

تنبیہ جب تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بقید حیات رہے، وحی کا سلسلہ جاری رہا، حتیٰ کہ تیسرے پارہ کی آیت: وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے سات دن پہلے اتری تھی، اور آپؐ کی وفات کے بعد کوئی آیت نہیں اتری، قرآن پاک مکمل ہو گیا، وحی بند ہو گئی، اب نہ تو قرآن پاک میں تغیر تبدل ہو سکتا ہے، اور نہ ہی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ اب اس کی تمام آیات محکمہ غیر محتمل النسخ ہیں۔ جب کہ مرزا قادیانی نے جہاد کی آیت کو منسوخ قرار

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

دیا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کی آیت کو صراحت کے ساتھ محکم فرمایا: فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ۔ (الآیۃ)

تبصرہ جو آیاتِ قرآنیہ متشابہات کے قبیل سے ہیں، جن کی مراد وضاحت طلب تھی۔ جب حضورؐ بقید حیات تھے، صحابہؓ نے ان کا مطلب آپؐ سے دریافت کیا۔ آپؐ نے صاف صاف بتایا۔ کچھ چھپایا نہیں۔ اور اس کی مثالیں احادیث میں بکثرت ملتی ہیں۔ قال تعالیٰ: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔ نیز فرمایا: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ۔

تبصرہ بعض آیات متشابہات کے قبیل سے ہیں۔ اور آپؐ نے ان کی تشریح بھی نہیں فرمائی۔ تو ان پر اور ان کی حقیقت پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ ان کی مراد قیامت ہی کو منکشف ہو سکتی ہے۔ اور ان آیاتِ مبارکہ پر عمل کرنے کی یہی صورت ہے کہ ان کو بغیر مراد سمجھنے کے دل و جان سے حق سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ آیات ہیں، اور بس۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ جس طرح وفاۃ النبیؐ سے پہلے آپؐ سے متشابہات کا مطلب حل کرا لیتے تھے، اب وفاۃ النبیؐ کے بعد بھی آپؐ کی قبر اطہر پر بیٹھ کر آپؐ سے مطلب حل کرا لیں۔ جس طرح کہ آج کل کئی مدعیان اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، جو کہتے ہیں کہ ہم آپؐ سے براہ راست تمہاری ملاقات کرا دیتے ہیں۔ ہم تمہارا ہاتھ ڈائرکٹ حضورؐ کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں، اور ہم نے اپنے کئی عقدے اور لاینحل مسئلے حضورؐ سے براہِ راست حل کرائے ہیں۔

محدثین نے میت کا لفظ استعمال کیا

محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اپنی حدیث کی کتابوں میں ان احادیث کا اخراج بھی کیا ہے جن میں حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کا ذکر ہے اور آپ ﷺ کی وفات کے متعلق مستقل باب بھی منعقد کیے ہیں۔ چنانچہ:

1 حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں ۴ جگہ باب وفاۃ النبیؐ منعقد فرمایا۔ مثلاً: ① کتاب الجہاد میں صفحہ ۴۳۷ پر باب نفقة النساء النبي بعد وفاته ② کتاب المناقب میں صفحہ ۵۰۱ باب وفاة النبي ﷺ ③ کتاب المغازی صفحہ ۶۳۷ پر باب مرض النبي ﷺ ووفاته ④ صفحہ ۶۴۱ پر باب وفاة النبي ﷺ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

٢ مشکوٰۃ شریف میں باب الکرامات کے بعد صفحہ ۵۴۶ میں باب وفات النبی ﷺ ہے۔

٣ مسند دارمی صفحہ ۲۱ میں باب فی وفات النبی ﷺ ہے۔ اور صفحہ ۲۵ میں ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ ﷺ بعد موتہ ﷺ۔

٤ موطا امام مالک صفحہ ۱۷۷ پر ہے الدفن فی قبر واحد من ضرورۃ و انفاذ ابی بکر رضی اللہ عنہ عدۃ رسول اللہ ﷺ بعد وفاتہ ﷺ

٥ شیخ عبدالحق نے بھی "مدارج النبوۃ" میں باب وفات النبی ﷺ قائم کیا ہے۔

٦ شمائل ترمذی (صفحہ ۳۰) میں ہے: باب ما جاء فی وفات رسول اللہ ﷺ

٧ اسی طرح الجامع الترمذی (صفحہ ۱۳۶) میں امام ترمذیؒ نے باب ما جاء فی الثوب الواحد یلقی تحت المیت فی القبر منعقد کر کے حدیث بیان فرمائی جس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت شقرانؓ مولیٰ رسول اللہ ﷺ نے آپ ﷺ کے نیچے قبر میں چادر بچھا دی تھی۔

فقہاءِ امت نے میت کا لفظ استعمال کیا

١ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فقہ اکبر میں فرمایا:
مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَی الْإِیْمَانِ۔

فائدہ اس عہد میں اعتزال کا زور تھا۔ اور ہمارے اکابر میں تمام اہل حق حنفی علماء نے اس زمانے میں معتزلیوں کے عقائد بد کی خوب زور شور سے تردید فرمائی۔ اور حضرت امام اعظمؒ کا یہ فرمان عالی شان بھی معتزلہ کے عقیدۂ بد کی تردید ہی سے متعلق ہے۔

① فرقہ معتزلہ کا بانی: عمرو بن عُبید ابن باب ابوعثمان بصری معتزلی زاہد و متکلم۔

② اسی طرح رئیس المعتزلہ واصل بن عطا اسی دور میں تھا۔

③ خلیفہ عبدالملک کا پوتا لوگوں کو قدریہ کے عقائد کی بڑے زور شور سے دعوت دیتا تھا۔ خلافت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں تھی وہ اپنی من مانی کرتا تھا۔

④ ابو محمد اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سدی بھی اسی عہد کا ہے۔

⑤ قتادہ بن دعامہ قدری،

⑥ مقاتل بن سلیمان بن بشیر خراسانی مفسر،

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

⑦ ابوحمزہ ثمالی شیعہ زرارہ بن اعین بن سنسن شیبانی کوفی، شیعہ،

⑧ محمد بن سائب کلبی کوفی، سبائی،

⑨ ابومخنف لوط بن یحییٰ بن مخنف بن سلیمان ازدی مورخ بھی اسی دور کا ہے۔ جس نے بڑی بڑی کتابیں اپنے رفض کی اشاعت میں لکھ ماریں۔ جن میں سے اس کی مشہور کتابوں کے نام یہ ہیں: کتاب الردۃ، فتوح الشام، فتوح العراق، کتاب الجمل، کتاب الصفین، کتاب النہروان، کتاب الغارات، مقتل علی، مقتل عثمان، مقتل حسین، مختار بن عبید، کتاب الشوریٰ، وقعۃ الحرہ وغیرہ۔

اس کا دادا مخنف حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے تھا۔

⑩ اسی عہد میں برامکہ بھی تھے۔ جو دراصل مجوسی تھے۔ مسلمان بن کر وزارتِ عباسیہ کا قلمدان سنبھال لیا۔ اور طرح طرح کی لغویات اپنی وزارت کے بل بوتے پر اسلام میں داخل کر دیں۔

⑪ سیف بن عمرو زندیق اسی عہد میں تھا۔ جس نے حضرت بلال بن حارث مزنی صحابی رسولؐ پر طوفان باندھا۔

۲ مفتیِ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: جماہیر امت محمدیہ کا یہ قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر اطہر میں حیاتِ مخصوص کے ساتھ حیات ہیں۔ باقی یہ کہ اس حیات کی حقیقت کیا ہے؟ یہ حضرت حق کو ہی معلوم ہے۔ وہ حیات حضورِ انور پر میت کے اطلاق کے منافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا ہے: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ○ اور دوسری جگہ فرمایا: اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مجمع صحابہؓ کو خطاب کر کے فرمایا تھا: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ۔ (کفایت المفتی جلد ۱ صفحہ ۹۱)

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت اور وفات

تعداد ایام قیام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بعالم دنیوی

۸ ربیع الاول ۱ عام الفیل۔ ۱۸ اردی ۳۰ نوشیروانی،

یکم جیٹھ ۶۲۸ بکری شمسی، ۲۰ نیسان ۸۸۲ سکندری

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۱۸ر قوت سنہ ۱۳۱۹ بخت نصری، یکم جیٹھ سنہ ۳۶۷۲ کل جگ،
۱۹ر اپریل سنہ ۵۲۸۳ جولین پیٹریڈ، ۱۰ر ایار سنہ ۲۳۳۱ عبرانی و یہودی
۱۱ر ... شمس سنہ ۳۶۷۵ طوفان ۲۲ر اپریل سنہ ۵۷۱ عیسوی
۲۵ر برمودہ سنہ ۲۸۷ قبطی جدید ۲۰ر ماہ ہفتم سنہ ۲۵۸۵ ابراہیمی بروز دوشنبہ ہوئی۔
۴۰ سال عمر تھی تو نبوت ملی۔ ایام تبلیغ رسالت: ۸۱۵۶ روز۔
کل عمر ۶۳ سال۔ یعنی ۳۳۰ و ۲۲ دن اور چھ گھنٹے ہوئی۔

وفات: ۱۲ر ربیع الاول سنہ ۱۱ھ بروز پیر۔ (دیکھیے: مفتاح القرآن از فخرالدین ملتانی)

تنبیہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وفاتُ النبیؐ کا عقیدہ مُعتزلیوں کا ہے۔ لیکن ان کا یہ خیال درست معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر وفاۃ النبیؐ کا عقیدہ واقعی مُعتزلہ کا ہوتا تو خیرالقرون کے مجتہدین و محدثین ان کی تردید میں باب حیاتُ النبیؐ بھی ضرور ذکر کرتے اور اس امر کی تشریح کرتے کہ دفن کے بعد پھر سے انبیاء کرامؑ کی حقیقی حسی دنیوی جسمانی عنصری حیات حاصل ہو جاتی ہے مگر یہ مسئلہ اس وقت نہ تھا تین صدیاں گزرنے کے بعد متاخرین نے حیاۃ النبیؐ بعد الدفن کا مسئلہ چھیڑا ہے مگر اس میں بھی حیاۃ دنیوی جسمانی عنصری، حسی حقیقی کا ذکر نہیں بلکہ برزخی زندگی کا ذکر ہے جو سب کو مُسلم ہے، ہزار سال سے پہلے یہ دعویٰ نہیں ملتا۔

حضرت علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلْاَنْبِيَآءُ عِنْدَ مَبْعَثِ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ جُمْلَةِ الْاَمْوَاتِ وَالْمَيِّتُ لَا يَكُوْنُ مُكَلَّفًا۔ یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت (ماسوا عیسیٰ علیہ السلام کے) تمام انبیاءؑ من جملہ اموات کے تھے۔ اور میت مکلف نہیں ہوتا۔ (مواہب اللدنیہ جلد ۲ صفحہ ۵۱)

خلاصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماسوا تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر اموات کا اطلاق شریعت کی رو سے ممنوع نہیں۔ سو جیسے انبیاء کرام علیہم السلام پر احیاء کا اطلاق درست ہے ایسے ہی اموات کا اطلاق بھی جائز ہے۔ البتہ حیثیات کا فرق ہے۔ اور وہ اس اعتبار سے کہ ماسوا عیسیٰ علیہ السلام کے تمام انبیاء کرام علیہم السلام اس عالمِ دُنیا یعنی عالمِ فانی سے انتقال فرما گئے ہیں اور ان کے اجسادِ عنصری ناسوتی خاکی سے مبارک ارواح مُطہرہ مُعطرہ پرواز کر گئی ہیں۔ ان پر میت کا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اطلاق جائز ہے۔ خصوصاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بالفعل میت کا اطلاق ایسی پاکباز ہستیوں نے کیا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اموات کا سا معاملہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہلایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سحولی سفید کپڑوں میں کفن دیا، اور متعارف قمیص، اور عمامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیب تن نہ کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شق اور لحد میں سے لحد کو ترجیح دی، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تیس ہزار صحابۂ کرام نے چار تکبیروں کے ساتھ نمازِ جنازہ ادا کی۔ البتہ جماعت نہیں کرائی گئی۔ کیونکہ جمعہ اور عیدین کی طرح جنازہ کے لیے جماعت شرط نہیں۔ اور اس اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک اپنے اس خاکی ناسوتی دنیاوی جسم سے نکل کر اپنے اعلیٰ اور بلند ترین مقام پر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دنیوی زندگی میں رہ کر خواب میں دیکھ کر اشتیاق ظاہر فرمایا تھا کہ مجھے اپنا گھر اندر سے دیکھنے دو، تو فرشتوں نے عرض کی ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مدت دُنیا میں رہنا ہے۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمِ دنیا میں رہنے کی مدت پوری ہو جائے گی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی مکان تیار ہے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسی مکان میں مقیم ہیں جو کھلی فضا میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہیں۔ کھانے پینے پہننے رہنے سہنے کی کوئی فکر نہیں۔ اور اسی کا نام حیاتِ برزخی ہے۔ جو سب سے اعلیٰ ہے۔

قصیدہ نونیہ میں مُعَطِّلہ کے واہیات عقیدہ کا رد

حضرت علامہ ابن قیم حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے "قصیدۂ نونیہ" میں مُعطّلہ کے اس واہیات اور موہوم عقیدۂ بد کا ردّ کتاب و سُنّت کے مصرح دلائل و حقائق و شواہد سے باحسن طریق بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

لَوْ كَانَ حَيًّا فِي الضَّرِيْحِ حَيَاتَهُ ۔۔۔ قَبْلَ الْمَمَاتِ بِغَيْرِ مَا فُرْقَانِ

مَا كَانَ تَحْتَ الْأَرْضِ بَلْ مَا فَوْقَهَا ۔۔۔ وَ اللهِ هٰذَا سُنَّةُ الرَّحْمٰنِ

أَتَرَاهُ تَحْتَ الْأَرْضِ حَيًّا ثُمَّ لَا ۔۔۔ يُفْتِيْهِم بِشَرَائِعِ الْإِيْمَانِ

وَ يُرِيْحُ أُمَّتَهُ مِنَ الْآرَاءِ ۔۔۔ وَ الْخُلْفِ الْعَظِيْمِ وَ سَائِرِ الْبُهْتَانِ

أَمْ كَانَ حَيًّا عَاجِزًا عَنْ نُطْقِهِ ۔۔۔ وَ عَنِ الْجَوَابِ لِسَائِلِ اللَّهْفَانِ

وَ عَنِ الْحَرَاكِ فَمَا الْحَيَاةُ اللَّاتِ قَدْ ۔۔۔ أَثْبَتُّمُوْهَا أَوْضِحُوْا بِبَيَانِ

یعنی اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اسی طرح زندہ ہوتے جس طرح دنیا میں وفات سے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

پہلے زندہ تھے، تو قبر کی بجائے زمین کے اوپر زندہ رہتے۔ کیونکہ اللہ رحمٰن کا طریقہ یہی ہے۔ ذرا اتنا سوچ اور خیال کر کہ اگر آپ ﷺ قبر شریف میں زندہ موجود ہیں تو پھر مسائلِ ایمان کے فتاوے کیوں نہیں دے رہے؟ امت آئے دن فتنوں اور اختلافات کا شکار ہے۔ مگر آپ ﷺ خاموش ہیں۔ کیا آپ ﷺ والعیاذ باللہ خاکم بدہن بولنے اور جواب دینے سے عاجز ہیں۔ اگر حس و حرکت نہیں تو پھر زندگی کے کیا معنی؟ سوچ سمجھ کر جواب دے۔ (آگے فرمایا:)

وَ لَقَدْ اَتَوْا یَوْمًا اِلَی الْعَبَّاسِ یَسْتَسْقُوْنَ مِنْ قَحْطٍ وَ جَدْبِ زَمَانٖ
ھٰذَا وَ بَیْنَھُمْ وَ نَبِیُّھُمْ عَرْضُ الْجِدَارِ وَ حُجْرَۃُ النِّسْوَانٖ
فَنَبِیُّھُمْ حَیٌّ وَ یَسْتَسْقُوْنَ غَیْرَ نَبِیِّھِمْ حَاشَا اُولِی الْاِیْمَانٖ

یعنی قحط و خشک سالی سے مجبور صحابہؓ حضرت عباسؓ کے پاس استسقاء کے لیے آئے۔ حالانکہ تمھارے عقیدہ کے مطابق آپ ﷺ قبر شریف میں بذاتِ خود بہ نفسِ نفیس زندہ موجود تھے اور فرق اور فاصلہ بھی صرف حجرات کی دیوار ہی کا ہے۔ اس سے بڑھ کر حیرت انگیز امر اور کیا ہو سکتا ہے کہ زندہ ہستی (نبی پاکؐ) کو چھوڑ کر ایک امتی سے استسقاء کی دعا کرائی جا رہی ہے۔ یہ عقیدہ چونکہ انتہائی مضحکہ خیز ہے اس لیے ابن قیمؒ ان معطلہ کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَ التُّرْبُ تَحْتَھُمْ وَ فَوْقَ رُؤُسِھِمْ وَ عَنِ الشَّمَائِلِ ثُمَّ عَنْ اَیْمَانٖ
مِثْلَ الَّذِیْ قَدْ قُلْتُمُوْہُ مَعَاذَنَا بِاللّٰہِ مِنْ اِفْکٍ وَ مِنْ بُھْتَانٖ
بَلْ عِنْدَ رَبِّھِمْ تَعَالٰی مِثْلَ مَا قَدْ قَالَ فِی الشُّھَدَآءِ فِی الْقُرْاٰنٖ

یعنی جن کے نیچے بھی مٹی ہو اور ان کے سروں پر بھی اور دائیں اور بائیں بھی غرض مٹی میں محصور اور گھرے ہوئے بھی کوئی زندگی ہے۔ تمھارے اس افک اور بہتان سے خدا کی پناہ! حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ عند اللہ ویسے ہی زندہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کی زندگی کا قرآن پاک میں اعلان فرمایا ہے۔

چونکہ یہ عقیدہ معطلہ اور ابن فورک کا عقل و نقل کے سراسر خلاف ہے۔ اس لیے حافظ ابن قیمؒ کو جوش آتا ہے اور انتہائی غصے سے فرماتے ہیں:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

يَا قَوْمَنَا اسْتَحْيُوا مِنَ الْعُقَلَاءِ وَ الْمَبْعُوثِ بِالْقُرْآنِ وَ الرَّحْمٰنِ

وَ اللّٰهِ لَا قَدْرَ الرَّسُوْلِ عَرَفْتُمُ كَلَّا وَ لَا النَّفْسِ وَ الْإِنْسَانِ

مَنْ كَانَ هٰذَا الْقَدْرُ مَبْلَغَ عِلْمِهٖ فَلْيَسْتَتِرْ بِالْهِيْبَةِ وَ الْكِتْمَانِ

وَ لَقَدْ اَبَانَ اللّٰهُ اَنَّ رَسُوْلَهٗ حَيْثُ كَمَا قَدْ جَآءَ فِي الْقُرْآنِ

اے قوم! تمھیں اللہ تعالیٰ قرآن بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل دانش و عقل مندوں سے شرم آنی چاہیے۔ کیونکہ نہ ہی تم نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدر و مرتبہ کو پہچانا اور نہ ہی تم نے انسانیت کی قدر و عظمت اور نفس یا رُوح کی شان و کمال کو سمجھا۔ جو کوئی اس درجہ عقل و فہم سے محروم ہے تو اسے بالکل خاموش رہتے ہوئے وقت گزارنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بالکل واضح الفاظ میں انک میت کا اعلان فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ظاہر فرمادی۔ مگر تم ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق رٹ لگائے ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین کے نیچے زندہ ہیں۔

فائدہ حضرت علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے قصیدہ نونیہ میں جس انداز سے مُعطلہ کی گت بنائی ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ جاہل اور نام نہاد رسمی مسلمانوں کے دیگر عقائد بد کی طرح حیات الانبیاءؑ کے متعلق ان کے واہیات عقیدۂ بد کی تردید کرنے کو بھی اہل حق علماء کس قدر ضروری سمجھتے تھے۔

تنبیہ یاد رہے کہ صحابۂ کرام سلف صالحین، ائمۂ اربعہ اہل السنۃ والجماعت، محدثین، مفسرین، شارحین، متکلمین، صوفیائے کرام میں سے کسی نے نہیں لکھا کہ:

❶ وفات یافتہ انبیاء کرامؑ کے اجسادِ عنصری خاکی میں اب بھی روح موجود ہے۔ اور وہ دنیوی حیات کے ساتھ اپنے مدفن یا نے ارضی میں زندہ موجود ہیں۔

❷ اور نہ ہی کسی نے یہ کہا کہ: انبیاء کرامؑ کی ارواح طیبہ اجسادِ خاکی سے نکل کر آناً فاناً پھر اجسادِ عنصریہ میں واپس لوٹ آتی ہے۔ اور پھر کبھی نہیں نکلتی۔

❸ اور نہ ہی کسی نے یہ کہا کہ: انبیاء کرامؑ کی ارواح خاکی اجسادِ عنصریہ کو نکل کر کچھ دنوں کے بعد پھر واپس اپنے اجسادِ عنصریہ میں واپس لوٹ آتی ہے۔ اور پھر قیامت تک کبھی نہیں نکلتی۔

❹ اور نہ ہی کسی نے یہ کہا کہ: انبیاء کرامؑ کی ارواح طیبہ ان کے اجسادِ عنصری خاکی سے نکل

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہی نہیں۔ بلکہ اندر ہی اندر سمٹ گئیں۔

۵ اور نہ کسی نے یہ لکھا کہ: موت کے معنے رفع الحیات یا سلب الحیات نہیں بلکہ موت کے معنے استتار الحیات ہیں۔

فائدہ حضرت نانوتویؒ کے مسلک سے متعلق بحث آئندہ اوراق میں حیاتُ الانبیاءؑ کے بارہ میں قادیانیوں کا عقیدہ نمبر ۱ کے تحت المُہَنَّد کی عبارت سے پیدا ہونے والے ایک شبہ کے جواب میں تفصیل کے ساتھ آرہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

تنبیہ جس طرح زندگی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اسی طرح موت بھی عطائے الٰہی ہے۔ جس سے انسان کی رُوح مرتی نہیں بلکہ جسدِ عنصری سے جدا ہوکر اپنے اعمال کے مطابق دوسرے موہوب جسمِ مثالی میں منتقل ہوجاتی ہے۔ کیونکہ:

موت کے معنی ہیں: بدنِ عنصری سے رُوح کا نکل جانا اور اس سے جدا ہوجانا۔ چنانچہ:

۱ حضرت امام راغب اصفہانیؒ نے آیت "کل نفس ذائقۃ الموت" میں موت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرمایا: وقولہ "کل نفس ذائقۃ الموت" فعبارۃ عن زوال القوۃ الحیوانیۃ وابانۃ الروح عن الجسد۔ یعنی موت، قوتِ حیات کے زائل ہوجانے اور روح کے بدن سے جدا ہوجانے کا نام ہے۔ (مفردات صفحہ ۴۹۴)

۲ محمد بن علی بن حزمؒ (متوفی ۴۹۶ھ) نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے کہ: "روح کے جسمِ عنصری سے جدا ہوجانے کا نام موت ہے"۔ (عصمتِ انبیاءؑ صفحہ ۹۷)

۳ امام رازیؒ فرماتے ہیں: الاماتۃ ھی اعدام الحیاۃ۔ (تفسیر رازی جلد ۶ صفحہ ۲۷۶)

۴ نظامی شرح حسامی میں ہے: الموت ھو مفارقۃ الروح عن البدن وانتقالہ من دار الی دار۔ (نظامی شرح حسامی صفحہ ۱۵۶)

۵ حضرت علامہ طیبیؒ نے فرمایا کہ موت دراصل ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے۔

۶ حضرت مولانا سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "موت یہ ہے کہ روح کا بدن سے انقطاع ہوجاتے"۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن جلد ۲۹ صفحہ ۳)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

٧ شیخ زادہؒ نے حاشیہ بیضاوی میں تحریر فرمایا کہ: موت کے وقت روح کا تعلق بدن کے ظاہر اور باطن، ہر دو سے کٹ جاتا ہے۔

٨ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے فرمایا: "موت عدم و فنا کا نام نہیں بلکہ جسم سے روح کی مفارقت اور جدائی کا نام ہے موت"۔ (اصول الاسلام صفحہ ۱۰۳)

٩ حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: موت کے وقت ظاہر اور باطن بدن سے تعلق اس طرح منقطع ہو جاتا ہے کہ اس میں تصرف نہیں کرتا فی وقت الموت ینقطع تعلقه عن ظاهر هذا البدن وباطنه حيث لا يتصرف۔ (فتح العزیز صفحہ ۵۵۹)

١٠ نیز آپؒ نے تفسیر عزیزی جلد ا صفحہ ۶۰ میں فرمایا: "و موت رجوع انسانی بنفس انسانی بسوئے اصل خود است کہ خاک است"۔ یعنی "موت رجوع ہونا اصل انسانی کا اپنی اصل کی طرف ہے کہ خاک ہے"۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

❶ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ۔ ❷ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ۔

❸ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ۔

١١ امام ابن قیمؒ فرماتے ہیں: الموت انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقة وحيلولة بينهما۔ (شرح الصدور صفحہ ۹ کتاب بشری الکئیب صفحہ ۱۵، ۱۶)

١٢ نیز آپؒ نے فرمایا: المراد بفناء الارواح ذهابها من الاجساد والروح توصف بالوفاة والقبض والامساك والارسال۔ (کتاب الروح صفحہ ۲۳۶)

١٣ تفسیر خازن میں ہے: الموت زوال القوة الحيوانية وابانة الروح عن الجسد (خازن جلد ۳ صفحہ ۲۸۹)

١٤ عنایہ میں ہے: الموت زوال الحيوة عما من شأنه ـــــ (عنایہ صفحہ ۹۷)

١٥ روح المعانی میں ہے: الصواب ان يقال موت الروح هي المفارقة عن الجسد۔ (روح المعانی جلد ۱۵ صفحہ ۱۳۰)

١٦ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: و توفيها في حالة الموت بخلق الموت وازالة الحس بالكلية۔ (قرطبی جلد ۱۵ صفحہ ۲۶۱ نیز الفروق اللغویہ میں بھی اسی طرح ہے)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۱۷ نیز آپؒ فرماتے ہیں: والاجل الموت ھو الوقت الذی فی معلومہ سبحانہ ان روح الحی تفارق جسدہ۔ یعنی اجل موت اس وقت کا نام ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق جان دار کی روح اس کے بدن سے جدا ہوگی۔ (تفسیر قرطبی جلد ۳ صفحہ ۲۲۶)

فائدہ موت عدم نہیں، بلکہ وجودی چیز ہے۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ اس کی دلیل ہے۔

۱۸ مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں: موت انسانی کیا ہے روح کا تعلق جسم سے منقطع ہونا۔ (حاشیہ مظہری جلد ۱۲ صفحہ ۳۴۴ حاشیہ ۱)

۱۹ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: موت روح آنکہ بعد از مفارقت از بدن از ترقی باز ماند و در مقابلہ ہمیں آمدہ: اَلْاَنْبِيَآءُ اَحْيَآءٌ۔ (مشکلات القرآن صفحہ ۴۳)

۲۰ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: قال العلماء الموت لیس بعدم محض و لا فناء صرف وانما ھو انقطاع تعلق الروح بالبدن ومفارقۃ وحیلولۃ بینھما وتبدل حال و انتقال من دار الی دار۔ یعنی علماء نے کہا ہے کہ موت عدم محض اور فناء صرف کا نام نہیں، بلکہ موت بدن سے روح کا تعلق منقطع ہوجانے، ارواح اور بدن میں جدائی اور پردہ حائل ہو جانے اور ایک دار (عالمِ دنیا) سے دوسرے دار (عالمِ برزخ) کی طرف منتقل ہونے سے عبارت ہے۔ (شرح الصدور صفحہ ۵ وبشری الکئیب صفحہ ۱۲۹۵)

۲۱ علامہ سید محمود آلوسیؒ رقمطراز ہیں: الاماتۃ بمعنی اخراج الروح و سلب الحیاۃ۔ یعنی اماتت کے معنی ہیں رُوح کا نکال لینا اور زندگی کا سلب کرلینا۔ (روح جلد ۳ صفحہ ۲۱)

فائدہ موت کی یہ کیفیت مذکورہ بالا مفہوم کے ساتھ سب کے لیے یکساں ہے۔ اور تمام بنی آدم، انبیاء علیہم السلام ہوں یا شہداءؒ اور دیگر عامۃ المسلمین پر موت اخراجِ روح از بدن اور ابانتِ روح از جسد یعنی جسدِ عنصری سے روح کے جدا کردینے کے طریق پر ہی وارد ہوتی ہے۔ البتہ اعزاز و اکرام اور تحقیر و تذلیل کا فرق ضرور ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام، شہداءؒ اور دیگر مومنینؒ سے قبضِ روح کا معاملہ علیٰ حسب المراتب اعزاز و اکرام سے کیا جاتا ہے۔ اور کفار و مشرکین سے تذلیل و اہانت کے ساتھ۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

موت مومن کے لیے تحفہ ہے

حدیث سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تُحْفَةُ الْمُؤْمِنِ الْمَوْتُ" کہ موت مومن کا تحفہ ہے۔ (مشکوۃ شریف صفحہ ۱۴۰، واحکام میت صفحہ ۱۲، از حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ خلیفۂ مجاز حضرت تھانویؒ)

تشریح حضرت علامہ طیبیؒ نے اس حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ موت مومن کے لیے تحفہ اس طرح ہے کہ یہ سعادت کبریٰ تک پہنچنے کا ذریعہ اور بلند درجے پانے کا وسیلہ ہے۔ اور یہ موت ان اسباب میں سے ہے جو انسان کو ہمیشگی کی نعمتوں تک پہنچا دیتا ہے۔ دراصل ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہونے کا نام موت ہے۔

انبیاءؑ کی موت امت کے لیے باعثِ رحمت ہے

حدیث سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ اِذَآ اَرَادَ رَحْمَةَ اُمَّةٍ مِّنْ عِبَادِهٖ قَبَضَ نَبِيَّهَا قَبْلَهَا وَ جَعَلَهٗ لَهَا فَرَطًا وَّ سَلَفًا بَيْنَ يَدَيْهَا. کہ اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں میں سے کسی امت پر رحمت کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس امت سے پہلے اس کے نبی کی روح کو قبض فرما لیتے ہیں۔ پھر اس نبی کو اس امت کے آگے آگے میر منزل اور پیش رو بناتے ہیں۔ (مشکوۃ صفحہ ۵۵۰)

تنبیہ شہداء کے بارے میں تو احادیثِ صحیحہ میں واضح طور پر آیا ہے کہ ان کی روحیں ان کے ابدانِ عنصریہ سے نکال کر مثالی قالبوں میں داخل کر دی جاتی ہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی ارواحِ طیبہ بھی ان کے ابدانِ ظاہرہ سے نکال کر جدا کر لی جاتی ہیں۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی اللہ تعالیٰ کی عادتِ مستمرہ اور دستورِ متعارف کے مطابق اسی طرح واقع ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ طیبہ وطاہرہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدنِ مبارک سے نکالی گئی۔ جیسا کہ:

حدیث ارشادِ نبویؐ ہے: اِنَّ جَمِيْعَ الْاَنْبِيَآءِ قَبَضَ اَرْوَاحَهُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ وَهُوَ الَّذِيْ سَيَقْبِضُ رُوْحِيْ. یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کی روحیں ملک الموت نے قبض کیں اور وہی عنقریب میری روح کو بھی قبض کرے گا۔ (تفسیر قرطبی جلد ۴ صفحہ ۲۲۶)

حدیث ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: فَقُبِضَ وَ اِنَّ رَأْسَهٗ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بَیْنَ سَحْرِیْ وَنَحْرِیْ۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی روح قبض فرمائی اس وقت آپؐ کا سر مبارک میرے سینے اور حلق کے درمیان تھا۔ (صحیح بخاری جلد ا صفحہ)

فائدہ اس حدیث کے تحت حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: فِیْ رِوَایَۃِ ھَمَّامٍ عَنْ ھِشَامٍ بِھٰذَا الْاِسْنَادِ عِنْدَ اَحْمَدَ نَحْوَہٗ وَزَادَ فَلَمَّا خَرَجَتْ نَفْسُہٗ لَمْ اَجِدْ رِیْحًا قَطُّ اَطْیَبَ مِنْھَا۔ یعنی اس روایت کو امام احمدؒ نے بھی اس اسناد کے ساتھ ہشام سے بواسطہ ہمام روایت کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔ (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں) جب آپ ﷺ کی روح مبارک (بدن سے) نکلی تو ایسی خوشبو آئی کہ میں نے اس سے عمدہ خوشبو کبھی نہیں سونگھی۔ یہ خوشبو آپ ﷺ کی روح طیبہ کی تھی۔ (فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۰۲)

حدیث سیدنا ابوبردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اَخْرَجَتْ اِلَیْنَا عَائِشَۃُ رَضِیَ اللہُ عَنْھَا کِسَاءً وَّاِزَارًا غَلِیْظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوْحُ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ ھٰذَیْنِ۔ کہ حضرت عائشہؓ نے ایک چادر اور ایک موٹا تہبند دکھایا اور کہا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی روح طیبہ ان دو کپڑوں میں قبض ہوئی۔ (صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۶۵)

فائدہ حضرت امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے مسند احمد کے حوالہ سے نقل فرمایا: فَلَمَّا خَرَجَتْ نَفْسُہٗ لَمْ اَجِدْ رِیْحًا قَطُّ اَطْیَبَ مِنْھَا۔ یعنی آپ کی روح مبارک جسد اطہر سے خارج ہوئی تو ایسی پاکیزہ خوشبو محسوس ہوئی کہ اس جیسی پاکیزہ خوشبو عمر بھر میں کبھی میں نے نہیں پائی۔ (فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۱۱۸)

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ:

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ موت ایک طبعی امر ہے، جو تتمہ و تکملہ ہے حیات کا، اسے نیکوکاری اور بدکاری سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی یہ انسان کے لیے بطورِ سزا کے مقرر ہوئی ہے۔ چنانچہ:

قرآن اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (۲۱:۳۴) اور ہم نے آپ ﷺ سے قبل بھی کسی بشر کو ہمیشگی کے لیے نہیں بنایا تھا۔ نیز:

قرآن ارشادِ باری تعالیٰ ہے: کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ (۳:۱۸۵ و ۲۱:۳۵ و ۲۹:۵۷) کہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

"ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے"۔ خواہ وہ نیک ہو یا بد۔

فائدہ اس آیت کریمہ میں یہودیوں اور مسیحیوں کے عقیدۂ بد کا رد کیا گیا ہے جو کہتے ہیں کہ موت گناہ کی سزا یا نتیجہ کا نام ہے۔ چنانچہ:

موت کے متعلق یہود ونصاریٰ کا عقیدہ

۱ حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہود کا عقیدہ ہے کہ "موت نتیجہ ہوتی ہے شخصی گناہ کا"۔ (دیکھیے تفسیر ماجدی صفحہ ۱۴۰ حاشیہ ۳۸۶)

۲ یہودیوں کا عقیدہ ہے: مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَاَنَّمَا بِاِنْسَانٍ وَّاحِدٍ دَخَلَتِ الْخَطِيْئَةُ اِلَى الْعَالَمِ وَبِالْخَطِيْئَةِ الْمَوْتُ وَهٰكَذَا اجْتَازَ الْمَوْتُ اِلٰى جَمِيْعِ النَّاسِ اِذْ اَخْطَاَ الْجَمِيْعُ۔ کہ "ایک آدمی کے سبب گناہ دنیا میں آیا اور گناہ کے سبب موت آئی اور موت سب آدمیوں میں پھیل گئی"۔ (رومیوں ۵:۱۲)

۳ نیز یہودیوں کا عقیدہ ہے: لِاَنَّ نِهَايَةَ تِلْكَ الْاُمُوْرِ هِيَ الْمَوْتُ۔ کیونکہ ان کاموں یعنی گناہوں کا انجام موت ہے۔ (رومیوں ۶:۲۳)

۴ نیز نصاریٰ کا عقیدہ ہے: ثُمَّ الشَّهْوَةُ اِذَا حَبِلَتْ تَلِدُ خَطِيْئَةً وَالْخَطِيْئَةُ اِذَا كَمُلَتْ تُنْتِجُ مَوْتًا۔ خواہش حاملہ ہو کر گناہ کو جنتی ہے اور گناہ جب بڑھ چکا تو موت پیدا کرتا ہے۔ (یعقوب ۱:۱۵)

خلاصہ یہ کہ اہل کتاب یہودی ہوں یا نصرانی، ان کا عقیدہ ہے کہ موت گناہوں کے نتیجہ میں آتی ہے۔ اور گناہوں سے پاک و معصوم ہستیوں پر موت کبھی نہیں آتی۔ اگر آتی بھی ہے تو فقط وعدۂ الٰہی کی تکمیل کے لیے محض ایک آن کو ان پر موت آتی ہے، اور اس کے بعد فوراً بدستور زندہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کہیں تو موت کے بعد تیسرے دن دوبارہ مردوں میں سے جی اٹھنے، اور کہیں چالیس دن تک، اور کہیں دفن کے فوراً بعد قبر میں دوبارہ زندہ ہو جانے کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔ اور بعض وہ بھی ہیں جو سرے سے موت کو مرتبۂ نبوت ہی کے منافی سمجھتے تھے۔ اسی طرح بعض مذاہب ایسے بھی ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ کامل اولیاء اور انبیاء زندۂ جاوید ہوتے ہیں۔ ان پر موت نہیں آسکتی۔ یا یہ کہ وہ امر اور لافانی ہو گئے۔ چنانچہ:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاءؑ کے بارہ میں یہود و نصاریٰ کا عقیدہ

١ زبور میں ہے: اَحْيَيْتَنِي مِنْ بَيْنِ الْهَابِطِيْنَ فِي الْجُبِّ. کہ تو نے مجھے زندہ رکھا ہے کہ گور میں نہ جاؤں۔ (زبور ٣٠:٣)

٢ نیز بائبل میں ہے: حِيْنَئِذٍ اجْتَمَعَ هٰؤُلَاءِ الْوُزَرَاءُ وَالْمَرَازِبَةُ عِنْدَ الْمَلِكِ وَ قَالُوْا لَهٗ هٰكَذَا اَيُّهَا الْمَلِكُ دَارِيُوْسُ عِشْ اِلَى الْاَبَدِ. پس یہ وزیر اور ناظم بادشاہ کے حضور جمع ہوئے اور اُس سے یوں کہنے لگے کہ اے دارا بادشاہ ابد تک جیتا رہ۔ (دانی ایل ٦:٦)

٣ نیز بائبل میں ہے: فَتَكَلَّمَ دَانِيَالُ مَعَ الْمَلِكِ يَا اَيُّهَا الْمَلِكُ عِشْ اِلَى الْاَبَدِ. تب دانی ایل نے بادشاہ سے کہا اے بادشاہ ابد تک زندہ رہ۔ (دانی ایل ٦:٢١)

فائدہ معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرامؑ کو محض مُردہ سمجھنے والے یہودی بھی اپنے دل میں لافانی اور ابدی حیات کی تمنا رکھتے تھے۔

٤ نصاریٰ کا عقیدہ ہے: تَمْلِكُ النِّعْمَةُ بِالْبِرِّ لِلْحَيٰوةِ الْاَبَدِيَّةِ بِيَسُوْعَ الْمَسِيْحِ رَبِّنَا. خدا کی بخشش و نعمت ہمارے خداوند مسیح یسوع میں ہمیشہ کی زندگی ہے۔ (رومیوں ٦:٢٣)

٥ نیز نصاریٰ کا عقیدہ ہے: اِذْ اَعْطَيْتَهٗ سُلْطَانًا عَلٰى كُلِّ جَسَدٍ لِيُعْطِيَ حَيٰوةً اَبَدِيَّةً لِكُلِّ مَنْ اَعْطَيْتَهٗ. کہ تو نے اسے ہر بشر پر اختیار دیا ہے تاکہ جنھیں تو نے اسے بخشا ہے اُن سب کو وہ ہمیشہ کی زندگی دے۔ (یوحنا ١٧:٢)

٦ بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذمے ایک الزام لگاتے ہوئے یوحنا نے اپنے صحیفے میں لکھا ہے کہ: یسوع نے کہا: ـــــ اَرْسَلَنِي الْاَبُ الْحَيُّ وَاَنَا حَيٌّ بِالْاَبِ. "زندہ باپ نے مجھے بھیجا اور باپ کے سبب سے زندہ ہوں"۔ (یوحنا ٦:٥٧)

٧ نیز نصاریٰ کا عقیدہ ہے: اَنَّ الْمَسِيْحَ يَبْقٰى اِلَى الْاَبَدِ. کہ "مسیح ابد تک باقی رہے گا"۔ (یوحنا ١٢:٣٤)

٨ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ: قَدِ انْتَقَلَ مِنَ الْمَوْتِ اِلَى الْحَيٰوةِ. وہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گیا۔ (یوحنا ٥:٢٤)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فائدہ یاد رہے کہ نصاریٰ کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو یہودیوں نے سولی پر چڑھا کر موت کے منہ میں دھکیل دیا، پھر ان کے جسدِ خاکی کو دفن بھی کر دیا گیا، لیکن وہ تیسرے دن مُردوں میں سے جی اُٹھے اور کچھ مدت کے بعد آسمان پر اٹھالیے گئے۔ جب کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ ہے کہ آپؑ طبعی موت مرے۔ لیکن قرآن مجید اور احادیثِ متواترہ سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ تو آپؑ کو قتل کیا گیا اور نہ سولی چڑھایا گیا، بلکہ آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے جیتا جاگتا آسمانوں پر اٹھالیا۔ اور قربِ قیامت میں آپؑ کا نزول ہوگا۔

نوٹ اس کی مکمل بحث "القول الاتم فی حیاتِ عیسٰی ابن مریمؑ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

۹ نیز یوحنا نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف اس قول کی نسبت کی: اَلْحَقَّ الْحَقَّ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنْ کَانَ اَحَدٌ یَحْفَظُ کَلَامِیْ فَلَنْ یَرَی الْمَوْتَ اِلَی الْاَبَدِ. کہ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میرے کلام پر عمل کرے گا تو ابد تک کبھی موت کو نہ دیکھے گا۔ (یوحنا ۸:۵۱)

فائدہ معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں اُخروی ابدی زندگی کے متعلق جنت کی خوشخبری دی گئی تھی۔ لیکن مادہ پرست نام نہاد نصاریٰ نے فنکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بے شمار مقامات پر آخرت کا ذکر ختم کر دیا۔ تاکہ آخرت کی جزا و سزا کا تصور ہی بے معنی سا معلوم ہونے لگے۔

تنبیہ یہودیوں کی عادت تھی وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے وعظ کے دوران انھیں ٹوک دیتے اور کبھی اوٹ پٹانگ سوال کرتے بلکہ گستاخانہ تمسخر بھی کرتے تھے۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی معصوم زبانِ مبارک سے ادا ہونے والے پاکیزہ کلامِ الٰہی میں لفظی و معنوی تحریف کر کے انھیں کے سامنے کلامِ الٰہی کے مفہوم کا مخالف مطلب بیان کر دیا کرتے تھے۔ تاکہ انھیں زیادہ سے زیادہ اذیت پہنچائی جاسکے۔ جیسا کہ:

۱۰ یوحنا نے اپنے صحیفہ میں بیان کیا: فَقَالَ لَہُ الْیَہُوْدُ اَلْاٰنَ عَلِمْنَا اَنَّ بِکَ شَیْطَانًا قَدْمَاتَ اِبْرٰھِیْمُ وَالْاَنْبِیَآءُ وَاَنْتَ تَقُوْلُ اِنْ کَانَ اَحَدٌ یَحْفَظُ کَلَامِیْ فَلَنْ یَذُوْقَ الْمَوْتَ اِلَی الْاَبَدِ. یعنی یہودیوں نے اس سے کہا کہ اب ہم نے جان لیا کہ تجھ میں بدروح ہے۔ ابراہام مر گیا، اور نبی مر گئے، مگر تُو کہتا ہے کہ اگر کوئی میرے کلام پر عمل کرے گا تو ابد تک طبعی موت کا مزہ نہ چکھے گا۔ (یوحنا ۸:۵۲)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فائدہ دیکھیے یہودیوں نے کس قدر گستاخانہ انداز میں (نعوذباللہ) "اَنْ بِكَ شَيْطَانًا" کے صریح کفریہ الفاظ استعمال کیے۔ اور اردو مترجمین نے اس کا ترجمہ "بدروح" لکھ دیا ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کلام میں فَلَنْ يَرَى الْمَوْتَ اِلَى الْاَبَدِ۔ کے الفاظ لکھے گئے ہیں، جب کہ ان یہودیوں نے تحریف کرتے ہوئے فَلَنْ يَذُوْقَ الْمَوْتَ اِلَى الْاَبَدِ۔ کہا۔ اور اردو مترجمین نے "طبعی" کے لفظ کا اضافہ کر دیا۔ تاکہ ہر مرنے والے کی موت کو غیر طبعی قرار دے کر اسے گناہ گار ثابت کیا جاسکے۔ اگرچہ اس نظریہ سے انبیاء کی عصمت مجروح ہوتی ہو۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

تبصرہ انجیل یوحنا کی اس آیت سے یہودیوں کا مذہب معلوم ہو گیا کہ وہ ابوالانبیاء سیدنا ابراہیم اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو مردہ سمجھتے تھے۔ اور ان کا عقیدہ تھا کہ "موت نتیجہ ہوتی ہے شخصی گناہ کا"۔ حالانکہ:

قرآن اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ۔ (۴۷:۳۸) اور وہ پیغمبر ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں۔ یعنی منتخب لوگوں میں سے سب بڑھ کر ہیں۔ جب کہ گناہ گار آدمی اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ نہیں ہوسکتا۔ نیز:

قرآن وَاجْتَبَيْنٰهُمْ (۸۷:۶) یعنی ہم نے ان کو مقبول بنایا۔ جب کہ گناہ گار اللہ تعالیٰ کا مقبول نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قرآن اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ (۱۷:۱۰) کہ گناہ گار کامیاب نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ گناہ گار اچھے لوگوں میں سے نہیں ہوسکتا۔ اور نہ وہ سیدھی راہ پر ہوسکتا ہے۔ نیز:

قرآن ارشاد باری ہے: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ (۹۰:۶) کہ یہ ہستیاں وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سیدھی راہ پر لگائے رکھا۔ بہرحال تمام انبیاء کرام علیہم السلام معصوم اور گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔ دُنیا میں اپنی طبعی زندگی پوری کر کے وفات پاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اس دارِ دُنیا سے انتقال فرما کر دارِ برزخ میں اللہ تعالیٰ کے یہاں پہنچ گئے، وہ جنت کے پھلوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کھاتے پیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

میں آرام سے رہتے ہیں۔ ان کے روحانی اجساد مبارکہ و مطہرہ کستوری اور کافور جیسے خوشبودار ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب چاہے اسکے حالات سے انھیں آگاہ بھی فرما دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ خوش ہوتے ہیں۔ ان کے اجساد دُنیویہ عنصریہ اپنی اپنی قبور میں معجزۃً بطور خرقِ عادت کے صحیح سالم اور تر و تازہ محفوظ ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ اَنْ تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ۔ جیسا کہ قبل ازیں گزر چکا ہے۔

ہندؤوں کا عقیدہ

1 ہندوؤں کے نزدیک ایک بزرگ شخصیت جن کا نام "سری کرشن" ہے۔ یہ بزرگ متھرا میں پیدا ہوئے۔ ان کے بارے میں ہندوؤں کے مختلف نظریات ہیں۔ مثلاً:

① بعض تو کہتے ہیں کہ وہ تمام کشتریوں کا سردار تھا۔ لیکن:

② بعض کہتے ہیں کہ وہ پیغمبر تھا۔ بلکہ:

③ بعض کہتے ہیں کہ وہ خدا کا اوتار تھا، وہ اس کی پوجا کرتے ہیں۔ اور

④ بعض کہتے ہیں کہ راجا سری کرشن ۱۲۵ سال کی عمر میں دریودھن کی ماں رانی گندھاری کی بددعا سے مر گیا تھا۔ اس کے برعکس:

⑤ بعض کہتے ہیں کہ راجہ سری کرشن پیغمبر تھے، اور وہ زندہ ہیں۔ لیکن روپوش ہوگئے ہیں۔ اور یہ کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

2 اسی طرح "بیاس" کے متعلق ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ بیاس بڑا پاکیزہ فطرت اور عارف کامل شخص تھا اور وہ زندۂ جاوید ہے۔

مشرکین عرب کا عقیدہ

1 حضرت مولانا سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ہُبل کی حقیقت تو یہ ہے کہ وہ ایک آدمی تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تھا پھر وقت مقدر پر اس کو موت دے دی۔ مشرکوں نے ایک پتھر تراش کر کے رکھا، اور کہا کہ یہ ہمارا ہُبل ہے۔ اور اپنے زعم میں کہا کہ اے ہُبل تم اس پتھر میں آجاؤ۔ اور دعویٰ کرلیا کہ وہ آگیا۔ اور دعویٰ کیا کہ اس میں یہ قدرت ہے کہ ہم کو بیٹا، رزق اور صحت وغیرہ دیتا ہے۔ اور اگر کوئی اہم کام ہو تو خدا کو

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اطلاع کرتا ہے اور وہاں سے مدد لے کر دلواتا ہے۔ (مواہب الرحمٰن پارہ ۳۰ صفحہ ۷۸۹)

۲ نیز آپ نے فرمایا کہ: مشرکین درحقیقت اس پتھر یا صلیب کو سجدہ کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس چیز میں فلاں میت کی روح سما گئی۔ جیسا کہ اس زمانے میں تعزیہ والے۔ جب تک وہ ٹھاٹھ بنانے والے کی دکان پر ہے تب تک بے قدر ہے۔ اور جب اس کو خریدا تو اس وقت سے اپنا تصور جمالیا اور اس کو ادب سے سلام کیا اور تاشے باجے کے ساتھ لے چلے۔ اور یہ سب ان لوگوں کے خیالات ہیں اور جن لوگوں کا نام لیتے ہیں کہ وہ اس میں آگئے یا اس سے تعلق حاصل ہو گیا۔ وہ لوگ بالکل بری ہیں مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ محل قدس یعنی آسمان دوم یا جنت میں ہیں' اور نادانوں کے کہنے سے وہ اس چیز میں نہیں آتے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی جانب سے ہدایت کرتا ہے۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن پارہ ۳۰ صفحہ ۷۹۰)

۳ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنداً روایت کیا ہے کہ لات ایک (بزرگ) شخص تھا جو حاجیوں کو ستو گھول گھول کر پلایا کرتا تھا۔ قریش اس کے نام کی قسم کھا لیتے تو اسے ہر حال میں پورا کرتے تھے۔

۴ ابن جریرؒ نے حضرت ابن عباسؓ' مجاہدؒ اور ربیع بن انسؒ سے مروی یہ بھی لکھا ہے کہ جب وہ "لات بابا" مرگیا تو اس کی قبر پر چڑھاوے چڑھائے جانے لگے۔ رفتہ رفتہ اس کی صورت کاٹ بنا کر یہ تصور قائم کرلیا گیا کہ لات بابا کی روح پتھر کی اِس مورتی میں حلول کر گئی ہے۔

مشرکین بابل کا عقیدہ

بابل و نینوا سے تعلق رکھنے والی آریائی نسل کی قومیں پانچ ہزار سال سے نمرود کی انتظار میں ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ ابھی مرا نہیں۔ بلکہ وہ جس طرح غائب ہوا' اسی طرح ایک نہ ایک دن خاموشی سے واپس آجائے گا۔ اور پھر اسی طرح امن و امان اور عیش و مسرت کا دور دورا لے آئے گا' جیسے اس کے عہد حکومت میں تھا۔ (ارمغان عجم صفحہ ۹۰ تا ۹۴ بحوالہ پلین ٹروتھ' فروری ۱۹۶۶ء)

جس طرح ان غیر مسلموں کا انبیاء و دیگر کاملین کے متعلق عقیدہ ہے جو خود کو مسلمان

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کہلانا کسی طرح بھی پسند نہیں کرتے، اسی طرح خود کو مسلمان کہلانے والے غیر مسلم بھی انبیاءؑ اور دیگر کاملین کے متعلق یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ جب کہ یہ عقیدۂ بد شرک کی بنیاد ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح مشرکین مکہ نے بشریت کو نبوت کے منافی سمجھتے ہوئے کہا کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا۔ کسی فرشتہ کو نبی ہونا چاہیے تھا، اسی طرح حیات الانبیاءؑ کے متعلق یہود و نصاریٰ کے عقائد بد سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے نہ صرف وفات النبیؐ کے اس سانحۂ عظیمہ کے موقع پر بلکہ جنگ احد کے موقع پر بھی منافقین نے موت کو مرتبۂ نبوت کے منافی قرار دیا۔ اور روافض کے بعض فرقوں نے وفاتِ ائمہ کے ساتھ ساتھ وفات النبیؐ کا بھی انکار کیا۔ کرامیہ نے کہا کہ جب نبی فوت ہوجائے تو وہ صفتِ نبوت سے متصف نہیں رہتا، اور اس کی نبوت زائل ہوجاتی ہے۔ اور اس کے مقابلے میں معطلہ اور ابن فورک مبتدع کا عقیدہ تھا کہ نبی مرا ہی نہیں کرتے اور وہ زیر زمین حقیقی طور پر دنیوی حسی عنصری حقیقی حیات کے ساتھ زندۂ جاوید رہتے ہیں۔ اور شوافع میں سے علامہ سبکیؒ، امام بیہقیؒ اور علامہ سیوطیؒ نے اس عقیدہ کا ذکر کیا ہے۔ اور ہندوستان میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی نے نہ صرف انبیاء کرامؑ کے متعلق یہی عقیدہ اختیار کیا بلکہ اولیاء کرامؒ کے متعلق بھی اسی قسم کے عقائد بد کا اظہار کیا۔ ہندوستان کے شیعیت زدہ رسمی مسلمانوں کے سامنے اسی مسئلہ کی آڑ میں خود کو عاشقِ رسولؐ ثابت کرکے اپنی جماعت میں شامل ہونے کی دعوت دی۔ اور ہند و پاک کے بہت سے توہم پرست جاہل عوام کو مرتد کیا۔ اور مرزا قادیانی کے بعد احمد رضا خان بریلوی نے بھی اسی عقیدۂ بد کی تشہیر شروع کردی۔ حتیٰ کہ اہلِ حق علماء خصوصاً حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ پر الزام لگایا کہ: "وہ حیات النبیؐ کے منکر ہیں"۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے اس کا مسکت جواب تحریر فرمایا ہے۔ جو قبل ازیں نقل کیا جاچکا ہے۔ احمد رضا خان نے حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ پر اتہامات لگائے۔ اور ان پر ستر کیا، بلکہ غیر متناہیہ وجوہ سے کفر لازم کیا۔ اور ان کا کفر اجماعی قطعی قرار دے کر فقہاء کرام کا فتویٰ تکفیر چھاپ دیا ــــ (اسی طرح) حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحبؒ و حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحبؒ قدس سرہم اور حضرت مولانا مولوی خلیل احمد صاحبؒ اور حضرت

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مولانا مولوی اشرف علی صاحب دامت برکاتہم کا نام لے کر قطعی تکفیر کی۔ اور یہ کہا کہ جو ان کے کافر کہنے میں تردد و تأمل اور شک کرے وہ بھی قطعی کافر ہے۔ (دیکھیے تمہید المنتقد)

ہمارے اکابر علمائے دیوبند اور ان کے مشایخ خصوصاً

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ
مولانا شاہ ولی اللہؒ
مولانا شاہ عبد العزیزؒ
مولانا شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ
قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ
مولانا شاہ محمد اسحاق دہلویؒ
مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ
مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ
مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ
مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ
مرشدی مولانا حسین علی الواںؒ
مولانا محمد ابراہیم دہلویؒ
علامہ سید سلیمان ندویؒ
مولانا سید عبد الدائم جلالیؒ
مولانا محمد حسن سنبھلیؒ
مولانا محمد عیسیٰ الٰہ آبادیؒ
مولانا نواب قطب الدینؒ
مولانا عزیز الرحمٰن مرادآبادیؒ
مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ
مولانا ظفر احمد عثمانیؒ
مولانا شبیر احمد عثمانیؒ
سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلویؒ
مولانا عبد الحق حقانیؒ
مولانا نجم الغنی رامپوریؒ
مولانا محمد طاہر قاسمیؒ
مولانا عبد الماجد دریابادیؒ
مولانا حبیب احمد کیرانویؒ
مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ
شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ
مولانا اسعد الرحمٰن قدسیؒ
مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
مولانا محمد منظور نعمانیؒ

اور اسی طرح دیگر متعدد علماء حق نے قلمی جہاد میں روافض، معتزلہ اور معطلہ وغیرہ کے ساتھ ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی اور احمد رضا خان بریلوی اور ان کے متبعین کے عقائد بد کا قرآن و سنت کے مضبوط دلائل سے رد فرمایا۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاء کے بارہ میں قادیانیوں کا عقیدہ (۱)

متنبی پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی نے بڑے دعویٰ کے ساتھ حضرت نبی کریم ﷺ کے لیے زمین پر زندگی ثابت کرنے کی کوشش کی اور پھر چیلنج کرتے ہوئے لکھا کہ:

❶ "اب ہمیں کوئی جواب دے کہ: روئے زمین پر یہ زندگی کس نبی کے لیے بجز ہمارے نبی ﷺ کے ثابت ہے"۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۰۵)

فائدہ اس حصر ("بجز ہمارے نبی") سے معلوم ہوا کہ معاذ اللہ دوسرے انبیاء عالم برزخ میں بھی زندہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مذکورِ بالا چیلنج کے بعد ایک ایک پیغمبر کا نام لے کر بلکہ ہندوؤں کے رشیوں اور منیوں کے نام لے لے کر کہا کہ:

① "روئے زمین پر یہ زندگی کس نبی کے لیے بجز ہمارے نبی ﷺ کے ثابت ہے؟

② کیا حضرت موسیٰ کے لیے؟ ــــ ہرگز نہیں۔

③ کیا حضرت داؤد کے لیے؟ ــــ ہرگز نہیں۔

④ کیا حضرت مسیح علیہ السلام کے لیے؟ ــــ ہرگز نہیں۔

⑤ کیا راجہ رام چندر ــــ یا راجہ کرشن کے لیے؟ ــــ ہرگز نہیں۔

⑥ کیا وید کے ان رشیوں کے لیے جن کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے دلوں پر وید کا پرکاش ہوا تھا؟ ــــ ہرگز نہیں"۔

(دیکھیے محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۰۵)

❷ "اگر کوئی نبی زندہ ہیں تو وہ ہمارے ہی نبی ہیں"۔ (الحکم ۱۷؍ فروری ۱۹۰۶ء صفحہ ۳)

تنبیہ حیات الانبیاءؑ کے بارہ میں بریلویہ کے تین عقائد قبل ازیں عقائدِ روافض کے ضمن میں نقل کیے جا چکے ہیں۔ جو حیات الانبیاءؑ کے بارہ میں روافض کے عقائدِ بد سے موافق تھے۔ آئندہ صفحات میں موافقت کی وجہ سے بریلویوں کے عقائد کا بیان ضمناً قادیانیوں کے عقائدِ بد کے ساتھ کیا جائے گا۔ تاکہ معلوم ہوسکے کہ یہ دونوں گروہ کس کس طرح جاہل اور رسمی مسلمانوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھانسنے کی کوششیں کرتے رہے ہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاء کے بارہ میں بریلویوں کا عقیدہ (۳)

مقابیس المجالس میں ہے: اَلْقُطْبُ الَّذِیْ لَمْ یَمُتْ اَبَدًا وَاحِدٌ وَهُوَ مُحَمَّدٌ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ یعنی قطب کبھی نہیں مرتا۔ وہ ہمیشہ ایک ہے۔ اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (مقابیس المجالس صفحہ ۴۱۹)

• **فائدہ** جس طرح قادیانیوں نے حصر کیا ہے ایسا ہی محولہ بالا عبارت میں بھی حصر کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ معاذاللہ دوسرے انبیاء عالم برزخ میں بھی زندہ نہیں۔ حالانکہ انبیاء کی تو شان ہی الگ ہے' شہداء جو انبیاءؑ سے نیچے درجہ کے ہیں ان کی حیات قرآن مجید کی عبارۃ النص سے ثابت ہے' جب کہ انبیاء کرامؑ کی حیات دلالۃ النص سے ثابت ہے۔ اور جو حکم دلالۃ النص سے ثابت ہو وہ اصولی طور پر اسی طرح قطعی ہوتا ہے جس طرح عبارۃ النص سے ثابت شدہ حکم قطعی ہوتا ہے۔ اس لیے قادیانیوں کا حیات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حصر کرنا صریح نص قرآنی کے خلاف' قرآن مجید کا انکار اور کفر ہے۔ نیز یہ بات ان کے درج ذیل عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔

حیاۃ الانبیاء کے بارہ میں قادیانیوں کا عقیدہ (۲)

مرزا قادیانی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے: "هذا هو موسىٰ فتى الله الذى اشار الله فى كتابه الى حياته وفرض علينا ان نؤمن بانه حى فى السماء ولم يمت وليس من الميتين۔ یہ وہی موسیٰ مردِ خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے۔ اور ہم پر فرض ہو گیا کہ ہم اس بات پر ایمان لادیں وہ زندہ آسمان میں موجود ہیں۔ اور مُردوں میں سے نہیں ہیں"۔ (نور الحق صفحہ ۵۰)

فائدہ مرزا قادیانی کی یہ کتاب لعنتوں والی کتاب کہلاتی ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۱۸ سے ۱۲۲ تک مسلسل لعنت کا لفظ استعمال کیا' اور ہر لعنت کے ساتھ نمبر بھی لکھا' یہاں تک کہ ایک ہزار پورا کر دیا۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ جس پر لعنت کی جائے اگر وہ اس لعنت کا مستحق نہ ہو تو وہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

لعنت پلٹ کر اسی پر پڑتی ہے جو کسی پر ناروا لعنت کرتا ہے۔ اور یہ بات بھی سب ہی جانتے ہیں کہ مسلمان لعنت کا مستحق نہیں ہوتا" البتہ جھوٹا شخص ضرور لعنت کا مستحق ہوتا ہے۔ اور جھوٹے کی سب سے مشہور علامت تضاد بیانی ہے۔ کیونکہ مشہور مقولہ ہے: "دروغ گو را حافظہ نباشد" اب غور فرمایئے کہ ایک طرف تو مرزا قادیانی نے سوال اٹھایا کہ "زندگی زمین پر یہ زندگی کس نبی کے لیے بجز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت ہے؟"۔ اور پھر دیگر انبیاء کرام کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام لے کر ان کی حیات کا انکار کیا۔ اور یہ بھی کہا کہ "اگر کوئی نبی زندہ ہیں تو وہ ہمارے ہی نبی ہیں"۔ اور محولہ بالا لعنتوں والی کتاب میں اس سے بالکل متضاد اور اُلٹ عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ اور وہ مرے ہی نہیں۔ اور یہ کہ وہ مُردوں میں سے بھی نہیں ہیں۔ اور تو اور اس کم بخت نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ ان کے آسمان پر زندہ ہونے کا اشارہ قرآن مجید میں بھی ملتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہاں تک لکھ دیا کہ اس عقیدۂ بد پر ایمان لانا اس پر فرض ہو گیا ہے۔

حیاۃ الانبیاءؑ کے بارہ میں قادیانیوں کا عقیدہ (۳)

مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ ہے کہ: "انبیاءؑ بحیاتِ جسمانی مشابہ حیاتِ دُنیوی زندہ ہیں"۔ (حاشیہ محامد خاتم النبیینؐ صفحہ ۱۲۹)

فائدہ کہتے ہیں کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اور اس کا مطلب ہے کہ جھوٹ بے بُنیاد ہوتا ہے۔ جس کے باعث جھوٹا آدمی کسی ایک بات پر قائم نہیں رہتا۔ یعنی عقیدہ ۱ میں تو مرزا قادیانی نے صاف اور صریح لفظوں میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق زمین پر زندہ ہونے کا عقیدہ بیان کیا۔ جب کہ دیگر انبیاءؑ وغیرہ کا نام لے لے کر زمین پر ان کی زندگی سے انکار کیا۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق آسمان پر زندہ ہونے کا عقیدہ بیان کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تمام اہلِ اسلام کے متفق علیہ عقیدہ کو مشتبہ کرنے کی کوشش کی۔ اور کسی قسم کا استثناء کیے بغیر تمام انبیاءؑ کے متعلق لکھا کہ انبیاءؑ بحیات جسمانی مشابہ حیاتِ دنیوی زندہ ہیں۔ حالانکہ مرزا قادیانی اور اس کے متبعین کا یہ عقیدہ بھی قرآن و حدیث اور سلف صالحین، محدثین،

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مفسرین، متکلمین، ائمۂ فقہاء اور صوفیاء کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اور علماء حق نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ وہ حیات دُنیوی حیات کے مشابہ نہیں ہے۔ مثلاً:

مسلک علماء حق

"عالمِ برزخ کی حیات مشابہ حیاتِ دُنیوی کے نہیں"

۱ حضرت علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْاَنْبِیَآءُ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ کَالشُّهَدَآءِ۔ کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں۔ جیسا کہ شہداء اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں۔ (تلخیص الحبیر صفحہ ۱۶۲)

۲ نیز آپ نے فرمایا: وَلَا شَكَّ اَنَّ الْاَنْبِیَآءَ اَرْفَعُ رُتْبَةً مِّنَ الشُّهَدَآءِ۔ کہ اس میں شک نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کا مرتبہ شہداء سے بلند ہے۔ (فتح الباری پارہ ۱۳ صفحہ ۲۵۸)

۳ نیز فرمایا: وَهٰذِهِ الْحَیٰوةُ لَیْسَتْ دُنْیَوِیَّةً اِنَّمَا هِیَ اُخْرَوِیَّةٌ۔ اور یہ زندگی دُنیوی نہیں، بلکہ اخروی ہے۔ (فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۳۶)

۴ نیز آپ نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: لِاَنَّهٗ ﷺ بَعْدَ مَوْتِهٖ وَاِنْ كَانَ حَیًّا فَهِیَ حَیٰوةٌ اُخْرَوِیَّةٌ لَا تُشْبِهُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا۔ کیونکہ آپ ﷺ وفات کے بعد اگرچہ زندہ ہیں لیکن یہ دوسری قسم کی حیات ہے، وہ دُنیا کی حیات جیسی نہیں۔ (فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۳۶)

۵ حضرت امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالْاَنْبِیَآءُ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ كَحَیٰوةِ الشُّهَدَآءِ عِنْدَ رَبِّهِمْ. وَلَیْسَتْ حَیٰوتُهُمْ كَحَیٰوةِ اَهْلِ الدُّنْیَا وَلَا حَیٰوةِ الْاٰخِرَةِ بَلْ لَوْنٌ اٰخَرُ. كَمَا وَرَدَ اَنَّ حَیٰوةَ الشُّهَدَآءِ بِاَنْ جَعَلَ اللّٰهُ اَرْوَاحَهُمْ فِیْ اَجْوَافِ طَیْرٍ خُضْرٍ تَسْرَحُ فِی الْجَنَّةِ وَتَاْوِیْ اِلٰی قَنَادِیْلَ مُعَلَّقَةٍ تَحْتَ الْعَرْشِ فَهُمْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ بِهٰذَا الْاِعْتِبَارِ كَمَا اَخْبَرَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی. وَاَجْسَادُهُمْ فِیْ قُبُوْرِهِمْ. وَهٰذِهِ الْاَشْیَآءُ اَكْبَرُ مِنْ عُقُوْلِ الْبَشَرِ وَالْاِیْمَانُ بِهٖ وَاجِبٌ. كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام اپنے رب کے یہاں اسی طرح زندہ ہیں جس طرح رب کے یہاں شہداء کی زندگی ہے۔ اور ان کی حیات نہ تو اہلِ دنیا کی حیات جیسی ہے اور نہ آخرت کی حیات۔ بلکہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اس حیات کا رنگ ہی اور ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ شہداء کی حیات اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح سبز پرندوں کے اندر رکھ دی ہیں۔ جو جنت کی سیر کرتی ہیں اور عرش معلی کے نیچے جھولتی ہوئی قندیلوں میں ٹھکانا پکڑتی ہیں۔ اس اعتبار سے وہ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اور ان کے اجساد مبارکہ اپنی اپنی قبروں میں محفوظ ہیں۔ اور یہ سب باتیں انسانی عقل سے بالاتر ہیں۔ اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ۔ کہ وہ غیب کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

(تاریخ الاسلام جلد ا صفحہ ۲۶۹ و ۲۷۰ منقول از الارشاد المفید)

۶ علامہ محمد بن احمد بن عبدالہادی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَقَوْلُ مَنْ زَعَمَ اَنَّهَا نَظِیْرُ الْحَیٰوةِ الْمَعْهُوْدَةِ مُخَالِفٌ لِلْمَنْقُوْلِ وَالْمَعْقُوْلِ وَیَلْزَمُ مِنْهُ مُفَارَقَةُ الرُّوْحِ لِلرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی وَ حُصُوْلُهَا تَحْتَ التُّرَابِ قَرْنًا بَعْدَ قَرْنٍ وَالْبَدَنُ حَیٌّ مُدْرِكٌ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ تَحْتَ اَطْبَاقِ التُّرَابِ وَالْحِجَارَةِ۔ وَلَوَازِمُ هٰذِهِ الْبَاطِلَةِ بِمَا لَا یَخْفٰی عَلَی الْعُقَلَاءِ وَبِهٰذَا یُعْلَمُ بُطْلَانُ تَاْوِیْلِ قَوْلِهٖ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ۔ بِاَنَّ مَعْنَاهُ وَقَدْ رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ وَاَنَّ ذٰلِكَ الرَّدَّ مُسْتَمِرٌّ وَّاَحْیَاهُ اللّٰهُ قَبْلَ یَوْمِ النُّشُوْرِ وَاَقَرَّهُ تَحْتَ التُّرَابِ وَاللَّبِنِ فَیَالَیْتَ شِعْرِیْ هَلْ فَارَقَتْ رُوْحُهُ الْكَرِیْمَةُ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی وَاتَّخَذَتْ بِبَیْتٍ تَحْتَ الْاَرْضِ مَعَ الْبَدَنِ اَوْ فِی الْحَالِ الْوَاحِدِ هِیَ فِی الْمَكَانَیْنِ۔ یعنی جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ حیات برزخیہ حیات دُنیا کی نظیر ہے۔ تو یہ عقل و نقل کے خلاف ہے۔ کیونکہ اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ رفیق اعلیٰ سے رُوح جدا ہو کر مٹی کے نیچے مدتوں تک رہتی ہے۔ اور مٹی اور پتھروں کے نیچے زندہ ہے۔ ادراک رکھتا ہے اور سنتا دیکھتا ہے۔ اور یہ لوازمات باطلہ عقل مندوں سے پوشیدہ نہیں۔ اور "اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِیْ" کی جو تاویل کی جاتی ہے اس کا بطلان بھی معلوم ہو گیا۔ جس کا معنی یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر روح لوٹاتا ہے۔ اور آپ ﷺ کے جسد مبارک میں روح ہمیشہ رہے گی۔ جس کا مطلب یہ ہو گا کہ مٹی اور پتھروں کے نیچے آپ ﷺ کو قیامت سے پہلے ہی زندہ کر دیا گیا۔ کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ روح مبارک نے رفیق اعلیٰ سے جدا ہو کر لحد میں بدن کے ساتھ گھر بنالیا۔ یا یہ کہ روح ایک ہی حالت میں دونوں جگہوں میں موجود ہے۔ یعنی یہ دونوں صورتیں ظاہر البطلان ہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

(الصارم المنکی صفحہ ۱۸۷ و ۱۸۸، منقول از الارشاد المفید)

۷ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "ایشاں را در برزخ حیاتِ ابدی ثابت شدہ کہ دیگراں را سوائے شہداء فی سبیل اللہ ثابت نیست و حال آنکہ حیاتِ آنجا مماثل حیاتِ دُنیا نیست، بلکہ احکام حیاتِ دُنیا دیگر است، و احکام حیاتِ آنجا دیگر۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے برزخ میں ابدی (دائمی) حیات ثابت ہے۔ جو (فی سبیل اللہ) شہیدوں کو بھی حاصل نہیں۔ اس جگہ کی حیات دنیا کی حیات جیسی نہیں۔ بلکہ دنیا کے احکام اور ہیں اور اس جگہ کے احکام اور ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد ۲ صفحہ ۷)

۸ حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اربعین مسائل میں اسی طرح ارشاد فرمایا۔

۹ حضرت مولانا نواب قطب الدین محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے بھی الہدیۃ المکیۃ ملحقہ مفتاح الصلوٰۃ میں اسی طرح تحریر فرمایا ہے۔

۱۰ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے فرمایا: "و لازم نمی آید از بودن آں حقیقت حیات کہ باشد بر صفتے کہ در دُنیا بُودہ و نہ در احتیاج بطعام و شراب و غیر ذالک از صفاتِ اجسام، چنانکہ مشاہدہ مے کنیم در دُنیا بلکہ آنہارا در برزخ احکام دیگر باشد و احتیاج بطعام و امثال آں امر عادی است و حال در آنجا بخلاف عادت باشد"۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کی حقیقی حیات ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس صفت پر ہو جس صفت پر دُنیا میں تھے اور نہ احتیاج کھانے پینے وغیرہ صفاتِ اجسام میں جس طرح ہم دُنیا میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے لیے برزخ میں اور احکام ہوتے ہیں، اور احتیاج کھانے پینے وغیرہ کی امر عادی ہے اور حال اس جگہ کا خلافِ عادت کے ہوتا ہے۔ (مدارج النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۵۹)

۱۱ حضرت مولانا حافظ عزیز الرحمٰن مراد آبادیؒ نے "اکمل البیان تائید تقویۃ الایمان" میں تحریر فرمایا ہے کہ: "مراد حیاتِ قبر سے حیاتِ برزخی ہے نہ مماثل حیاتِ دنیوی، اگرچہ انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے بھی اعلیٰ و ارفع ہے"۔ (اکمل البیان تائید تقویۃ الایمان صفحہ ۱۸۶)

۱۲ حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ السلام کی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیات شہدار کی حیات سے بھی اقویٰ واتم ہے۔ اور مراد اس حیات سے حیات دنیوی ظاہری نہیں ہے۔ جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ لہٰذا احکام اموات ظاہریہ سب پر جاری ہوتے ہیں۔ (فتویٰ دار العلوم دیوبند جلد ۵ صفحہ ۲۹۷ محشی مفتی ظفیر الدین)

۱۳ نیز آپ نے فرمایا: قبر کو گہرا کرنے کی وجہ یہ نہیں۔ جیسا کہ شامی سے منقول ہوا۔ اور اس عالم میں میت کے بٹھانے کے لیے گہرائی مذکور کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ عالم اس عالم کے مثل نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد ۵ صفحہ ۴۱۲)

۱۴ نیز آپ نے فرمایا: سب ہی مرنے والے ہیں۔ انک میت و انہم میتون اور سب کو حیاتِ روحانی حاصل رہتی ہے۔ کیونکہ مدار ثواب و عقاب کا حیات روحانی پر ہے۔ اس کے بعد حیات شہدار کی، پھر جملہ مومنین و مومنات کی، درجہ بدرجہ۔ اور نصوص صرف انبیار علیہم السلام اور شہدار کی حیات میں وارد ہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد ۵ صفحہ ۴۲۶)

فائدہ دار العلوم دیوبند کے پہلے مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے

سوال کیا گیا کہ: "ایک امام مسجد کہتے ہیں کہ روح پُر فتوح فخرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ انور میں، یا مقامِ قربِ خداوندِ عالم میں ہے۔ لیکن وہ کسی مسلمان کے بیوت یا ذکرِ میلادِ مبارک کے وقت حاضر نہیں ہوتی۔ اور عام مسلمانوں کے متعلق بھی وہ یہ کہتے ہیں کہ: روح مقامِ علیین میں درج، اور مقام اس کا عالمِ برزخ ہے۔ ان کو گھروں میں آنے سے غرض؟۔ اور دلیل میں یہ آیۃ پیش کرتے ہیں: اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ ﴿﴾ اور قبورِ اولیار سے استمداد طلب کرنا ناجائز بتلاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اہلِ قبور سننے کی طاقت نہیں رکھتے۔ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ۔ اور ان کو جب کوئی یہ جواب دیتا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عائشہؓ کی خدمت میں عرض کیا حضورؐ نے سماعِ موتیٰ فرمایا ہے تو امام صاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے اس شخص سے فرمایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولتے ہو، اور یہ حدیث بخاری کی بتلاتے ہیں۔ جس امام کا ایسا عقیدہ ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں"۔ تو حضرت مفتی صاحبؒ نے اس سوال کے:

جواب میں مفتی اعظم دار العلوم دیوبند حضرت مولانا عزیز الرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

❶ امام مذکور کا عقیدہ دربارہ روحِ مبارک آں حضرت ﷺ و ارواحِ مومنین صحیح ہے۔

❷ اور استمداد قبور سے بھی درست نہیں ہے۔

❸ اور سماعِ موتی میں بے شک حضرت عائشہ صدیقہؓ نے انکار کیا ہے۔ اور مَآ اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ کی تاویل مَآ اَنْتُمْ بِاَعْلَمَ مِنْهُمْ سے فرمائی ہے۔ اور انھی آیات اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى اور وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ سے استدلال فرمایا ہے۔

❹ اور یہی مذہب مشہور امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔

نتیجہ امام مذکور کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ کچھ کراہت وغیرہ نہیں ہے۔ فقط۔

دلیل حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین مرتب فتاویٰ دارالعلوم دیوبند نے حاشیے پر تحریر فرمایا:

قال ابن الهمام فی شرح الهدایة اعلم ان اکثر مشایخ الحنفیة علی المیت لا یسمع علی ما صرحوا به فی کتاب الایمان الخ مردود من عائشة رضی اللہ عنہا قالت کیف یقول رسول الله ﷺ ذلك. والله تعالٰی یقول وما انت بمسمع من فی القبور، انك لا تسمع الموتی الخ

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب فی حکم الاساریٰ جلد ۴ صفحہ ۲۳۶) ظفیر

(فتاویٰ دارالعلوم مدلل و مکمل، باب امامت و جماعت جلد ۳ صفحہ ۲۸۱)

۱۵ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: فَاِنْ قُلْتَ: اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ حَیٌّ فِیْ قَبْرِهٖ فَیَكُوْنُ التَّضْحِیَةُ عَنِ الْحَیِّ دُوْنَ الْمَیِّتِ. قُلْنَا: فَتِلْكَ حَیٰوةٌ اُخْرٰی لَا مِنْ جِنْسِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَوِیَّةِ فَهُوَ مَیِّتٌ بِاعْتِبَارِ هٰذِهِ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَوِیَّةِ حَیٌّ بِتِلْكَ الْحَیٰوةِ الْبَرْزَخِیَّةِ الْمُغَایِرَةِ لِهٰذِهِ الْحَیٰوةِ. یعنی اگر تو کہے کہ: حضرت نبی کریم ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں تو حضرت علیؓ کی قربانی حضرت نبی کریم ﷺ کی زندہ ذات کی طرف سے ہوئی، نہ کہ میت کی طرف سے۔ (جب کہ ابوداؤد نے اس بارے میں باب منعقد کیا کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے) تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ: قبر میں وہ زندگی اور قسم کی ہے جو دُنیوی زندگی کی جنس سے نہیں ہے۔ تو آں حضرت ﷺ اس دُنیوی زندگی کے اعتبار سے میت ہیں۔ اور برزخی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ جو اس دُنیوی زندگی کے مغایر ہے۔ (اعلاء السنن جلد ۱۷ صفحہ ۲۷۲)

۱۶ نیز آپؒ سے "انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت" کے متعلق ایک:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سوال کیا گیا کہ کیا: "یہی حیات دنیویہ ہے یا دوسری حیات ہے، جس کو حیات برزخیہ کہا جاتا ہے، یعنی انبیاء علیہم السلام کی موت سے ان کی حیات دنیویہ منقطع ہو کر بعد اس کے ان کو دوسری حیات ملی ہے، یا یہی حیات دنیویہ ان کی مسلسل چلی گئی ہے، اور موت ان کی قاطع حیات دنیویہ کی نہیں بنی۔ نیز جو شخص موت انبیاء کو خصوصاً خاتم الانبیاء کی موت دنیوی کو نہ مانے اور آیات و احادیث موت کی تاویل کرے اس کا کیا حکم ہے؟"۔ اس کے:

جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حیات برزخیہ ہے۔ جو دوسری اموات کی حیات برزخیہ سے اقویٰ و اشد ہے۔ اور جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یا سب انبیاء کی موت دنیوی کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ. فَسَوّٰى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهٗ فِي الْمَوْتِ فَعُلِمَ اَنَّ مَوْتَ الْكُلِّ سَوَآءٌ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (امداد الاحکام جلد ا صفحہ ۲۵۰)

۱۷ ہمارے پیر و مرشد حضرت مولانا حسین علی الوانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مختصر بل احیاءؐ کی مختصر یہ ہے کہ احیاء سے مراد یہ بالکل نہیں کہ اس جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔ باقی روح خود زندہ ہوتے ہیں، مع النفس یا بدون النفس، اور نفس اور روح کی مثال آگ اور دخان جیسی ہے۔ باقی خاص ان کو اس معنیٰ کے ساتھ زندہ کہنا اس وجہ سے ہے یہ زیادہ عیش و خوشی میں ہوتے ہیں۔ (بلغۃ الحیران)

۱۸ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "حدیث میں نبی اللہ حیّ یُرزق وغیرہ کثرت سے ہے۔ اور یہ وہی حیات ہے جو شہداء کے لیے قرآن پاک میں ذکر کی گئی ہے۔ البتہ حسب مراتب ان حضرات کی حیات شہداء کی حیات سے زیادہ قوی ہے۔ لیکن وہ دنیوی حیات بھی نہیں ہے۔ (مکاتیب شیخ الحدیث صفحہ ۳۸۵)

الحاصل وہاں کی حیات دنیوی حیات کے مثل نہیں ہے نہ وہاں کا کھانا پینا دنیا کے کھانے پینے کی مثل ہے۔ یہاں دنیا کی چیزیں محسوس ہیں اور مشاہدہ ہو سکتی ہیں اور برزخی زندگی اہل دنیا کے مشاہدہ سے باہر ہے۔ اسی طرح وہاں کا کھانا پینا، نقل و حرکت، میل ملاپ، بات چیت، سرور وغیرہ اہل دنیا سے مستور ہے۔ کیونکہ وہ حیات دنیوی حیات سے مغائر ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

شبہ حضرت امام بیہقیؒ نے لکھا ہے: إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَقَبَ مَا دُفِنَ رُدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ رُوْحَهُ لِأَجْلِ سَلَامِ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْهِ وَاسْتَمَرَّتْ فِي جَسَدِهِ ﷺ۔ کہ حضرت نبی کریم کی روح آپؐ کے دفن ہونے کے بعد واپس کر دی جاتی ہے۔ تاکہ کسی سلام کرنے والے کے سلام کا جواب دے سکیں۔ اور آپؐ کی روح ہمیشہ آپؐ کے جسدِ اطہر میں رہتی ہے۔

جواب حضرت امام بیہقیؒ کا یہ نظریہ صحیح نہیں۔ کیونکہ حضرت امام ابن جوزی نے الموضوعات میں تحریر فرمایا ہے: بَابُ رَدِّ أَرْوَاحِ الْأَنْبِيَاءِ إِلَيْهِمْ فِي قُبُوْرِهِمْ۔ أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ أَنْبَأَنَا الْجَوْهَرِيُّ عَنِ الدَّارَقُطْنِيِّ عَنْ أَبِي حَاتِمِ بْنِ حَبَّانَ أَنْبَأَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ خَالِدٍ الْأَزْرَقُ ثَنَا الْحَسَنُ بْنُ يَحْيَى الْخُشَنِيُّ أَبُو عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ أَبِي مَالِكٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا مِنْ نَبِيٍّ يَمُوْتُ فَيُقِيْمُ فِي قَبْرِهِ إِلَّا أَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا حَتّٰى يُرَدَّ إِلَيْهِ رُوْحُهُ۔ قَالَ أَبُوْ حَاتِمٍ هٰذَا حَدِيْثٌ بَاطِلٌ مَوْضُوْعٌ، وَالْحَسَنُ بْنُ يَحْيٰى يَرْوِيْ عَنِ الثِّقَاتِ مَا لَا أَصْلَ لَهُ۔ وَقَالَ يَحْيٰى: اَلْحَسَنُ لَيْسَ بِشَيْءٍ۔ وَقَالَ دَارَقُطْنِيُّ مَتْرُوْكٌ۔ یعنی یہ حدیث باطل اور من گھڑت ہے جس میں آتا ہے کہ وفات کے بعد کوئی نبی چالیس دن بھی قبر میں اقامت پذیر نہیں رہتا حتیٰ کہ اس کی روح اس کی طرف واپس کر دی جاتی ہے۔ حسن بن یحییٰ بے اصل و بے سند باتیں ثقہ راویوں سے بیان کرنے کا عادی ہے۔ یحییٰ نے کہا یہ ہیچ ہے۔ دارقطنی نے کہا متروک ہے۔ (موضوعات ابن جوزی جلد ۳ صفحہ ۲۳۹)

تنبیہ یہ حدیث سنداً مجروح اور بے اصل ہونے کے ساتھ ساتھ قرآنی آیات اور احادیث متواترہ کے بھی صریح خلاف ہے۔ اور جو روایت اس قسم کی ہو وہ مردود ہے۔ اگرچہ سند میں تمام راوی ثقہ ہوں۔

نیز اگر اس حدیث کو قبول کیا جائے تو تغییر کتاب اللہ لازم آتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ نفخۂ ثانیہ سے پہلے کسی کی روح واپس جسم عنصری میں نہیں آتی۔ لیکن اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اس قرآنی کلیہ سے انبیاء کرام علیہم السلام مستثنیٰ ہیں۔ اور استثناء سے مستثنیٰ کا حکم مستثنیٰ منہ کے حکم سے مغایر ہوتا ہے۔ ہر کسی شخص کو قرآنی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

آیت میں تغییر کرنے کا حق حاصل نہیں۔ جیسے عام کو خاص کرنا یا مطلق کو مقید کرنا۔ کیونکہ اس طریقے قرآنی آیت کا نسخ لازم آتا ہے۔ کما تقرر فی الاصول۔

تنبیہ اور اگر انبیاءِ کرام علیہم السلام کو اس آیت قرآنیہ کے کلیہ سے مستثنیٰ کریں تو کوئی یوں بھی کرسکتا ہے کہ قرآنی قاعدہ کلیہ کل نفس ذائقۃ الموت سے انبیاء علیہم السلام مستثنیٰ ہیں۔ اس لیے انبیاءِ کرامؑ کو دائمی اور جاودانی حیات حاصل ہے۔ جیسے فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ سے انبیاء کو مستثنیٰ کیا جارہا ہے۔

شبہ امام ابو منصور ماتریدی اور اکثر شافعیہ و مالکیہ کہتے ہیں۔ اِنْ مِنْ عَامٍّ اِلَّا وَقَدْ خُصَّ عَنْهُ الْبَعْضُ۔ یعنی ہر عام سے کچھ نہ کچھ تخصیص کی جاسکتی ہے۔

جواب حنفیہ کے نزدیک بغیر آیت قرآنیہ یا حدیث مشہور یا حدیث متواتر یا اجماع کے عام غیر مخصوص عنہ البعض کی تخصیص کرنا منع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حنفیہ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (۴:۱۰۳) (یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے) کی صریح نص کے ہوتے ہوئے جمع بین الصلوتین (دو نمازوں کو اکٹھا یعنی ایک وقت میں اس طرح پڑھنا کہ ظہر و عصر کو ظہر کے وقت پڑھ لینا' اور مغرب و عشاء کو مغرب کے وقت پڑھ لینا) کے قائل نہیں۔ اور جب حدیث میں جمع بین الصلوتین کا ذکر آتا ہے اس میں تاویل کرتے ہیں۔ اس حدیث میں جمع صوری مراد ہے نہ کہ جمع حقیقی۔ جیسا کہ ایک حائضہ معتادہ جس کو ایام حیض بھول گئے ہیں۔ اس کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ ظہر کے اخیر وقت میں ظہر کی نماز نہا کر پڑھے۔ اتنے میں عصر کا وقت آجائے گا۔ پھر وضو تازہ کر کے عصر کی نماز پڑھ لے۔ اور مغرب کے اخیر وقت میں نہا کر مغرب کی نماز پڑھ لے' اتنے میں عشا کا وقت ہوجائے گا۔ تو اب وضو تازہ کرکے عشا کی نماز پڑھ لے۔ اور فجر کی نماز غسل کرکے پڑھ لے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۷)

البتہ میدان عرفات میں عصر کی نماز ظہر کے وقت امام کے ساتھ باجماعت پڑھی جاتی ہے۔ اگرچہ یہ حکم آیت قرآن کے خلاف ہے مگر اس پر صحابۂ کرامؓ کا اجماع ہے۔ جس کی سند حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنا ہے۔ اور آج تک تمام امت کا اس پر عمل بھی چلا آرہا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہے۔ تو اجماع اس آیت کریمہ کا مخصص بن جائے گا۔ جب اعمال میں یہ قانون ہے تو اعتقادیات تو اعمال سے بہت تحت ہیں۔

تنبیہ علامہ بیہقی خواہ کتنے ہی بڑے محدث کبیر کیوں نہ ہوں انھیں عام کو خاص یا مطلق کو مقید کرنے اور موضوع حدیث سند میں پیش کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَہٗ وَ لِسَآئِرِ الْقَاصِرِیْنَ۔

شبہ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ "وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ" (۴:۶۴) صرف قبل الموت کی زندگی کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ بعد از طریان موت آپ ﷺ کو حاصل ہونے والی دُنیوی زندگی کو بھی عام ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کی رو سے اب بھی حضرت نبی کریم ﷺ سے استغفار کرائی جا سکتی ہے۔

جواب ان لوگوں کا یہ قول درست نہیں، کیونکہ حضرت نبی کریم ﷺ کے لیے کئی احکام الٰہی ایسے ہیں جن کا تعلق اگرچہ حیاتِ دنیوی کے ساتھ ہونا ہی محقق ہے، اور بعد از وفاتِ نبوی آپ ﷺ ان احکام کے مکلف نہیں، لیکن قرآن مجید کی آیاتِ مبارکہ میں ان احکام کو قبل الموت دُنیوی زندگی کے ساتھ مخصوص اور مقید نہیں کیا گیا۔ مثلاً:

مثال ۱ تبلیغ سے متعلق حکم الٰہی: یٰٓاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (۵:۶۷) بھی قبل الموت زندگی کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

مثال ۲ اسی طرح مالدار مسلمانوں کے مال میں سے صدقہ لینے اور اُن کے حق میں دعا کرنے سے متعلق حکم الٰہی: خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً بھی قبل الموت زندگی کے ساتھ مخصوص اور مقید نہیں۔

مثال ۳ اسی طرح امر بالمعروف سے متعلق حکم الٰہی: وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ بھی قبل الموت زندگی کے ساتھ مقید نہیں ہے۔

مثال ۴ اسی طرح وعظ و نصیحت سے متعلق حکم الٰہی: وَعِظْھُمْ بھی قبل الموت زندگی کے ساتھ مخصوص اور مقید نہیں۔

مثال ۵ اسی طرح قتال فی سبیل اللہ سے متعلق حکم الٰہی: فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

نَفْسَكَ (۸۴:۴) اور

نمبر ۶ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (۷۳:۹) بھی قبل الموت زندگی کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے۔

نمبر ۷ اسی طرح قتال فی سبیل اللہ اور جہاد کے لیے تحریض المومنین سے متعلق حکم الٰہی: يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ (۶۵:۸) بھی قبل الموت زندگی کے ساتھ مقید نہیں۔ بلکہ خود حضرت نبی کریم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے: اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی يَوْمِ الْقِيَامَةِ

نمبر ۸ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لینے کے متعلق حکم الٰہی: شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (۱۵۹:۳) بھی قبل الموت زندگی کے ساتھ مخصوص اور مقیّد نہیں۔ جب کہ یہ حکم ایسے امور کے لیے ہے جن کے متعلق وحی نہ آئی ہو۔ اور اب باتفاقِ امت وحی الٰہی کا سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد تو مشورہ ضروری ہے۔

نمبر ۹ اسی طرح لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے متعلق حکم الٰہی: اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ (۱۰۵:۴) اور فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (۴۸:۵) بھی قبل الموت زندگی کے ساتھ مخصوص اور مقیّد نہیں۔ لیکن جب قوم میں اختلاف پیدا ہوا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت امیر المومنین سیدنا علی، اور امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہم کے مابین، بلوائیوں کی چالوں کی وجہ سے اختلاف کی نوبت جنگوں تک پہنچی تو حضرت نبی کریم ﷺ نے حیاتِ دنیویہ حاصل ہونے کے باوجود ان سب کو بلا کر ان کی آپس میں صلح صفائی نہ کرائی، جب کہ قبل از موت دنیوی حیات میں حضور ﷺ مسلمانوں کی باہم صلح کرانے کے لیے بنفسِ نفیس خود تشریف لے جاتے تھے۔

نمبر ۱۰ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تو حضرت نبی کریم ﷺ کو دنیوی حیات مبارکہ میں حکم فرمایا تھا: يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (۷۴:۱-۵) اگر اب بھی آں حضرت ﷺ کو حیاتِ برزخی کے بجائے دنیوی حیات حاصل ہے تو یہ حکم الٰہی کہاں گیا۔

نمبر ۱۱ اسی طرح پردہ سے متعلق حکم الٰہی: يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ

الْمُؤْمِنِیْنَ (۸۸:۲۲) بھی قبل الموت زندگی کے ساتھ مُقید نہیں ہے۔

آیت ۱۲: وحی الٰہی کی اتباع سے مُتعلق حکم الٰہی: اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ (۶:۱۰۶) بھی قبل الموت زندگی کے ساتھ مُقید نہیں ہے۔

آیت ۱۳: اسی طرح تلاوتِ کلام پاک سے مُتعلق حکم الٰہی: اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ (۲۹:۴۵) بھی قبل الموت زندگی کے ساتھ مُقید نہیں ہے۔

آیت ۱۴: اسی طرح سب سے پہلے اپنے قرابت داروں کو مسئلۂ توحید سمجھانے سے مُتعلق حکم الٰہی: وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ (۲۶:۲۱۴) اور:

آیت ۱۵: اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِیْرٌ بھی قبل الموت دُنیوی زندگی کے ساتھ مخصوص اور مُقید نہیں۔

فائدہ: اگر ان تمام احکام الٰہی کا تعلق خاص حضرت نبی کریم ﷺ کی حیاتِ دُنیویہ کے ساتھ ہے، تو کیا وہ ان احکام الٰہیہ کی بجاآوری بھی فرماتے ہیں۔ جب کہ اس واہیات عقیدۂ بد کی رو سے آپ ﷺ کو حقیقی حسی جسمانی عنصری حیاتِ دُنیویہ حاصل ہے۔

آیت ۱۶: اسی طرح جب حضرت نبی کریم ﷺ کو حیاتِ دنیویہ حاصل تھی تو مسلمانوں کو حکم تھا: لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ (۴۹:۲)

تنبیہ: افسوس کہ بعض لوگ ایک طرف تو حضرت نبی کریم ﷺ کو اب بھی دنیوی حیات کے ساتھ زندہ مانتے ہیں۔ اور پھر حضرت نبی کریم ﷺ کی قبر اطہر کے قریب اس قدر بلند آواز سے درود پاک پڑھتے ہیں کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی، اور اس آیت پر عمل نہیں کرتے۔ اور مشاہدہ ہے کہ مسجد نبویؐ میں شور مچانے والے وہی لوگ ہوتے ہیں، جو حضور ﷺ کو حیاتِ دُنیوی کے ساتھ زندہ مانتے ہیں۔

تنبیہ: اپنی رائے سے بعض احکام کو عام ماننا اور بعض کو بعض حالات کے ساتھ مخصوص کرنا مداخلت فی الدین ہے۔ شارع کے سوا کسی کو حق نہیں کہ مُطلق کو مُقید یا عام کو خاص کرے۔ کیونکہ عام غیر مخصوص عنہ البعض قطعی ہے۔ تخصیص کرنے سے ظنی بن جاتا ہے۔ جس کے باعث حکم میں تغیر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مُطلق کو مُقید کرنا نسخ ہے۔ جیسا کہ اہلِ اُصول لکھتے ہیں۔ جب کہ نسخ کا حق بندہ کو حاصل نہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاء کے بارہ میں قادیانیوں کا عقیدہ (۴)

❶ متنبّی پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی نے شعروں میں لکھا:

قَدْ مَاتَ عِیْسٰی مُطْرِقًا وَ نَبِیُّنَا حَیٌّ وَ رَبِّیْ اِنَّہٗ وَافَانِیْ

وَاللّٰہِ اِنِّیْ قَدْ رَأَیْتُ جَمَالَہٗ بِعُیُوْنِ جِسْمِیْ قَاعِدًا بِمَکَانِیْ

یعنی "عیسٰیؑ تو بے شک سر جھکاتے ہوئے خاموشی کے ساتھ مر گئے ہیں۔ لیکن ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ زندہ ہیں۔ میرے رب کی قسم یہی بات ہے کہ وہ خود میرے پاس آئے ہیں اور اللہ کی قسم میں نے اپنی اس جسم کی آنکھوں کے ساتھ ان کا جمال دیکھا جب کہ وہ میرے مکان میں بیٹھے تھے"۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۱۶)

❷ نیز مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ: "جاہل اور نادان لوگ کہتے ہیں کہ عیسٰیؑ آسمان پر زندہ ہے۔ حالانکہ زندہ ہونے کی علامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پاتا ہوں"۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۴۴)

❸ نیز مرزا قادیانی نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ: "ایک دفعہ (میں نے) عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع حسنین و علی رضی اللہ عنہ و فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دیکھا۔ اور یہ خواب نہ تھی۔ (احمد صادق صفحہ ۱۳۹)

❹ نیز مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: "ایک مرتبہ نماز مغرب کے بعد عین بیداری میں تھوڑی سی غیبت حس سے جو خفیف سے نشاء سے مشابہ تھی ایک عجیب عالم ظاہر ہوا کہ چند آدمیوں کے جلد جلد آنے کی آواز آئی جیسے بسرعت چلنے کی حالت میں پاؤں کی جوتی اور موزہ کی آواز آتی ہے۔ پھر اسی وقت پانچ آدمی نہایت وجیہ اور مقبول اور خوبصورت سامنے آگئے۔ یعنی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت علی و حسنین و فاطمہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور ایک نے ان میں سے اور ایسا یاد پڑتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت محبت اور شفقت سے مادر مہربان کی طرح اس عاجز کا سر اپنی ران پر رکھ لیا۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۹۷)

❺ نیز مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا کہ مجھ پر ان الفاظ میں وحی ہوئی کہ: "آج ہمارے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

گھر میں علیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آئے۔ آگئی عزت اور سلامتی"۔ (مجاہد خاتم النبیین صفحہ ۳۲۲)

تبصرہ: مرزا قادیانی کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نہ صرف انبیاءِ کرامؑ دنیوی حسی عنصری حیات کے ساتھ اپنے مدفنِ ارضی میں زندہ ہیں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ حسنینؓ و علیؓ و فاطمہؓ کے متعلق بھی اس کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ بھی دُنیوی حیات کے ساتھ نہ صرف زندہ ہیں بلکہ دُنیا میں گھوم پھر کر بعض لوگوں سے بالمشافہ ملاقات بھی فرماتے رہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ برِصغیر ہند و پاک کے لوگوں کی ضعیف الاعتقادی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ان برگزیدہ ہستیوں سے ملاقات کا جھوٹا دعویٰ کرکے اپنی جھوٹی نبوت کی دکان چمکانے کے علاوہ اس کا اور کوئی مقصد نہ تھا۔

تنبیہ: جس طرح ابدانِ خاکی کے ساتھ ارواح کے تعلق کا کوئی ثبوت کتاب اللہ اور سنتِ صحیحہ سے نہیں ملتا، اسی طرح صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ کے ارشادات و اقوال میں بھی رُوح کے ساتھ جسمِ عنصری کے تعلق کا نفیاً و اثباتاً کوئی ذکر نہیں ملتا۔ برزخ میں حیاتِ انبیاء علیہم السلام اور حیاتِ شہداءِ کرام کی کیفیت احادیثِ صحیحہ میں موجود ہے۔ قرونِ ثلاثہ سے منقول ہوکر نیچے تک چلی آئی ہے۔ لیکن تعلق کا قصہ کسی نے نہیں چھیڑا۔ البتہ چوتھی صدی کے بعد شارحینِ حدیث نے مختلف روایات کی تطبیق کے سلسلے میں روح اور جسد کے تعلق کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً:

① کسی نے اشراق، یعنی سورج کی روشنی کے ساتھ تشبیہ دی۔

② کسی نے اشراف سے۔ اور:

③ کسی نے مثل تعلق صاحبِ خانہ بخانہ و عاشق و معشوق وغیرہ الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے۔

البتہ اس پر سب متفق ہیں کہ یہ تعلق ایسا نہیں جیسا کہ حیاتِ دُنیا میں تھا۔ بلکہ یہ تعلق بے کیف ہے اور اس کی حقیقت و کنہ اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں، اس لیے عالمِ برزخ میں ارواح کا ابدانِ عنصریہ سے تعلق کے بارے میں سکوت سب سے احوط مسلک ہے۔ کیونکہ قرونِ ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں تعلق کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ لیکن اگر کوئی شخص غیر معلوم الکیفیت تعلق کا اثبات کرتا ہے تو وہ بھی قابلِ ملامت نہیں۔ کیونکہ متقدمین میں کثیر تعداد مختلف عنوانات کے ساتھ اس کی قائل ہے۔ لیکن اس تعلق کے باوجود ان کے مدفون فی القبور ابدان میں کسی قسم کی حرکت یا جنبش پیدا نہیں ہوتی اور نہ قیامت سے پہلے ان کے یہ ابدان قبروں سے باہر نکلیں گے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل اور تسلیم شدہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ برزخ میں انبیاء علیہم السلام کو جو حیات حاصل ہے وہ ہمارے ادراک و حواس سے بالا ہے۔ لیکن حیاتِ شہداء سے بہت بلند اور اعلیٰ ہے۔ اور سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات تمام انبیاء علیہم السلام کی نسبت ارفع و اعلیٰ اور اتم و اکمل ہے۔ والمراد بتلك الحياة نوع من الحيوة غير معقول لنا، و هي فوق حياة الشهداء بكثير و حياة نبينا صلی اللہ علیہ وسلم اكمل و اتم من حياة سائرهم عليهم السلام (کتاب الروح جلد ۲۲ صفحہ ۳۲)

اشکال شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: یہاں ایک اشکال ہے جس نے بڑے بڑوں کو متحیر و سرگردان کر رکھا ہے۔ اور جسے حل کرنے کے لیے بڑے بڑے شہسوارانِ قلم رہوارِ قلم دوڑا چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام کی ارواح کا مقام و مستقر اعلیٰ علیین ہے اور وہ نہ ان کے عنصری ابدان میں موجود ہیں اور نہ قبروں کے قرب و جوار میں اور ان کے ابدان قبروں میں مدفون و محفوظ ہیں اور ارواح کا ابدان میں اعادہ نفخۂ ثانیہ پر ہوگا اور اس وقت وہ قبروں سے نکلیں گے اس سے پہلے نہیں لیکن صحیح حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ:

① جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں مختلف آسمانوں پر کئی انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی، اور بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کی امامت بھی فرمائی۔

② حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے کثیب احمر کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے دیکھا۔

③ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے یونس علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اونٹنی پر سوار تلبیہ پڑھ رہے ہیں اور وادی میں اتر رہے ہیں۔

④ بعض کاملین نے حالتِ بیداری میں حضور علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا۔

بعینہٖ یہی اشکال غیر انبیاء کے بارے میں ہے۔ کیونکہ بعض کاملین کو بھی بیداری کی حالت میں دیکھا گیا ہے تو ان مشاہدات اور منصوصات سے بظاہر یہ قاعدہ ٹوٹتا ہوا نظر آ رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور دیگر اموات کے ابدان عنصریہ میں، نہ قبروں میں، جنبش ہوتی ہے اور نہ ہی قیامت سے پہلے وہ قبروں سے باہر نکلیں گے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حل اس اشکال کے کئی حل پیش کیے گئے ہیں. لیکن بیشتر توجیہات دل کو مطمئن نہیں کر سکتیں بلکہ ان سے مزید پیچ در پیچ اشکالات پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں. صرف ایک حل ایسا ہے جس سے یہ اشکال نہایت عمدہ طریقہ سے حل ہو جاتا ہے اور کوئی الجھن باقی نہیں رہتی. محققین علماء اور صوفیاء نے بھی اسے ترجیح دی ہے. اور وہ یہ ہے کہ جس طرح حیاتِ دنیا میں ارواح ابدانِ عنصریہ کے ذریعے متحرک ہوتی ہیں اور تمام اعمال و تصرفات بجالاتی ہیں؛ اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور بعض کاملین کی ارواح وفات کے بعد عالمِ برزخ میں مثالی اور برزخی اجسام کے ذریعے حرکت کرتی اور نماز، تلاوتِ قرآن، حج اور کئی دوسرے اعمال بجالاتی ہیں. اگر کسی کامل بزرگ کو حالتِ بیداری میں کسی پیغمبر یا کسی فوت شدہ ولی کی زیارت بشکل انسانی نصیب ہو جائے تو یہ شکل اس کی مثالی شکل ہے. اور اس کی روح مثالی جسم میں متشکل ہو کر اس کے سامنے آئی ہے. اور اس کا عنصری جسم قبر میں بلا حرکت و جنبش موجود ہوگا. چنانچہ:

۱ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں: وَعِنْدِیْ اَنَّ الْحَیٰوۃَ فِی الْبَرْزَخِ ثَابِتَۃٌ لِکُلِّ مَنْ یَّمُوْتُ مِنْ شَہِیْدٍ وَّغَیْرِہٖ وَاَنَّ الْاَرْوَاحَ. وَاِنْ کَانَتْ جَوَاہِرُ قَائِمَۃٌ بِاَنْفُسِہَا مُغَایِرَۃٌ لِمَا یُحَسُّ بِہٖ مِنَ الْبَدَنِ لٰکِنْ لَّا مَانِعَ مِنْ تَعَلُّقِہَا بِبَدَنٍ بَرْزَخِیٍّ مُغَایِرٍ لِہٰذَا الْبَدَنِ الْکَثِیْفِ. یعنی میرے نزدیک برزخ میں ہر میت کو حیات حاصل ہے. اور ارواح اگرچہ جواہر ہیں اور قائم بانفسہا ہیں اور ابدانِ محسوسہ کے مغایر ہیں، لیکن اس میں کوئی ممانعت نہیں کہ ارواح کا تعلق برزخی جسم سے ہو جائے جو اس عنصری بدن کے مغایر ہو. (روح جلد ۲ صفحہ ۲۱)

۲ اور (علامہ آلوسیؒ) دوسری جگہ فرماتے ہیں: اَلْاَرْوَاحُ الْمُقَدَّسَۃُ قَدْ تَظْہَرُ مُتَشَکِّلَۃً وَّیَجْتَمِعُ بِہَا الْکَامِلُوْنَ مِنَ الْعِبَادِ وَقَدْ صَحَّ اَنَّہٗ ﷺ رَاٰی مُوْسٰی علیہ السلام ① قَائِمًا یُّصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ ② وَرَاٰہُ فِی السَّمَآءِ ③ وَرَاٰہُ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ. پاکیزہ روحیں کبھی متشکل ہو کر ظاہر ہوتی ہیں اور کامل بندے ان سے ملاقات کرتے ہیں اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت نبیِ اکرم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کھڑے ہو کر قبر میں نماز پڑھتے دیکھا اور (شبِ معراج میں) ان کو آسمان پر بھی دیکھا اور انھیں خانہ کعبہ کا طواف کرتے بھی دیکھا. (تفسیر جواہر القرآن جلد ۱ صفحہ ۱۹۳ بحوالہ روح جلد ۱۵ صفحہ ۳۲۷)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فائدہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ذات گرامی کبھی قبر میں نماز پڑھتی ہے، اور کبھی آسمان میں ہوتی ہے، اور کبھی بیت اللہ شریف کا طواف کرتی ہے۔ بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ اس روح کی شکلیں مختلف حالتوں میں نظر آتی ہیں۔ جیسا کہ کسی خوش بخت کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں نظر آتے ہیں، تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ خود روح مع الجسد یا آپ ﷺ کی روح مبارک خواب میں تشریف لاتی ہے۔ جیسا کہ:

حدیث ارشادِ نبوی ہے: مَنْ رَآنِيْ فَقَدْ رَآنِيْ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِيْ. کہ جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا تو گویا اس نے مجھے ہی دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس یعنی روح مع الجسد خواب میں تشریف نہیں لاتے، اور نہ ہی ان کی روحِ مبارک آتی ہے۔ بلکہ آپ ﷺ کی مثال نظر آتی ہے۔

نیز ارواح مقدسہ کا مرادا ارواح کاملین کی شکلیں ہیں، نہ کہ حقیقۃً ارواح مبارکہ بغیر الجسد یا مع الجسد۔ یعنی ان کے اجساد مبارکہ کی شکل میں ان ارواح کی شکلیں بنائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ:

۳ حضرت علامہ ابو الوفا ابن عقیلؒ کے حوالے سے حضرت علامہ ابن حجرؒ نے فرمایا: أَرْوَاحُهُمْ مُتَشَكِّلَةٌ بِشَكْلِ أَجْسَادِهِمْ. کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کو متشکل فرما کر دکھایا جاتا ہے۔ جو ان کے اجسادِ مبارکہ کی ہم شکل ہوتی ہیں۔ (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۶۸)

۴ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّ الْمَنْظُوْرَ إِلَيْهِ هِيَ أَرْوَاحُهُمْ فَلَعَلَّهَا مُثِّلَتْ لَهُ ﷺ فِي الدُّنْيَا كَمَا مُثِّلَتْ لَهُ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ وَأَمَّا أَجْسَادُهُمْ فَهِيَ فِي الْقُبُوْرِ. کہ آپ ﷺ کو جو ارواحِ انبیاء نظر آئے، شاید اس کا مطلب یہ ہے کہ دُنیا میں آپ ﷺ کو دکھانے کے لیے ان کی مثالیں بنائی گئیں۔ جیسا کہ جسمانی معراج کی رات میں ان انبیاء کرام علیہم السلام کی مثالیں دکھائی گئیں۔ اور رہے انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسادِ مبارکہ سو وہ تو قبروں میں محفوظ تھے۔ (جواہر القرآن جلد ۱ صفحہ ۱۹۴ بحوالہ فتح الملہم جلد ۱ صفحہ ۳۳۰)

۵ قال ابن المنير و غيره يجعل الله لروحه مثالا فيرى في اليقظة كما يرى في النوم. ابن منیر وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میت کی روح کو مثالی جسم عطا فرماتا ہے اور وہ جس طرح خواب میں دکھائی دیتا ہے اسی طرح بیداری میں بھی نظر آتا ہے۔ (جواہر القرآن جلد ۱ صفحہ ۱۹۴)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۶ حضرت علامہ مفسر خازن فرماتے ہیں: اِنَّ الْاَبْدَانَ فِی التُّرَابِ تَنْتَظِرُ عَوْدَ اَرْوَاحِهَا اِلَیْهَا یَوْمَ الْبَعْثِ۔ یعنی ابدان مبارکہ تو مٹی میں محفوظ ہیں۔ جن کی طرف روح کے واپس آنے کی انتظار ہورہی ہے جو قیامت کو ہوگا۔ (خازن جلد ۱ صفحہ ۲۲۶)

فائدہ اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ میت کی روح خواب میں یا بیداری میں نہیں آتی۔ اور جو چیز نظر آتی ہے وہ روح کی مثال ہے۔ روح نہیں۔

۷ حضرت امام بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مسند ابویعلیٰ اور معجم کبیر طبرانی کے حوالے سے بیت المقدس میں انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حدیث مُثِّلَ لِیَ النَّبِیُّوْنَ فَصَلَّیْتُ بِهِمْ۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کے مثالی اجسام بنا کر میرے سامنے حاضر کیے گئے اور میں نے انھیں نماز پڑھائی۔

(بیضاوی جلد ۳ صفحہ ۱۱۲ و مظہری جلد ۵ صفحہ ۲۹۹)

۸ اور علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں: وَكَذٰلِكَ رُؤْيَةُ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم الْاَنْبِيَآءَ فِیْ لَيْلَةِ الْاِسْرَآءِ فِی السَّمٰوٰتِ الصَّحِيْحُ اَنَّهٗ رَاٰى فِيْهَا الْاَرْوَاحَ فِیْ مِثْلِ الْاَجْسَامِ۔ یعنی اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھنا تو اس کے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ وہاں آپ نے ان کی ارواح کو دیکھا تھا۔ جو مثالی اجسام میں متمثل تھیں۔ (جواہر القرآن جلد ۱ صفحہ ۱۹۴ بحوالہ شرح الصدور صفحہ ۱۰۰)

اسی طرح اگر کسی خوش بخت انسان کو بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوجائے تو اکثر صوفیہ یہ فرماتے ہیں کہ اس نے آپ کے جسم مثالی کی زیارت کی ہے نہ کہ جسم عنصری کی۔ چنانچہ:

۹ حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں: لَيْسَ الْمُرَادُ اَنَّهٗ يَرٰى جِسْمَهٗ وَبَدَنَهٗ بَلْ مِثَالًا لَّهٗ صَارَ ذٰلِكَ الْمِثَالُ اٰلَةً يَّتَاَدّٰى بِهَا الْمَعْنَى الَّذِیْ فِیْ نَفْسِهٖ۔ (جواہر القرآن جلد ۱ صفحہ ۱۹۳)

۱۰ اور شیخ علاؤ الدین قونوی فرماتے ہیں: و سادۃ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم عالمے متوسط در عالم اجساد و ارواح ثابت کردہ اند کہ آں را عالم مثال گویند الطف از عالم اجساد و

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اکثف از عالمِ ارواح، و ظہور ارواح در صورِ مختلفہ مبتنی بر آں ساختہ و ظہور جبرائیل علیہ السلام بصورۃ دحیہ کلبی و تمثلِ او مریمؑ را بصورت بشر سوی الخلق از آں عالم می پندارند و بناءً علیہ جائز بود کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود استقرار در آسمان ششم بہ شخ و پیکرِ مثالی در قبر متمثل باشد و آنحضرتؐ اورا در ہر دو مکان مشاہدہ فرمودہ و بعد از اثباتِ عالمِ مثال جواب از مسائل کثیرہ بیرد لہا آید و اشکالاتِ بسیار مثل بیانِ وسعتِ جنت دردیّہ ــــ او در عرضِ حائط مثلاً منحل گردد. یعنی صوفیائے کرامؒ عالمِ اجساد اور عالمِ ارواح کے درمیان ایک اور عالم تسلیم کرتے ہیں جسے وہ عالمِ مثال کہتے ہیں جو عالمِ اجساد سے زیادہ لطیف ہے۔ لیکن عالمِ ارواح اس کے مقابلہ میں کثیف ہے اور ارواح کا مختلف شکلوں میں ظاہر ہونا ان کے نزدیک اسی عالمِ مثال کے وجود پر مبنی ہے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت دحیہ کلبی کی شکل میں اور حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے بشر کی صورت میں متمثل ہونا اسی قبیل سے ہے اور اس بنا پر یہ جائز ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر موجود ہونے کے ساتھ ساتھ پیکرِ مثال کے ساتھ قبر میں بھی متمثل ہو کر نماز پڑھتے ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج جسمانی کی شب ان کو دونوں جگہ دیکھا ہو اور عالمِ مثال کا وجود تسلیم کر لینے سے بہت سے مسائل کا جواب نکل آتا ہے اور بہت سے اشکالات حل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جنت کی وسعت کا بیان، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں جنت کو دیوار کی عرض میں دیکھنا، وغیرہ ــــ یہ سب عالمِ مثال کی چیزیں ہیں۔
(جواہر القرآن جلد ۱ صفحہ ۱۹۵ بحوالہ جذب القلوب صفحہ ۲۰۹)

11 حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ مسئلہ حیاتِ انبیاء علیہم السلام کے متعلق طویل بحث و تمحیص کے بعد اصل حقیقت کی اس طرح ترجمانی فرماتے ہیں: وحقیقت آں است کہ تحقیق مسئلہ حیاتِ انبیاء علیہم السلام و غیرہ ایشاں موقوف بمعرفت ایں عالم است و تحقیق دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ و یونس را علیہ و علیہما السلام بمعرفت زمان و مکان روحانیات، تمیز و فرق آنہا از زمان و مکان جسمانیات چنانچہ محققین صوفیہ کردہ اند دست دہند۔ **ترجمہ** کہ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور غیر انبیاء کی عالمِ برزخ میں حیات کا مسئلہ اس عالمِ مثال کی پہچان پر منحصر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت موسیٰ اور یونس علیہما السلام کو دیکھنے کی تحقیق روحانیات کے زمان

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ومکان کی معرفت اور محققین صوفیہ کے بیان کے مطابق جسمانیات سے زمان و مکان سے ان کے امتیاز ہی سے پایۂ تکمیل کو پہنچتی ہے۔ (جواہر القرآن جلد ۱ صفحہ ۱۹۵ بحوالہ جذب القلوب صفحہ ۲۰۹)

اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کو کئی بزرگوں نے عالمِ بیداری میں دیکھا ہے۔ تو چونکہ قولِ محقق اور مسلکِ صحیح کے مطابق ان کی وفات ہو چکی ہے اس لیے صوفیائے کرامؒ میں سے بعض کاملینؒ نے فرمایا ہے کہ خضر علیہ السلام کی رؤیت مثالی اور عالمِ مثال کی چیز ہے۔ جسدِ عنصری کے ساتھ نہیں جیسا کہ حضرت شیخ صدر الدین اسحاق قونویؒ اپنی کتاب تبصرۃ المبتدی و تذکرۃ المنتہی میں فرماتے ہیں: ان وجود الخضر علیہ السلام فی عالم المثال (جواہر القرآن جلد ۱ صفحہ ۱۹۵ بحوالہ روح المعانی جلد ۱۵ صفحہ ۳۲۶)

۱۲ حضرت امام ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: قَالُوْا هٰذِهِ الرُّؤْيَةُ اِنَّمَا هِيَ لِاَرْوَاحِهِمْ دُوْنَ اَجْسَادِهِمْ وَالْاَجْسَادُ فِي الْاَرْضِ قَطْعًا اِنَّمَا تُبْعَثُ يَوْمَ بَعْثِ الْاَجْسَادِ وَلَمْ تُبْعَثْ قَبْلَ ذٰلِكَ. کہ علماء حق فرماتے ہیں کہ معراج کی شب یہ دیدار ارواحِ اطہار کا تھا نہ کہ اجساد کا۔ کیونکہ اجساد تو یقیناً زمین میں محفوظ ہیں، جو اسی دن مبعوث ہوں گے جو بعثِ اجساد کا دن مقرر ہے۔ اس سے پہلے مبعوث نہ ہوں گے۔ (کتاب الروح صفحہ ۶۸)

۱۳ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حقیقت یہ ہے کہ (انبیاء کرام علیہم السلام) قبر میں تو اصلی جسم سے تشریف رکھتے ہیں۔ اور دوسری جگہ پر ان کے مثالی اجسام تھے۔ یعنی غیر عنصری جسم تھے۔ جس کو صوفیاء جسمِ مثالی کہتے ہیں۔ روح کا تعلق ہو گیا۔ اور اس جسمِ مثالی میں کئی ایک جگہ اور ایک وقت روح کا سب سے تعلق بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن ان کے اختیار سے نہیں۔ بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مرضی پر ہے۔ اور ظاہری طور پر یہ جسمِ مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا، الگ الگ شکل رکھتا تھا۔ اسی لیے باوجود بیت المقدس میں ملاقات کے آسمان پر نہیں پہچانا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر جسم کے ساتھ ہیں۔ ان کو وہاں دیکھنا جسم کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ لیکن ان کو جب بیت المقدس میں دیکھا جیسا آٹھویں واقعہ میں ذکر ہو چکا۔ وہ جسم کے ساتھ نہیں تھا۔ بلکہ مثالی تھا۔ (تنویر السراج فی لیلۃ المعراج صفحہ ۲۷، ۲۸)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فائدہ حضرت تھانویؒ نے مذکورِ بالا عبارت میں آٹھویں واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ جس میں آپؒ نے فرمایا ہے کہ: "تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ بیت المقدس پہنچے، اور اس مقام پر پہنچے جس کا نام بابِ محمد (ﷺ) ہے، تو براق کو باندھ کر دونوں صاحب مسجد کی حدود میں پہنچے ــــ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ بہت سے آدمی جمع ہوگئے۔ پھر ایک مؤذن نے اذان کہی، اور تکبیر کہی گئی۔ ہم صف باندھ کر انتظار میں کھڑے تھے کہ کون امام بنے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے مصلے پر کھڑا کردیا۔ میں نے سب کو نماز پڑھائی۔ جب میں فارغ ہوا، جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ آپ ﷺ کو خبر ہے کن لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی؟ میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے کہا کہ: جتنے نبی بھیجے گئے ہیں، سب نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے"۔ (تنویر السراج فی لیلۃ المعراج صفحہ ۱۶)

۱۴ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روح کے متعلق

سوال کیا گیا کہ: "میت کی روح مکان میں آتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں آتی تو خواب میں کیوں نظر آتی ہے؟"۔ تو اس کے:

جواب میں آپؒ نے فرمایا کہ: خواب میں کسی میت کا نظر آنا اس کو مقتضی نہیں کہ اس کی روح مکان میں آوے۔ بلکہ خواب میں نظر آنا بسبب تعلق روحانیت کے ہے۔ مکان سے اس کو کچھ تعلق آنے کا نہیں ہے۔ بہت سے زندہ لوگوں کو جو دور دراز پر ہیں خواب میں دیکھا جاتا ہے۔ پس خواب کا قصہ جدا ہے۔ اجسام ظاہری کا اتصال اس کے لیے ضروری نہیں ہے۔ عالم ارواح دوسرا عالم ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم مدلل و مکمل جلد ۵ صفحہ ۳۶۰)

۱۵ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: عباراتِ مفسرین کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روح اور جسم مبارک دونوں کو مکہ معظمہ سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں کے اوپر حضورِ الٰہی جل شانہ و عز برہانہ میں پہنچایا گیا۔ اور یہی مذہب صحیح ہے۔ (تحفۂ معراج النبی صفحہ ۶)

تنبیہ حضرت لاہوریؒ نے معراج جسمانی کا عقلی ثبوت کے زیر عنوان تحریر فرمایا کہ:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

انسان کے دو جز ہیں۔ ایک جسم، جس کی ترکیب عناصر کے اجزائے لطیفہ سے ہے۔ اس حصہ کے نشو ونما کے لیے انہی اشیاء کی ضرورت پڑتی ہے جن کی ساخت عناصر سے ہو۔ اور دوسرا جز انسان کی روح ہے۔ روح کے متعلق ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ: چار ماہ کے بعد جب ساخت اعضاء ماں کے رحم میں مکمل ہوجاتی ہے تب خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک برقی طاقت اس جسم بے جان کے اندر آگھستی ہے۔ اور وہ فوراً متحرک ہوجاتا ہے۔ اور زندہ کہلاتا ہے۔ گویا زندگی اس روح کے اثر کا نام ہے۔ بدن کے ڈھانچے میں روح ہے تو انسان زندہ ہے۔ ورنہ مُردہ۔ بلکہ تمام اقوال و افعال انسانی کا منبع فقط یہ روح ہے۔ جب یہ روح بدنِ انسانی سے خارج ہوجاتی ہے تو انسان مردہ ہے اور سپرد زمین کرنے کے قابل سمجھا جاتا ہے۔ تحریر سابق سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان دراصل اس روح کا نام ہے۔ اور جسم عنصری اس کا آلۂ کار ہے۔ ان دونوں کی نسبت انجن اور سٹیم کی سی ہے۔ نقل و حرکت تو انجن کے پرزے ہی کرتے ہیں۔ لیکن اگر سٹیم نہ ہو تو انجن ایک انچ حرکت نہیں کرسکتا۔ سٹیم ہی کی بدولت ہزاروں کام انجن سے لیے جاتے ہیں۔ یہی سٹیم جب زیادہ طاقت ور ہوجائے تو سالم انجن لکڑی کا کافی بوجھ اور کئی انسانوں کو اٹھا کر ہوا پر اڑنے لگ جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح جب انسانی روحانیت کا سٹیم زیادہ تیز اور طاقت ور ہوجاتا ہے تو انسان کو اٹھا کر آسمان پر لے اڑتا ہے۔ جس چیز کو انسان اپنی ناقص عقل اور محدود فہم سے ایک محدود حد تک پہنچا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی کام کو اپنے کلمۂ کُن سے بے انتہا درجے تک لے جاسکتا ہے۔ لہٰذا بالفرض انسان اگر لوہے، لکڑی اور آدمی کو دو میل کی بلندی تک آسمان پر اڑا سکتا ہے تو خدا تعالیٰ کی قدرت میں انہی اشیاء کو دو کروڑ یا دو سنکھ میل بلکہ اس سے زائد مسافت پر پہنچانا کوئی بعید نہیں ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (تحفۂ معراج النبی صفحہ ۷)

تنبیہ اگرچہ بعض اہلِ کشف نے وفات یافتہ بزرگوں سے ملاقات ہونے کا ذکر بھی کیا ہے۔ لیکن ایسے خرقِ نادر واقعات پر قیاس کرتے ہوئے مرزا قادیانی کی طرح یہ کہنا غلط ہے کہ: انبیاء اور دیگر کامل بزرگوں کی ارواح سے ہی نہیں بلکہ جسدِ عنصری کے ساتھ بالمشافہ بھی ان سے ملاقات ہوسکتی ہے اور ان سے دینی یا دنیوی معاملات میں رہنمائی بھی لی جاسکتی ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاء کے بارہ میں قادیانیوں کا عقیدہ ⑤

مرزا قادیانی نے لکھا کہ: اس زمانے کے لوگوں کے لیے زیارت حقہ کی حقیقی علامت یہ ہے کہ اس زیارت کے ساتھ بعض ایسے خوارق اور علامات خاصہ بھی ہوں جن کی وجہ سے اس رویا یا کشف کے منجانب اللہ ہونے پر یقین کیا جائے۔ مثلاً رسول اللہ ﷺ بعض بشارتیں پیش از وقوع بتلادیں، یا بعض قضاء وقدر کے نزول کی باتیں پیش از وقوع مطلع کردیں، یا بعض دعاؤں کی قبولیت سے پیش از وقت اطلاع دے دیں، یا قرآن کریم کی بعض آیات کے ایسے حقائق و معارف بتلادیں جو پہلے قلمبند اور شائع نہیں ہو چکے، تو بلاشبہ ایسی خواب سچ بھی جائے گی۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۹۹)

فائدہ یاد رہے کہ جس طرح حیات النبی کے مسئلہ سے روافض نے فائدہ اٹھایا، اور جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ انھوں نے تو اس عقیدۂ بد کی تشہیر کر کے اپنے مذموم مقاصد میں کسی حد تک کامیابی حاصل بھی کرلی۔ اسی طرح مرزا قادیانی نے بھی اپنی ہر جھوٹی سچی بات منوانے کے لیے اسی واہیات عقیدہ کی تشہیر شروع کردی کہ: اگر حضرت نبی کریم ﷺ خواب میں کسی کو قرآن کریم کی بعض آیات کے ایسے حقائق و معارف بتلادیں جو پہلے قلمبند اور شائع نہیں ہوتے۔ یعنی جس کا ثبوت نہ قرآن مجید میں ہو نہ احادیث صحیحہ میں اور نہ ہی امت محمدیہ میں سے کسی نے قرآن مجید کی ایسی تفسیر کی ہو، بس اگر کسی کو خواب میں کچھ نظر آجائے اسے حجت مان لیا جائے۔ خواہ وہ القائے شیطانی ہی ہو"۔

اور شاید اسی واہیات عقیدے کی بنیاد پر اس ظالم نے قرآن مجید میں جابجا تحریف کی۔ اور قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں اہل السنۃ والجماعۃ کے متفقہ عقائد کے مقابلے میں ایک نیا دین تراش لیا۔ اور اس کے کم فہم متبعین پوری امت کے متفق علیہ مسلک کے خلاف مرزا قادیانی کے خواب سے متعلق اسی من گھڑت عقیدۂ بد کو حق سمجھنے لگے۔ حالانکہ پوری امت محمدیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ غیر نبی کا خواب، یا کشف و الہام حجت نہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاء کے بارے میں قادیانیوں کا عقیدہ (۶)

❶ مرزا قادیانی کا عقیدہ ہے کہ: "جاودانی زندگی آں حضرت ﷺ کی ہے"۔ ("آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۲۱)

❷ نیز مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: "دنیا میں صرف دو زندگیں قابل تعریف ہیں۔
① ایک وہ زندگی جو خود خدا ئے حی و قیوم مبدء فیض کی زندگی ہے۔
② دوسری وہ زندگی جو فیض بخش اور خدا نما ہو۔
سو آؤ ہم دکھاتے ہیں کہ وہ زندگی صرف ہمارے نبی ﷺ کی زندگی ہے"۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۰۵)

❸ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت نبی کریم ﷺ کے بارے میں لکھا ہے کہ: "برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے"۔ (کشتی نوح صفحہ ۱۱۳ و "ہماری تعلیم" صفحہ ۹) نیز:

❹ مرزا قادیانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ: حقیقی اور روحانی اور فیض رساں زندگی وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی زندگی کے مشابہ ہو کر نور اور یقین کے کرشمے نازل کرتی ہو"۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۰۵)

فائدہ قادیانی خود کو موحد کہتے ہیں۔ مذکورِ بالا عقیدہ سے ان کا یہ بھرم بھی کھل گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ قادیانیوں کا یہ عقیدہ نہ صرف کفریہ بلکہ شرکیہ ہے۔ کیونکہ "جاودانی زندگی" صرف اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ۔ (۲۵:۵۸) یعنی اس زندۂ جاوید ہستی پر توکل کر جس پر موت کا آنا محال ہے۔

تنبیہ مرزا قادیانی نے دونوں ہستیوں کو مساوی مقام دے کر خود اپنے مشرک ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کی زبان میں اسی کا نام شرک ہے۔ جیسا کہ قیامت کے دن مشرک لوگ خود اقرار کریں گے: نُسَوِّيكُم بِرَبِّ الْعٰلَمِينَ (۲۶:۹۸) ہم تو تمہیں رب العالمین کے برابر مقام دیتے تھے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تنبیہ مرزا قادیانی کا یہ عقیدہ بھی قرآن مجید کے خلاف ہے کہ: "حقیقی اور روحانی اور فیض رساں زندگی وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی زندگی کے مشابہ ہو کر نور اور یقین کے کرشمے نازل کرتی ہو"۔ کیونکہ قرآن مجید میں ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (۱۱:۴۲) کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔ اور علماء عقائد اہل السنت والجماعت فرماتے ہیں: وَلَا يُشْبِهُهٗ شَيْءٌ اي لا يماثله. یعنی اس اللہ تعالیٰ کے مشابہ اور ہم مثل کوئی چیز نہیں۔ مماثلت کے دو معنے ہیں۔

① اَلْاِتِّحَادُ فِي الْحَقِيْقَةِ. یعنی حقیقت میں دونوں کا متحد ہونا۔ یعنی تمام صفات میں دونوں کا مشترک ہونا مماثلت کہلاتا ہے۔ سو اس معنی کی رو سے کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے مماثل کہنے سے تعدد الٰہ لازم آتا ہے۔

② كَوْنُ الشَّيْئَيْنِ بِحَيْثُ يَسُدُّ اَحَدُهُمَا مَسَدَّ الْاٰخَرِ. یعنی دو چیزوں کا ایسی حالت میں ہونا کہ ایک دوسرے کے قائم مقام ہو سکے۔ تو اس معنی کی رو سے مطلب یہ ہوا کہ کوئی چیز حق تعالیٰ کے قائم مقام کسی صفت میں نہیں ہو سکتی۔ اس واسطے کہ اس کی ذات اور صفات دونوں قدیم ہیں۔ اور ممکنات کی ذات و صفات حادث ہیں۔ پس حادث قدیم کا قائم مقام اور مماثل کیونکر ہو سکتا ہے۔ (شرح عقائد نسفی صفحہ ۳۶)

اور مرزا قادیانی نے یہودیوں اور نصرانیوں کے عقائد باطلہ کی مشابہت میں صریح شرک کا ارتکاب کرتے ہوئے دونوں ہستیوں یعنی اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مساوی مقام دیا۔ جیسا کہ:

یہود و نصاریٰ کا عقیدہ

"الکتاب المقدس" میں ہے: وَقَالَ اللّٰهُ نَعْمَلُ الْاِنْسَانَ عَلٰى صُوْرَتِنَا كَشَبَهِنَا
پھر خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت پر اپنی شبیہ کی مانند بنائیں۔ (پیدائش ۲۶:۱)

تنبیہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰؑ پر الزام لگایا: قَالَ اَيْضًا اِنَّ اللّٰهَ اَبُوْهُ مُعَادِلًا نَفْسَهٗ بِاللّٰهِ. کہ وہ (عیسیٰ نعوذ باللہ) خدا کو خاص اپنا باپ کہہ کر اپنے آپ کو خدا کے برابر بناتا تھا۔ (یوحنا ۱۸:۵) اور عیسائی اسے فضیلت قرار دے کر واقعی حضرت عیسیٰؑ کو خدا کے برابر سمجھنے لگے۔ اور مرزا قادیانی نے اس "فضیلت" کو حضرت رسول اللہ ﷺ کی طرف منتقل کرنے کی کوشش کی۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاء کے بارہ میں قادیانیوں کا عقیدہ (۷)

❶ مرزا قادیانی نے حضرت نبی کریم ﷺ کے متعلق عیسائیوں سے ماخوذ اپنے عقیدۂ بد کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ: "وہ اب تک مع جسم عنصری زندہ آسمان پر موجود ہے"۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۵۴)

❷ نیز مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: "وہ ہمارا پیارا برگزیدہ نبی فوت نہیں ہوا۔ بلکہ بلند تر آسمان پر اپنے ملیکِ مقتدر کے دائیں طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھا ہے۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۰۴ و ۲۰۵)

فائدہ یاد رہے کہ بد عقیدہ کلمہ گو روافض اور معتزلہ وغیرہ میں سے بھی کسی نے کبھی اس قسم کے نظریہ کا اظہار نہیں کیا۔ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی نے عیسائیوں کے مقابلے میں یہ من گھڑت نظریہ پیش کرتے ہوئے حضرت نبی کریم ﷺ کے متعلق لکھا کہ: "وہ فوت نہیں ہوئے بلکہ بلند تر آسمان پر اپنے ملیکِ مقتدر کے دائیں طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھے ہیں"۔ حالانکہ یہ واہیات عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں سب سے پہلے عیسائیوں نے اختیار کیا۔ اور اپنے اس عقیدۂ بد کو اپنی آسمانی کتاب انجیلِ مقدس میں دسیسہ کاری اور تحریف کا ارتکاب کرتے ہوئے اس طرح لکھا ہے:

عیسائیوں کا عقیدہ

پادری فیروزالدین تاک کاشمیری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اپنے عقیدۂ بد کا اظہار کرتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ: وہ گناہوں کو دھو کر عالم بالا پر کبریا کی داہنی طرف جا بیٹھا۔ (الوہیت مسیح صفحہ ۶)

تنبیہ نیز عبرانیوں (۳:۱) میں ہے: تَطْهِيْرًا لِخَطَايَانَا جَلَسَ فِي يَمِيْنِ الْعَظَمَةِ فِي الْأَعَالِي. کہ وہ گناہوں کو دھو کر عالم بالا پر کبریا کی داہنی طرف جا بیٹھا۔

فائدہ حضرت مولانا محمد نجم الغنی خان رحمہ اللہ تعالیٰ شرح العقائد النسفیہ صفحہ ۴۳ کی عبارت وَلَا يَتَمَكَّنُ فِي مَكَانٍ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: وہ اللہ تعالیٰ نہ ٹھہرتا ہے کسی مکان میں،

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور نہ جہت رکھتا ہے' اور نہ دائیں طرف ہے' اور نہ بائیں جانب ہے' نہ اوپر ہے' نہ نیچے ہے' نہ آگے ہے' نہ پیچھے ہے۔ اس لیے کہ وہ ان سب چیزوں کا خالق ہے۔ اور خالق کے واسطے یہ ضرور ہے کہ وہ مخلوق سے پیشتر ہو۔ دوسرے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مکان یا حیز خاص جواہر یا اجسام کے واسطے ہوتا ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ جو جوہر اور جسم ہونے سے پاک ہے۔ مکان اور حیز سے بھی پاک ہے۔

کرامیہ کا عقیدہ

اور کرامیہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ملنا اجسام یا تحت سے جائز ہے۔ اور وہ عرش پر ہے۔ اور عرش اس کا مماس ہے۔ مگر یہ مذہب کئی قباحتوں کی وجہ سے باطل ہے۔

❶ چاہیے کہ مکان قدیم ہو۔

❷ متمکن اپنے مکان کا محتاج ہوتا ہے۔ اور مکان متمکن سے مستغنی ہے۔ کیونکہ متکلمین کے نزدیک خلا جائز ہے۔ پس جب واجب (تعالیٰ) مکان میں ہوا تو اس کا امکان اور مکان کا وجوب لازم آیا۔

❸ اگر واجب تعالیٰ مکان میں ہو تو یا وہ مکان کے بعضے حصے میں ہوگا۔ یا سارے مکان میں۔ اور یہ دونوں صورتیں نادرست ہیں۔

① پہلی تو اس لیے کہ مکان کے ہر حصے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نسبت برابر ہے۔ اور مخصص ماننے کی صورت میں باری تعالیٰ کے اپنے تحیز کے لیے غیر کی طرف محتاجی لازم آتی ہے۔ اور بدوں مخصص کے ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے۔

② اور دوسری صورت اس لیے کہ مکان کے بعضے حصوں میں اجسام عالم موجود ہیں۔ جب باری تعالیٰ پورے مکان میں ہو تو متحیزوں کا تداخل لازم آتا ہے۔ اور یہ محال ہے۔

❹ اگر متحیز ہوگا تو جوہر ہوگا۔ کیونکہ عرض تو ہو نہیں سکتا۔ اور جوہر ہونے کی صورت میں جزو لا یتجزیٰ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ احقر الاشیاء ہے۔ پس جسم ہوگا۔ اور وہ مرکب ہوتا ہے۔ اور ترکیب وجوب کے منافی ہے۔ (تہذیب العقائد صفحہ ۲۰۱،۲۰)

فائدہ یاد رہے کہ عیسائیوں نے تمام الٰہی صفات حتیٰ کہ خلق، ربوبیت، برکات دہندگی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

وغیرہ میں بھی حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا شریک کہا۔ لیکن مرزا قادیانی نے خلق اور ربوبیت کے معاملے میں تو شاید عیسائیوں سے مات ہی کھائی ہو، تاہم برکات دہندگی کے متعلق بد عقیدگی میں عیسائیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے:

عیسائیوں اور قادیانیوں کا عقیدہ

مرزا قادیانی نے لکھا: کُلُّ بَرَکَۃٍ مِّنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ (تذکرہ ص ۳۵) یعنی "تمام برکتیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ملتی ہیں"۔ جب کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ: "حضرت عیسیٰ علیہ السلام برکات دہندہ ہیں"۔ دیکھیے: احبار ۲۶:۱۱-۱۵ و ۲۳ و ۲۹:۲۲-۲۳ و خروج ۳۰:۸ و عبرانیوں ۵:۱-۲)

تنبیہ حضرت مولانا محمد حنیف رہبر اعظمی مبارکپوری فرماتے ہیں کہ: انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد جب مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کا خاتمہ ہوگیا، تو مسلمانانِ ہند پر بیک وقت سیکڑوں مصیبتیں ٹوٹ پڑیں، اگر ایک طرف اُن کی دولت برباد ہوئی، ان کی حاکمانہ زندگی کی رہی سہی توقعات کا بھی خاتمہ ہوا، تو دوسری طرف ان کا دین وایمان بھی خطرہ میں پڑ گیا۔ اور لارڈ مسٹلفن ممبر پارلیمنٹ کی ۱۸۵۸ء والی تقریر بروئے کار آنے لگی۔ جس کا مضمون یہ تھا: "خداوند تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ سلطنت ہندوستان انگلستان کے زیرِ نگین ہے۔ تاکہ عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے، ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہیے اور اس میں کسی طرح تساہل نہ کرنا چاہیے"۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانانِ ہند کے لیے یہ دور سیاسی ومذہبی اعتبار سے نہایت ہلاکت آفریں دور تھا۔ اور اُن کی زندگی کی ناؤ ایک خطرناک بھنور میں گھری ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے اُن چند مقدس نفوس پر جنھوں نے اپنی دور بین نگاہوں سے مستقبل کے خطرات کو دیکھا، اور اسلامی تعلیم وحجازی تہذیب کے بقا اور تحفظ کے لیے سرزمین "دیوبند" میں اپنے مبارک ہاتھوں سے دارالعلوم کی بنیاد رکھی۔

اسلام کے دانا دشمنوں اور طاغوت پرست مدبروں نے جب دیکھا کہ ان چند حامیانِ اسلام نے مسلمانوں کی حفاظت اور علوم اسلامیہ کی نشر واشاعت کا سامان فراہم کرلیا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور اب مسلم قوم کو آسانی سے ہضم نہیں کیا جاسکے گا تو انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ کسی طرح ان خدامِ اسلام سے عام مسلمانوں کو متنفر اور بدگمان کر دیا جائے۔ ورنہ ہم اپنے عزائم مشومہ میں ہرگز کامیاب نہ ہوسکیں گے۔ چنانچہ اس کام کی انجام دہی کے لیے انھوں نے پیشہ ور پیروں اور جعلی مولویوں کی خدمات حاصل کیں اور ان نفس پرست اور شکم پرور ملت فروشوں نے صرف چند ٹکوں کے لالچ میں ہندوستان بھر میں ان خدامِ اسلام کے خلاف یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ یہ لوگ معاذاللہ بدمذہب اور فاسد العقیدہ ہیں۔ خدا کو جھوٹا کہتے ہیں، رسول کی توہین کرتے ہیں، انبیاء کا مرتبہ صرف بڑے بھائی کے برابر بتلاتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس ناپاک پروپیگنڈے کا مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کی جمعیت میں پھوٹ پڑ جائے۔ ان کا شیرازہ بکھر جائے۔ اور ان کی متحدہ طاقت جماعتوں اور ٹولیوں میں تقسیم ہوکر کمزور ہوجائے۔ نیز ان کے عوام اپنے مخلص رہنماؤں سے فرنٹ ہوجائیں۔ اور پھر ان بزدل کی طرح جن کا کوئی ہوشیار رکھوالی نہ ہو ان کو آسانی سے شیطانی ریوڑ میں ملایا جاسکے۔

(مقامع الحدید علیٰ الکذاب العنید صفحہ ۶۵)

برصغیر میں برطانوی جھنڈا

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تقریباً ڈیڑھ صدی قبل ہندوستان میں برطانوی عیسائیوں نے صدیوں پرانی مسلم حکومت کو ختم کرنے کے بعد اس سرزمین پر وسطی پنجاب میں برطانوی جھنڈے کے نقشہ پر لائل پور کے نام سے ایک شہر آباد کیا۔ جسے اب فیصل آباد کہتے ہیں۔ اس شہر میں داخل ہونے کے لیے ایک کونے پر اپنے روایتی انداز میں دروازہ بنا کر اسے دشمنانِ اسلام قیاصرہ کے نام سے منسوب کرتے ہوئے اس کا نام "قیصری دروازہ" رکھ دیا۔ اس دروازہ کے باہر چوراہے کے بیچ میں ایک خوبصورت قبہ بنایا، جسے مقامی زبان میں گمٹی کہا جاتا ہے۔ اور اس کے بیچ میں فوارہ بنا کر عیسائیوں نے اپنے عقیدۂ بد کے مطابق ایک مشرکیہ فقرہ نستعلیق اور سکھوں کے مذہبی رسم الخط گرمکھی میں لکھ دیا: "برکت دریاتے چنھاں دی" کیونکہ ہندو اور سکھ دریاؤں کو برکات دہندہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی برکات دہندہ ہے۔ اور

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کائنات میں کوئی بھی اس صفت میں اللہ تعالٰی کا شریک نہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

۱. ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۶۴:۴۰)

۲. اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۵۴:۷)

۳. ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ (۱۴:۲۳)

۴. تَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا (۸۵:۴۳)

۵. تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (۷۸:۵۵)

۶. تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ (۱:۶۷)

۷. تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ (۱:۲۵)

۸. اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ (۳:۴۴)

۹. كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ (۲۹:۳۸)

۱۰. وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ (۶:۹۲و۶:۱۵۵)

۱۱. وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (۵۰:۲۱)

۱۲. وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا (۹:۵۰)

۱۳. وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا (۱۰:۴۱)

۱۴. مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا (۱۳۷:۷)

۱۵. الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ (۱:۱۷)

۱۶. وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا (۷۱:۲۱)

۱۷. تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا (۸۱:۲۱)

۱۸. بٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ (۱۱۳:۳۷)

۱۹. بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ (۸:۲۷)

۲۰. تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا (۶۱:۲۵)

۲۱. تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا (۱۰:۲۵)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاءؑ کے بارہ میں قادیانیوں کا عقیدہ (۸)

مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: "آنحضرتؐ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے"۔
(محامد خاتم النبیینؐ صفحہ ۲۵۰ و مجموعہ تقاریر صفحہ ۷ جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ سن ۱۹۶۱ء)

فائدہ مرزا قادیانی نے نبوت کے دعویٰ کو سچا ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اور ضعیف الاعتقاد عوام کے سامنے حضرت نبی کریم ﷺ کے متعلق دُنیوی حسی عنصری حیات کا نظریہ پیش کر کے اس سے اپنی ڈوبتی نیا کو سہارا دینے کی کوشش کی، اور آپ ﷺ کے متعلق "نبی تراش" کا لفظ استعمال کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ گویا آنحضرت ﷺ ہی خدا ہیں، اور وہ جسے چاہیں اسے نبی بنا کر دُنیا میں مبعوث فرمائیں۔ جیسا کہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ ان کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ: "وہ نہ صرف رسول تھے، بلکہ رسول گر تھے"۔ (دیکھیے مسیح کی شان از روئے قرآن کریم صفحہ ۱۹ مصنفہ خواجہ، نظر ثانی ایف ایم نجم الدین، ناشر: پادری اسلم خاں ۳۔ وارث روڈ لاہور)

تنبیہ مرزا قادیانی کے بیان کردہ عقائدِ بد کے لیے جس انداز میں "محامد خاتم النبیینؐ" کے نام سے قادیانیوں نے کتاب شائع کی، تقریباً اسی سے ملتے جلتے انداز میں عیسائیوں نے بھی "مسیح کی شان از روئے قرآن کریم" میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی "سیرت" بیان کی ہے۔ بلکہ عیسائیوں کے ایک پادری فیروزالدین تاک کاشمیری نے تو ایک کتاب کا نام ہی "الوہیت مسیح" رکھا۔ جس میں اس نے لکھا ہے کہ: ① "یہ کہنا کہ وہ خدا سے الگ ہے اور محض ایک نبی یا رسول یا خدا کا برگزیدہ ہے درست نہ ہوگا"۔ نیز یہ بھی لکھا کہ: ② "بے شک وہ کامل خدا اور کامل انسان ہے۔ مگر نفسانی آدمی اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ کیونکہ یہ رُوح کی باتیں اور الٰہی راز ہیں"۔ نیز: ③ "الوہیت کی ساری معموری اسی میں مجسّم ہو کر سکونت کرتی ہے"۔ نیز: ④ "وہ ایک الٰہی سوسائٹی کا رکن اور آسمانی بادشاہت کا بانی تھا اور اس کی سچائی کل عالم پر چھا چکی ہے اور اس کی بادشاہت کے اثرات اب تک دُنیا میں جاری ہیں۔ یہ اس کی الوہیت کا ثبوت ہے"۔ (الوہیت مسیح صفحہ ۳، ۲۳، ۲۴، ۳۸)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاءؑ کے بارہ میں قادیانیوں کا عقیدہ ۹۱

"جو لوگ بذریعہ کشف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل کرتے ہیں وہ اصحاب رسول میں سے ہیں"۔ (احمد صادق صفحہ ۱۹۳)

فائدہ مرزا قادیانی کی یہ بات سراسر غلط اور بے بنیاد ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی حیات طیبہ میں، تو جو مسلمان بھی آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو تا وہ صحابی بن جاتا تھا، بشرطیکہ اسلام پر ہی فوت ہو۔ اور آپ ﷺ کے انتقال کے بعد ایک نووارد (ابوذویب خویلد بن خالد ہذلیؓ) آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک کی زیارت کرنے سے صحابی کا خطاب نہ پاسکا۔ جب کہ حضرت ابوذویب خویلد بن خالد ہذلیؓ جیسے مخلص شخص نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرماجانے کے بعد دفن سے پہلے آپ ﷺ کے معصوم و منور چہرۂ مبارک کا دیدار کرنے کی سعادت بھی حاصل کرلی تھی، تو اور کوئی شخص کشف کے ذریعے آپ ﷺ کا دیدار ہوجانے کی صورت میں کس طرح صحابیت کا مقام حاصل کرسکتا ہے۔

تنبیہ اگر دنیوی عنصری حقیقی جسمانی ناسوتی حیات کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کہا جائے تو حضرت ابوذویب خویلد بن خالد ہذلیؓ کو صحابہؓ کی فہرست میں شامل کرنا چاہیے تھا، مگر گزشتہ چودہ صدیوں میں کسی عالم محدث اصولی نے انھیں صحابہؓ میں شمار نہیں کیا۔ جب کہ بقول احمد رضا خان کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک آن کے لیے موت آئی اور پھر آپ ﷺ بدستور زندہ ہوگئے۔ حالانکہ تمام علماء اہل السنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حیاتِ دنیویہ سے انتقال کرنے کے بعد والی زندگی دوسری قسم کی زندگی ہے۔ جو جسمانی عنصری ناسوتی نہیں ہے۔ بلکہ وہ برزخی زندگی ہے۔ اور برزخ کا باشندہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو تو وہ صحابی نہیں بن سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام معراجِ جسمانی کی شب آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اور انھوں نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز بھی پڑھی۔ اور بقول حضرت علامہ سبکیؒ کے نماز جسم حی کا تقاضا کرتی ہے۔ مگر اس کے باوجود سوائے حضرت عیسیٰؑ کے انبیاء کرامؑ میں سے صحابیت کا شرف کسی کو نہیں ملا۔ اس سے ثابت ہوا کہ: ① زیارت کرنے والے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے لیے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ایک وقت میں دُنیوی عنصری جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہونے کی حالت میں زیارتِ نبوی سے مشرف ہونا صحابیت کے لیے شرط ہے۔ ② اگر زیارت کرنے والا دُنیوی عنصری جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہو مگر نبی کریم ﷺ دُنیوی عنصری جسمانی حیات کے ساتھ زندہ نہ ہوں تو وہ زیارت کرنے والا صحابی نہیں بن سکتا۔ جیسا کہ حضرت ابوذدیب رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ ③ اسی طرح اگر زیارت کرنے والا بھی برزخی عالم میں ہو اور نبی کریم ﷺ بھی برزخی عالم میں ہوں اور ایک دوسرے کو دیکھیں تو بھی وہ زیارت کرنے والا صحابی نہیں ہوگا۔ جیسے کوئی انسان اس جہان سے انتقال کرتا ہے تو عالمِ برزخ میں منکر نکیر حضرت نبی کریم ﷺ کا برزخی جسدِ مثالی دکھا کر دریافت کرتے ہیں: مَاتَقُوْلُ فِیْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ؟ تو مُسلمان آپ ﷺ کی زیارت کرنے کے بعد جواب دیتا ہے: هٰذَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد عالمِ برزخ میں حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہونے والے کسی مُسلمان کو صحابی نہیں کہا جاتا۔ ④ اسی طرح عالمِ خواب میں اگر کسی کو حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو وہ بھی صحابی نہیں بن سکتا۔ باوجودے کہ آپ ﷺ کا فرمان واجبُ الاِذعان ہے۔ جیسا کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَایَتَمَثَّلُ بِیْ۔ یعنی جس شخص نے خواب میں مجھے دیکھا، اس نے سچ مچ میری مثل ہی کو دیکھا۔ کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔ ⑤ اسی طرح اگر زیارت کرنے والا دُنیوی عنصری جسمانی حیات کے ساتھ زندہ نہ ہو بلکہ اس کو برزخی حیات حاصل ہو اور نبی کریم ﷺ دُنیوی عنصری جسمانی ناسوتی حیات کے ساتھ زندہ ہوں تب بھی زیارت کرنے والا صحابی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ باقی انبیاء کرام علیہم السلام۔ اور اس بات پر سب علماءِ حق کا اتفاق ہے کہ معراجِ جسمانی کی رات حضرت نبی کریم ﷺ کی ارواحِ انبیاء کی اشکلہ سے ملاقات ہوئی تھی۔ اور انھوں نے آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی تھی۔ ان کے اجساد نہیں تھے۔ اجساد تو ان کے اپنے اپنے مدفنِ ارضی ہی میں مدفون تھے۔

فائدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بروحہ وجسدہ العنصری زندہ صحیح سلامت آسمان پر تشریف فرما ہیں۔ آپ اس وقت نہ ظہر الارض میں ہیں اور نہ ہی بطن الارض میں ہیں۔ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ

ﷺ نے معراج جسمانی کی شب ان کو دیکھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے اسی جسم عنصری کے ساتھ زندہ ہونے کی حالت میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اسی لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مرتبۂ نبوت و رسالت کے ساتھ ساتھ صحابی ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ (دیکھیے تجرید اسماء الصحابۃ جلد ۱ صفحہ ۴۳۲ مصنفہ علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ تعالیٰ)

تبصرہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی معراج جسمانی کی شب آپ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ باوجود ملاقات کے ان کو صرف نبی تو کہا جاتا ہے مگر صحابی نہیں کہا جاتا۔ حالانکہ تمام انبیاء کرام زندہ ہیں۔ وجہ فرق کی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا اسی جسد عنصری میں روح مبارک موجود ہے۔ اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین سے آسمان پر اٹھالیا۔ اب وہ دو ہزار سال سے اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ موجود ہیں۔ اور ان کی خوراک وہی ہے جو آسمان والوں کی ہے۔ یعنی تسبیح و تہلیل۔ (دیکھیے مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۷۷) اور ظاہر ہے کہ اس خوراک سے بول و براز نہیں آتا۔ علماء اصول نے صحابی کی تعریف اس طرح بیان کی ہے:

صحابی کی تعریف: مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ مُسْلِمًا ثُمَّ مَاتَ عَلَى الْإِسْلَامِ وَ الْمُرَادُ رُؤْيَتُهُ فِي حَالِ حَيَاتِهِ ﷺ فَلَوْ رَاٰهُ بَعْدَ مَوْتِهِ ﷺ قَبْلَ الدَّفْنِ اَوْ بَعْدَ الدَّفْنِ فَلَيْسَ بِصَحَابِيٍّ عَلَى الْمَشْهُوْرِ۔ یعنی جس شخص نے اسلام کی حالت میں حضرت نبی کریم ﷺ کی ملاقات کی پھر اسلام ہی کی حالت میں فوت ہو گیا تو وہ صحابی ہے۔ اور اس سے مراد آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد آپ ﷺ کی حیاتِ دُنیوی میں کسی کا آپ ﷺ کو دیکھنا۔ اب اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے انتقال کے بعد دفن سے پہلے یا دفن کے بعد آپ ﷺ کی زیارت کرتا ہے تو وہ صحابی نہیں ہے۔ اس تعریف کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی صحابی بنتے ہیں۔ اور دوسرے انبیاء کرامؑ صحابی نہیں۔ یہ صاف دلیل ہے اس بات کی کہ ملاقات کرنے والے کا جسد عنصری کے ساتھ ملاقات کرنا صحابی ہونے کے لیے شرط ہے۔ اور صرف روح کی ملاقات سے وہ ارواح صحابی نہیں ہوتے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تشریح مرزا قادیانی کے اس نظریہ کے مطابق جو بھی مسلمان روضۂ اطہر کی زیارت کرنے کے لیے جاتا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتا ہے، تو اگر آپ بحیاتِ دنیویہ زندہ ہیں اور زائر کا سلام سن کر جواب بھی دیتے ہیں اور زائر کو دیکھتے پہچانتے بھی ہیں۔ تو اس مختصر سی ملاقات کے باعث ایسے زائر پر بھی صحابی کی تعریف صادق آئے گی۔ ؎

بایماں لقائے نبی ہر کہ کرد   و مردہ بر ایماں صحابی ست فرد

حضرت علامہ ابن حجرؒ نے الاصابہ فی معرفۃ الصحابہؓ جلد ا صفحہ ۵۰۳ میں فرمایا: "اَصَحُّ مَا وَقَفْتُ عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ اَنَّ الصَّحَابِيَّ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ [الخ] کہ میری بیان کردہ صحابی کی یہ تعریف دوسروں سے زیادہ صحیح ہے۔ کیونکہ: فَيَدْخُلُ فِيْ مَنْ لَقِيَهُ مَنْ طَالَتْ مُجَالَسَتُهُ اَوْ قَصُرَتْ، وَمَنْ رَوٰى عَنْهُ اَوْلَمْ يَرْوِ، وَمَنْ غَزَا مَعَهُ اَوْلَمْ يَغْزُ، وَمَنْ رَاٰهُ رُؤْيَةً وَلَمْ يُجَالِسْهُ، وَمَنْ لَمْ يَرَهُ لِعَارِضٍ كَالْعَمٰى۔" اس تعریف میں وہ تمام لوگ بھی داخل ہو جاتے ہیں:

1. جو لمبی مدت آپؐ کی صحبت میں رہے ہوں۔ یا تھوڑا سا وقت۔
2. اور وہ بھی جنھوں نے آپؐ سے کچھ روایت کی ہو یا نہ۔
3. اور وہ بھی جنھوں نے آپؐ کے ساتھ غزوہ (جہاد) میں شرکت کی ہو، یا نہ۔
4. اور وہ بھی جنھوں نے صرف آپؐ کو دیکھا ہو۔ اور آپؐ کی مجلس میں بیٹھے نہ ہوں۔
5. اور وہ بھی آگئے جو کسی عارضے کی وجہ سے آپؐ کو دیکھ نہ سکے ہوں۔ جیسے: نابینا لوگ"۔ مثلاً:

حضرت عبد اللہ بن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا ہونے کی وجہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکے۔ مگر چونکہ آپؐ نے ان کو ایمان کی حالت میں دیکھا، اس لیے وہ تو بلاشک صحابی ہیں۔

اور اگر مرزا قادیانی کے بقول صحابی ہونے کے لیے رؤیتِ کشفی کافی ہے تو صحابی کی مذکورہ بالا جامع مانع تعریف کی روشنی میں قیامت تک روضۂ اطہر کی زیارت کرنے والے زائرین کو بھی بطریقِ اولیٰ صحابہ کی فہرست میں شامل کرنا چاہیے۔ جنھیں اس عقیدۂ بد کی رو سے آپؐ اپنی قبرِ اطہر کے اندر سے اپنی معصوم آنکھوں کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ مگر چودہ صدیوں میں کسی نے نہیں کہا کہ روضۂ اطہر کی زیارت کرنے والا بھی صحابی ہوتا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاء کے بارہ میں قادیانیوں کا عقیدہ (۱۰)

مرزا قادیانی نے اپنے واہیات عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ع

"کاملاں می اند در زیرِ زمیں"

یعنی "جتنی کامل ہستیاں ہیں اولیاءؒ، صلحاءؒ، شہداءؒ، صدیقینؓ اور انبیاءؑ یہ سب کے سب زمین کے نیچے (قبر عرفی میں) زندۂ جاوید ہوتی ہیں"۔ (احمد صادق صفحہ ۳۹)

تبصرہ مرزا قادیانی کا یہ قول سراسر کذب اور افترا ہے۔ اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ تو "کامل" سمجھتا ہے، اور نہ ہی ان کو "زندہ" مانتا ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی تو کجا، ان کا شمار صالحین میں بھی نہیں کرتا۔ کیونکہ مرزا قادیانی حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا قائل ہونے کے باوجود انھیں زیرِ زمین زندہ نہیں مانتا۔ جیسا کہ انبیاءِ کرامؑ، صدیقینؓ، شہداءؒ و صالحینؒ و دیگر کاملین کے متعلق اس نے لکھا ہے۔ اور اگر قرآن و حدیث کی روشنی میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں "کاملین" انبیاءؑ صدیقینؓ شہداءؒ اور صالحینؒ کی تعظیم نہیں بلکہ توہین ہے۔ کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا ہے کہ مومنوں کے لیے زمین کا بالائی حصہ بنسبت زیریں حصہ کے اعلیٰ ہے۔ جیسا کہ:

حیاتِ دُنیوی میں مومنین کے لیے زمین کے بالائی حصہ میں رہنا اچھا ہے

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اِذَا كَانَ اُمَرَآؤُكُمْ خِيَارَكُمْ وَ اَغْنِيَآءُكُمْ سُمَحَآءَكُمْ وَ اُمُوْرُكُمْ شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ بَطْنِهَا وَاِذَا كَانَ اُمَرَآؤُكُمْ شِرَارَكُمْ وَاَغْنِيَآءُكُمْ بُخَلَآءَكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَآءِكُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ ظَهْرِهَا۔ یعنی جب تک تمہارے امیر متقی اور تمہارے غنی سخی ہوں گے اور تمہارا ہر کام باہمی مشورے سے ہوگا تو تمہارے لیے زمین کا بالائی حصہ اندرونی حصہ سے بہتر ہوگا یعنی تمہارا جینا فائدہ مند ہوگا۔ اور جب تمہارے امیر شریر اور تمہارے غنی بخیل ہو جائیں گے اور تمہارا ہر کام عورتوں کے سپرد ہوگا تو تمہارے لیے زمین کا اندرونی حصہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بالائی حصہ سے بہتر ہوگا۔ یعنی تمہارے لیے مرجانا ہی بہتر ہوگا۔ (مشکوۃ صفحہ ۴۵۹)

تنبیہ اس حدیث شریف سے صاف معلوم ہوا کہ حیات دُنیوی میں مؤمنین کے لیے زمین کے بالائی حصہ میں رہنا اچھا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوگیا کہ انبیاء کرامؑ کو ظہر الارض کی زندگی سے نکال کر بطن الارض یعنی زمین کے اندرونی حصے میں خاکی جسم کے ساتھ دُنیوی، عنصری، حقیقی، زندگی ثابت کرنے سے انبیاءؑ، صدیقینؒ، شہداءؒ اور صالحینؒ کی تعظیم نہیں، بلکہ توہین لازم آتی ہے۔ جب کہ توہین انبیاءؑ صریح کفر ہے۔

المہند کی عبارت سے
مرزا قادیانی کے عقیدہ کی تائید؟

مرزا قادیانی کے متبعین کو حیات الانبیاءؑ کے سلسلے میں المہند کی عبارت سے پیدا ہونے والے شبہ کا جواب پڑھنے سے پہلے یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مرزا قادیانی کے متبعین جس طرح قرآن مجید، احادیث نبوی، اور ائمہ حدیث و مجتہدین کی عبارات میں تحریف اور قطع و برید کرکے اپنے مسلک اور جھوٹی نبوت کے دعوے کی تائید میں پیش کرتے ہوئے بھولے عوام کالانعام کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تصنیف "تحذیر الناس" کی عبارت بھی اپنی جھوٹی نبوت کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ:

۱ مرزا قادیانی کے متبعین نے "ہمارا موقف" نامی کتابچہ کے صفحہ ۱۲ میں لکھا ہے:

قولہ (جانشین حضرت شاہ عبد العزیزؒ) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ تعالیٰ بانی دار العلوم دیوبند (ولادت ۱۲۴۸ھ / ۱۸۳۳ء وفات ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) فرماتے ہیں:

"اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا"۔ (تحذیر الناس صفحہ ۲۵ مطبوعہ خیر خواہ سرکار پریس سہارنپور)

۲ اسی طرح مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر نے "وہابی دیوبندی عقائد کے چند نمونے" کے زیر عنوان حضرت نانوتویؒ کی درج ذیل عبارت بھی تنقید و تردید دیوبندیت کے لیے نقل کی:

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھنا عوام کا خیال ہے اہل علم کا نہیں"۔ (تحذیر الناس صفحہ ۳ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت سے متعلق مرزا قادیانی کے متبعین اور رضاخانی "تحذیر الناس" کی مذکورِ بالا عبارات سے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ جب کہ رضاخانی تو الزامی طور پر یہ بھی کہتے ہیں کہ: قاسم نانوتوی کی ان عبارات نے (نعوذ باللہ) مرزا قادیانی کو جھوٹی نبوت کے دعوے کی بنیاد فراہم کی۔ اسی طرح:

شبہ اگر کوئی تخریب پسند قادیانی وغیرہ کہے کہ مرزا قادیانی کا یہ قول بالکل درست ہے۔ کیونکہ علماءِ دیوبند کی مصدقہ کتاب المہند علی المفند میں حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: **قولہ** عِنْدَنَا وَعِنْدَ مَشَايِخِنَا حَضْرَةُ الرِّسَالَةِ صلی اللہ علیہ وسلم حَيٌّ فِي قَبْرِهِ الشَّرِيفِ وَحَيٰوتُهُ صلی اللہ علیہ وسلم دُنْيَوِيَّةٌ مِنْ غَيْرِ تَكْلِيفٍ وَهِيَ مُخْتَصَّةٌ بِهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَبِجَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ وَالشُّهَدَاءِ لَا بَرْزَخِيَّةٌ. كَمَا هِيَ حَاصِلَةٌ لِسَائِرِ الْمُؤْمِنِينَ بَلْ لِجَمِيعِ النَّاسِ. یعنی ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور آپؐ کی حیات دُنیا کی سی ہے بلا مکلف ہونے کے اور یہ حیات مخصوص ہے آنحضرتؐ اور تمام انبیاء علیہم السلام اور شہداء کے ساتھ، برزخیہ نہیں ہے، جو حاصل ہے تمام مسلمانوں بلکہ سب آدمیوں کو"۔ اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ تمام علماءِ دیوبند کے نزدیک انبیاءؑ و شہداء سب کی حیات دُنیوی ہے برزخی نہیں۔

جواب حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ یقیناً بہت بڑے عالم اور محدث تھے، لیکن آپ نے المہند علی المفند میں جو عقیدہ تحریر فرمایا ہے، وہ مسلکِ علمائے اہلِ سنّت کے خلاف ہے۔ جیسا کہ مولانا سرفراز خان صفدر کے بقول حضرت مفتیِ اعظم ہند نے فرمایا کہ: "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قسم کی حیاتِ برزخی حاصل ہے۔ جس کی کیفیت خدائے تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لیکن حیاتِ دُنیوی کہنا خلافِ اہل السنۃ و الجماعۃ ہے"۔ اور المہند میں یہ مسئلہ لکھتے وقت حضرت محدث سہارنپوریؒ کو تسامح ہوگیا ہے۔ نیز حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس دعویٰ پر نہ تو قرآن و حدیث میں سے اس عقیدہ کی کوئی دلیل پیش فرمائی، نہ صحابۂ کرامؓ کا کوئی فرمان نقل فرمایا، نہ کسی مجتہد کا قول پیش کیا، نہ کسی حنفی عالم کی عبارت نقل کی، اور نہ ہی علماءِ دیوبند میں سے کسی کا مسلک

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بیان فرمایا، بلکہ بعض غیر محتاط شافعی علماء کے حوالے سے فرمایا: كَمَا نَصَّ عَلَيْهِ الْعَلَّامَةُ السُّيُوْطِيُّ فِي رِسَالَتِهٖ "اِنْبَاءُ الْاَذْكِيَاءِ بِحَيٰوةِ الْاَنْبِيَآءِ. حَيْثُ قَالَ قَالَ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّيْنِ السُّبْكِيُّ "حَيٰوةُ الْاَنْبِيَآءِ وَالشُّهَدَآءِ فِي الْقَبْرِ كَحَيٰوتِهِمْ فِي الدُّنْيَا وَيَشْهَدُ لَهٗ صَلٰوةُ مُوْسٰى عليه السلام فِيْ قَبْرِهٖ فَاِنَّ الصَّلٰوةَ تَسْتَدْعِيْ جَسَدًا حَيًّا اِلٰى اٰخِرِ مَا قَالَ. یعنی "علامہ سیوطیؒ نے اپنے رسالہ "انباء الاذکیا بحیوٰۃ الانبیاءؑ" میں تصریح لکھا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ علامہ تقی الدین سبکیؒ نے فرمایا ہے کہ انبیاء و شہداء کی قبر میں حیات ایسی ہے جیسی دُنیا میں تھی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ نماز زندہ جسم کو چاہتی ہے"۔ الخ

تنبیہ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس عبارت کے لکھنے اور علامہ سبکیؒ کی عبارت سے مسئلہ مستنبط کرنے میں بھی تسامح ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت علامہ سبکیؒ نے تو فرمایا ہے: "حَيٰوةُ الْاَنْبِيَآءِ وَالشُّهَدَآءِ فِي الْقَبْرِ كَحَيٰوتِهِمْ فِي الدُّنْيَا"۔ یعنی انبیاء اور شہداء کی حیات قبر میں ایسی ہے جیسے دُنیا میں ان کی زندگی تھی۔ اور اس کا مطلب اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہو سکتا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو جس طرح عالمِ دُنیا میں نہایت اعلیٰ و ارفع دُنیوی حیات حاصل تھی، اسی طرح عالمِ برزخ میں بھی ان کو نہایت اعلیٰ و ارفع برزخی حیات حاصل ہے۔ (جو بعض اعتبارات سے دُنیاوی حیات سے بھی اقویٰ ہے۔) لیکن علامہ سبکیؒ کی اس عبارت میں جس طرح ان کے مکلف ہونے نہ ہونے کا کوئی ذکر نہیں اسی طرح برزخی ہونے نہ ہونے کا بھی کوئی ذکر نہیں۔ اور جہاں تک قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نماز پڑھنے کا معاملہ ہے تو اگر واقعی حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے خیال میں علامہ سبکیؒ کا یہ قول انبیاء کرامؑ کے جسدِ عنصری کے ساتھ زندہ ہونے کی دلیل ہے، تو پھر ہمارے خیال میں ان کے مکلف ہونے کی دلیل بھی یہی ہے۔ کیونکہ اس میں نماز پڑھنے کا ذکر تصریح موجود ہے جو علامت ہے مکلف ہونے کی۔ جب کہ المہند میں مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: "ان (انبیاءؑ و شہداء) کو دُنیوی زندگی حاصل ہے بلا مکلف ہونے کے"۔ لہٰذا حضرت محدث سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ خیال درست نہیں، کیونکہ:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

دُنیوی زندگی میں انسان مُکلّف ہوتا ہے

دُنیوی زندگی میں تو ہر عاقل بالغ انسان مُکلّف ہوتا ہے۔ جیسا کہ فتوحاتِ الٰہیہ حاشیہ جلالین جلد ۲ صفحہ ۳ میں ہے: اَلْحَیٰوةُ الدُّنْیَوِیَّةُ الَّتِیْ یَدُوْرُ عَلَیْهَا التَّکْلِیْفُ۔ کہ دُنیوی زندگی وہ ہوتی ہے جس سے بندہ مُکلّف ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب آپؐ اس دار دُنیا میں زندہ موجود تھے تو آپؐ بحکمِ الٰہی مُکلّف تھے۔ اور اس دارِ دُنیا سے انتقال فرمانے حتیٰ اپنا جسمِ اطہر چھوڑ کر اس دُنیا سے عالمِ بالا کی طرف منتقل ہو جانے کے بعد اب آپؐ مُکلّف نہیں ہیں۔ اب آپؐ پر کسی قسم کی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ مثلاً:

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیوی حیاۃ میں مُکلّف تھے

۱ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ روزہ رکھنے کے مُکلّف تھے۔ اور اب برزخی حیات میں آپؐ روزہ رکھنے کے مُکلّف نہیں ہیں۔

۲ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ زکوٰۃ وصول کرنے کے مُکلّف تھے۔ لقولہ تعالیٰ: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً ــــ اب برزخی حیات میں آپؐ زکوٰۃ لینے کے مُکلّف نہیں ہیں۔

۳ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ پر تبلیغ فرض تھی۔ لقولہ تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔ اب برزخی حیات میں آپؐ پر تبلیغ کی ذمہ داری نہیں ہے۔

۴ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ پر جہاد فرض تھا۔ لقولہ تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ۔ اب برزخی حیات میں آپؐ پر کفار کے ساتھ جہاد کا حکم نہیں رہا۔

۵ حیاتِ دُنیویہ میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینا آپؐ پر فرض تھا۔ لقولہ تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِ۔ اب برزخی حیات میں آپؐ پر جہاد کی ترغیب کا کوئی حکم نہیں۔

۶ حیاتِ دُنیویہ میں تشاور (ایک دوسرے سے مشورہ لینا دینا) ضروری تھا۔ لقولہ تعالیٰ: وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ۔ اب برزخی حیات میں آپؐ پر سے یہ بوجھ بھی ہلکا کر دیا گیا۔

۷ حیاتِ دُنیویہ میں باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرنا آپؐ کا فرض تھا۔ لقولہ تعالیٰ: فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ۔ اب برزخی حیات میں آپؐ پر سے یہ بوجھ بھی ہلکا کر دیا گیا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۸ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ فریضۂ انذار بجالاتے۔ کیونکہ آپؐ نذیر ہیں۔ لقولہ تعالیٰ: اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِیْرٌ۔ اب برزخی حیات میں آپؐ پر سے یہ بوجھ بھی ہلکا کر دیا گیا۔

۹ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ لوگوں کے سوالات کا جواب دیتے تھے۔ جیسا کہ بکثرت احادیث میں آیا ہے۔ اور یہ آپؐ کا فریضہ تھا۔ اور اب برزخی حیات میں آپؐ پر سے یہ بوجھ بھی ہلکا کر دیا گیا۔

۱۰ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ لوگوں کے پیچیدہ عقدے حل کر دیتے تھے۔ اور یہ آپؐ کا فریضہ تھا۔ اب برزخی حیات میں آپؐ پر سے یہ بوجھ بھی ہلکا کر دیا گیا۔ اب برزخی حیات میں آپؐ سے کوئی مسئلہ دریافت کرنا ممکن نہیں۔

۱۱ حیاتِ دُنیویہ میں لوگ دور دور سے آپؐ کی ملاقات کرنے کو حاضر ہوتے تھے۔ اور اب برزخی حیات میں صرف آپؐ کی قبر اطہر کی زیارت کرکے ہی اپنے دل کو تسلی دے لیتے ہیں اور اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں۔

۱۲ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ لوگوں کی باہم صلح کرانے کے لیے ان کے ڈیروں پر تشریف لے جاتے تھے۔ جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ لیکن اب برزخی حیات میں آپؐ کے ذمے یہ فریضہ بھی نہیں رہا۔

۱۳ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ بیماروں کی بیمار پرسی فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۵ میں ہے۔ لیکن اب برزخی حیات میں آپؐ کسی کی بیمار پرسی کے لیے تشریف نہیں لاتے۔ اور عالم برزخ میں نہ بیماری ہے' نہ بیمار' نہ بیمار پرسی۔

۱۴ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ غلام کی دعوت بھی قبول کر لیتے تھے کہ اس کا دل رنجیدہ نہ ہو۔ اب برزخی حیات میں اس کی بھی چھٹی ہے۔

۱۵ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ لوگوں کے ساتھ سلام کلام فرمایا کرتے تھے۔ اب مسجد نبوی میں نماز پڑھ کر آپؐ کی قبر اطہر و منظر پر حاضری دینے کا کوئی دستور نہیں۔

۱۶ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ کچے مکانوں میں رہتے تھے۔ اب برزخی حیات میں آپؐ ملاً اعلیٰ کے عالی شان مکان میں رہائش پذیر ہیں۔ جو اور کسی کو نصیب نہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۱۷ حیاتِ دُنیویہ میں بخار، دکھ، درد، تھکن، اغماء (بے ہوشی) اور بیماری وغیرہ جیسے لوازماتِ بشریہ آپؐ کو لاحق ہو جاتے تھے۔ اب برزخی حیات میں آپؐ کو اُس عالی شان مکان میں نہ بخار ہے نہ دکھ درد نہ کوئی اور بیماری نہ غم نہ کسی کا خوف اور نہ کوئی اور تکلیف۔

۱۸ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ کو قُوتِ لایموت ملتا تھا۔ کئی بار آپؐ نے اپنے پیٹ پر پتھر بھی باندھے تھے۔ اور اب برزخی حیات میں آپؐ کے لیے جنّت میں خورد و نوش کا بے نظیر انتظام ہے۔

۱۹ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ دُنیا کے محدُود مقاماتِ مخصوصہ میں آتے جاتے تھے۔ اب برزخی حیات میں آپؐ اُس عالَم میں بے روک ٹوک جہاں چاہتے ہیں جنّت کی سیر کرتے ہیں۔

۲۰ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ کو سفر کرنے سے تھکن محسوس ہوتی تھی۔ اب برزخی حیات میں اُس عالم میں جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں، اور تھکن نہیں ہوتی۔

۲۱ حیاتِ دُنیویہ میں کفار کے ساتھ ہر وقت مقابلہ رہتا تھا۔ اب برزخی حیات میں اُس عالم میں آپؐ کا کسی سے کوئی مقابلہ نہیں۔

۲۲ حیاتِ دُنیویہ میں اللہ تعالیٰ نے غنیمت کے مال میں سے آپؐ کا حصہ مقرر کر رکھا تھا۔ اب مالِ غنیمت میں آپؐ کا حصہ موقوف ہوگیا۔ احناف کا عقیدہ یہی ہے۔ البتہ شافعیہ کہتے ہیں کہ آپؐ کا حصہ آپؐ کے خلیفہ کو ملے گا، یا مصالح المسلمین میں صرف کیا جائے۔ (تفسیراتِ احمدیہ صفحہ ۴۳۶)

۲۳ حیاتِ دُنیویہ میں اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مالِ غنیمت سے آپؐ صفی (اپنی من پسند چیز) چُن سکتے تھے۔ اب مالِ غنیمت میں سے آپؐ کے لیے صفی بھی موقوف ہوگیا۔

۲۴ حیاتِ دُنیویہ میں جس جہاد میں آپؐ خود تشریف لے جاتے تھے، وہ غزوہ کہلاتا تھا۔ اور جس جہاد میں آپؐ خود تشریف نہ لے جاتے وہ سریہ کہلاتا تھا، اور اب نہ کوئی غزوہ ہے نہ سریہ۔ البتہ جہاد جاری ہے۔ اور قیامت تک جاری رہے گا۔ جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے زندگی بھر جہاد کا راستہ روکنے کی کوشش کی۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۲۵ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ کی اُمت کا اجماع حُجت نہ تھا۔ اب امت محمدیہ ﷺ کا اجماع حُجت ہے۔ اور صحابۂ کرامؓ کا اجماعِ قولی تو قرآن مجید کی طرح حُجتِ قطعیہ ہے۔

۲۶ حیاتِ دُنیویہ میں خلافت کی ضرورت نہ تھی۔ اب خلافت سے چارۂ کار نہیں۔

۲۷ حیاتِ دُنیویہ میں شرعی احکام منسوخ بھی ہو جاتے تھے۔ اب شریعت کے تمام احکام محکم اور ناقابلِ نسخ ہیں۔

۲۸ حیاتِ دُنیویہ میں صحابۂ کرام بعض معاملات میں آپؐ کو گواہ بنالیا کرتے تھے۔ اب آپؐ کو کسی معاملے میں گواہ نہیں بنایا جاسکتا۔

۲۹ حیاتِ دُنیویہ میں کوئی کسی کا نام محمد ابوالقاسم نہیں رکھ سکتا تھا۔ اب محمد ابوالقاسم نام مع کنیت کے رکھنے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ امیرالمؤمنین سیدنا امام علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے محمد ابن الحنفیہ کی کنیت ابوالقاسم رکھی۔

۳۰ حیاتِ دُنیویہ میں سوائے حضرت ابوبکرؓ کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسی ہستی بھی آپؐ کے مُصلّی پر کھڑی نہیں ہوسکتی تھی۔ اب ہر بَر و فاجر امامت کر تا رہتا ہے۔

۳۱ حیاتِ دُنیویہ میں صحابۂ کرامؓ آپؐ سے براہِ راست احادیثِ مبارکہ سنتے تھے۔ اب نہ آپؐ سے مسائل پوچھتے ہیں نہ احادیث کی سماعت آپؐ کی معصوم زبان سے کرتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۴ میں ہے کہ مدینہ منورہ کے ایک باشندہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث سننے کے لیے شام کا سفر کیا۔ اسی طرح کئی صحابہؓ و تابعینؒ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مسئلہ دریافت فرماتے، براہِ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کسی نے کبھی کوئی مسئلہ دریافت نہیں کیا۔ لیکن مرزا قادیانی نے کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے نہ صرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست مسائل معلوم کرنے کا دعویٰ کیا، بلکہ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریمؑ اور دیگر اہلِ قبور سے ملاقات کا دعویٰ بھی کیا۔ جیسا کہ حیاۃ الانبیاءؑ کے بارہ میں قادیانیوں کے عقیدہ ۱۶ میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۳۲ حیاتِ دُنیویہ میں آپؐ پر وحی اترتی تھی۔ اب سلسلۂ وحی منقطع ہوگیا۔ جیسا کہ حیاۃ الانبیاءؑ کے بارہ میں قادیانیوں کے عقیدہ ۱۱ میں آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

"کحیٰوتھم فی الدُّنیا" کا معنیٰ

یاد رہے کہ حضرت علامہ سبکی شافعیؒ نے انبیاء کرامؑ کی حیاتِ برزخیہ کو دُنیوی حیات سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا: "کحیٰوتھم فی الدُّنیا" جب کہ اس کا معنیٰ کرنے میں حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ سے تسامح ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس کا معنیٰ ہے: انبیاء کرامؑ کی برزخی حیات ایسی ہے جیسا کہ انھیں دنیا میں حیات حاصل تھی۔ جب کہ اس کا معنیٰ "دُنیا کی سی" کرنا بھی کسی حد تک مناسب ہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حضرت سہارنپوریؒ نے تو اسے عین "حیاتِ دُنیوی" سے تعبیر کرنے کے ساتھ ساتھ "حیاتِ برزخی" کا سرے سے انکار ہی فرمادیا، اور پھر اس مزعومہ "حیاتِ دُنیوی" کو "بلامکلّف" قرار دیدیا، حالانکہ ان کا یہ قول بلا دلیل بھی ہے اور نامناسب بھی۔ کیونکہ حضرت محدث سہارنپوریؒ نے علامہ سبکیؒ کی جس عبارت کو نقل کیا ہے: اس میں علامہ سبکیؒ نے حضرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حیات کو "حیاتِ دُنیوی" تو کہا ہی نہیں، بلکہ انھوں نے تو "حیاتِ دُنیوی" سے محض تشبیہ دی ہے۔ جب کہ:

قاعدہ ہے کہ: "مُشَبَّہ اور مُشَبَّہ بہ ایک دوسرے کے مغائر ہوتے ہیں"۔

اس قاعدہ کی رو سے علامہ سبکیؒ کی عبارت "کحیٰوتھم فی الدُّنیا" کا مطلب یہ ہونا چاہیے کہ: "شعور و ادراک اور اپنے برزخی مرتبہ و شان کے لحاظ سے انھیں ایسی برزخی حیات حاصل ہے جیسی دُنیا میں حاصل تھی۔ لیکن وہ زندگی دُنیوی نہیں، بلکہ برزخی ہے"۔

تنبیہ کوئی صاحبِ عقل اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ ہر عاقل بالغ انسان دُنیا کی زندگی میں مکلّف ہوتا ہے۔ اور تمام اُمورِ شرعیہ اس پر واجب ہوتے ہیں۔ کیونکہ "کافِ تشبیہ" (کحیٰوتھم فی الدُّنیا) تمام اوصاف میں عمومِ حکم کا موجب ہے۔ جیسا کہ:

فائدہ حضرت ملا احمد جیون رحمہ اللہ تعالیٰ نے "نور الانوار" میں تقسیم رابع سے کچھ پہلے تحریر فرمایا: كَافُ التَّشْبِيهِ يُوجِبُ الْعُمُومَ فِي جَمِيعِ مَا وُصِفَ. کہ کافِ تشبیہ کا تمام اوصاف میں حکم کے عموم کو ثابت کرتا ہے۔ اور اس قاعدہ کی رو سے علامہ سبکیؒ کی عبارت (کحیٰوتھم فی الدُّنیا) بھی غلط ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بعد از وفات دنیوی عنصری حیات ماننے کی خرابیاں

خرابی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

آیت ۱ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ (۸۴:۴) پس آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجیے اس حکم کی مکلف اول صرف آپ کی ذات ہے۔ اور مسلمانوں کو جہاد و قتال فی سبیل اللہ کی ترغیب دیجیے۔

آیت ۲ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۶۵:۸) اے نبی! آپ مؤمنین کو جہاد کی ترغیب دیجیے۔

آیت ۳ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ (۷۳:۹ و ۹:۶۶) یعنی اے نبی! کافروں سے تلوار کے ساتھ جہاد کیجیے۔ اور انتقال سے پہلے ان سب آیتوں پر عمل کرتے ہوئے آپ کافروں کے ساتھ لڑتے بھی رہے اور مومنوں کو کافروں کے ساتھ لڑنے پر برانگیختہ بھی کرتے رہے۔ مگر انتقال کے بعد نہ تو آپ نے کافروں کے ساتھ جہاد کیا اور نہ ہی مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دینا ثابت ہے۔ اگر آپ حیاتِ عنصری کے ساتھ زندہ ہوتے تو ان فرائض پر ضرور عمل کرتے۔

خرابی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا:

آیت اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ (۱۰۵:۴) اے پیغمبر! ہم نے آپ کے پاس یہ کتاب برحق اتاری ہے" تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کتاب کے موافق فیصلہ کریں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ہے۔ اس آیتِ کریمہ کے مطابق انتقال سے پہلے آپ لوگوں کے مابین جھگڑے چکایا کرتے تھے۔ مگر آپ کے انتقال کے بعد نہ تو صحابہ کرام آپ کے پاس جھگڑا چکانے کے لیے آتے تھے اور نہ ہی آپ ان کا فیصلہ کرتے۔ حتیٰ کہ آپ کے دفن کیے جانے سے پہلے کئی مسائل میں صحابہ کا اختلاف ہوا۔ مگر صحابہ کرام نے نہ آپ سے فیصلہ کی درخواست کی اور نہ ہی آپ نے کوئی فیصلہ کیا۔ مثلاً: ❶ آپ کو کپڑوں سمیت غسل دیا جائے یا نہ۔ ❷ آپ کو دفن کہاں کیا جائے۔ ❸ خلافت کے مستحق مہاجر ہیں یا انصار وغیرہ۔ اگر آپ بحیاتِ دنیویہ زندہ ہوتے تو اس آیت پر ضرور عمل کرتے۔

خرابی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ. (۹:۱۰۳) یارسول اللہ! آپؐ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجیے جس کے لینے کے ذریعے سے آپؐ ان کے گناہوں سے پاک صاف کرنے کا سبب بنیں گے۔ اور آپؐ ان کے حق میں دعا کیجیے اس میں شک نہیں کہ آپؐ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان قلب ہے۔

فائدہ اس آیتِ مبارکہ میں دو حکم ہیں۔ جن میں سے پہلا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے انتقال سے پہلے اس پر عمل کرتے رہے۔ اور انتقال کے بعد اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (۵:۶۷) اے پیغمبر! جو احکام آپؐ پر آپؐ کے رب کی طرف سے نازل ہوئے ہیں، بلا کم و کاست لوگوں کو پہنچاتے رہیں۔ اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو سمجھا جائے گا کہ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا کوئی پیغام بھی لوگوں کو نہیں پہنچایا۔ اسی ارشاد کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انتقال سے پہلے اس پر عمل کرتے رہے۔ اور انتقال کے بعد ان کی تبلیغ ثابت نہیں۔ اگر آپؐ کی حیات بجسدِ دنیوی مانیں تو آپؐ انتقال کے بعد بھی تبلیغ کا کام جاری رکھتے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مسلمانوں کو حکم دیتے ہوئے فرمایا:

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (۴:۵۹) یعنی پھر اگر کسی عمل میں تمہارا باہم اختلاف ہو جائے تو اس کام کو اللہ اور اس کے رسول کے حوالے کر دو۔ اللہ کے حوالے کرنے سے مراد کتاب اللہ کی طرف رجوع ہے۔ اور رسول کے حوالے کرنے کا مطلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دور میں یہی تھا کہ تنازعہ کی صورت میں آپؐ کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور آپؐ خود فیصلہ فرماتے تھے۔ پھر آپؐ کی وفات کے بعد دفن سے پہلے یا بعد از دفن اختلاف کی صورت میں کسی صحابی نے فیصلہ کے لیے حضور کی خدمت میں اپنا معاملہ پیش نہیں کیا۔ بلکہ خلیفۃ الرسول یا ان کے نائب کی طرف رجوع فرمایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مفسرین فرماتے ہیں کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کی سنت کی طرف رجوع کیا جائے۔ چنانچہ:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ کا مطلب:

❶ حضرت علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں: فردوہ راجعوہ الی اللہ الی کتابہ و الرسول بالسوال عنہ فی زمانہ والمراجعۃ الی سنتہ بعدہ۔ (بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۹۵)

❷ علامہ خطیب فرماتے ہیں: لابد للاجماع من مُستند هو النص او القیاس۔ (خطیب جلد ۲ صفحہ ۹۵)

❸ حضرت میمون بن مہران فرماتے ہیں: والرد الی رسولہ مادام حیاً فاذا قبض فالی سنتہ۔ (الدر المنثور جلد ۲ صفحہ ۵۷۹)

❹ حضرت قتادہؓ اور سدیؒ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔ (الدر المنثور جلد ۲ صفحہ ۵۷۹)

❺ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: والرسول مدۃ حیاتہ و بعدہ الی السنۃ۔ (تفسیر جلالین صفحہ ۷۷)

❻ تفسیر جامع البیان میں ہے: والرسول فی زمانہ و سنتہ بعدہ۔

❼ تفسیر حسینی میں ہے: پس باز گردانید آں را بکتاب خدائے والرسول و رجوع کنید بارسول در زمانِ حیاتِ او و بسنت آں حضرت بعد از وفاتِ او۔ (تفسیر حسینی صفحہ ۱۰۶)

❽ علامہ خازنؒ فرماتے ہیں: والی رسولہ مادام حیاً و بعد وفاتہ الی سنتہ۔ (تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۳۶۶)

❾ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ فرماتے ہیں: الی الرسول کی تعمیل کی کوئی صورت رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بجز اس کے ممکن نہیں کہ دفترِ احادیث و سُنن کی طرف رجوع کیا جائے۔ (تفسیر ماجدی صفحہ ۱۹۸)

❿ سحبانُ الہند حضرت مولانا احمد سعید مفسر دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: سُنّتِ رسولؐ پر پیش کرو۔ یعنی جب رسولؐ موجود نہ ہوں اور ان کی وفات ہو جائے۔ البتہ اگر رسولؐ موجود ہوں تو إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى الرَّسُوْلِ اپنے معنے پر ہے۔ اور حضورؐ کی وفات کے بعد اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و سنت پر جس میں اجماع اور مجتہد کا قیاس اور خلفائے راشدینؓ کا فرمان بھی داخل ہے۔ ان چیزوں سے فتویٰ حاصل کرو' یا ان چیزوں کے جاننے والوں سے فتویٰ حاصل کرکے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اس پر عمل کرے۔ (تفسیر کشف الرحمٰن ضمیمہ صفحہ ۱۴۷)

نمبر ۷ غنیمت کے مال میں سے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا حصہ مقرر ہے۔ ایسے ہی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حصہ ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (۸:۴۱) یعنی اس بات کو جان لو کہ جو شے کفار سے بطورِ غنیمت کے تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کُل مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ کی نیاز اور باقی اس کے رسولؐ کا بھی حصہ ہے اور ایک حصہ آپؐ کے قرابت داروں کا ہے اور ایک حصہ یتیموں کا ہے اور ایک حصہ غریبوں کا ہے اور ایک حصہ مسافروں کا ہے۔

انتقال سے پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت کے مال میں سے اپنا حصہ لے لیتے تھے، اور انتقال کے بعد آپؐ کا غنیمت میں سے حصہ لینا ثابت نہیں۔ بلکہ حنفیہ کا مذہب ہے کہ انتقال کے بعد آپؐ کا حصہ ختم ہو گیا۔ اگر آپؐ کی حیات بجسدِ دُنیوی مانیں تو حنفیہؒ کے مذہب کو خلافِ قرآن کہنا پڑے گا۔

نمبر ۸ اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے: وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ (۳:۱۵۹) کہ آپؐ ان کے لیے استغفار کر دیجیے اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورہ لیتے رہا کیجیے۔ چنانچہ انتقال سے پہلے آپؐ صحابہؓ کے حق میں استغفار بھی کیا کرتے تھے اور جن امور میں وحی نازل نہ ہوتی تھی ان میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ بھی لیا کرتے تھے۔ مگر انتقال کے بعد کہیں ثابت نہیں کہ حیاتِ دنیویہ کے ساتھ زندہ ہونے کے باوجود آپؐ نے کسی کام میں کسی کو مشورہ دیا ہو۔ اگر دنیوی حیات بجسدِ عنصری تسلیم کریں تو پھر اس حکم پر عمل کرنا واجب ہو گا۔ لیکن کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ ایسے امور جن میں وحی نازل نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو مشورہ دیتے ہوں۔

فائدہ صاحبِ ہدایہ، ابوالمعین نسفی حنفی، امام ابوالمحاسن قونوی، عینی حنفی، و کاسانی اور دیگر تمام ائمۂ حنفیہ و مشائخ حنفیہ، نیز عبدالبر مالکی، قابسی، ابن جوزی، قاضی عیاض، ابن قیم، ابن تیمیہ، ابن حجرؒ، ابن عبدالہادی وغیرہ احد سب کے سب (سوائے بدعتی ابن فورک اور اس کے مقلد

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بھی یا اس پر حسن ظن رکھنے والے چند غیر محقق علماء کے) حیات انبیاء علیہم السلام کے ان معنوں میں قائل نہیں کہ آپ کی روح پُر فتوح آپ کے جسد اطہر میں دنیوی زندگی کی طرح دوبارہ داخل کردی گئی ہے۔ ہاں یہ بات ہے کہ آپ کا جسد منور، مطہر و معصوم بالکل صحیح سالم بلا تغیر و تبدل نہ صرف اب تک اسی حال میں موجود ہے بلکہ قیامت تک اسی حالت میں محفوظ رہے گا جس طرح صحابۂ کرامؓ نے اپنے محفوظ ہاتھوں سے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ شریفہ میں زمین کھود کر رکھا تھا۔ قیام قیامت تک آپؐ کا جسد مبارک تر و تازگی کے لحاظ سے ایسا رہے گا جیسے گورے رنگ اور گلابی رخسار والے اللہ تعالیٰ کے محبوب پیغمبر نقاب اوڑھے، آنکھیں میچے اپنے معصوم جسد اطہر کے ساتھ آرام سے سوئے ہیں۔ اور کمال بھی اسی میں ہے کہ روح جسم میں نہ ہو اور پھر بھی زیر زمین آپؐ کا جسم قیامت تک صحیح سلامت رہے اور مٹی ذرا سا اثر بھی نہ کرے، یہ ہے اللہ کی قدرت۔

تبصرہ انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن معصوم خاکی اجساد مبارکہ سے ساری عمر عمداً یا سہواً کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ سرزد نہیں ہوا، اس کے ساتھ روح کی زبردست محبت ہوتی ہے، جس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ اسی کا نام اتصالِ معنوی ہے۔ مگر اس جسدِ عنصری میں روح کا اعادہ قیامت ہی کو ہوگا، اس سے پہلے جسدِ عنصری میں روح کا اعادہ نہیں ہوگا۔ اور اس سے پہلے اعادۂ روح پر کوئی دلیل بھی قائم نہیں۔ جو قرآنی آیت: فیمسك التی قضی علیها الموت کی ناسخ ہو۔ نیز علامہ ابن حجرؒ و علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بھی اتصالِ معنوی ہی کے قائل ہوئے ہیں۔ (دیکھیے: فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۳۷۹، روح المعانی صفحہ ۳۶ پارہ ۲۲، وفاء الوفاء جلد ۲ صفحہ ۴۰۵، رسائل قشیریہ صفحہ ۱۰)

خط واٹلی میں ہر قسم کی عربی، فارسی، اردو، پنجابی، پشتو زبانوں میں کمپیوٹر کتابت کے لیے

گلستانِ کتابت

چوک بلاک نمبر ۱۱ سرگودھا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

المہند میں دوسرا تسامح

۱ المہنّد کی عبارت میں دنیویۃ برزخیۃ کے معنے میں بھی حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کو تسامح ہوا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ("دنیویۃ" اور "برزخیۃ") اسم منسوب ہیں۔ جن کے معنے ہیں: المنسوبُ اِلَی الدُّنیا و المنسوبُ اِلَی البرزخ۔ لیکن ان دونوں لفظوں میں سے اگر دنیویۃ کے معنے "دنیا کی سی" کیا جائے تو برزخیۃ کے معنے "برزخ کی سی" کرنا چاہیے۔ اور اگر برزخیۃ کے معنی "برزخ کی سی" کو غلط کہا جائے تو دنیویۃ کا معنی "دنیا کی سی" کہنا بھی غلط ہوگا۔

نیز یہ معنے نہ تو اہلِ لغت کے یہاں صحیح ہے، اور نہ ہی کسی اہلِ علم کی اصطلاح ہے۔ کیونکہ دونوں اسم منسوب ہیں۔ اس صورت میں معنی اس طرح کرنا چاہیے:

● حقیقی معنی:

(الف) دنیویۃ کے معنے "عالمِ دُنیا میں ہونا" اور

(ب) برزخیۃ کے معنے "عالمِ برزخ میں ہونا"۔

● مجازی معنی:

(الف) دنیویۃ کے معنے "دنیا کی سی" اور

(ب) برزخیۃ کے معنے "برزخ کی سی"

جب کہ: دنیویۃ اور برزخیۃ کے معنے میں حقیقی اور مجازی کا فرق کرنے کے لیے قرائن کی ضرورت ہے۔ جو یہاں مفقود ہیں۔ اور یہ معنے اور کسی عالم نے بھی نہیں لکھے۔

۲ نیز دُنیویہ اور برزخیہ باہم متضاد ہیں۔ ان دونوں کا باہم تباین ہے۔ اور متباین کلیاں آپس میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ جیسا کہ سیاہ کو سفید نہیں کہہ سکتے اور سفید کو سیاہ نہیں کہہ سکتے۔

۳ نیز حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ نے المہنّد شریف میں سوال ۵ کے جواب میں بے شک اپنا مسلک بیان کرتے ہوئے یہی فرمایا ہے کہ: "حیاتِ انبیاء و شہداء سب کی دنیویہ ہے برزخیہ نہیں ہے"۔ لیکن اس عبارت کو لکھتے وقت حضرت محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کو تسامح ہو گیا ہے۔ کیونکہ انھوں نے انبیاء و شہداء کی حیات

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کو حیاتِ دنیویہ قرار دیتے ہوئے ان کی برزخی حیات کا سرے سے انکار ہی کردیا ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ حضرت محدث سہارنپوریؒ نے اپنے اس دعویٰ کے اثبات میں علامہ سبکیؒ کے فرمان "تَحْيَوتَهُمْ فِي الدُّنْيَا" کا حوالہ دیا، اور پھر نتیجہ کے طور پر اپنے مذکورِ بالا دعوی کے خلاف تحریر فرمایا: فَثَبَتَ بِهٰذَا اَنَّ حَيٰوتَهٗ دُنْيَوِيَّةٌ بَرْزَخِيَّةٌ لِكَوْنِهَا فِي عَالَمِ الْبَرْزَخِ. تو اس میں یہ خرابی ہے کہ دعویٰ میں جس چیز کی نفی کی گئی ہے نتیجہ میں اسی چیز کا اثبات کیا گیا ہے۔ یعنی دعویٰ میں تو یہ تھا کہ: "انبیاء اور شہداء کی حیات برزخی نہیں ہے"۔ اور نتیجے میں فرمایا کہ: "برزخی ہے"۔ جب کہ اہلِ اصول کے یہاں اسے "اجتماعِ ضدین" کہا جاتا ہے۔ اور دعویٰ اور دلیل کا باہم تناقض ہے۔

تنبیہ صاحبِ المُہنّد نے لکھا ہے: ولشيخنا شمس الاسلام والدين محمد قاسم العلوم على المستفيدين قدس الله سره العزيز فى هذا المبحث رسالة مستقلة دقيقة المأخذ بديعة المسلك لم ير مثلها قد طبعت و شاعت فى الناس و اسمها "آبِ حیات" اى ماء الحيوة. کہ "ہمارے شیخ مولانا محمد قاسم قدس سرہٗ کا اس مبحث میں ایک مستقل رسالہ بھی ہے۔ نہایت دقیق اور انوکھے طرز کا، بے مثل جو طبع ہوکر لوگوں میں شائع ہوچکا ہے۔ اس کا نام آبِ حیات ہے"۔

جواب حضرت مولانا خلیل احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر حیاتُ النبیؐ کے متعلق اہلِ تشیّع کی طرف سے مطالبۂ فدک کی تردید کے لیے ایک انوکھے اور مناظرانہ انداز میں لکھی گئی حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب آبِ حیات کا حوالہ تو دیا ہے، مگر آپؒ نے المہنّد میں "حیاتُ النبیؐ" سے متعلق حضرت نانوتویؒ کی کوئی عبارت نقل نہیں فرمائی۔ جس کی وجہ سے بعض نادان یہ سمجھتے ہیں کہ "حیاتُ النبیؐ" کے متعلق حضرت نانوتویؒ کا مسلک بھی نعوذ باللہ اہلِ تشیّع کے موافق تھا۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ حیاتُ النبی کی بجائے (محدثین کبار رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح) نہ صرف وفاتُ النبی کے قائل ہیں، بلکہ تمام انبیاءِ کرامؑ خصوصاً حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں موت کی نسبت کو عقائدِ ضروریہ میں سے سمجھتے ہیں۔ چنانچہ:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاء کے بارے میں حضرت نانوتوی کا عقیدہ

۱ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "حسب ہدایت کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ اور اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام خاص کر حضرت سرورِ انام صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے"۔ (لطائفِ قاسمی صفحہ ۴)

تبصرہ مذکورِ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ: "حضرت نانوتوی عقیدہ وفات النبی کو عقائدِ ضروریہ میں سے سمجھتے تھے"۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے "آبِ حیات" میں "حیات النبی" کے متعلق قرآن و سنت اور اجماعِ امت کے موافق اپنا مسلک اور عقیدہ واضح اور غیر مبہم الفاظ میں بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:

۲ "اول تو آپ کی وفات اور آپ کا انتقال ہزاروں آدمیوں نے آنکھوں سے دیکھا۔ دوسرے جناب باری عز اسمہ خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ. جس کے یہ معنے ہیں کہ تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں، پھر جب جناب باری عز اسمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی خبر دیں، اُدھر ہزاروں کے سامنے آپ کا انتقال ہو چکا ہو، متواتر قرناً بعد قرنٍ یہ خبر چلی آتی ہو کہ آپ مدینۂ منورہ میں مدفون ہیں، تو پھر آپ کا زندہ ہونا کیونکر مسلّم ہو سکتا ہے؟۔ ہاں خدا کی خبر (قرآن مجید) اور خبرِ متواتر (احادیثِ صحیحہ متواترہ) سے زیادہ اگر کوئی دلیل قوی ہو اور اس سے آپ کی حیات ثابت ہو جائے تو بحکمِ قواعدِ تعارض تسلیم بھی کیا جائے، اب اگر آپ کی حیات مسلّم بھی ہو تو بعد اس کے کہ آپ کا انتقال حسبِ فرمودۂ خداوندی ہزاروں نے آنکھوں سے دیکھ لیا اور ان کے واسطے سے ہم کو خبر پہنچ گئی، اس حیات کو یا تو حیاتِ ثانی کہا جائے گا، یا مثلِ حیاتِ شہداء سمجھا جائے گا۔ (آبِ حیات صفحہ ۲۶، ۲۷)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ردِ شیعیت کے لیے حضرت نانوتوی کا فرضی عقیدہ

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وضاحت کے ساتھ اثبات کرنے کے بعد حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خطابت کے انداز میں "حیات النبی" سے متعلق ایک مفروضہ گر شیعہ حضرات کے لیے قابلِ تسلیم صورت پیش کی۔ اور پھر اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"مگر ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں (حیاتِ ثانی یا حیاتِ شہداء) مفیدِ مطلبِ صاحبِ رسالہ نہیں، اس (صاحبِ رسالہ) کی غرض تو اُس ردّ و کد سے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے اس میں انقطاع یا تغیر و تبدل جیسے حیاتِ دنیوی کا حیاتِ برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا"۔

شبہ: حضرت نانوتوی نے تو فرمایا ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ دنیوی علی الاتصال اب تک برابر مستمر ہے۔ اور یہ کہ آپ کی ہی نہیں بلکہ تمام انبیاءِ کرام کی ارواح کا جسمِ عنصری سے اخراج ہوتا ہی نہیں"۔ عام طور پر حیات الانبیاء کے بارے میں حضرت نانوتوی کا یہی عقیدہ مشہور ہے۔ اس لیے اسے حضرت نانوتوی کا فرضی عقیدہ کہنا درست نہیں۔

جواب: یہ واقعی حضرت نانوتوی کا فرضی عقیدہ ہے، اور حق بات یہی ہے کہ حضرت نانوتوی کا عقیدہ اہلِ حق علماءِ ربانی کے عقیدہ سے کسی طرح بھی مختلف نہیں تھا۔ کیونکہ ① اول تو خود حضرت نانوتوی نے اس بات کی وضاحت بھی فرمادی ہے کہ: "غرض اصلی اصل تحریر سے مدافعتِ طعنِ میراثِ فدک تھی"۔ سو وہ... بھی ہو سکتی ہے کہ حیاتِ نبویؐ حیاتِ دنیوی ہو، پھر وہ بھی علی الاتصال برابر بدستور چلی آتی ہو۔ ورنہ حیاتِ شہداء اور حیاتِ ثانی مانعِ ترتیبِ میراث نہیں۔ اور علیٰ ہذا القیاس مانعِ اجازتِ نکاحِ ازواج نہیں۔ ② حضرت نانوتوی کے شاگردوں میں سے کسی ایک نے بھی آبِ حیات میں مذکور مسئلہ حیات النبی میں حضرت نانوتوی کی کبھی تائید نہیں کی۔ بلکہ: ③ خود حضرت نانوتوی نے حیات النبی کا انکار بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ:

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حیات النبی سے انکار

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف "حیات النبی" کا انکار کیا، بلکہ قیامت تک پیدا ہونے والے تمام اہلِ تشیع سے سوال کرتے ہوئے اجوبہ اربعین (جلد ۱ صفحہ ۸۱) میں

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "حیات النبی" ہیں تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ترکہ کیوں مانگا؟"۔ یعنی حضرت فاطمہؓ کا ترکہ مانگنا ہی وفات النبی کی دلیل اور اہل رفض کے عقیدہ حیات النبی کی تردید کے لیے کافی ہے۔ پھر اہل تشیع کے مسلمہ عقیدہ حیات النبی کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ: "زندوں کے مال میں (تو) میراث جاری نہیں ہوتی، اور شہیدوں کی نظیر دو، تو یہ نظیر بھی کام کی نہیں۔ کیونکہ: شہداء یہاں کے بدن سے زندہ نہیں ہیں، اس بدن کے حساب سے تو مردہ ہیں۔ ہاں جنت میں ان کو دوسرا بدن مل جاتا ہے"۔

نیز آپؒ نے فرمایا کہ: "موت کا جواب بھی کام کا نہیں۔ کیونکہ موت سے حیات جاتی رہتی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم "حیات النبی" نہیں۔ اور (اگر موت سے حیات) نہیں جاتی تو میراث کی صورت نہیں"۔ بہرحال حضرت نانوتویؒ کا اصل مذہب تو یہی ہے جو آیت قرآنی اور احادیث مجملہ متواترہ، اجماع صحابہؓ اور تمام امت کے مطابق ہے۔ مگر:

حضرت نانوتویؒ کا انوکھا انداز بیان

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے حیات النبی کے متعلق اہل رفض کے عقیدۂ بد کا بطریق احسن رد فرمانے کے بعد آب حیات میں مناظرانہ طرز پر روافض کی طرف سے صحابہ کرامؓ پر حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کو ورثہ سے محروم رکھنے کے الزام کا ایک انوکھے انداز میں علی سبیل الخطابت الزامی جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ: "اہل رفض کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ انبیاء کرامؑ اپنے مدفن ارضی میں بدستور زندہ ہیں، اس لیے ان کی میراث کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ میراث تو ان کی ہوتی ہے جو فوت ہو جائیں۔ زندوں کی وراثت نہیں ہوتی"۔ چنانچہ:

1. حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دنیوی علی الاتصال برابر مستمر ہے۔ اس میں انقطاع یا تبدل و تغیر جیسے حیات دنیوی کا حیات برزخی ہو جانا واقع نہیں ہوا"۔ (آب حیات صفحہ ۳۶)
2. نیز آپؒ نے فرمایا: "ارواح انبیاء کرام کا اخراج نہیں ہوتا"۔ (جمال قاسمی صفحہ ۱۵)
3. نیز آپؒ نے فرمایا: "ارواح انبیاء کو بدستور اپنے ابدان کے ساتھ تعلق رہتا ہے"۔ (آب حیات صفحہ ۱۲، جمال قاسمی صفحہ ۱۵)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

❹ نیز فرمایا: "انبیاء کرام بدستور زندہ ہیں، ان کی موت میں زوالِ حیات نہیں۔ ان کی موت ان کی حیات کی ساتر ہوگی یعنی رافع و دافع نہیں"۔ (آبِ حیات صفحہ ۲۸)

❺ نیز فرمایا: "تعلقِ حیات و بدنِ نبویؐ قابلِ انفکاک نہیں"۔ (آبِ حیات صفحہ ۲۲۶، ۲۸۶)

فائدہ ان عبارات سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ "حیاتُ النبیؐ" کے قائل ہیں۔ حالانکہ یہ اہلِ تشیع کا عقیدہ ہے۔ حضرتؒ نے تو اپنے مخصوص مناظرانہ انداز میں "حیاتُ النبیؐ" کے متعلق اہلِ تشیع کے عقیدے کی رو سے مطالبۂ فدک کی تردید کے لیے اربعین اور آبِ حیات میں ایک انوکھے انداز کی بحث فرمائی ہے۔ اور اس ضمن میں آپؒ نے انبیاء اور شہداء کی حیات میں فرق بھی بیان فرمایا ہے۔ جب کہ ذہنی طور پر انبیاء علیہم السلام کی حیات کو حقیقی دُنیوی اور شہداء کی حیات کو برزخی حیات قرار دیتے ہوئے فرمایا:

انبیاء و شہداء کی حیات میں فرق

ذوقیہ حضرت نانوتویؒ نے فرمایا: "انبیاءؑ کو انہی اجسامِ دنیویہ کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں" (آبِ حیات) بخلاف شہدا کے کہ ان کا اپنے ابدان کو چھوڑ کر دوسرے ابدان سے تعلق ہو جاتا ہے"۔ (لطائفِ قاسمی صفحہ ۳)

فائدہ حضرت نانوتویؒ نے حیاتِ انبیاء اور حیاتِ شہداء میں فرق بیان فرمایا ہے۔ لیکن حضرت محدث سہارنپوریؒ نے آبِ حیات میں مذکور حضرت نانوتویؒ سے اختلاف کیا اور حیاتِ انبیاءؑ و حیاتِ شہداء یعنی ہر دو کو برابر قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ: "دونوں کی حیات دُنیویہ ہے برزخیہ نہیں"۔

ذوقیہ "ارواحِ انبیاء کرامؑ کا اخراج نہیں ہوتا۔ بخلاف شہداء کے کہ روح کو لوگوں کے جسم سے وہ علاقہ نہیں رہتا۔ جو وقتِ حیات تھا"۔ اور "شہداء و دیگر اموات مؤمنین ——— اس بدن کے اعتبار سے دونوں کی موت برابر ہے۔ یعنی دونوں یہاں کے جسم سے بے علاقہ ہو جاتے ہیں۔ بلکہ (جسدِ عنصری سے) شہداء کی بے تعلقی زیادہ ہے"۔ (جمالِ قاسمی صفحہ ۱۲)

فائدہ حضرت نانوتویؒ نے حیاتِ شہداء اور دیگر مؤمنین کی حیات کو ایک درجہ میں رکھا کہ شہداء ہوں یا دیگر مومنین دونوں کی ارواح کو اپنے عنصری دُنیوی، جسموں کے ساتھ کوئی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تعلق نہیں رہتا۔ بلکہ فرمایا کہ شہداء کی بے تعلقی زیادہ ہے۔

درف "بعد موت نہ ارواحِ شہداء کو ان ابدان کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے" نہ ارواحِ مومنین کو۔ اتنا فرق ہے کہ بعد انقطاعِ علاقہ جسم اول یا تو بعد چندے شہداء کی ارواح کو تو اور ابدان کے ساتھ تعلق پیدا ہو جاتا ہے ــــ بہرحال ابدانِ دُنیا سے دونوں کو کچھ تعلق نہیں رہتا۔

درف نیز فرمایا: "سوائے ان (انبیاء کرامؑ) کے اوروں کے ارواح کو خارج کر دیتے ہیں"۔ اور جمال قاسمی صفحہ ۱۵ میں فرمایا کہ "ارواحِ انبیاء کرام علیہم السّلام کا اخراج نہیں ہوتا"۔

تنبیہ اہل السنّت و الجماعت میں سے کوئی بھی "آپ کی روحِ مبارک کے اخراج کا منکر نہیں ہوا" اور نہ ہی کسی نے یہ کہا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک آپؐ کے جسمِ اطہر کے اندر سمٹ کر رہ گئی"۔ حضرت نانوتویؒ نے الزامی طور پر شیعہ کو مطالبۂ فدک سے دست کش ہونے پر مجبور کرنے کے لیے حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کے بقول ایک "انوکھے انداز کی بحث" فرمائی ہے۔ ورنہ تو ان تمام صحابہؓ کی تکذیب لازم آتی ہے جنھوں نے "خَرَجَتْ نَفْسُهُ" یا "قُبِضَ رُوْحُهُ" یا "قَدْ مَاتَ" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں صحابۂ کرامؓ کی عدالت بیان فرمائی ہے۔ ان عادل ہستیوں کی بات کو رد کرنے سے قرآن مجید کا انکار لازم آئے گا۔ جو صریح کفر ہے۔

ارواحِ انبیاءؑ کے اخراج کا انکار حضرت نانوتویؒ کا تفرد نہیں

بعض کم علم لوگ بابِ عقائد کے مسئلہ ارواحِ انبیاءؑ کے اخراج سے انکار کو حضرت نانوتویؒ کا تفرد سمجھتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ جس طرح مرزا قادیانی کے عقائدِ باطلہ کو اس کا تفرد قرار دینا غلط ہے۔ اسی طرح ارواحِ انبیاءؑ کے اخراج سے انکار کو حضرت نانوتویؒ کا تفرد سمجھنا بھی غلط ہے۔ کیونکہ تمام اہلِ علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ عقائد کے معاملے میں قرآن و سنت اور اجماعِ صحابہؓ کی مخالفت کو تفرد نہیں کہا جاتا" تفرد تو اعمال کے معاملے میں ہوتا ہے۔ عقیدہ کے معاملے میں قرآن و سنت اور اجماعِ صحابہؓ کی مخالفت تو صریح کفر ہے۔ جب کہ حضرت نانوتویؒ لطائفِ قاسمی صفحہ پر فرماتے ہیں کہ: "اکثر احادیث بابِ حیات ضعیف ہیں"۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نانوتویؒ کا اس عقیدۂ بد سے کوئی تعلق نہیں تھا" لہٰذا تفرد بھی نہ ہوا۔

یاد رہے کہ اس مقام پر اکثر سے حضرت نانوتویؒ کی مراد کل ہے۔ جیسا کہ مواہب الرحمٰن پارہ ۱۵ صفحہ ۱۲۳ میں ہے کہ: کبھی اکثر مقام کل میں آتا ہے۔ مانند قولہ تعالیٰ: هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ... وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ (۲۶: ۲۲۱۔۲۲۳) پس یہاں بالاتفاق اکثرھم سے مراد کل ہیں۔ اسی طرح اہلِ اصول کا

ہے: للاکثر حکم الکل۔ یعنی اکثر کا لفظ بولا جائے تو مراد اس سے کل ہوتا ہے۔ جب کہ حضرت نانوتویؒ کا اصل مقصد یہ تھا کہ اہلِ تشیع کی طرف سے باغِ فدک کی وراثت کے معاملے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر طعن کا جواب بطرزِ خطابت اس انداز سے دیا جائے کہ شیعہ اپنے عقیدے کی رو سے ہی جھوٹے ثابت ہوں۔ چنانچہ آبِ حیات صفحہ ۲۵ میں اپنے عقیدے کا اظہار فرمانے کے بعد ائمہ اطہار کے متعلق اہلِ رفض کے واہیات عقائد پر تنقید کرتے ہوئے حضرت نانوتویؒ نے ثابت کیا کہ جب شیعہ عقائد کی رو سے ائمہ اور انبیاء زندہ ہیں تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی زندہ ہیں، اور زندگی بھی ایسی ہے کہ آپ ﷺ کی روح مبارک آپ ﷺ کے جسدِ اطہر سے خارج ہی نہیں ہوئی، تو فدک کا مطالبہ بھی لایعنی سی بات ہے۔

آبِ حیات کے متعلق محدث سہارنپوری کا تبصرہ

حضرت محدث سہارنپوریؒ نے آبِ حیات میں بیان کردہ عقیدہ کی جرح کرنے کی بجائے فرمایا کہ حضرت نانوتویؒ نے "بدیعۃ المسلك" یعنی "انوکھے انداز کی بحث" فرمائی ہے۔ جس کا مطلب ہے: لَمْ يَرَ مِثْلَهَا کہ حضرت نانوتویؒ سے پہلے تیرہ صدیوں میں اہلِ سنت کے کسی عالم نے شیعہ کو الزامی طور پر اس انوکھے انداز میں کبھی جواب نہیں دیا۔ ورنہ امداد الاحکام کے "جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا سب انبیاءؑ کی موتِ دنیوی کا انکار کرے وہ گمراہ ہے"۔ کی رو سے حضرت نانوتویؒ کو گمراہ قرار دینا تو بڑی جسارت ہوگی۔

انبیاءِ کرام علیہم السلام کے متعلق اپنے مدفن ہائے ارضی میں دنیوی حیات کے ساتھ زندہ ہونے کا عقیدہ بد احادیثِ صحیحہ صریحہ اور اجماعِ صحابہؓ و من بعدہم کے بھی خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام علمائے حق فرماتے ہیں کہ "انبیاء ہوں یا شہداء، صالحین ہوں یا دیگر مومنین سب کی حیات برزخی ہے، دنیوی نہیں، اور نہ ہی دنیا کی سی"۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت نانوتویؒ کی ذہانت

حضرتؒ نانوتویؒ کی خداداد قابلیت، ذہانت اور مناظرہ میں اونچا اندازِ فن کے دورِ طالب علمی میں بھی نمایاں تھا۔ جیسا کہ حضرتؒ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگرد، رشید احمدی دہلی حضرت مولانا سید محمد شاہ دہلوی حنفی۔ بھی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: دہلی میں اجمیری دروازہ کے باہر دارالعلم کے نام سے ایک قدیم اسلامی درسگاہ ہوا کرتی تھی۔ اس میں شاہی دور کی ایک عالی شان مسجد بھی ہے۔ (قیام پاکستان سے پہلے جب میں مدرسہ امینیہ دہلی میں مدرس تھا یہ دارالعلم عریبک کالج کے نام پر کام کر رہا تھا) اس مادرِ علمی میں مولانا مملوک العلی نانوتویؒ مدرس تھے۔ ان کے ذہین شاگردوں میں دو لاثانی شاگرد مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی تھے۔ مولانا مملوک العلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح دیگر فنونِ اسلامیہ میں طلباء میں اجراء کا سلسلہ قائم فرما رکھا تھا اسی طرح علمِ مناظرہ کی مشق بھی کروایا کرتے تھے۔ کیونکہ اس دور میں مناظروں کا بہت چرچا تھا۔ عام طور پر ہندو، پادری، شیعہ، نیچری، وغیرہ بدمذہب لوگوں کا مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ ہوتا رہتا تھا۔ مذاہبِ باطلہ کے اس سیلاب کو روکنے کے لیے مولانا مملوک العلیؒ اپنے شاگردوں کو مشق کے طور پر کوئی موضوع دے دیا کرتے تھے کہ اس موضوع پر آپس میں مناظرہ کرو۔ مشق کے طور پر ایک کو غیر مذہب والوں کے دلائل اور مسلمانوں پر اعتراضات کرنے کو کہا جاتا تھا۔ اور دوسرے کو مسلمانوں کی طرف سے غیر مذہب لوگوں کے دلائل کا رد اور مسلمانوں پر کیے گئے اعتراضوں کا جواب دینے کو کہا جاتا تھا۔ اور طلباء اپنے موضوع پر مطالعہ اور تیاری کر کے باہم مناظرہ کرتے اور مولانا مملوک العلیؒ مناظرہ کی پوری کارروائی بنفسِ نفیس خود بیٹھ کر سنتے۔ اور آخر میں محاکمہ فرماتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ اسی طرح کے مناظرہ کے بعد محاکمہ کرتے ہوئے مولانا مملوک العلیؒ نے فرمایا کہ: "مولوی گنگوہی صاحبؒ کے پاس دلائل تو بہت وزنی ہیں۔ مگر مولوی نانوتوی صاحبؒ اپنی ذہانت کی وجہ سے قابو میں نہیں آتے۔ اور قطعی دلائل کی مضبوط گرفت سے بھی نکل جاتے ہیں"۔

رحمهم الله تعالیٰ رحمةً واسعةً وافرةً سابغةً وافيةً واسكنهم بحبوحة الجنة طيب الله ثراهم وجعل الجنة مثواهم۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت محدث سہارنپوریؒ کا عقیدہ

المہنّد شریف حضرت محدث سہارنپوریؒ کی کوئی مستقل تصنیف نہیں جس میں انھیں دیگر کئی مسائل کے علاوہ حیاتُ الانبیاء کے بارے میں بھی یقیناً تسامح ہوا ہے۔ کیونکہ انھوں نے اپنی دیگر مستقل تصانیف میں حیاتِ شہداء اور حیاتِ انبیاء کے متعلق اپنا عقیدہ بیان کرتے ہوئے المہنّد شریف میں بیان کردہ عقیدہ کے خلاف تحریر فرمایا۔ چنانچہ:

1 حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالٰی نے بذلُ المجہود میں

حدیث ان انس بن مالك رضی اللہ عنہ حدثهم ان شهداء احد هم لم يغسلوا و دفنوا بدماءهم ولم يصل عليهم کی شرح کرتے ہوئے فرمایا: فالعبد وان جل قدرة لا يستغنى عن الدعاء الاترى انهم صلوا على رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم و لا شك ان درجته فوق درجة الشهداء وانما وصفهم بالحيوة فى حق احكام الأخرة. الاترى الى قوله تعالٰى: "بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ. فاما فى احكام الدنيا فالشهيد ميّت يقسم ماله و تنكح امرأته بعد انقضاء العدة فوجوب الصلوٰة من احكام الدنيا فكان ميتاً فيه فصلى عليه (صلی اللہ علیہ وسلم) والله اعلم۔ یعنی بندہ دعا سے مستغنی نہیں ہے، اگرچہ کتنا ہی جلیل القدر ہو۔ کیا تم نہیں سمجھتے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھی گئی، اور اس میں کچھ شک نہیں کہ آپؐ کا درجہ شہیدوں کے درجہ سے اونچا ہے۔ اور حیات سے آپؐ کی جو صفت بیان کی جاتی ہے سو وہ آخرت کے احکام سے متعلق ہے۔ کیا تو نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: "بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ" بلکہ وہ شہید اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، انھیں وہاں رزق ملتا رہتا ہے۔ لیکن دنیا کے احکام کے لحاظ سے شہید میت ہے۔ اس کا مال وراثت میں تقسیم ہوتا ہے اور اس کی بیوی کا نکاح دوسری جگہ کیا جاتا ہے جب عدت گزر جائے۔ پس نماز جنازہ کا واجب ہونا احکامِ دنیا میں سے ہے، پس اس میں وہ یعنی شہداء میت ہیں۔ اسی لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ (دیکھیے: بذلُ المجہود شرح ابوداؤد جلد ۴ صفحہ ۱۹۰)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۲ نیز المہند میں پانچویں سوال کے جواب میں بیان کیے گئے انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیویہ کے عقیدہ کا رد کرتے ہوئے بائیسویں سوال کے جواب میں ذکر ولادت شریف کے وقت قیام کی بحث میں حضرت گنگوہیؒ کے بیان کا خلاصہ اس طرح تحریر فرمایا: ان من اعتقد قدوم روحه الشريفة (ﷺ) من عالم الارواح الى عالم الشهادة و تيقن فى المجلس المولودية فعامل ماكان واجبا فى الساعة الولادة الماضية الحقيقية فهو مخطئ متشبه بالمجوس فى اعتقادهم تولد معبودهم المعروف بكنهيا كل سنة و معاملتهم فى ذلك اليوم ما عومل به وقت الولادة الحقيقية، او متشبه بروافض الهند فى معاملتهم بسيدنا الحسين و اتباعه من شهداء كربلاء رضى الله عنهم اجمعين ۞ کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرتؐ کی روح پُرفتوح عالم ارواح سے عالم دُنیا کی طرف آتی ہے اور مجلس مولود میں نفس ولادتؐ کے وقوع کا یقین رکھ کر وہ برتاؤ کرے جو واقعی ولادت کی گزشتہ ساعت میں کرنا ضروری تھا۔ یہ شخص غلطی پر یا تو مجوس کی مشابہت کرتا ہے اس عقیدہ میں کہ وہ بھی اپنے معبود یعنی کنھیا کی ہر سال ولادت مانتے اور اس دن وہی برتاؤ کرتے ہیں جو کنھیا کی حقیقت ولادت کے وقت کیا جاتا، اور یا روافض ہند کی مشابہت کرتا ہے امام حسینؓ اور ان کے تابعین شہداء رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ برتاؤ میں۔ ۞ (المہنّد بمقابلہ المفنّد)

تنبیہ اس سوال کے جواب میں بھی حضرت محدث سہارنپوریؒ کو تسامح ہوا ہے۔ کیونکہ انھوں نے کنھیا کو مجوسیوں کا معبود بتلایا ہے۔ حالانکہ سری کرشن کنھیا تو ہندوؤں کے ایک معبود کا نام ہے۔ جب کہ مجوسیوں کے کسی معبود کا نام کنھیا نہیں ہے۔ نیز حضرت گنگوہیؒ نے مجوس الہند کا لفظ استعمال کیا تھا۔ حضرت سہارنپوریؒ نے مطلق مجوس لکھ دیا۔ حالانکہ مطلق مجوس کے لفظ سے مراد ایران و عراق کے آتش پرست مجوسی کہلاتے ہیں۔ عرف میں ہندوؤں کو مجوسی نہیں کہا جاتا۔ نیز المہنّد پر تقاریظ لکھنے والے علماء میں سے ❶ شیخ احمد بن محمد خیر شنقیطی مالکی مدنی ❷ شیخ سلیم البشری ❸ شیخ محمد ابراہیم القایانی ❹ شیخ سلیمان عبد نے تو مولودیوں کی مجوسیوں سے تشبیہ کو ناپسند فرمایا ہے۔ (دیکھیے المفنّد)

۳ نیز آپؒ نے فرمایا: غیر خدا کا دُور و نزدیک سے بھی سننا محال ہے۔ وقال اللہ تعالیٰ و من

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اَضَلُّ ـــ کذا قال الشیخ فخرالدین ابوسعید عثمانی الحیانی بن سلمان الحنفی فی رسالتہ وَمَنْ ظَنَّ اَنَّ الْمَیِّتَ یَتَصَرَّفُ فِی الْاُمُوْرِ دُوْنَ اللّٰہِ وَاِعْتَقَدَ بِہٖ ذٰلِکَ کُفْرٌ۔ یعنی جو شخص یہ سمجھے کہ وفات یافتہ بزرگ ہمارے کاموں میں تصرف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے پیچھے پیچھے' ایسا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ (سیف علی بر گردن نحوی صفحہ ۳۴ ناشر ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

۴ نیز آپؒ نے فرمایا: حدیث بخاری کی ہے کہ جس کو جنت مل گئی اگر دنیا و مافیہا اس کو دے دیں تو دنیا میں آنا قبول نہ کرے۔ مگر شہید دوبارہ فی سبیل اللہ جان دینے کو آنا چاہتا ہے۔ الحدیث۔ اس حدیث اور دیگر احادیث کی وجہ سے اہل سنت کو تامل ارواح مومنین کے آنے میں تھا' ہرچند مراد حدیث میں زندہ ہو کر آنا ہے۔ مگر نعماء آخرت کو اور اکدار (دنیا کی کدورتیں) دنیا کو مقابلہ کر کے بے حقیقت ہونا دنیا کا بھی اس سے روشن ہے۔ (البراہین القاطعہ صفحہ ۹۳)

۵ نیز آپؒ نے فرمایا کہ: ارواح اپنے مقر (عالم برزخ) میں متوقع ثواب رہتی ہیں۔ جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ (البراہین القاطعہ صفحہ ۹۳)

۶ نیز آپؒ نے فرمایا کہ: جیسا ارواح کفار اور فساق گرفتار عذاب کا یہاں آنا ممنوع ہے' اور ملائکہ کے ہاتھ سے چھوٹ کر آنا مکروہ ہے۔ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ ایسا ہی ارواح انبیاء و صدیقین و شہداء و اولیاء کا بھی آنا خلاف ہے کہ ایسی حالت ذلت کو اختیار فرماویں۔ (البراہین القاطعہ صفحہ ۹۳)

خلاصہ یہ کہ حیات النبی ﷺ سے متعلق حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کا عقیدہ بھی دیگر تمام علماء حق کے مطابق ہے' جو انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح کا مستقر عالم ارواح کو مانتے ہیں نہ کہ دنیوی قبور کو۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ المہند کے پانچویں سوال کے جواب میں حضرت محدث سہارنپوریؒ سے تسامح ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں معاف فرمائے۔ آمین ثم آمین

تنبیہ یاد رہے کہ جاہل عوام اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے والے شکم پرست علماء سوء کا خیال ہے کہ موت کوئی بدترین چیز ہے۔ اور موت کی نسبت اکابر بزرگوں کی طرف کرنے کو حد سے زیادہ گستاخی سمجھتے ہیں۔ پھر ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو اپنے بزرگوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ زندۂ جاوید ہیں' ان پر موت طاری ہی نہیں ہوئی' البتہ وہ ہم سے پردہ فرما گئے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہیں۔ اور بعض وہ ہیں جو اس بات کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ہمارے بزرگ وفات تو پاگئے مگر کچھ دیر کے بعد دوبارہ زندہ ہو گئے۔ جیسا کہ نصاریٰ کا دعویٰ ہے کہ معاذاللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی چڑھائے گئے تین روز قبر میں رہے' پھر مُردوں میں سے جی اٹھے اور آسمان پر چڑھ گئے۔ اور خداوند باپ کے دائیں طرف سکونت پذیر ہو گئے۔ اور قادیانی کہتے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پانے کے بعد پھر زندہ ہو گئے۔ بلکہ مرزا قادیانی نے تو نصاریٰ کی طرح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی ملیک مقتدر کے دائیں طرف بزرگی اور جلال کے تخت پر بیٹھنے کی بات کی ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں قادیانیوں کے عقیدہ میں گزر چکا ہے۔ اور بعض رافضی کہتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ وفات پانے کے بعد پھر زندہ ہو گئے۔ اور بریلوی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک آن کے لیے وعدہ الٰہی پورا کرنے کے لیے فوت ہوئے پھر بدستورِ سابق فوراً ہی زندہ ہو گئے۔

المہند معتمد علیہ کتاب ہے

جواب: المہند شریف کسی حد تک معتمد علیہ اور صحیح کتاب ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن مجید کے علاوہ اگر کسی کتاب کو معتمد علیہ اور صحیح کہا جاتا ہے تو وہ بحیثیت مجموعی کہا جاتا ہے' اگرچہ اس میں کہیں نہ کہیں کچھ نہ کچھ خامیاں بھی موجود ہوں۔ ایسی کتاب جس میں کسی قسم کی خامی نہیں وہ تو صرف اور صرف کتاب اللہ ہے' لاشریک لہٗ۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی کتاب کے بارے میں فرمایا ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ بس یہی ایک کامل کتاب ہے۔ جس میں کسی قسم کے شک و شبہ' تردد' قلق اور اضطراب کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ دنیا کی کوئی کتاب ایسی نہیں جو من کل الوجوہ کامل و اکمل ہو۔ اور اس میں کسی قسم کی خامی نہ ہو۔

اس کلام اللہ کے بعد امام بخاریؒ کی کتاب الجامع الصحیح کے بارے جو کہا جاتا ہے۔ "اَصَحُّ الْكُتُبِ بَعْدَ كِتَابِ اللّٰهِ صَحِيْحُ الْبُخَارِيِّ"۔ یہ اس اعتبار سے نہیں کہ اس میں واقعی کوئی خامی نہیں' بلکہ اکثریت کو دیکھ کر اس پر صحیح کا حکم لگایا جاتا ہے۔ ورنہ تو علماء محققین نے اس کا گہرا مطالعہ کر کے اس میں کئی غلطیاں نکالی ہیں۔ اور اس سے پہلے موطا امام مالکؒ جو تبع تابعینؒ کے دور میں لکھی گئی متداول کتاب ہے' اس میں بھی بعض علماء نے اوہام بیان کیے ہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اسی طرح احناف کی کتابوں میں سے ہدایہ بہت معتبر اور متداول کتاب بھی محقق علماء کرام کے نزدیک غلطیوں سے پاک نہیں، جو صدیوں سے داخل درس ہے اور پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ جب صحیح بخاری موطا امام مالک اور ہدایہ...جیسی مشہور اور متداول کتابیں بھی غلطیوں سے پاک نہیں جن کو عام مقبولیت حاصل ہے، تو چودھویں صدی کی کتاب جو بعض الزامی سوالوں کے جواب میں ہنگامی طور پر لکھی گئی، اور انہی ہنگامی وجوہ کے باعث المہند میں قطعی دلائل کی پابندی بھی نہیں کی گئی۔ بلکہ اس میں بعض جوابات الزامی، خطابت، جدل وغیرہ کے طور پر دیے گئے ہیں۔ اس کے بارے میں یہ سمجھنا سراسر بے دقوفی ہوگی کہ اس میں لکھے ہوئے تمام عقائد یا دلائل قرآن مجید کی طرح بالکل برحق ہیں، اور اس میں مذکور تمام عقائد و دلائل میں قرآن مجید کی طرح کچھ شبہ اور تردد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ:

المہند میں اس قسم کی کئی خامیاں موجود ہیں، جن کی وجہ سے ہم اسے قرآن مجید کی طرح صحیفۂ آسمانی قرار نہیں دے سکتے۔ بلکہ قادیانیوں اور دیگر مذاہب باطلہ کی طرف سے پھیلائی جانے والی غلط افواہوں کی وجہ سے جب کسی کتاب کو یا اپنے اکابرین رحمہم اللہ تعالیٰ کو غلطیوں سے مبرا سمجھتے ہوئے تعریفیے رنگ میں ان کے تصدیقی کلمات اور اس میں بیان کردہ تمام عقائد، اور دلائل کو قرآن مجید کی طرح اغلاط سے مبرا سمجھا جانے لگے تو اس کی غلطیوں سے چشم پوشی کو بھی جائز نہیں سمجھتے۔ جب کہ اس بات کے قرائن بھی موجود ہیں کہ درج ذیل چوبیس مقرظین میں سے کسی نے المہند کا بالاستیعاب مطالعہ نہیں کیا۔

"المہند" کے مقرظین و تصدیق کنندگان

① شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ	② مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ
③ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ	④ مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ
⑤ مولانا ضیاء الحق دیوبندیؒ	⑥ مولانا میر احمد حسن امروہیؒ
⑦ مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ	⑧ مولانا حکیم محمد حسن دیوبندیؒ
⑨ مولانا حبیب الرحمٰن دیوبندیؒ	⑩ مولانا محمد احمد نانوتویؒ
⑪ مولانا غلام رسول دارالعلوم دیوبند	⑫ مولانا محمد سہول دارالعلوم دیوبند

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

⑬ مولانا عبدالصمد بجنوریؒ ⑭ مولانا محمد اسحاق نہٹوری ثم دہلویؒ
⑮ مولانا محمد ریاض الدین میرٹھیؒ ⑯ مولانا مفتی محمد قاسم دہلویؒ
⑰ مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ ⑱ مولانا سراج احمد میرٹھیؒ
⑲ مولانا حکیم محمد مصطفیٰ بجنوریؒ ⑳ مولانا حکیم محمد مسعود احمد گنگوہیؒ
㉑ مولانا محمد یحییٰ سہسرامیؒ ㉒ مولانا کفایت اللہ گنگوہیؒ
㉓ مولانا قدرت اللہ مرادآبادیؒ ㉔ مولانا محمد اسحاق میرٹھیؒ

البتہ اتنا کہا جاسکتا ہے کہ ان علماء نے المہند کے اکثر مقامات کو دیکھا تو بعض ناگزیر وجوہ کے باعث ہنگامی طور پر نہایت قلیل مدت میں ایک بزرگ شیخ الحدیثؒ کی طرف سے لکھے گئے چھبیس الزامی سوالوں کے جوابات کو انہی ہنگامی بنیادوں پر بطور مجموعی صحیح سمجھا۔ پھر اعتماد اور حسن ظن کی بنا پر تصدیق کے لیے دستخط بھی فرمادیے۔ بلکہ خود صاحب المہند نے علامہ ابن عابدین شامیؒ کے اعتماد پر عبدالوہاب کو خارجی قرار دے دیا۔ اور جو الزامات شیخ محمد بن عبدالوہاب پر لگائے جاتے تھے، ان سب کی نسبت ان کے والد کی طرف کردی، جب کہ ان کے والد اس تحریک سے کلیۃً الگ تھے۔ حضرت محدث سہارنپوریؒ نے اس معاملے میں صحیح معلومات حاصل ہونے کے بعد المہند میں بیان کردہ موقف سے رجوع بھی فرمالیا تھا، جیسا کہ حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ کی زیر نگرانی شائع ہونے والے ہفت روزہ "ترجمانِ اسلام" لاہور بابت ۲۶ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ مطابق ۶ جنوری ۱۹۷۸ء صفحہ ۱۱ تا ۱۵ و ۱۸ میں سلطان المناظرین رئیس التحریر حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ مدیر ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ (بھارت) کے تحقیقی مقالہ سے معلوم ہوتا ہے۔

تنبیہ قرائن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے استاذی المکرم مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے المہند کا بالاستیعاب مطالعہ بھی نہیں فرمایا۔ خصوصاً پانچویں سوال کا جواب تو حضرت مفتی صاحبؒ نے بالکل ہی سرسری نگاہ سے دیکھا۔ کیونکہ اس کے خلاف آپؒ نے اپنے فتاویٰ (کفایت المفتی) میں کئی مقامات پر اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات کے بعد ان کو برزخی زندگی حاصل ہے، دنیوی نہیں۔ مثلاً:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

المہنّد میں بیان کردہ مسئلہ حیات النبیؐ کے خلاف
حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتوے

۱ مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے بقول حضرت مفتی اعظم ہندؒ فرماتے ہیں کہ:
"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قسم کی حیات برزخی حاصل ہے۔ جس کی کیفیت خدائے تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لیکن حیات دُنیوی کہنا خلاف اہل السنۃ والجماعۃ ہے"۔ (تسکین الصدور طبع ۲ صفحہ ۲۷۶)

فائدہ حضرت مفتی اعظم ہندؒ کی مذکور بالا عبارت سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کہ المہنّد پر اپنے تصدیقی دستخط فرمانے سے پہلے المہنّد میں مذکور حضرت محدث سہارنپوریؒ کی عبارت: (انبیاءؑ و شہداء سب کی حیات دُنیوی ہے برزخی نہیں) پر یقیناً استاذی المکرم مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر نہیں پڑی، اگر آپ کی نظر پڑ جاتی تو یقیناً آپ اس مسئلہ کو مستثنیٰ کرتے۔ کیونکہ حضرت مفتی صاحبؒ نے اپنے کسی فتوے میں مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کے اس قول کی کبھی تائید نہیں کی، اور دیگر علماء دیوبند میں سے بھی کسی نے کبھی یہ نہیں لکھا کہ: انبیاءؑ و شہداء کی حیات دُنیوی ہے، برزخی نہیں۔ بلکہ خود حضرت محدث سہارنپوریؒ کی عبارت میں تعارض ہے۔ انبیاءؑ و شہداء کی حیات دُنیوی ہے برزخی نہیں، اور پھر فرمایا کہ پس ثابت ہوا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات دُنیویہ بھی ہے اور برزخیہ بھی۔ کیونکہ برزخ میں حاصل ہے۔ جب کہ:

قاعدہ ہے: إِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا۔

فائدہ یادرہے کہ مولانا محمد سرفراز خان صفدر نے (بھی کبھی) فرمایا (تھا) کہ:
قرآن کریم، صحیح احادیث، اور اجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ آسمانوں میں ❶ فرشتے اور ❷ ارواح حضرات انبیاء علیہم السلام، اور ❸ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسدِ عنصری کے ساتھ، بلکہ ❹ تمام دیگر مومنوں کی روحیں آسمانوں پر موجود ہیں۔ (احسن الکلام جلد ۲ صفحہ ۱۸)

۲ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ نے فرمایا: "انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ مگر ان کی زندگی دُنیاوی زندگی نہیں ہے۔ بلکہ برزخی، اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔ اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے۔ اور انبیاء کی زندگی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سے بیچ در سے کی ہے۔ دُنیا کے اعتبار سے تو وہ سب اموات میں داخل ہیں۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○ اس کی کھلی دلیل ہے"۔ (کفایتُ المفتی جلد ۱ صفحہ ۲۸)

تنبیہ حضرت مفتی صاحبؒ کے فتوے کے جملے "انبیاء کرام اپنی قبور میں زندہ ہیں" کا یہ مطلب نہیں کہ قبر سے مراد حضرت مفتی صاحبؒ کی یہی زمینی قبر ہے۔ کیونکہ حضرت مفتی صاحبؒ نے "جواہر الایمان" میں فرمایا ہے کہ: "قبر سے مراد زمین کا گڑھا نہیں، بلکہ موت کے بعد آخرت سے پہلے کا زمانہ (بھی) ہے"۔ (جواہر الایمان صفحہ ۷۶)

فائدہ حضرت استاذ المکرم کے اس فتوے پر تاریخ نہیں لکھی گئی۔ ممکن ہے یہ فتویٰ اس دور کا ہو جب فتاویٰ کی نقول رکھنے کا اہتمام نہیں تھا۔ یعنی ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء سے پہلے آپؒ نے یہ فتویٰ تحریر فرمایا ہو۔

۳ حضرت مفتی اعظم ہندؒ نے فرمایا کہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر پوری کر کے وفات پائی اور آپؐ کی وفات کو موت سے تعبیر کرنا بھی صحیح ہے۔ قرآن مجید میں ہے: اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ۔ اور اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ــــ اور آپؐ کی حیات کا یہ مطلب ہے کہ آپؐ پر موت بھی وارد نہیں ہوئی۔ اور جیسے آپؐ زندہ تھے اسی طرح اب بھی زندہ ہیں، کہ یہ بات صریح البطلان ہے۔ (کفایتُ المفتی جلد ۱ صفحہ ۷۴، ۷۵)

فائدہ اس فتوے پر مدرسہ امینیہ دہلی میں اُس وقت کے اکابر مدرسین:

❶ مولانا حبیب المرسلین رحمہ اللہ تعالیٰ
❷ استاذی مولانا خدا بخش میروی رحمہ اللہ تعالیٰ
❸ مولانا سکندر دین رحمہ اللہ تعالیٰ
❹ مولانا عبد الغفور رحمہ اللہ تعالیٰ، اور
❺ مولانا اظہار حسین رحمہ اللہ تعالیٰ کے دستخط موجود ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ ۱۳۶۰ھ کے قریب قریب لکھا گیا تھا۔

اس فتوے کے انداز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحبؒ نے خود اپنی مصدقہ کتاب المہند میں بیان کردہ حیاتُ النبیؐ کے متعلق مسئلہ میں حضرت محدث سہارنپوریؒ کے تسامح سے لوگوں کے عقائد خراب ہونے کا شدید خطرہ محسوس کرتے ہوئے گویا رجوع کے طور پر یہ تحریر فرمایا تھا۔ اور اسی غرض سے اس فتوے پر

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مدرسہ امینیہ دہلی کے دیگر اساتذۂ کبار رحمہم اللہ تعالیٰ کے تصدیقی دستخط بھی کروائے گئے۔

اسی طرح اس فتویٰ میں حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی طرف بھی اشارہ فرمادیا ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے آبِ حیات میں انبیاءِ کرام علیہم السلام کی ارواح کے اخراج کا انکار کیا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں معاذاللہ خود حضرت نانوتویؒ کا مسلک بھی شیعہ کی طرح انبیاءِ کرام' یا ائمہ کے بارے میں تھا کہ ان کی ارواح کا اخراج نہیں ہوتا' بلکہ انھوں نے تو الزامی طور پر ایک انوکھے اندازِ بیان میں مسئلہ کی وضاحت فرما کر شیعہ علماء اور مناظرین کو مطالبۂ فدک سے باز رکھنے کی کوشش فرمائی تھی۔ کیونکہ یہ بات تو صریح البطلان ہے کہ آپ پر موت طبعی وارد نہیں ہوئی' اور جیسے آپ زندہ تھے اسی طرح اب بھی زندہ ہیں۔

۴ نیز آپ نے فرمایا: انبیاءِ کرام علیہم السلام کو حضرت حق تعالیٰ نے ایک مخصوص اور ممتاز حیات عطا فرمائی ہے۔ جو شہداءؓ کی حیات سے ممتاز ہے۔ اور شہداء کو ایک حیات عطا ہوئی ہے' جو اولیاء کی حیات سے امتیاز رکھتی ہے۔ مگر یہ زندگیاں دُنیا کی زندگی سے علیحدہ ہیں' کیونکہ دُنیا کی زندگی کے لوازم ان میں پائے نہیں جاتے۔ (کفایتُ المفتی جلد ا صفحہ ۷۷)

فائدہ حضرت مفتی صاحبؒ نے یہ فتویٰ رائے پور کے مرزا ولی اللہ بیگ کے سوال پر تحریر فرمایا۔ جو ۲۶ر شوال ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۱ر فروری ۱۹۳۴ء کو دریافت کیا گیا تھا۔ نیز حضرت مفتی صاحبؒ (دورۂ حدیث شریف میں علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ' مولانا امین الدین (بانی مدرسہ امینیہ) مولانا ضیاءُ الحق دیوبندیؒ' مولانا محمد قاسم دیوبندیؒ' مولانا انظار حسینؒ' وغیرہ کے ساتھ) دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۱۵ھ میں فارغ ہوئے۔ اسی سال شاہجہانپور کے مدرسہ عینُ العلم میں تدریس و افتاء کی خدمت انجام دینی شروع کی۔ مولانا سید مہدی حسن صاحبؒ نے اسی دوران حضرت مفتی اعظم کی شاگردی کا اعزاز حاصل کیا۔ ۱۳۲۱ھ میں مدرسہ امینیہ سنہری مسجد دہلی میں بحکم شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ صدر مدرس و مفتی کی حیثیت سے تعینات ہوئے۔ اور اس وقت آپؒ کی عمر ۲۹ سال تھی۔ المہند اٹھارہ شوال ۱۳۲۵ھ بروز پیر مکمل ہوئی۔ اس وقت آپؒ کی عمر ۳۲ سال تھی۔ اور مذکورِ بالا فتویٰ حضرت مفتی صاحبؒ نے تقریباً ساٹھ سال کی عمر میں تحریر فرما کر المہند میں بیان کردہ پانچویں سوال کے جواب کی واضح لفظوں میں تغلیط فرماتے ہوئے گویا المہند پر اپنی تصدیق سے رجوع فرمالیا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فتویٰ

المہند پر تصدیقی دستخط کرنے والے علماء ربانی میں حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا نام بھی شامل ہے۔ انھوں نے بھی نہ تو زندگی میں کبھی حضرت جیونپوریؒ کے آب حیات میں مذکور فرضی عقیدہ کی تصحیح فرمائی اور نہ ہی المہند میں مذکور عقیدہ کی زندگی میں کبھی تصحیح فرمائی' بلکہ اس کے خلاف انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کو نہ صرف برزخی حیات قرار دیا' بلکہ حدیث: اِنَّ نَبِیَّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ (یعنی آپ ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کو رزق پہنچتا ہے۔ ــــ) کی تشریح میں دنیوی حیات کا صریح لفظوں میں انکار کرتے ہوئے فرمایا:

۱ یاد رہے اس حیات سے مراد ناسوتی (دنیوی) نہیں ہے وہ دوسری قسم ہے جس کو حیات برزخی کہتے ہیں ــــــــ تیسرا درجہ سب سے قوی ہے وہ انبیاءؑ کی حیات برزخیہ کا ہے۔ (اشرف الجواب جلد ۲ صفحہ ۱۶۰ طبع دیوبند)

۲ حضرت تھانویؒ نے حضرت محدث سہارنپوریؒ کی منقولہ علامہ سبکیؒ کی عبارت کحیوتھم فی الدنیا کی کھلے لفظوں میں تردید کرکے گویا اس معاملے میں المہند کی تصدیق سے رجوع کرتے ہوئے فرمایا: "امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص حیات بعد وفات کے بھی مسلم ہے صحابہؓ بھی اس سے واقف تھے گو وہ حیات اس حیات کے مثل نہیں ہے بلکہ حیات برزخیہ ہے"۔ (مواعظ اشرفیہ صفحہ ۴۴۶)

حضرت مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

المہند پر تصدیقی دستخط کرنے والے اہل حق علماء میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا نام بھی شامل ہے۔ انھوں نے اہل رفض اور دیگر بدعقیدہ فرقوں کی ستم ظریفی سے جاہل عوام میں مشہور حیات النبیؐ کے متعلق باطل اور گمراہ کن عقیدہ کی تردید کے ساتھ نہ صرف المہند کی تصدیق سے ہی رجوع فرمالیا' بلکہ امام سیوطیؒ و بیہقیؒ کے رسائل میں حیات الانبیاء سے متعلق عقیدہ کی وضاحت بھی نہایت احسن طریقے سے کرکے جہلاء میں مشہور عقائد بد کی اصلاح بھی فرمادی۔ چنانچہ:

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: انبیاء علیہم السلام کی حیات

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فی القبور پر علامہ سیوطیؒ نے انتباہ الاذکیاء فی حیات الانبیاءؑ اور بیہقیؒ نے بھی حیات الانبیاءؑ
ایک رسالہ لکھا ہے۔ اب انبیاء علیہم السلام کے زندہ فی القبور ہونے کے معنے یہ ہیں کہ
ان کی روح زندہ ہے۔ تو وہ ہر شخص کو حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ منکر نکیر سے مکالمہ ہوتا ہے۔ تو
اعادۂ روح اور حیاتِ روح فی البرزخ مشترک ہوئی۔ اس میں انبیاء علیہم السلام کی کوئی خصوصیت
نہیں۔ اگر حیاتِ دنیوی مراد ہے تو پھر اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ کے کوئی معنے نہیں۔ آج
اگر کوئی اختلاف پیدا ہوجائے تو آپ ﷺ کے پاس فیصلہ نہیں لے جایا جاسکتا۔ تو حیاتِ دنیوی پر
موت کا طریان ہوا ہے۔ تو کہا جائے گا کہ حیات کلی مشکک ہے۔

(۱) حیاتِ عنصری جس میں اِتصال الروح بالجسد ہے کہ ایک کے بغیر دوسرا بےکار ہوتا
ہے۔ اس حیاتِ عنصری کو موت فنا کردینے والی ہے۔

(۲) حیات برزخی۔ وہ بھی ہر ایک کو حاصل ہے۔

(۳) حیاتِ اخروی۔ یہ بھی سب کو حاصل ہوگی۔

تو نوع کے اعتبار سے اشتراک ہوا۔ مگر اشخاص کے اعتبار سے خصوصیت ہے کہ
عالمِ برزخ میں جو حیات انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے وہ اور کسی کو حاصل نہیں۔ جیسے:
مثال ایک پہلوان کی زندگی اور مدقوق کی زندگی میں تفاوت ہوتا ہے۔ ایسے
ہی انبیاء کو عالمِ برزخ میں اعلیٰ درجہ کی زندگی دی گئی ہے۔ (تقریر ترمذی مع شمائل نبویؐ
صفحہ ۹۰۸۔ ناشر: کتب خانہ مجیدیہ ملتان)

مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ کا فتویٰ

المہند پر تصدیقی دستخط کرنے والے علماءِ حق میں سے مفتیِ اعظم دارالعلوم دیوبند
حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی گویا المہند میں مذکور حیاتُ النبیؐ سے
متعلق عقیدہ سے رجوع فرمالیا تھا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

۱ "انبیاء کرامؑ کی حیات شہدا کی حیات سے بھی اقویٰ اور اتم ہے اور مراد اس
حیات سے دنیوی ظاہری نہیں ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔
لہٰذا احکامِ اموات ظاہریہ سب پر جاری ہوتے ہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ۵ صفحہ ۳۹۷)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۲ نیز آپ سے پوچھا گیا کہ: حضرات اولیاء اللہ بعد وصال زندہ رہتے ہیں یا نہیں؟۔ تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ: سب ہی مرنے والے ہیں۔ انک میت وانھم میتون اور بھی کو حیاتِ رُوحانی حاصل رہتی ہے۔ کیونکہ مدار ثواب و عتاب کا حیاتِ روحانی پر ہے، جو کہ مُسلم ہے۔ پھر اسی حیاتِ روحانی میں درجات انبیاء علیہم السّلام کی حیات قوی تر ہے، اس کے بعد شہداء کی، پھر جملہ مومنین و مومنات کی درجہ بدرجہ۔ اور نصوص صریح انبیاء اور شہداء کی حیات میں وارد ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق. الحدیث، او کما قال ﷺ۔ اور شہداء کے بارے میں قرآن شریف میں ہے: ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اٰتٰھم اللہ من فضلہ (الآیۃ) پس اس قسم کی تصریح کوئی اولیاء اللہ کے لفظ کے ساتھ وارد ہونا یاد نہیں ہے۔ لیکن جب کہ شہداء کے لیے حیات کی تصریح ہے، اور شہداء بھی اولیاء اللہ ہیں، تو اس وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لیے بھی تصریح حیات ہوگی۔ یا یوں کہا جائے کہ جب کہ شہداء کے لیے حیات کی تصریح ہے تو چونکہ اولیاء اللہ بھی بحکم شہداء ہیں، بلکہ بعض اولیاء، شہداء سے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں، جیسے صدیقین کہ وہ اولیاء اللہ کی ایک جماعت ہے، شہداء سے افضل ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ: اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین (الآیۃ) اس آیت میں انبیاء کے بعد شہداء سے پہلے صدیقین کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ بظاہر یہ ترتیب مقتضی افضلیت صدیقین کو شہداء پر ہے۔ اس لیے اولیاء اللہ کے لیے بھی یہ خاص حیات علیٰ حسب المراتب ثابت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم جلد ۵ صفحہ ۴۷۶)

فائدہ یاد رہے کہ نہ صرف المہند پر تصدیقی دستخط کرنے والے علماء نے المہند میں حیات النبی کے متعلق عقیدہ سے رجوع کر لیا بلکہ ان کے متبعین نے بھی اپنے فتاویٰ میں حیات النبی سے متعلق المہند میں مذکورہ عقیدہ کی تردید فرمادی۔ اور آبِ حیات میں مذکور حضرت نانوتوی کے ذہنی عقیدہ کی تردید فرمائی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی المہند میں مذکور حیات الانبیاءؑ کے متعلق عقیدہ کے بیان میں حضرت محدث سہارنپوریؒ سے تسامح ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے عوام ہی نہیں بعض خواص کے عقائد بھی خراب ہو رہے تھے۔ چنانچہ:

مفتی سید مہدی حسنؒ کا فتویٰ

دارالعلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا سید مہدی حسن رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: محققین اکابر کی تحقیق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حیاتِ برزخی حاصل ہے، جو اس حیات دنیوی سے بدرجہا بڑھ چڑھ کر ہے اس کے لیے "آبِ حیات" کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ ظاہر احادیث سے حیاتِ دنیوی ثابت ہوتی ہے، مگر بحالت موجودہ اقویٰ اور قوی تر ہے، دونوں قول موجود ہیں، راجح اول ہے۔ (ماہنامہ تعلیم القرآن اپریل ۱۹۵۸ء صفحہ ۳۱)

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا فتویٰ

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے ایک سوال (کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں تو پھر ان کی طرف سے سیدنا علیؓ ہر سال قربانی کیوں دیتے تھے) کے جواب میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور حیات کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا: "جو حیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت حاصل ہے وہ دوسری قسم کی حیات ہے جو دنیوی حیات کی جنس سے نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیاتِ دنیویہ کے اعتبار سے میت ہیں اور اس برزخی حیات کے ساتھ زندہ ہیں جو اس دنیوی حیات سے الگ ہے"۔ (اعلاء السنن جلد ۱۷ صفحہ ۲۷۲)

مولانا عبدالکریم گمتھلویؒ کا فتویٰ

سوال انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت یہی حیاتِ دنیویہ ہے یا دوسری حیات ہے جس کو حیاتِ برزخیہ کہا جاتا ہے؟ یعنی انبیاء کی موت سے ان کی حیاتِ دنیویہ منقطع ہو کر بعد اس کے ان کو دوسری حیات ملتی ہے یا یہی حیاتِ دنیویہ ان کی مسلسل چلی گئی ہے؟

جواب انبیاء علیہم السلام کی حیات بعد الموت حیاتِ برزخیہ ہے۔ جو دوسری اموات کی حیاتِ برزخیہ سے اقویٰ واشد ہے۔ اور جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یا سب انبیاء علیہم السلام کی موتِ دنیوی کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: "إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ" فَسَوّٰى بَيْنَهُمْ وَبَيْنَهٗ فِي الْمَوْتِ فَعُلِمَ أَنَّ مَوْتَ الْكُلِّ سَوَاءٌ (امداد الاحکام جلد ۱ صفحہ ۲۵۰)

فائدہ اس فتویٰ میں نہ صرف المہند میں مذکور مسلک کی تغلیط کی گئی ہے بلکہ اس بات کی طرف بھی واضح اشارہ موجود ہے کہ آبِ حیات میں مذکور حیات الانبیاء سے متعلق حضرت نانوتویؒ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کے الو کھے انداز تحریر سے یہ نہ سمجھا جائے کہ خود حضرتؒ نانوتوی کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ کیونکہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یا سب انبیاء علیہم السلام کی موت دنیوی کا انکار کرے وہ گمراہ ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع کا فتویٰ

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "حیات دنیوی ظاہری کا تو دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں۔ قرآن پاک کی اتنی صریح مخالفت کون مسلمان کرسکتا ہے؟ جو بھی قائل ہیں حیات برزخی ہی کے قائل ہیں"۔ (مقام حیات صفحہ ۲۳۶)

فائدہ مقام حیات کے مصنف علامہ خالد محمود نے بڑی حسرت کے ساتھ فرمایا کہ: "حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے اس بیان کو اگر پورے علمائے دیوبند کا عقیدہ کہا جائے تو کیا ہم بہت سے لفظی اختلافات سے بچ نہیں جاتے؟"۔

مولانا محمد زکریا کا فتویٰ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: "حدیث میں نبی اللہ حی یرزق وغیرہ کثرت سے ہے۔ اور یہ وہی حیات ہے جو شہداء کے لیے قرآن پاک میں ذکر کی گئی ہے۔ البتہ حسب مراتب ان حضرات کی حیات شہداء کی حیات سے زیادہ قوی ہے۔ لیکن وہ دنیوی حیات بھی نہیں ہے۔ (مکاتیب شیخ الحدیثؒ صفحہ ۳۸۵)

تنبیہ مذکورِ بالا علماء نے المہنّد میں مذکور مسلک کا رد فرماتے وقت احتیاطاً حضرت محدث سہارنپوریؒ کا نام نہیں لیا۔ اور ہمارے لیے بھی صاحب المہنّد اور المہنّد کی تصدیق کرنے والے علماء حق کا نام لے کر اس میں مذکور حیاتُ الانبیاء سے متعلق تسامح کی نشاندہی سے احتراز ہی مناسب تھا لیکن اس وقت بعض پڑھے لکھے اور سنجیدہ قسم کے لوگوں کو قادیانیوں کی سازش کا شکار ہوکر حیاتُ النبی کے معاملے میں رافضیوں، قادیانیوں اور رضائیوں کے ہم خیال ہوتے ہوئے دیکھ کر مجبوراً حضرت محدث سہارنپوریؒ کے تسامح کی نشاندہی کرنی پڑی۔ تاکہ عقائد کے معاملے میں ہمارے وطن عزیز کے مظلوم عوام حقیقت حال واضح ہونے کے بعد اپنے عقائد کی اصلاح کر سکیں۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

المہند میں تیسرا تسامح

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ سے دریافت کیا گیا کہ: "محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے"۔ تو اس کے جواب میں انھوں نے شیخ عبدالوہابؒ اور ان کی جماعت کو اہلِ حق اور اہلُ السنۃ سے خارج قرار دیا اور اس کے لیے "ردالمحتار" کے مصنف علامہ ابن عابدین شامیؒ کی عبارت (دُرِّ مختار بابُ البغاۃ جلد ۳ صفحہ ۳۳۹) سے بھی استناد کیا۔ جنھوں نے نجد کی اس وہابی جماعت کو خوارج کے قبیل سے لکھا ہے۔ حالانکہ ان کے شیخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کی جماعت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ: "محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں' ان کے عقائد عمدہ تھے' اور مذہب ان کا حنبلی تھا۔ البتہ ان کے مزاج میں شدت تھی۔ مگر وہ (محمد بن عبدالوہاب) اور ان کے مقتدی اچھے ہیں۔ مگر ہاں (اس کے مقتدیوں میں سے وہ لوگ) جو حد سے بڑھ گئے' ان میں فساد آ گیا ہے۔ اور عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق حنفی شافعی مالکی حنبلی کا ہے"۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول صفحہ ۱۱۹)

فائدہ شیخ عبدالوہاب کٹر حنبلی تھے' اور ان کا اپنے بیٹے محمد بن عبدالوہاب کی تحریک سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس کے باوجود المہند کی تصدیق کرنے والے علماء میں سے کسی ایک نے بھی اس بات کی وضاحت نہیں فرمائی کہ اس سوال کے جواب میں مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ کو تسامح ہوا ہے۔ بلکہ استاذی المکرم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے تصدیقی کلمات میں تحریر فرمایا کہ: "میں نے تمام جوابات دیکھے۔ سب کو ایسا حق صریح پایا کہ اس کے اردگرد بھی شک یا ریب نہیں گھومتا۔ اور یہی میرا عقیدہ ہے۔ اور میرے مشایخ رحمہم اللہ تعالیٰ کا عقیدہ ہے"۔ (المہند طبع دیوبند ۱۳۵۹ھ مطابق ۱۹۴۰ء صفحہ ۵۲)

حضرت استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس تحریر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ انھوں نے واقعۃً اس میں مذکور چھبیس سوالوں کے تمام جوابات کو نہایت غور کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اگر انھوں نے واقعی تمام جوابات کو پڑھا تھا تو پھر بھی یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک المہند میں ایک حرف بھی غلط نہیں۔ دراصل حضرت مفتی صاحبؒ نے المہند پر اپنے تصدیقی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کلمات تحریر کرتے وقت "حسام الحرمین" کے مقابلہ میں اپنے بزرگ اساتذ کی طرف سے لکھے گئے جوابات کو وقتی مصلحت کے تحت بحکمت عملی سے کام لیتے ہوئے "للاکثر حکم الکل" کے قاعدہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے جس طرح حیاتُ الانبیاءؑ کے مسئلہ میں چشم پوشی سے کام لیا؟ اسی طرح محمد ابن عبدالوہاب کے متعلق تسامح کی نشاندہی کیے بغیر تصدیقی کلمات لکھ کر دستخط فرمادیے۔

کیونکہ اس زمانے میں بریلویہ کے امام احمد رضا خان نے علماء دیوبند کی کتب میں مختلف قسم کی تحریفات وادخال کر کے انھیں پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا باغی اور گستاخ قرار دیا۔ اور بزرگانِ دیوبند کی کتابوں کی مرف تحریروں کو انتہائی غلط عربی ترجمہ کر کے علمائے حرمین سے فتویٰ طلب کیا کہ: "ایسا عقیدہ رکھنے والے مسلمان ہوسکتے ہیں؟"۔ پھر اُس دَور کے اہل علمائے حرمین نے عربی عبارات کو دیکھ کر کہا کہ: "جس کا یہ عقیدہ ہے وہ مسلمان نہیں"۔ پھر اسے "حسام الحرمین" کے نام سے شائع کردیا اور اہل ہند کو یقین دلایا کہ وہ ہی نہیں، علمائے حرمین بھی دیوبندیوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس کے جواب میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایماء پر مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے "المہند علی المفند" یعنی "ایک ٹھہیائے ہوئے شخص پر ہندوستانی تلوار"۔ کے نام سے دفاعی طور پر وضاحتی بیان تحریر فرمایا۔ لیکن اسے قرآن مجید کی طرح غلطیوں سے پاک قرار دینا" اور اس میں مذکور تمام مسائل پر ایمان رکھنے کو واجب سمجھنا درست نہیں۔ البتہ "للاکثر حکم الکل" کے قاعدہ کی رو سے وقتی مصلحت کے تحت اس کتاب کو بطورِ مجموعی درست تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

للاکثر حکم الکل

اس مقام پر۔ مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے کہ میں نے کتب خانہ رحیمیہ (دہلی) میں بورڈ پر لکھا دیکھا کہ: "ہمارے ہاں حدیث، تفسیر، اصول، و دیگر فنون کی تمام کتابیں دستیاب ہیں"۔ میں نے کتب خانہ کے مالک مولانا حفیظ الرحمن واصفؒ بن مفتی اعظم ہندؒ سے غایۃ التحقیق شرح حسامی، حسن حاشیہ شرح عقائد' کے علاوہ اور بہت سی نادر کتابوں کے متعلق دریافت کیا۔ اور جب ہر کتاب کے متعلق جواب نفی میں ملا تو میں نے کہا کہ کیا آپ کے بورڈ پر خلاف واقعہ لکھا ہوا ہے؟۔ تو انھوں نے: لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ۔ کا اصولی قاعدہ بیان فرما کر بات کو ٹال دیا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اسی طرح حضرت استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے [illegible] کے متعلق جو ارشاد فرمایا کہ: "یہ مسئلے اور جوابات دیکھے ہیں"۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ نے المہند کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے کیونکہ المہند میں جو شاہی کے حوالے سے محمد بن عبدالوہاب کی بجائے عبدالوہاب کا لفظ لکھا گیا ہے۔ یہ بھی بر تحقیق نہیں۔ اگر اس کا مفہوم حقیقی لیا جائے تو معاذ اللہ ہمارے استاذوں اور عرب و عجم کے دیگر مؤرخین پر اعتراض وارد ہوگا کہ وہ خلاف حقیقت، تحریک کا بانی شیخ عبدالوہاب کو سمجھتے تھے۔ جب کہ تحریک کے بانی شیخ عبدالوہاب کے بیٹے محمد بن عبدالوہاب تھے۔

مولانا مسعود عالم ندویؒ نے فرمایا کہ یورپی مؤرخین نے غلطی سے یہ بھی لکھ دیا کہ صاحب دعوت کے بیٹے محمد نابینا تھے۔ حالانکہ نابینا تو محمد بن عبدالوہاب کے بڑے بیٹے حسین تھے، نہ کہ محمد بن عبدالوہاب۔

اسی طرح مسٹر ہنٹر نے شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب کے ایک رسالہ کا ترجمہ کیا اور مصنف کے متعلق لکھا کہ وہ بانی تحریک یعنی محمد بن عبدالوہاب کا پوتا تھا۔ حالانکہ وہ بانی تحریک کا بیٹا تھا۔

اسی طرح یورپی سیاحوں کے پیشوا "نی بور" نے بھی بانی تحریک کا نام عبدالوہاب ہی بتایا۔ اور کہا کہ آج کل اس کے بیٹے محمد (ابن عبدالوہاب) جانشین ہیں۔

ان مؤرخین نے بانی تحریک پر بعض بے بنیاد الزام ایسے بھی لگائے جن سے یقینی طور پر کفر لازم آتا ہے۔ مثلاً:

1. یورپی سیاح "نی بور" نے عبدالوہاب پر الزام لگایا کہ: "عبدالوہاب رسولوں کو بڑا آدمی سمجھتا تھا لیکن وہ الہام یا فرشتوں کے ذریعے وحی کا قائل نہ تھا"۔
2. اسی طرح T.E.Revenshaw نے پٹنہ کے کلکٹر کی حیثیت سے مولانا احمد اللہ صادقپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقدمہ میں لکھا کہ: "عبدالوہاب کے خیال کے مطابق کوئی مذہب الہامی نہیں ہوا"۔
3. شیخ احمد زینی دحلان مکی نے محمد بن عبدالوہاب پر الزامات لگاتے ہوئے لکھا کہ: جب کوئی شخص اس کے دین میں داخل ہونا چاہتا تو وہ اس سے کلمۂ شہادت پڑھوانے کے بعد

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کہتا کہ: تم اس بات کی بھی شہادت دو کہ تم اب تک کافر تھے اور تمہارے ماں باپ بھی کافر تھے اور وہ کفر ہی کی حالت میں مرے۔

④ اور گزشتہ زمانہ کے بہت سے بڑے علماء کا نام لے کے کہتا کہ ان کے بارے میں بھی شہادت دو اور کہو کہ یہ سب کافر تھے۔

⑤ اور وہ صراحت سے کہتا تھا کہ گزشتہ چھ سو سال میں جو مسلمان گزرے ہیں وہ سب کافر تھے اور اپنے متبعین کے سوا اور سب کو وہ کافر قرار دیتا تھا اگرچہ وہ اعلیٰ درجہ کے متقی ہوں۔ ان کو وہ مشرک کہتا تھا اور ان کا قتل کرنا اور ان کا مال لوٹ لینا وہ جائز سمجھتا تھا۔

⑥ اور صرف ان لوگوں کو وہ مومن و مسلم مانتا تھا جو اس کا اتباع کرتے اگرچہ وہ بدترین قسم کے فاسق فاجر ہوتے۔

⑦ اور وہ طرح طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص و توہین کرتا تھا، اور اس کی پیروی میں اس کے متبعین بھی حضور کی شان پاک میں گستاخیاں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ:

⑧ اس کے بعض متبعین کہتے تھے کہ: میری یہ لاٹھی محمدؐ سے بہتر ہے، اس سے سانپ جیسے موذی جانور مارنے کا کام لیا جاسکتا ہے، اور محمدؐ تو مرچکے اور ان کی ذات میں اب کوئی نفع نہیں رہا۔

⑨ اور وہ (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو بس "چٹھی رساں" تھے جو گزر گئے۔۔۔ اور اسی قبیل سے یہ بات بھی ہے کہ:

⑩ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کو برا سمجھتا تھا۔ اور اس کے سننے سے اس کو اذیت اور تکلیف ہوتی تھی۔ (خلاصۃ الکلام فی بیان امراء بلد الحرام صفحہ ۲۳۰ جلد ۲)

⑪ اس شخص (محمد بن عبدالوہاب) کو اپنے ابتدائی دور میں ان لوگوں کے حالات و واقعات کے مطالعہ کا بڑا شوق تھا جنہوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا، جیسے مسیلمہ کذاب اور سجاح اور اسود عنسی اور طلیحہ اسدی اور ان جیسے دوسرے مدعیان نبوت۔۔۔ دراصل وہ اپنے دل میں نبوت کا دعویٰ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور اس کو چھپائے ہوئے تھا، اور اگر اس کو علانیہ نبوت کا دعویٰ کرنے کا موقع ملتا تو وہ کھلم کھلا نبوت کا دعویٰ کرتا۔ (خلاصۃ الکلام

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فی بیان اسرار بلد الحرام صفحہ ۲۲۹ جلد ۲)

❼ جو عورتیں محمد بن عبدالوہاب کی دعوت اور مسلک کو قبول کرتی تھیں، وہ حکم دے کر ان کے سر بھی منڈوا تا تھا۔ (خلاصۃ الکلام جلد ۲ صفحہ ۲۳۵)

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: شیخ احمد زینی دحلان نے شیخ محمد بن عبدالوہاب پر اس عبارت میں جو انتہائی سنگین الزامات لگائے ہیں ان میں سے ایک الزام بھی صحیح نہیں ہے۔

تنبیہ المہنّد میں علامہ شامیؒ کی عبارت کے موافق عبدالوہاب کو خارجی قرار دیا گیا ہے۔ حالانکہ خارجی وحی کے منکر نہیں تھے۔ اور اگر عبدالوہاب (معاذ اللہ) وحی کا منکر تھا تو اس پر خارجیت کی بجائے صریح کفر کا فتویٰ لگایا جانا چاہیے تھا۔ کیونکہ ضروریاتِ دین کا انکار خارجیت یا اعتزال نہیں، بلکہ صریح کفر ہے۔

فائدہ یاد رہے کہ نہ صرف مذکورہ بالا، بلکہ اس قسم کے دیگر کئی الزام محمد بن عبدالوہاب کے والد پر یہ کہہ کر لگائے گئے کہ وہ تحریک کے بانی تھے۔ غیر مسلکوں کے اس منفی رویے کی وجہ سے بہت سے سمجھدار اہلِ علم پر بھی اصل حقیقت مخفی رہ گئی۔ چنانچہ محمد بن علی شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ کو بھی اس باب میں اہلِ نجد کے مسلک کی صحیح اطلاع نہیں مل سکی۔ (البدر الطالع جلد ۲ صفحہ ۵)

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامیؒ کو بھی تحریک وہابیت کے متعلق صحیح اطلاع نہیں مل سکی۔ اور انھوں نے بھی تحریک کا بانی عبدالوہاب ہی کو قرار دیا۔

اور یہ بھی ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے بھی اس سوال کے جواب میں شیخ عبدالوہاب کے متعلق تقلیداً حضرت علامہ شامیؒ کی عبارت نقل فرمادی۔ جسے درحقیقت سوال کا درست جواب نہیں کہا جاسکتا۔ اور المہنّد پر تقاریظ لکھنے اور اس پر تصدیقی دستخط کرنے والے عرب و عجم کے تمام محقق علماء نے سوال اور جواب میں مطابقت سے متعلق چشم پوشی سے کام لیا۔

مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے فرمایا: توحید و سنت کے خاص داعی اور "کتاب التوحید" کے مصنف جنھوں نے قبرپرستی وغیرہ کے خلاف جہاد کیا وہ عبدالوہاب نجدی نہیں، بلکہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

محمد بن عبدالوہاب نجدی تھے' اور لوگ جہالت اور تجاہل سے ان چیزوں کی نسبت عبدالوہاب نجدی کی طرف کرتے ہیں۔

نیز آپ فرماتے ہیں کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے بارے میں ایک دوسری یہ واقعی حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ ان کی دعوت و تحریک صرف وعظ و نصیحت اور تصنیف و تالیف یا تبلیغی دوروں تک محدود نہیں تھی' بلکہ جہاد بالسیف بھی اس کا ایک جز تھا۔۔۔۔

وہ قبروں کو سجدہ کرنے' نذر و نیاز چڑھانے' ان سے مرادیں مانگنے اور اس طرح کے تمام مشرکانہ افعال کو بت پرستی کی طرح شرک اور ان کے مرتکبین کو مشرک قرار دیتے تھے۔

اسی طرح تارکین صلوٰۃ (بے نمازیوں) کو (امام احمد بن حنبلؒ کے مسلک کے مطابق) خارج از اسلام کافر سمجھتے تھے۔

اور اس طرح کے سب لوگوں کے بارے میں (جو اپنے کو مسلمان کہتے ہوں اور کسی طرح کے کفر یا شرک کے مرتکب ہوں) ان کا نقطۂ نظر اور رویہ (جو ان کی کتابوں میں پوری صراحت اور صفائی کے ساتھ لکھا ہے) یہ تھا کہ ان کو قرآن و حدیث کے حوالوں سے پہلے اللہ و رسولؐ کا حکم پہنچایا جائے' اور ناصحانہ طور پر سمجھانے کی کوشش کی جائے' اور پوری طرح حجت کا اتمام کیا جائے' اگر اس کے بعد بھی باز نہ آئیں تو پھر بشرط استطاعت ان کے خلاف جہاد کیا جائے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شیخ محمد بن عبدالوہاب سے مذہبی اور مسلکی اختلاف رکھنے والے علماء کے انداز مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: اس مخالفت میں (ان علماء نے) وہی روش اختیار کی' اور اسی طرح کا پروپیگنڈہ کیا جیسا کہ ہمارے ملک میں حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے مخالف علماء نے شرک و بدعات کے خلاف ان کی جدوجہد اور "تقویۃ الایمان" کی تصنیف و اشاعت کے بعد کیا تھا۔ جس کا سلسلہ راہِ خدا میں ان کی شہادت پر قریباً ڈیڑھ سو برس گزر جانے کے باوجود ابھی تک چل رہا ہے۔ نیز مولانا نعمانیؒ نے فرمایا کہ: اس پروپیگنڈہ ہی کے نتیجہ میں "وہابی" کا لفظ ایک مذہبی گالی بن گیا۔

"ہندوستان کا وہابی"

1 شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ "ہندوستان کا وہابی" کے زیر

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

عنوان اپنے رسالہ "تحفۂ معراج النبیؐ" میں فرمایا کہ: "ہندوستان میں وہابی کا لفظ استعمال کے لحاظ سے ایک جنس قرار پا گیا ہے۔ جس کے ماتحت دو نوع ہیں۔ ❶ ایک وہ وہابی جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے ہم خیال و ہم مشرب و ہم مذہب ہوں۔ ❷ دوسرے وہ لوگ جو ائمۂ اربعہ خادمانِ اسلام میں سے کسی کے فروعات میں متبع بھی ہوں۔ لیکن اسلام محمدی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) کے روشن و منور چہرے سے بدعات کا سیاہ نقاب چاک کر کے دکھانا چاہیں۔ تو یہ بھی علماءِ سوء کے ہاں وہابی ہی کہلاتے ہیں"۔

12 حضرت مفسر لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ: "جہال کو فرقہ وہابیہ کے متعلق بیج و غلط الزامات سنا سنا کر اس قدر متنفر کیا ہوا ہے کہ اس فرقے سے بدتر دنیا میں کوئی چیز نہیں۔ اس لیے اب بدعت پسند علماء جس وقت کسی شخص کو وہابی کا لقب دے دیتے ہیں تو جاہل اس شخص سے اس قدر متنفر ہو جاتے ہیں کہ شاید خنزیر اور پاخانے سے بھی اتنے متنفر نہ ہوتے ہوں۔ ایسے شخص کی ہر بات کو گمراہی سمجھا جاتا ہے خواہ وہ کتاب و سنت ہی سے کہے۔ اور اس تنفر کے باعث علماءِ سوء (برے عالم) کی خوب شکم پروری جہال کے دروازوں سے ہوتی رہتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (تحفۂ معراج النبیؐ صفحہ ۳۰۳)

وہابیوں کے متعلق مشہور دو غلط قصے

مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے اس سلسلہ میں درج ذیل دو قصے بھی بیان فرمائے ہیں:

1 میں نے جب ہوش سنبھالا اور اس طرح کی باتیں سننے سمجھنے کے لائق ہوا (جب کہ میری عمر ۷۔۸ سال کی ہوگی) تو اپنے وطن بلکہ خاص ماحول میں ایک مشہورِ عام اور مسلمہ واقعہ کی طرح برابر یہ سنا کہ "کوئی شخص عبدالوہاب نجدی تھا" وہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا دشمن تھا کہ اس نے روضۂ اقدس میں اس ناپاک غرض سے سرنگ لگائی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کو (معاذ اللہ) نکال کے اس کی بے حرمتی اور توہین کرے، اس زمانہ کے مسلمان بادشاہ کو خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ نے اس کو یہ بات بتلائی، اس نے فوراً اٹھ کے تلاش اور کھدائی کرائی تو سرنگ کا پتہ چل گیا اور وہ نجدی عبدالوہاب پکڑا گیا اور اس کو قتل کیا گیا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فائدہ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ یہ جاہل عوام "عبدالوہاب نجدی" ہی کو "وہابیت" کا موجد اور اصل مجرم جانتے تھے اور انہی کو گالیاں دے کر دل کا بخار نکالتے تھے۔ یہ اس بات سے بالکل ناواقف تھے کہ بزرگوں کی قبروں پر بنے ہوئے قبوں کو توڑنے والی اور قبروں کو سجدہ کرنے، نذر نیاز چڑھانے، ان سے مرادیں مانگنے اور اسی طرح کے دوسرے مشرکانہ اعمال و اطوار کے خلاف علمِ جہاد بلند کرنے والی شخصیت دراصل شیخ عبدالوہاب کے بیٹے شیخ محمد کی تھی جو تاریخ میں "شیخ محمد بن عبدالوہاب" کے نام سے معروف ہیں۔ ــــــ ان کے والد شیخ عبدالوہاب حنبلی بھی اگرچہ اپنے وقت کے بڑے عالم اور فقیہ تھے اور عُیَیْنَہ و حریملہ کے قاضی تھے، لیکن وہ اپنے خاص سکون پسند مزاج کی وجہ سے اپنے بیٹے شیخ محمد کی برپا کی ہوئی ہنگامہ خیز تحریک اور جدوجہد سے عملاً الگ رہے۔ بلکہ انھوں نے اپنے کو الگ اور یکسو رکھنے کے لیے اپنے اصل وطن "عُیَیْنَہ" کی سکونت ترک کر کے اسی علاقہ کے دوسرے قریبی شہر "حریملہ" میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ کیونکہ "عُیَیْنَہ" شیخ محمد کی تحریک کا مرکز بن گیا تھا۔ یہ بات ہر اس شخص کے علم میں ہے جو اس خاندان کی تاریخ سے کچھ واقفیت رکھتا ہے۔ بلکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے ایک سخت مخالف بلکہ دشمن، شیخ احمد زینی دحلان مکی نے تو اپنی کتاب "خلاصۃ الکلام" میں لکھا ہے کہ شیخ عبدالوہاب اپنے بیٹے کی دعوت و تحریک کے سخت خلاف تھے۔ (خلاصۃ الکلام صفحہ ۲۲۹)

۲ دوسرا واقعہ جو میرے نزدیک اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے، یہ ہے کہ خاص مکۂ معظّمہ کے ایک معمر بزرگ نے (جو بے علم عامی نہیں بلکہ صاحبِ علم بھی تھے) خود راقم سطور (مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ) سے بیان فرمایا کہ یہ "نجدی وہابی" (کلمہ شریف کے بارے میں) کہا کرتے تھے کہ: "ایش مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" قل "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" (یعنی "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" کیا ہوتا ہے، بس "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہو)۔

ظاہر ہے کہ اس بات کے قطعاً بے بنیاد اور سو فیصد جھوٹ ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور اب تو ہر شخص خاص کر حجازِ مقدس کا رہنے والا ہر شخص جانتا ہے اور آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ ان نجدی وہابیوں کے تو سرکاری جھنڈے پر بھی پورا کلمہ شریف

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" لکھا رہتا ہے۔ یہی ان کا شعار و نشان اور ان کی دعوت و تحریک کا اصل و اساس ہے' نیز ان کی کتابوں کا ایک ایک صفحہ اس کا شاہد ہے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دو مثالیں اس کا اندازہ کرنے کے لیے کافی ہیں کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کے سیاسی اور مذہبی مخالفین نے ان کے اور ان کی دعوت کے متعلق کس کس طرح کا پروپیگنڈا کیا اور عالم اسلامی کے عوام و خواص اس سے کتنے متاثر ہوئے۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کا مسلک

مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے مسلک کے متعلق فرمایا کہ:

ان کا مسلک و موقف قریب قریب وہی ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ' ان کے تلامذہ حافظ ابن القیمؒ وغیرہ کا ہے' اور ردِ شرک اور دعوتِ اخلاصِ توحید کے بارے میں ان کا رویہ (کچھ فرق کے ساتھ) وہی ہے جو حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا "تقویۃ الایمان" میں ہے۔ جس طرح ہمارے ملک میں قبر پرستوں' تعزیہ پرستوں اور بدعات و خرافات کو اپنا دین بنا لینے والوں کی طرف سے حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے خلاف طرح طرح کی افتراء پردازیاں کر کے عام مسلمانوں کو ان سے متنفر کرنے کی کوششیں کی گئی تھیں۔ یہی معاملہ شیخ محمد بن عبدالوہابؒ کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ ان کے متعلق ایسی باتیں مشہور ہونے لگیں جن کو سن کر ہر مسلمان نہ صرف یہ کہ ان سے متنفر ہو بلکہ ان کو دنیا بھر کے کافروں سے بدتر قسم کا کافر سمجھے۔

مولانا محمد منظور نعمانیؒ نے "شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان کے علمائے حق" نامی کتابچہ میں المہند کے مصنف مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ اور المہند کے تصدیق کنندگان میں سے مولانا حسین احمد مدنیؒ کے تسامح اور رجوع کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ جب کہ ان بزرگوں نے حیاتُ الانبیاء سے متعلق المہند میں بیان کردہ عقائد کا رد بھی خود ہی اپنی دوسری مستقل تصانیف میں فرما دیا ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا مرزا قادیانی کے متبعین کے لیے اپنے عقیدۂ بد کی تائید میں المہند کا حوالہ پیش کر کے عوام کو گمراہ کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اِنِّیٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۝
قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۖ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ ۝

حصہ سوم

الصراط المُستقیم

فی اثبات

الحیوۃ البرزخیۃ للنبی الکریم

علیہ الصلوۃ والتسلیم

مؤلف

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا علامہ مفتی سید محمد حُسین شاہ صاحب نیلوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاء کے بارہ میں قادیانیوں کا عقیدہ (۱۱)

مرزا قادیانی کا عقیدہ ہے کہ: "انبیاء و اولیاء مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں"۔
(حاشیہ خاتم النبیین صفحہ ۱۲۹)

اہلِ حق علماء نے اس عقیدۂ بد کی تردید فرمائی۔ جیسا کہ قبل ازیں قادیانیوں کے

شبہات "المتنبی کی عبارت سے مرزا قادیانی کے عقیدہ کی تائید؟" کے

جواب میں اہلِ حق علماء کے فتاویٰ سے ثابت ہوتا ہے۔ جب کہ مرزا قادیانی نے یہ عقیدۂ بد ابن فورک مبتدع اور شوافع میں سے اس کے معدودے چند متبعین (بیہقی، سیوطی، اور سبکی) کے علاوہ ہندو عقائد سے بھی اخذ کیا تھا۔ اس نے روافض و دیگر باطل فرقوں اور ہندو جوگیوں، سادھوؤں اور پنڈتوں کے علاوہ برطانوی حکومت کی نگرانی میں کام کرنے والی عیسائی تنظیموں کی کوششوں سے کلمہ گو ہندوستانیوں میں مشہور اس قسم کے عقائد باطلہ کی تبلیغ کی، جن کی وجہ سے اس کی جھوٹی نبوت کی دکان خوب چمکنے لگی۔ یعنی مرزا قادیانی کا یہ عقیدہ درحقیقت شیعوں، باطنی صوفیوں، ہندو سادھوؤں اور عیسائی راہبوں کے اشتراک سے تیار ہونے والی معجون مرکب ہے۔ جو ہندوستان کے کلمہ گو رسمی مسلمانوں میں نہ صرف مشہور ہے بلکہ جاہل عوام اس پر اعتقاد رکھنا نماز روزہ سے بھی زیادہ ضروری سمجھتے ہیں۔

عقیدہ حیات الانبیاء و اولیاء کا پس منظر

تاریخ ہند سے متعلق کتب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ:

۱ ہندوستان کی سرزمین پر مسلمانوں کے حملے کا آغاز ۶۵۰ء سے ہوتا ہے۔ یہ وہی سنہ ہے جب عربوں نے فارس پر حملہ کیا تھا۔

۲ نصف صدی کے بعد ۷۱۱ء میں پہلا منظم اسلامی حملہ سندھ پر ہوا۔ اور عربوں نے محمد بن قاسمؒ کی قیادت میں سارے نچلے سندھ پر قبضہ کر لیا۔ اس حملے کے بعد ۲½ سو سال تک ہندوستان مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ رہا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۳ سلطان محمود غزنوی نے ۹۹۷ء سے ۱۰۳۰ء تک ہندوستان پر مسلسل سترہ حملے کیے، لیکن اس نے اس ملک پر اپنی حکومت قائم نہ کی۔

۴ اس کے بعد سلطان محمد غوری نے اس ملک میں مسلمانوں کی حکومت قائم کی۔

۵ اس کے بعد قطب الدین ایبک نے غلام خاندان کی حکومت قائم کی، اور دہلی کو دارالسلطنت بنایا۔ غلام خاندان نے چوراسی سال (۱۲۰۶ء تا ۱۲۹۰ء) حکومت کی۔

۶ جہاں کہیں بھی اسلامی فوجیں گئیں ان علاقوں میں مُسلم تاجروں نے سکونت اختیار کرلی، اور ان کے پیچھے پیچھے صوفیاء کرام بھی وہاں پہنچے۔

۷ سلطان محمود غزنوی کے حملوں کے بعد بڑی تعداد میں اہلِ علم و فضل بزرگ، علماء اور صوفیاء نے ممالک اسلامیہ سے ہندوستان کا رخ کیا۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۷۸)

۸ سرزمین برصغیر پر مسلمانوں کی آمد کے بعد بُت پرست ہندوؤں نے جب اسلام کی خوبیوں خصوصاً اسلامی اخوت اور مساوات کو دیکھ کر اسلام قبول کرنا شروع کیا تو مسلم حکمران طبقے نے حسبِ دستور ان نومسلم ہندوستانیوں کی تعلیم و تربیت کا مناسب انتظام کیا۔

۹ ان حکمرانوں کے ساتھ آنے والے مہاجر، بے وطن اور غریب الدیار مسلمان علماء نے ان نومسلم ہندوستانیوں کو اسلام کے ضروری عقائد اور احکام نماز روزہ وغیرہ کی تعلیم اور اصلاحِ عقائد کی طرف پوری توجہ دی۔ اور ہندوانہ عقائد، خاص طور پر دیوی دیوتاؤں سے متعلق ہندوؤں کے عقائد اور ان کے توہمات کی تردید کرکے نومسلم ہندوستانیوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بنانے کی پوری پوری کوشش کی۔ لیکن:

۱۰ اسلام قبول کرنے سے پہلے ان نومسلموں کے ذہنوں پر اپنے آبائی معبودوں یعنی دیوی دیوتاؤں کی حکومت تھی جس کا اثر اسلام قبول کرنے کے بعد بھی ان کے ذہنوں پر باقی رہا۔ اہلِ حق علماء و صوفیاء نے انھیں راہِ راست پر لانے کی بہت کوشش کی۔ لیکن اسلام دشمن باطنی متصوفین نے صوفیاء کا لباس پہن کر اسلام کے نام سے اپنے کفریہ عقائد و نظریات کی تبلیغ کا اہتمام کیا، ہندوؤں کے عقائدِ بد کی تحسین، اور اہلِ حق علماء و صوفیاء کی تردید کی، جب کہ ابتدائی زمانہ میں ہندی مسلمان کسی نہ کسی طرح اپنے آبائی معبودوں کی پرستش بھی بدستور کرتے رہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہندوستان کے معروف قانون دان ڈاکٹر محمد عمر نے لکھا ہے کہ:

۱ ہندوستانی مسلمانوں کے عملی عقائد کے مطالعہ کے لیے ہمیں شہروں کے بجائے دیہاتوں، قصبوں، اور ان مقاموں کے مسلمانوں کے عقائد کا جائزہ لینا چاہیے جو تہذیبی اور مذہبی مراکز سے بہت دور رہتے تھے۔ شہری مسلمانوں میں علم وادب کے چرچے اور مذہبی تحریکوں کی بنا پر اصلاح آسان تھی لیکن دور دراز علاقوں میں علم وادب کا چرچا بالکل نہ تھا۔ اس لیے ہندی الاصل مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد بھی اپنی قدیم روایات پر عمل پیرا رہے۔ اور ان کی اصلاح کی طرف کوئی توجہ نہ کی گئی۔ اور اس زمانے میں آمد و رفت کے وسائل کی تنگی کی وجہ سے بھی یہ ممکن نہ تھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ دیہاتوں اور قصبوں میں وہ لوگ رہتے تھے جو خالصتاً ہندوستانی تھے۔

۲ ہندوؤں کے بتوں کی وہ لوگ بھی پرستش کرتے تھے۔ نذر چڑھاتے تھے۔ اور اس سلسلے میں ہندوؤں کی ہوبہو پیروی کرتے تھے۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۲۹۰)

۳ سجان رائے بھنڈاری لکھتا ہے کہ: کانگڑہ (پنجاب) کے قلعہ کے نیچے بھوانی کا مندر تھا۔ اور تمام ہندوستانی سال میں دو مرتبہ وہاں برائے پرستش جایا کرتے تھے۔ اور دُور دراز کا سفر طے کر کے سنیاسی جوگی اور پرہیزگار، چھوٹے اور بڑے، اعلیٰ وادنیٰ، جوان اور بوڑھے حاضر ہوتے تھے۔ لیکن ان کے ساتھ مسلمان بھی شریک ہوتے تھے۔ حالانکہ ان کا مذہب بُت پرستی کی تردید کرتا ہے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۹۱)

۴ قطع نظر ہندوؤں کے، بُت پرستی جن کے دین کا آئین ہے، مسلمانوں کے پرے کے پرے دُور دراز کی مسافت طے کر کے نذریں لاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی حکمت سے لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اسی طرح:

۵ بنگال کے مسلمانوں کی عورتیں بالعموم بھوانی یا کالی مائی کی پوجا کرتی تھیں۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۹۲)

۶ ستیلا مائی کی بھی پرستش ہوتی تھی۔ اور چیچک کی وبا کے دنوں میں چند مخصوص مراسم

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ادا ہوتے تھے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۹۲)

۷ ہندو مسلمان دونوں یکساں طور پر مندروں میں بھوگ چڑھاتے تھے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۹۲)

۸ اور اس کے برخلاف ہندو مسجدوں میں شیرینی چڑھاتے تھے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۹۲)

۹ اسی طرح وہ شادی بیاہ اور تہواروں کی دوسری شرکیہ رسموں کو بھی ادا کرتے رہے، جس طرح وہ مسلمان بننے سے پہلے کیا کرتے تھے۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۶۹)

۱۰ عورت کے حاملہ ہونے اور بچے کی ولادت کے بعد سے مرنے تک جتنی بھی رسمیں ہندوستانی مسلمانوں میں مروج ہیں وہ سب کی سب ہندوستانی رسمیں ہیں۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۱۲۳)

۱۱ نرینہ اولاد کے لیے ـــــ مزاروں پر منت ماننا اور نجومیوں اور جوتشیوں سے اس سلسلے میں دریافت کرنا ہندوستانی مسلمانوں میں عام تھا۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۱۲۳)

۱۲ مسلمان اپنے بچوں کی ختنہ کرواتے ـــــ اور زخم ٹھیک ہونے کے بعد رشتے اور کنبے کے لوگ جمع ہوتے تھے، بچے کو نہلاتے دھلاتے، نیا جوڑا زیب تن کراتے، اور اسے دولھا بناتے تھے، لڑکے کو گھوڑی پر چڑھا کر باجے گاجے کے ساتھ کسی بزرگ کے مزار پر لے جاتے۔ دہلی والے جامع مسجد کے اندر آثار شریف میں بچے کو لے جا کر سلام کراتے اور ملیدہ چڑھاتے تھے۔ دوسرے علاقوں میں کسی بزرگ کے مزار پر یا مسجد میں لے جا کر یہ رسم ادا کی جاتی تھی۔

فائدہ مغلوں میں ان شہزادوں کا ختنہ نہیں ہوتا تھا جو تخت و تاج کا وارث ہونے والا ہوتا تھا۔ مولوی سید احمد دہلوی نے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

جلال الدین محمد اکبر بادشاہ نے چونکہ استحکام سلطنت از دیاد ارتباط و موانست کی غرض سے ہندی عقائد و مراسم کو اختیار کر لیا تھا، اور اس کا یہاں تک رواج ہو گیا تھا کہ اب اس آخر وقت میں بھی جو شہزادہ تخت کا حق دار خیال کیا جاتا تھا وہ آداب تخت ہند کے پاس و

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہوتا ہے فتنہ نہیں کراتا تھا۔ اور دیگر سلاطین یعنی بادشاہ کے وہ خاندانی جن کے ورثہ میں تخت نشینی نہیں آسکتی تھی وہ حسبِ شریعت فتنہ کراتے تھے۔

فائدہ جلال الدین محمد اکبر کی تاجپوشی ۱۵۵۶ء (۹۶۳ھ) کو ہوئی جب کہ اس کی عمر تقریباً چودہ سال تھی۔ — شروع میں اس نے فتوحات پر اپنی توجہ مرکوز رکھی، اور تمام شمالی ہندوستان اپنے زیرِ نگین لے آیا۔ اس کی سلطنت میں کشمیر، افغانستان، سندھ اور گجرات شامل تھے۔ اس نے انتظامِ سلطنت میں نمایاں کامیابی حاصل کی، وہ نہایت ذہین اور ذکی الطبع انسان تھا، ناخواندہ ہونے کے باوجود اس نے جو تجربات کیے اور جو اصلاحات نافذ کیں وہ پڑھے لکھوں کے لیے بھی قابلِ رشک ہیں۔

❶ شروع میں وہ مذہب اسلام کا بڑا پابند تھا، علماء کی قدر کرتا، اور بزرگانِ دین سے عقیدت رکھتا تھا۔ بعد میں شیخ مبارک ناگوری اور اس کے لڑکوں فیضی اور ابوالفضل کے اثر سے نہ صرف آزاد خیال ہو گیا، بلکہ اس نے "دینِ الٰہی" کے نام سے ایک دین بھی رائج کیا تھا۔ جس کو نہ اس کی زندگی میں مقبولیت حاصل ہوئی اور نہ وہ اس کے انتقال کے بعد جاری رہ سکا۔ بلکہ حضرت مجدد الف ثانی کی کوشش سے خود بادشاہ نے لوگوں کو اختیار دے دیا تھا کہ خواہ وہ دینِ اسلام پر رہیں یا بادشاہ کے اختراعی طریقے میں شامل ہو جائیں۔

❷ اکبر نے ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی، اور ملا عبدالقادر کی تاریخ ۱۰۰۴ھ پر ختم ہو جاتی ہے۔ جب کہ ابوالفضل کی موت ۱۰۱۱ھ میں واقع ہوئی۔ اور اکبر کے مرنے سے اس کی آئین اکبری اور اکبرنامہ ختم ہو گئے۔ اس لیے اکبر کے مذہبی خیالات کے تغیرات کا ذکر آخر کے دس سال (۱۰۰۴ھ تا ۱۰۱۴ھ) میں کسی مورخ نے نہیں لکھا۔

❸ بعض شواہد سے پتا چلتا ہے کہ آخر عمر میں اکبر اپنے غلط عقائد سے تائب ہو کر پھر ایک سچا مسلمان بن گیا تھا۔ میجر پرائس نے تزکِ جہانگیری کے اردو ترجمہ میں لکھا ہے کہ شہنشاہ اکبر نے سب سے بڑے مولوی کے ہاتھ پر توبہ کی، اور کلمہ پڑھ کر حقیقی مسلمانوں کی طرح اس دنیا سے رخصت ہوا۔ — اکبر کے دینِ الٰہی میں

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہندو مسلم اتحاد اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے جذبہ کو فروغ دینے کی کوشش کی گئی تھی۔

❷ اکبر کے بعد اس کا بیٹا جہانگیر بادشاہ ہوا، وہ اپنے باپ اکبر بادشاہ کی طرح مرید کیا کرتا تھا۔ اور اس کی تلقین یہ ہوتی تھی کہ

① کسی مذہب کی دشمنی سے اپنے وقت کو گندا مت کرو،

② تمام مذاہب والوں کے ساتھ صُلحِ کُل کا طریقہ ملحوظ رکھو،

③ کسی جاندار کو اپنے ہاتھ سے مت مارو،

④ اس کا عقیدہ تھا کہ آگ خدا کا نور ہے۔

⑤ ہفتہ میں دو روز ذبح کی ممانعت کی۔

⑥ اس کے نزدیک شراب نوشی اچھی نہیں، مگر جس قدر مفید ہو، اس میں مضائقہ نہیں ـــــ اور کہا کہ اتنی شراب پینا جو عقل کو زائل کردے عقلاء نے جائز نہیں رکھی۔ شراب نوشی سے نفع اور اور فائدہ پیشِ نظر رہنا چاہیے۔

⑦ جہانگیر بادشاہ کی محبوبہ بیوی نورجہاں بیگم جس کے ہاتھ میں بادشاہ نے سلطنت کی باگ دے رکھی تھی نہایت غالی شیعہ تھی۔

⑧ جہانگیر ناؤنوش میں مست رہنے لگا، اور مسندِ شاہی پر نورجہاں کا قبضہ ہو گیا۔ بلکہ نورجہاں بیگم کا باپ دیوان کُل اور بھائی آصف خاں وکیلِ مُطلق کے عہدوں پر براجمان ہو گئے۔

⑨ جب بادشاہ اور ارکانِ سلطنت پر شیعیت کا تسلّط ہو چکا تو ظاہر ہے اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ کے طبعی اصول کے تحت عوام میں بھی رفض و شیعیت کا اثر ہو گیا۔ چنانچہ:

⑩ تعزیہ داری، سوز خوانی، ماتم و سینہ کوبی سُنیوں میں بھی رائج ہو چکی تھی۔

⑪ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیتِ مطلقہ کا عقیدہ اور خلافت و مشاجرتِ صحابہؓ کے سلسلہ میں خلفائے ثلاثہ اور امیر معاویہ وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین سے بغض و عداوت اور لعن طعن کے اثرات اور اس قسم کے دوسرے شیعی مبادیات بھی وبائے عام کی طرح سُنیوں میں کافی پھیل چکے تھے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تبصرہ بادشاہوں کی اس زبوں حالی پر بطور تنبیہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا کہ:
بادشاہ کی نسبت جہان کے ساتھ ایسی ہے جیسے دل کی نسبت بدن کے ساتھ کہ اگر دل اچھا ہے تو بدن بھی اچھا ہے' اور اگر دل بگڑ جائے تو بدن بھی بگڑ جاتا ہے۔ اسی طرح جہان کی بہتری بادشاہ کی بہتری پر منحصر ہے' اور اس کے بگڑ جانے سے جہان کا بگڑ جانا وابستہ ہے۔
رسمی مسلمانوں کے ذہنوں میں وہی عقائد اور توہمات پختہ ہو گئے۔ اور بادشاہوں کے علاوہ ہندو علماء، جوگیوں، سادھوؤں، شیعہ مبلغین، شکم پرست بدعقیدہ مولویوں اور نام نہاد پیروں نے بھی قرآنی تعلیمات اور اہل حق علماء اور سچے پیروں کی مخالفت کرتے ہوئے رسمی مسلمانوں کے عقائد کو مزید خراب کر کے انھیں کفر و شرک کی وادی میں دھکیل دیا۔

فائدہ ہندو مذہب کی آمیزش کمزور ذہن مسلمانوں کو یہاں تک لے آئی کہ ان کے لیے جوگی اور صوفی میں ـــ مالوی اور مولوی میں ـــ برہمن اور امام میں فرق کرنا مشکل ہو گیا۔ کتنے عالم ایسے اٹھے ہوں گے جو در حقیقت ہندو تھے۔ اور کتنے صوفی ایسے ابھرے ہوں گے جو اندر سے جوگی ہوں گے۔ (مطالعہ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۱۰۶)

۱۳ رنجیت سنگھ (والئ پنجاب) کے عہد میں اس علاقہ کے مسلمانوں کی مذہبی حالت پر روشنی ڈالتے ہوئے مرزا حیرت نے لکھا ہے کہ:

1. مسلمان کامل طور پر بت پرست بن گئے تھے۔ یہاں تک کہ:
2. پیروں اور شہیدوں کی نماز ہونے لگی تھی۔
3. پیر غیب کے نام پر زور شور سے روزے رکھے جاتے تھے۔
4. شیخ فرید کو مشکل کشا اور بہت کچھ تسلیم کیا جاتا تھا۔
5. کہیں شیخ احمد کو اپنا نجات دہندہ سمجھا جاتا تھا۔
6. کوئی گھر ایسا مشکل سے ہوگا جس میں کسی پیر شہید کی کوئی قبر نہ ہو' اور اس پر برملا بکرے نہ ہوتے ہوں۔

فائدہ اس صنم کدۂ ہند میں عام جاہل مسلمان کافروں کے دیوتاؤں کی دہائی دیتے تھے' ان کے آگے صحت و تندرستی کے لیے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگتے تھے۔ ان کی عورتیں ہندوؤں

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کی دہمی دیویوں کی پوجا کرتی تھیں۔ ستیلا مائی کی منت مانتی تھیں۔ اللہ کے باغیوں، رسول کے دشمنوں کے تہواروں کو اپنی اسلامی عیدوں کی طرح منایا جاتا تھا۔ مسلمان خواتین بیبیوں اور دیویوں کے نام سے روزے رکھتی تھیں، قبروں پر بکرے چڑھائے جاتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ محض رسمی مسلمان تھے۔ نیز روافض اور باطنیوں نے دعوت اسلام کے نام پر ان رسمی مسلمانوں کو کلی طور پر مندروں میں جا کر اپنے آبائی معبودوں کی پوجا اور سیوا سے باز رکھنے میں ناکامی کے بعد ان کے آبائی دیوی دیوتاؤں کے بدلے انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات بعد الممات کے متعلق اپنے مشہور عقیدۂ بد کے سہارے رسمی مسلمانوں کو قبر پرستی جیسے شرک اکبر میں مبتلا کر کے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کی۔

فائدہ جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے، ان میں جو "کمزور ذہن" تھے انھیں اپنی پہلی روایات سے کچھ نہ کچھ لگاؤ باقی رہا، اور وہ اسلام اور اپنی تہذیبی روایات میں تطبیق کی راہیں تلاش کرنے لگے اور بات یہاں تک پہنچی کہ ـــــــ "کمزور ذہن مسلمان" اپنے پاس کی جاہلی رسوم کو کچھ ترمیم کے ساتھ اسلام میں لانے لگے اور ان کے حلقے میں دین ایک نئی شکل اختیار کرنے لگا۔ (مطالعۂ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۹۸)

رسمی مسلمانوں میں قبر پرستی

۱ ہندوستانی مسلمانوں نے ہندو تہذیب، مذہب، تصورات، اور اسلامی عقائد میں اس لیے ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کی کیونکہ ان میں سے بیشتر ہندو مذہب ترک کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ ان کے لیے اسلام کے نازک مسائل کا سمجھنا بڑا مشکل تھا۔ مزید برآں اس کے برعکس وہ لوگ اپنے قدیم وراثتی مذہبی عقائد سے اس قدر وابستہ تھے کہ ان کو یک قلم ترک کرنا بھی پسند نہ کرتے ہوں گے۔ اس لیے انھوں نے دونوں مذاہب کے بعض ظاہری اصولوں کو اپنا لیا اور کچھ کو ترک کر دیا۔ اور اس طرح انھوں نے ایک تیسرا راستہ اختیار کیا، جو نہ تو خالصتاً اسلامی تھا، اور نہ ہی خالص ہندو۔ بلکہ "ہندوستانی" تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۰۷)

۲ ابتداء میں ان مشرکہ عقائد کا ظہور قدرتی طور پر ہوا، اور ان عقائد کا آغاز ناواقف

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سندھ میں ہوا کیونکہ شمالی ہندوستان میں سب سے پہلے یہ صوبہ مسلمانوں کے زیر نگیں آیا تھا۔ اور اسلامی حکومت کا پرچم یہاں لہرایا تھا۔ اور اسلام سے متاثر ہوا تھا۔ اسلام کے وہاں پہنچنے سے پہلے اس صوبے میں بعض ایسے فرقے پائے جاتے تھے جو سندھ ندی کی پرستش کرتے تھے۔ ہندوؤں نے سندھ ندی کو "اندررولال" کا روپ دیا تھا۔ اور اس کی پرستش کرتے تھے۔ بعد میں اس فرقے نے جو دریا پنتھی کہلاتے تھے سندھ ندی کو اوتار کے روپ میں منتقل کردیا۔ سندھ میں مسلمانوں کے اقتدار کے بعد "اندررولال" کو "خضر" علیہ السلام کے مشابہ تسلیم کرلیا گیا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۳۵۸)

فائدہ انیسویں صدی کے اواخر تک پٹیالہ کے جاٹ خضر کے نام سے سندھ ندی کی پرستش کرتے ہوئے دیکھے گئے' اور اس کو "زندہ پیر" کا نام دے رکھا تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۳۵۸)

۳ سندھ میں ایک دوسرے بزرگ "پیر جھیروں" نام سے موسوم تھے۔ جن کے ہندو اور مسلمان دونوں معتقد تھے۔ اور ان کی پرستش کرتے تھے۔ یہ جنگلوں کے والی کہے جاتے تھے۔ غالباً ان کا سلسلۂ نسب جنگلوں کے قدیم دیوتاؤں تک پہنچتا ہے۔

۴ اور ایک دوسرے معبود "گوگا پیر" تھے۔ ان کا بھی جنگلوں کے دیوتاؤں میں شمار ہوتا تھا' اور ہندو مسلمان دونوں ان کی پوجا کرتے تھے۔ اور ان کا اسلامی نام "ظاہر پیر" تھا۔ وہ سانپوں کے بادشاہ کہلاتے تھے۔

۵ "پنج پیر" پانچ بزرگوں کا ایک گروہ تھا۔ جن کو ہر علاقے میں مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا تھا۔ ان کی پوجا ادنیٰ درجے کے ہندو مسلم دونوں کرتے تھے۔ اور بالخصوص گوتیے۔ ابتداء میں غالباً یہ بزرگ پنجاب کی پانچ ندیوں کے رُوپ (اوتار) تھے۔ حالانکہ ان کی پرستش سارے شمالی ہندوستان میں پنجاب سے بنگال تک مروج تھی۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۳۵۹)

فائدہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں یگانگی اور اتحاد پیدا کرنے میں مسلم صوفیوں اور ہندو سادھوؤں نے بہت اہم کردار ادا کیا۔ ہندوستان میں فاتح قوم کی حیثیت سے مسلمانوں کے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

داخل ہونے سے قبل مسلم صوفیاء اس سرزمین میں آ چکے تھے۔ غلام خاندان کے دور حکومت میں سارے شمالی ہندوستان میں چشتی سلسلے کے صوفیاء کرام کی خانقاہیں تعمیر ہو چکی تھیں۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۱۹)

❶ ان میں شیخ علی ہجویریؒ (ولادت ۱۰۰۹ء وفات ۱۰۷۲ء) کا نام قابل ذکر ہے۔ انھوں نے لاہور میں سکونت کی اور پسندیدہ کردار سے اس نواح کے غیر مسلموں کو بہت متاثر کیا۔

❷ خواجہ معین الدین چشتیؒ (ولادت ۱۱۳۹ء وفات ۱۲۳۵ء) نے (پرتھوی راج چوہان کے عہد میں) اجمیر میں جا کر بود و باش اختیار کی۔
آپ شیخ عثمان ہارونیؒ کے مرید تھے۔

❸ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے دہلی کو اپنا مرکز بنایا۔

❹ بابا فرید گنج شکرؒ نے اجودھن میں سکونت اختیار کی۔ ان کی خانقاہ میں ہندو عوام اور خاص طور پر ہندو جوگی بڑی عقیدت سے حاضر ہوتے تھے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۱۹، ۲۰)

❺ شیخ جلال الدین تبریزیؒ جو شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید تھے، بنگال کے علاقہ میں پہنچے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۷۹)

❻ سید جلال الدین بخاریؒ نے اوچھ میں سکونت اختیار کر کے تبلیغ اسلام کا کام کیا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۷۹)

❼ ان کے علاوہ بہاءالدین ذکریا ملتانیؒ ــــ شیخ نظام الدین اولیاءؒ، جلال الدین سرخ پوشؒ، محمد غوثؒ، اور سید شاہ میرؒ کے نام گرامی قابل ذکر ہیں۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۷۹)

فائدہ ان بزرگان دین اور صوفیائے کرام نے ہندوستان کے کونے کونے میں رات دن کی انتھک محنت سے اسلامی عقائد کی تبلیغ کی اور نو مسلم ہندوستانیوں کو ان کے آبائی مذہب سے نفرت دلانے کی کوشش کی، لوگوں کو نماز، روزہ، اور دیگر شرعی احکام کی تعلیم و تربیت کا اہتمام

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کیا۔ چونکہ اللہ اللہ زبان پر اتنا آسان ہے لیکن رام رام جاتے ہی جاتا ہے۔ اس پر کچھ وقت لگتا ہے۔ اور محنت درکار ہوتی ہے۔ جو لوگ وہم پرست تھے اور ذہناً کمزور تھے وہ اسلام اور ہندوازم میں تطبیق کی راہیں تلاش کرنے لگ گئے۔ اور بات یہاں تک پہنچی کہ ہندوستان کے کمزور ذہن مسلمان ہندوؤں کی رسوم و توہمات میں اس حد تک گھر گئے کہ اسلام میں شرک و بدعت کے دخل سے کئی نئی راہیں کھل گئیں۔ (مطالعۂ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۱۰۲)

۶ ہندوستان کا شاید ہی کوئی ایسا شہر، قصبہ اور گاؤں ہوگا۔ جہاں کسی نہ کسی بزرگ کی یادگار یا مزار نہ ہو۔

❶ ان بزرگوں کو بالعموم مخدوم صاحب کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

❷ اور اس ولایت کا والی سمجھا جاتا تھا۔

❸ اور بعض لوگ اس قصبے کی آبادی ان کے قدموں کی برکت کے باعث سمجھتے تھے۔

❹ اور (ان عقائدِ بد کی تائید میں دلیل کے طور پر) ان کی "کرامتوں" اور "معجزوں" کے دفتر محفلوں اور مجلسوں میں بیان کیے جاتے تھے۔

(ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷۸)

۷ مزارات پر زائرین کا طرزِ عمل ہندوؤں کے اثر کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح وہ لوگ دیویوں اور دیوتاؤں سے اپنی حاجتوں کی بار آوری کے متمنی ہوتے ہیں، مندروں پر جاکر چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ اسی طرح مسلمان زائرین بھی مزاروں پر جاکر نذریں چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں۔ فاتحہ اور نذر کے کھانے مخصوص قسم کے ہوتے ہیں، اور کچھ مخصوص لوگوں کو ہی یہ کھانا کھلایا جاتا ہے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷۸)

فائدہ حضرت مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید فرماتے ہیں: پس اس طعام کے ادب کا حاصل ہندوؤں کے ساتھ مشابہت پیدا کرلینے کے بغیر اور کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ اکثر اوقات وہ دانوں، غلوں، اور طعام کے اجناس کی پرستش کرتے ہیں اور کھانے والوں کے لیے قید لگاتی یعنی ایک کو کھانے سے منع کرتے ہیں اور دوسرے کو اس کی اجازت دیتے ہیں۔

(ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷۸)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۸ جس طرح ہندو لوگ اپنے بت کدوں میں تجمل اور پاکیزگی کا بے حد خیال رکھتے ہیں اور برہنہ پا اُن میں داخل ہوتے ہیں۔ بعینہ زرتشتی لوگ اپنے آتش کدوں کے لیے یہی رعایت کرتے ہیں۔ یہی حال ہندوستانی مسلمانوں کا ہے۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۲۳۷)

- ❶ جب وہ لوگ مزاروں کے نزدیک جاتے ہیں تو بہت دُور سے ہی جوتے اتار لیتے ہیں' اور مزار کے قریب ننگے پاؤں جاتے ہیں۔
- ❷ ہندوؤں کے مندروں کی طرح مزاروں کے دروازے بہت چھوٹے اور تنگ ہوتے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص اندر داخل ہونا چاہے تو سر جھکا کر اسے اندر داخل ہونا پڑتا ہے جیسا کہ ہندو مندروں میں داخل ہوتے ہوئے کرتے ہیں۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۳۷)
- ❸ رقص و وجد' جو چشتی سلسلہ کے بزرگوں میں رائج ہے انھوں نے بیراگیوں سے سیکھا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ بھی اکثر بتوں کے سامنے رقص کرتے ہیں۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۳۶)

۹ نذر و نیاز کی رسم اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ کھانے اور دوسری چیزوں سے گزر کر جانوروں کی نذر چڑھانے لگے تھے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷۸)

۱۰ عورتوں میں بالخصوص اور مردوں میں بالعموم گور پرستی کا عام رواج تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷۸)

فائدہ سلطان فیروز شاہ تغلق نے گور پرستی کے تدارک کی پوری کوششیں کیں۔ اور حکم شاہی عورتوں کا مزاروں پر جانا بند کروا دیا تھا۔ مگر سلطان بذات خود بزرگوں کے مزاروں پر حاضری دیا کرتا تھا۔ اور ان سے استمداد کی درخواست کرتا تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷۸)

۱۱ عوام میں قبر پرستی کی وبا اس بری طرح پھیل چکی تھی کہ انھیں بزرگوں اور غیر بزرگوں کی تمیز تک نہ رہی تھی۔ سلطان علاؤالدین خلجی ایک جاہل مطلق سلطان تھا۔ جمعہ کی نماز تک ادا نہ کرتا تھا' پھر بھی لوگ اس کی وفات کے بعد اسے ولی اللہ سمجھنے لگے اور اس کی قبر پر

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

منتوں کے ڈورے باندھنے لگے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۰۷)

۱۲ اس بارے میں حمید قلندر کا بیان بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی کی موجودگی میں گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک شخص نے کہا کہ لوگ اس کی قبر پر زیارت کو جاتے ہیں اور اپنی مراد کے دھاگے باندھتے ہیں۔ اور ان کی حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ بندہ کو اس موقع پر ایک قصہ یاد آیا' وہ بیان کیا۔ انہی دنوں میں بندہ سلطان علاؤالدین خلجی کے مزار کی زیارت کو گیا ہوا تھا۔ نماز کے بعد زیارت کی' اور وہاں پہنچا جہاں لوگ قلادہ باندھتے ہیں۔ اگرچہ میری کوئی حاجت نہ تھی لیکن میں نے اپنے دستارچہ میں سے ایک ڈ۔ کھینچا اور وہاں باندھ دیا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ شخص پکارتا ہے کہ وہ کون ہے جو سلطان علاؤالدین کی قبر پر قلادہ باندھ گیا ہے۔ اس کے چند بار پکارنے پر میں آگے بڑھا اور کہا کہ میں نے باندھا ہے۔ کہا: تیری کیا حاجت ہے' بیان کر۔ میں نے کہا: میری کوئی حاجت نہیں۔ کیا بیان کروں۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷۹)

بھگتی تحریک

چودھویں اور پندرھویں صدی میں جب تصوف نومسلموں اور نیم مسلمانوں میں' جنھوں نے پوری طرح اسلام قبول نہیں کیا تھا' داخل ہوا تو ہندوؤں میں تبدیلی مذہب کی روک تھام کے لیے اور صوفیوں کے اثرات کے خلاف بھگتی تحریک کا ظہور ہوا۔ اس زمانے میں غیر متشرع کئی فرقے وجود میں آگئے۔ اور وہ فرقے عوام کو اپنی طرف رجوع کرنے میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہوئے حالانکہ ان کا دائرۂ اثر اور عقیدت مندوں کی تعداد بہت ہی محدود تھی۔ ان فرقوں نے تانترک افعال میں سے اور ہندو مذہب میں ادنیٰ درجے کے مروجہ توہمات کو اپنا لیا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۵۳)

وشنو تحریک

وشنو تحریک کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے شیخ محمد اکرام نے لکھا ہے:

"اس تحریک کا مقصد کبیر مت' یا ابتدائی سکھ مذہب کی طرح ہنود اور مسلمانوں کو ملانا نہ تھا' بلکہ نہ صرف بنگال میں اشاعتِ اسلام رک گئی' بلکہ بعض مسلمانوں نے وشنو دھرم اختیار

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کرلیا۔ اور عامۃ المسلمین اور وسطی اور شمالی بنگال کے ان پڑھ اور نادار مسلمانوں کے عقائد اور تصورات میں ہندو طریقے داخل ہوگئے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۵۲)

شطاری سلسلہ

سولہویں صدی میں ہندوستان میں چودہ صوفی سلسلے مروج تھے، جن میں سے ایک شطاری سلسلہ بھی تھا۔

1. شطاری سلسلہ ایک منفرد سلسلہ ہے جس نے بالواسطہ یوگ سے اور ممکن ہے ہندو تصوف کے دوسرے طریقوں سے ہندوستانی عناصر اخذ کیے تھے۔
2. یہ سلسلہ غالباً اپنے مخرج کے لحاظ سے بسطامی سلسلے سے جاملتا تھا۔
3. شطاری سلسلے کے پیرو جوگیوں کی طرح جنگلوں اور غاروں میں رہتے تھے
4. اور بہت کم خور ہوتے تھے۔
5. پھل اور پتوں پر گزر کرتے تھے۔
6. اور ریاضت شاقہ اور سخت روحانی اعمال پر عمل پیرا تھے۔
7. شطاری سلسلے میں "ذکر" کے شغل کے لیے تنہائی اور رہبانیت لازمی تھی۔
8. "ذکر" کلمہ سے شروع ہوتا تھا لیکن "ذکر" عربی، فارسی یا ہندی کسی بھی زبان میں کیا جاسکتا تھا۔
9. "ذکر" کے کچھ فقرے ایسے ہیں جن کو پڑھنے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالواسطہ ہندو تصوف سے اخذ کیے گئے تھے۔
10. اس سلسلے کے جسمانی اشغال میں بالخصوص یوگیوں کے "آسن" اور "سمادھ" شامل تھے۔
11. علماء کی مخالفت سے بچنے کے لیے شطاری صوفیوں کو اپنے متصوفانہ اعمال و اشغال کو پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا گیا تھا۔
12. گوالیار کے علاقے میں اس سلسلے کا کچھ رواج ہوا تھا۔
13. چوں کہ اس سلسلے کے مشہور و معروف پیشوا محمد غوث کا یہ وطن تھا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

⑧ اپنی جوانی میں اکبر بادشاہ ان کا بڑا احترام کیا کرتا تھا۔

⑨ محمد غوث ہندو سنیاسیوں اور صوفی سنتوں کا بڑا احترام کیا کرتے تھے۔

⑩ ان کی تصنیف 'بحرالحیات' وہ واحد رسالہ ہے جو کسی ہندوستانی مسلمان نے یوگیوں کے افعال و اشغال کے بارے میں مرتب کیا تھا۔

⑪ اکبر کے شیخ الاسلام شیخ گدائی کی مخالفت کی بنا پر ان کو دربار سے سبکدوش ہونا پڑا تھا' اور دوبارہ راہبانہ زندگی اختیار کرنی پڑی تھی۔

⑫ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پندرھویں صدی کے ہندوستان کے صوفیوں نے ابن العربی کے وحدت الوجود کے اصول اور ویدانت کے اصولوں میں مشابہت محسوس کرنا شروع کر دیا تھا' لیکن:

⑬ سولھویں اور سترھویں صدی میں اکبر بادشاہ اور اس کے جانشینوں کی سرپرستی میں ہندو تصوف کی کتابوں کا سنسکرت سے فارسی میں ترجموں کے باوجود شطاری سلسلے کے علاوہ کسی دوسرے سلسلے میں ہندو تصوف کے عقائد سے دلچسپی کا پتا نہیں چلتا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۳۵۳۔۳۵۵)

مغلیہ دَور میں قبر پرستی کی سرپرستی

۱ دورِ مغلیہ میں گور پرستی کے عقیدے کو بڑی تقویت ملی۔ کیونکہ شاہانِ مغلیہ بزرگانِ دین سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ شیخ سلیم چشتی کی دعاؤں کی برکت سے اکبر بادشاہ کے حرم میں لڑکا تو ضرور پیدا ہو گیا لیکن عوام پر اس کا اثر بہت زیادہ ہوا۔ اور لوگوں کو اس بات کا پوری طرح سے یقین ہو گیا کہ:

① ان بزرگوں کی برکت سے اولاد بھی ہو سکتی ہے۔ حتیٰ کہ:

② دنیا کا ہر ایک کام ہو سکتا ہے۔

③ اور صرف اس دنیا ہی میں نہیں بلکہ وفات کے بعد بھی ان کی کرامات اپنا اثر رکھتی ہیں۔

(ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷۹)

فائدہ خزانۂ تصوف صفحہ ۳۵۵ میں مولانا ظہور الحسن نے اس دعا کی کیفیت بیان کی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہے جو اکبر بادشاہ کی التجا پر حضرت شیخ سلیم چشتی نے کی تھی کہ:

❶ مغل بادشاہ اکبر کے ہاں اولاد نہ تھی، وہ حضرت شیخ سلیم چشتی کے ہاں حاضر ہوا۔ آپ نے لوح محفوظ پر نگاہ کی اور کہا: "افسوس کہ تیری تقدیر میں بیٹا نہیں ہے"۔

❷ اکبر نے یہ سُن کر کہا کہ: "اسی لیے تو آپ سے عرض کیا ہے کہ آپ دعا کیجیے"۔

❸ اس پر آپ نے مراقبہ کیا، اور فرمایا:
"اس ملک میں راجپوتوں کی حکومت بہت عرصے تک رہے گی ـــ اچھا ـــ کل بادشاہ بیگم کو میری بیوی کے پاس بھیج دینا"۔

❹ دوسرے دن جب بادشاہ بیگم (اکبر کی بیوی) آپ کے ہاں آئی تو آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ کو رانی کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھنے کا حکم دیا۔

❺ جب آپ کی اہلیہ محترمہ رانی کی پشت سے پشت ملا کر بیٹھیں تو آپ نے اپنی چادر دونوں پر ڈال دی۔

❻ پھر اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ: "اپنا ہونے والا فرزند رانی کو دے دو"۔

❼ جب بادشاہ بیگم کے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے کا نام آپ نے اپنے نام پر سلیم رکھا۔

فائدہ: حضرت شیخ سلیم چشتی کا بیٹا ان کی بیوی کے پیٹ سے بادشاہ اکبر کی بیوی تک کیسے منتقل ہوا؟۔ اس کے بارے میں باہر کا کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ دونوں پر حضرت پیر صاحب کی چادر پڑی تھی۔ اور اندر ہی اندر یہ عظیم کارروائی تقدیر خداوندی کے خلاف ہو رہی تھی۔ ہم حیران ہیں کہ اکبر اس پر کیسے خوش تھا؟۔ اور یہ بیٹا اکبر کا بیٹا کیسے شمار ہوا۔ فیا للعجب

(مطالعۂ بریلویت جلد ۲ صفحہ ۲۵۹)

معین الدین اجمیری کی قبر پر اکبر کی برہنہ پا حاضری

اکبر بادشاہ جوشِ عقیدت میں برہنہ پا و پاپیادہ خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر زیارت کے لیے آگرے سے اجمیر گیا۔ امیروں اور عوام نے بھی اس کی تقلید میں یہ عمل شروع کر دیا تھا۔ انھوں نے یہ سوچا ہوگا کہ جب ہندوستان کا بادشاہ اس انکساری اور عاجزی سے ان کے دربار میں سربسجود ہوتا تھا جس کے دربار میں دُنیا کے لوگ سربسجود ہوتے تھے تو ان کا کیا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مرتبہ ہوگا۔ نتیجۃً اس کا علم چرچا ہوگیا۔ ۔۔۔ اکبر کے بعد اس کا بیٹا جہانگیر بھی بزرگوں کے مزاروں پر حاضری دیا کرتا تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷۹، ۲۸۰)

تبصرہ صاحبزادہ افتخار الحسن زیدی نے لکھا ہے کہ: اکبر نے تو ہندوستان میں ایک نئے دین اکبری کی بنیاد رکھ کر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش شروع کردی تھی۔ یہاں تک کہ پھر سورج کی پرستش ہونے لگی تھی۔ اور دوسری کئی رسومات کا خزانہ جاری ہونے کے ساتھ ساتھ اکبر کو سجدہ بھی ہونے لگا تھا۔ اور اگر اس نازک دور میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مقدس ہستی فقر و درویشی کے لباس میں دین و ایمان کی قوت لے کر نہ اٹھتے تو بہت ممکن تھا کہ اولیاء اللہ کی سالہاسال کی تبلیغ دین و اسلام کی محنت خاک میں مل جاتی اور ہندوستان کے وہ لوگ جو ان فقیروں کے فیض روحانیت سے حلقہ بگوش اسلام ہوچکے تھے، پھر مرتد ہوجاتے۔ (مقامات اولیاء صفحہ ۱۲)

تبصرہ انھوں نے فخر کے ساتھ لکھا ہے کہ: یہ تو ٹھیک ہے کہ ہمارے مسلمان بادشاہ شراب بھی پیتے تھے، رقص و سرود کی محفلیں بھی لگاتے تھے، ان میں شہنشاہی ٹھاٹھ باٹھ بھی تھی اور تخت و تاج کی شان و شوکت بھی مگر ان میں دو صفات ایسی تھیں جن کی بنا پر ہوسکتا ہے کہ قیامت کے دن ان کی نجات ہوجائے۔

❶ ایک تو وہ عادل اور منصف تھے۔ اور

❷ دوسرے یہ کہ وہ شرابی، ربابی، اور کبابی تو تھے مگر وہابی نہیں تھے۔

(مقاماتِ اولیاء صفحہ ۱۳)

داراشکوہ کی ولادت

شاہ جہاں اپنی دینداری اور دین پروری اور مذہبی جوش میں اکبر اور جہانگیر سے کہیں زیادہ راسخ تھا، لیکن یہ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی جب لگاتار کئی لڑکیاں اس کے حرم میں پیدا ہوئیں اور لڑکے کی ولادت کی امید نہ رہی تو اولادِ نرینہ کی خواہش نے اسے اس بات پر مجبور کردیا کہ وہ کسی بزرگ کے مزار پر جاکر اپنی دلی مراد کی تکمیل کی درخواست کرے۔ چنانچہ شاہ جہاں خواجہ معین الدین چشتی کے مزار پر حاضر ہوا، خراج عقیدت پیش کرنے کے بعد اس

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

نے اپنی حاجت پیش کی۔ اس دعا کا نتیجہ **داراشکوہ کی ولادت** کی صورت میں ظاہر ہوا۔
(ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۸۰)

تنبیہ ان واقعات سے عوام الناس کا متاثر ہونا ایک ناگزیر امر تھا۔ اس بنا پر انھوں نے مزارات کو حاجت روائی کا ایک واحد اور قوی ذریعہ بنالیا' اور اس معاملے میں حاکم و محکوم' امیر و غریب' عوام و خواص میں کوئی بیّن تفاوت نہ رہا۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۲۸۰)

عوام پر بادشاہوں کے افعال کا اثر

۱ اگر اکبر بادشاہ سے ایسے افعال و اعمال ظہور میں نہ آتے تو شاید لوگوں میں اتنا گہرا اثر نہ پڑتا۔ کیونکہ اس کے مذہبی عقائد نے خواص و عوام دونوں کو اس کی طرف سے مشکوک کر دیا تھا۔ اور غالباً خواص اس کی تقلید نہ کرتے۔ لیکن جہانگیر اور شاہ جہان کے' جو حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے زیر اثر حامئ دین و شریعت سمجھے جاتے تھے۔ ان افعال نے عوام و خواص دونوں کو گور پرستی کی طرف رجوع کر دیا۔ جہانگیر اور شاہ جہان سے ایسے افعال کا سرزد ہونا' دیگر وجوہ کے علاوہ شاہی محلات تھے' جہاں ان کی پرورش ہندو ماؤں اور خادماؤں کی گود میں ہوئی تھی۔ اور در و دیوار سے ہندوستانی رسم و رواج اور مذہبی عقائد کی خوشبو ہوا میں دُور دُور تک لوگوں کے دماغوں کو معطر کر رہی تھی۔ اور اسی ماحول میں جہانگیر اور شاہ جہان نے سانس لی تھی۔ ان کی نس نس میں ہندوانہ سماج اور مذہبی عناصر سرایت کر چکے تھے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۸۰)

تنبیہ محترم غازی محمود (دھرم پال) بی اے (لدھیانوی) نے ہندوؤں کے نمائندہ اخبار روزنامہ "کیسری" لاہور میں ۹ اپریل ۱۹۲۳ء کو چھپنے والے راولپنڈی کے ایک ہندو وشیشور شرما ایم اے کے مضمون کا ذکر کیا ہے جس میں الزام لگایا گیا ہے کہ: "اکبر' جہانگیر' اور داراشکوہ وہ ہستیاں تھیں جو کہ مسلمانی دھرم سے متنفر ہو چکی تھیں"۔ (کفر توڑ صفحہ ۴)

۲ اورنگ زیب کی دینی تعلیم بڑے اعلیٰ پیمانے پر ہوئی تھی۔ سن بلوغت ہی سے مذہب کی طرف اس کا رجحان تھا۔ اور عام طور پر قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے افعال کے ڈھالنے کی کوشش کرتا تھا۔ ساتھ ساتھ اکبر' جہانگیر' اور بعدہٗ داراشکوہ کے مذہبی عقائد کے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

خلاف جو ارتداد کی تحریک چل رہی تھی اس نے بھی اورنگ زیب کو متاثر کر رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ خواجہ محمد معصومؒ بن شیخ احمد سرہندیؒ کا مرید بھی تھا۔ تخت نشینی کے بعد اس نے مسلمانوں کے مذہبی عقائد اور اخلاق کو درست کرنے کا پختہ عزم کیا، اور "فتاویٰ عالمگیری" کی تدوین کرا کر اخلاق اور سماجی نظام کو شرعی صورت دینے کی کوشش کی۔ لیکن اس کی وفات کے بعد اس کے نااہل اور عیش پرست جانشینوں کے عہد میں وہ ساری کوششیں خاک میں مل گئیں۔ اور وہ نظام منہدم ہونے لگا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۸۱)

۳ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں مسلمانان ہند کی اخلاقی اور مذہبی حالت کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے: اٹھارویں اور انیسویں صدی میں مسلمانان ہند کی مذہبی اور اخلاقی حالت انتہائی زبوں تھی، فکر و عمل، اخلاق و عادات، کردار و اطوار سب پر انحطاط کا رنگ چھایا ہوا تھا ــــ اخلاقی قدروں کی گرفت ڈھیلی پڑ چکی تھی اور سماجی نظام کا ڈھانچہ بگڑ رہا تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۸۲)

۴ ان بادشاہوں کی نظر میں اسلام کے بنیادی اصولوں کی کوئی خاص اہمیت نہیں تھی اور نہ ان میں مذہبی پیشوا بننے کا سلیقہ اور جوش ہی تھا۔ وہ ہندوستانی تہذیب کے دلدادہ ہی نہیں تھے بلکہ ان کے رگ و پے میں ہندوستانی تہذیب کے عناصر سرایت کر چکے تھے۔ ان کو اب اسلامی طرزِ معاشرت اور ہندو مذہب میں کوئی بیّن فرق نظر نہیں آتا تھا۔ مادیت، عیش پرستی، بادہ نوشی، غفلت شعاری اور حرکاتِ ناشائستہ میں ملوث ہونا اور ان میں دلچسپی لینا ان کی زندگی کا واحد مقصد بن کر رہ گیا تھا۔

۵ اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں گور پرستی اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ

1. شاید ہی کوئی ایسا مزار ہوگا جہاں حاجت مندوں کا جم غفیر جمع نہ ہوتا ہو، اور منتیں نہ مانی جاتی ہوں۔
2. زیارتِ قبور کو درجۂ حج دے دیا گیا۔
3. اور ان کو سجدہ گاہ بنا لیا گیا۔
4. مسجدیں ویران تھیں، مگر مزارات آباد تھے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۵ ہر سال عرس کے میلے لگتے تھے۔

۶ نزدیک اور دور سے زائرین کے ریلے آتے تھے۔

تنبیہ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے بعد شیعہ اور باطنی فرقوں کے مبلغین نے فقیری کے بھیس میں نہ صرف ہندو سادھوؤں کے ساتھ مل کر بلکہ امراء اور سلاطین کی خواہش کے مطابق اور ان کی سرپرستی میں ہندو عقائد اور رسم و رواج کو برصغیر پاک و ہند کے مظلوم اور جاہل رسمی مسلمانوں میں پھیلا کر ان کے عقائد کو خراب کیا۔ اگر ہندوستان میں ہندو علماء کے علاوہ باطنیوں اور روافض کے مبلغ پیروں اور ملنگوں کو اپنے عقائدِ باطلہ کی تبلیغ کا موقع نہ دیا جاتا تو اہلِ حق علماء کو تبلیغی کام میں دشواری نہ ہوتی۔

علماءِ حق کی دشواری

جس طرح اسلام سے قبل عربوں میں مظاہر و اصنام پرستی کا عام رواج پایا جاتا تھا' اسی طرح ہندوستان کے باشندے بھی اسی مہلک مرض کا شکار تھے۔ جب علماءِ حق ہندوانہ عقائدِ بد سے متنبہ کر کے اپنا تبلیغی فرض ادا کرتے تو نہ صرف ہندو علماء ہی ان کی مخالفت کرتے' بلکہ مدعیانِ اسلام میں سے اکثر سرکاری مولویوں کے ساتھ ساتھ ملنگوں اور پیروں کے روپ میں رافضی اور باطنی فرقوں کے مبلغین' بلکہ بعض اوقات خود ہندو مبلغین بھی ملنگوں' پیروں اور مولویوں کے روپ میں توہم پرست معاشرے میں بسنے والے ہندی مسلمانوں کے عقائد کو خراب کرنے اور انھیں راہِ راست سے ہٹانے کی بھرپور کوشش کرتے رہے۔ اور الٹا کہتے کہ:

۱ یہ مولوی تو وہابی ہو گئے۔ جو گمراہی میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ کیونکہ

۲ یہ لوگ تو شریعت کے ظاہری احکام پر عمل کرتے ہیں' انھیں طریقت کا کچھ پتا نہیں۔

۳ ان رسمی مسلمانوں کو بتلایا گیا کہ دین میں اصل طریقت ہے' جو شریعت سے الگ چیز ہے۔ جب کہ:

۴ طریقت میں ہندو مسلم اتحاد اور بھائی چارے کا درس دیا گیا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہندو مسلم پیوند کاری

۱ ڈاکٹر تاراچند نے لکھا ہے کہ: اسلام کے اثر سے ہندو قوم میں مبلغوں کا ایک گروہ پیدا ہوا، اور انھوں نے اسی (ہندو مسلم پیوند کاری کے) کام کو اپنا نصب العین بنایا جو (روافض اور باطنی مبلغین) مسلم صوفی (بن کر پہلے سے) کر رہے تھے۔

۲ مہاراشٹر، گجرات، پنجاب، ہندوستان، اور بنگال میں مصلحین نے چودھویں صدی عیسوی سے عمداً ہندوستان کے قدیم مذہب کی کچھ باتوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور کچھ باتوں پر عمل کرنے پر زور دیا۔ اور اس طرح ہندوؤں اور مسلمانوں کے عقائد میں یگانگی پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان مبلغین میں کبیر داس، گرونانک، اور چیتنیہ مہاپربھو کے نام نامی قابلِ ذکر ہیں۔ ـــــ جنھوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان مذہبی ہم آہنگی پیدا کرنے میں بڑی حد تک کامیابی حاصل کی۔ ایک طرف مسلم صوفیائے کرام اور مشائخ اور دوسری طرف ہندو بھگتوں، مبلغین اور مصلحین کی ان تھک کوششوں کا نتیجہ اکبر بادشاہ کے "دینِ الٰہی" کے روپ میں ظہور پذیر ہوا۔ (دیکھیے ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۲،۲۳)

غالباً اس وقت بھی پاک و ہند کے اکثر کلمہ گو اسی دین کے پیروکار ہیں۔ لیکن اپنے عقائد و نظریات کو اولیاء و صوفیائے کرام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ کیونکہ اکبر کا دینِ الٰہی اہلِ حق علماء کی کوششوں سے اچھا خاصہ بدنام ہو چکا تھا۔

۳ ہندو مذہب میں اسلام کے فطری افکار سے مقابلہ کی طاقت نہ تھی، ان کے مذہبی پیشواؤں نے جب دیکھا کہ ہندوستان کے عوام بھاری تعداد میں اس نئے مذہب کو قبول کر رہے ہیں تو انھوں نے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کے آگے بند باندھنے کی وہ چال چلی جو ایسے موقعوں پر بزدل دشمن چلا کرتے ہیں۔ اب یہ لوگ منافقت سے مخالف صفوں میں گھس آئے۔ اور مسلمانوں میں فکری شکوک اور عملی اختلاف پیدا کرنے کی راہیں تلاش کرنے لگے۔

1. بہت سے ہندو جوگی اور پنڈت اسلام کے لباس میں مسلمانوں کی صفوں میں آ گئے۔ اور:
2. سُنّتوں کی بجائے بدعتوں کی محبت راہ پانے لگی۔
3. ہندوستان کے جاہلی خیالات مختلف شکلوں میں پھر سے ابھرنے لگے اور کمزور

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بڑے بڑے (آزاد خیال اور گمراہ) اہلِ علم تھے، اور (ان کے علاوہ) ایسے بھگتی مولویوں کی بھی کمی نہ تھی جو ہر رسم و رواج کو تاویل کا سہارا دے کر ہر چیز کو جائز ثابت کر سکتے ہوں۔

❷ عوام کو خوش کرنے اور اپنے ہاتھ میں رکھنے کی یہ چال ان کے لیے بہت مفید رہی۔
(مطالعۂ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۱۰۹)

۲ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اکبر بادشاہ نہ خود کو مسلمانوں کا نمائندہ سمجھتا تھا اور نہ اسلام کی نشر و اشاعت کو اپنا نصب العین خیال کرتا تھا۔ پہلے وہ ایک بادشاہ اور اس کے بعد ایک مسلمان تھا۔ (اور وہ بھی رسمی) (دیکھیے ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۲)

۳ وہ اپنے ملک کے باشندوں کے مذہبی تفرقہ کا بالکل خاتمہ کرنا چاہتا تھا، اور انھیں ایک ایسے مذہب کا پیروکار بنانا چاہتا تھا جس میں تمام مذاہب کی اچھی اچھی باتیں سمو دی جائیں اور بری باتیں جو مذہبی اختلاف اور نزاع کا باعث ہوتی ہیں دور کر دی جائیں۔ چنانچہ:

۴ اکبر بادشاہ نے ہندوستان پر اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے لیے وحدتُ الادیان کا نظریہ پیش کیا۔ اور اس سلسلہ میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ: ایک ایسا ملک جس میں ایک بادشاہ اور حکمران ہو، یہ بری بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کی رعایا آپس میں منقسم ہو اور ایک دوسرے سے اختلاف رکھتی ہو۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ان سب کو ایک ہی دھاگے میں پرو دیں۔ لیکن اس انداز سے کہ اس میں "وحدت" اور "کثرت" کی خصائص بھی برقرار رہیں، تاکہ ان کو اپنے مذہب کی اچھی باتیں پکڑے رہنے کا فائدہ حاصل رہے اور جو باتیں دوسرے مذاہب میں اچھی ہوں ان کو بھی اپنا لیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہو گی۔ لوگوں کو امن و امان ملے گا، اور ملک کو حفظ و امان حاصل ہو گا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۳، ۲۴)

۵ اکبر بادشاہ امی تھا، مگر اس کی دور بین نگاہ سیاسی بصیرت اور بیدار ذہن نے وقت کے تقاضے کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا، اور مغلیہ سلطنت کی جڑوں کو ہندوستان کی سرزمین میں مضبوط کرنے کی دلی خواہش نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ ان تمام باتوں کو دور کرے جو اس

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مقصد کی تکمیل میں حائل ہو سکتی تھیں۔ اور وہ اس بات کو اچھی طرح سے جانتا تھا کہ اگر مذہبی اختلافات باقی رہے تو اس کی حکومت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ اس لیے اس نے خاص طور پر مذہبی اختلافات کو دور کرنے کی طرف پوری توجہ سے کام لیا۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۲۵)

۶ ہمایوں نے ملک دوبارہ حاصل کیا تھا۔ اس کے بیٹے اکبر پر اس کے گھر سے اثرات تھے۔ اس نے اپنی سلطنت کے استحکام کے لیے ہندوؤں کو زیادہ سے زیادہ اعتماد میں لینا چاہا اور وہ اس درجہ ہندوؤں کے قریب ہو گیا کہ قشقہ لگا کر لوگوں کو درشن دینا مغلیہ دربار کی رسم بن گیا۔ اور حالات یہاں تک بڑھتے گئے کہ اکبر نے اسلام اور ہندو مذہب ملا کر ایک نیا مذہب "دین الٰہی" ترتیب دیا۔ جس میں ہندوستان کے تمام لوگ بلا اعلان آ جا سکتے تھے۔ اسلام کی جو شوکت سلطنت سے قائم تھی، وہ جاتی رہی اور اوپر کی سطح پر اسلام مکمل طور پر ہندوانہ لپیٹ میں آ گیا۔ علماء سوء اکبر کے ساتھ تعاون کرنے لگے اور حق ملتبس ہو کر رہ گیا۔

(مطالعہ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۱۰۳)

فائدہ علاوہ ازیں اکبر بادشاہ کو اپنے دادا بابر بادشاہ کی وصیت بھی یاد تھی، جو اس نے اپنے بیٹے ہمایوں کو کی تھی۔

__بابر کی ہمایوں کو وصیت__

1. تمہیں اپنے دماغ کو مذہبی تعصب سے متاثر نہیں ہونے دینا چاہیے۔ بلا تعصب انصاف کرنا چاہیے اور ساتھ ساتھ ہر ایک طبقہ کے لوگوں کے مذہبی رسم و رواج کا پورا پورا خیال رکھنا چاہیے۔
2. خاص طور پر گئو کشی سے پرہیز کرنا جو تمہیں ہندوستان کے لوگوں پر قبضہ کرنے میں معاون اور مددگار ہوگی۔ اور اس طرح تم اس سرزمین کے لوگوں کو شکر گزاری کے رشتہ سے باندھ دو گے۔
3. تمہیں کسی فرقے کی عبادت گاہوں کو کبھی مسمار اور برباد نہیں کرنا چاہیے۔ اور ہمیشہ انصاف پسند رہنا چاہیے۔ تاکہ بادشاہ اور اس کی رعایا کے درمیان خوشگوار تعلقات رہیں اور جس سے ملک میں اطمینان اور امن و امان کا بول بالا رہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

- اشاعت اسلام کا کام ظلم اور سختی کے بجائے محبت اور عہد و پیمان سے بخوبی چلے گا۔
- اپنی رعایا کی مختلف خصوصیات کا اس طرح خیال رکھو جس طرح ایک سال کے مختلف موسموں کا، تاکہ سیاسی جسم مرض سے بری رہے۔

اے میرے بیٹے! ہندوستان میں مختلف مذہبوں کے لوگ رہتے ہیں اور خدا کا شکر ادا کرو کہ بادشاہوں کے بادشاہ نے اس ملک کی حکومت تمہارے سپرد کی ہے۔

تبصرہ بابر کی انہی نصیحتوں کا نتیجہ تھا کہ: ہمایوں بادشاہ نے رانی کرناوتی کی بھیجی ہوئی راکھی قبول کرلی تھی۔ یہ رشتہ آہستہ آہستہ استوار ہوتا گیا۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۳۶،۳۵)

فائدہ اکبر بادشاہ کے درباری حالات میں ابوالفضل نے ان تمام رسموں، جشنوں، اور تہواروں کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے جن پر دربار میں عمل ہوتا تھا۔ کیونکہ بادشاہ چاہتا تھا کہ اس کی رواداری، وسیع المشربی اور رعایا پروری کا چرچا عام ہو، اور اس کا خوب پروپیگنڈا کیا جائے، تاکہ وہ اپنی ہندو رعیت کی محبت اور وفاداری حاصل کرسکے۔

ہندوؤں کی مذہبی کتب کے تراجم

۱ اکبر بادشاہ نے ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے پڑھنے اور ان کے سمجھنے کے لیے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی اور سنسکرت کی اہم کتابوں، مثلاً: ① اتھروید، ② مہابھارت، ③ راماین وغیرہ کو فارسی زبان میں ترجمہ کرنے کا حکم دیا۔ اس سے مسلمانوں کو ہندو مذہب کی روح کو سمجھنے میں بڑی مدد ملی اور یہ سلسلہ دورِ مغلیہ میں برابر جاری رہا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۸)

فائدہ رکن الدین سمرقندی نے ہندو تصوف کی کتاب "امرت کنڈ" پہلے عربی میں اور بعد میں فارسی میں ترجمہ کیا۔ اس کام میں انھوں نے بھوجن نامی ایک برہمن سے مدد لی تھی۔ اور اس سے سنسکرت بھی پڑھی تھی۔ اور لکھنوتی میں اپنے قیام کے دوران اس برہمن کو مشرف بہ اسلام بھی کیا تھا۔ اسی طرح شاہ محمد غوث نے "بحر الحیات" کے نام سے "امرت کنڈ" کا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

فارسی میں ترجمہ کیا تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۵۱)

۲ دارا شکوہ نے ویدانتیوں اور ہندو موحدین کے خیالات اور افکار کو فارسی زبان میں منتقل کرانا شروع کیا۔ اس سلسلے میں ایک مختصر رسالہ مکالمہ دارا شکوہ با بابا لال کے نام سے دارا شکوہ کے منشی چندر بھان برہمن نے مرتب کیا۔ جس میں دارا شکوہ کے سوالات اور بابا لال کے جوابات جمع ہیں۔ بعد ازیں دارا شکوہ کے ایماء پر جوگ بشٹ کا آسان فارسی میں ترجمہ ہوا۔ ان دونوں کتابوں سے بھی اہم کتاب "سرِ اکبر" ہے۔ اس کے مقدمے میں دارا شکوہ نے ویدوں کو الہامی کتابیں بتایا ہے۔ جس میں دارا شکوہ نے بنارس کے پنڈتوں کی مدد سے اپنشدوں کے تقریباً پچاس ابواب کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ ان کے علاوہ کہا جاتا ہے کہ دارا شکوہ نے بھاگوت گیتا کا بھی فارسی زبان میں ترجمہ کیا تھا۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۳۰)

ہندو مسلم اتحاد کا نتیجہ

۱ ہندوؤں اور مسلمانوں میں اتحاد اور یگانگی پیدا کرنے کی کوشش کا نتیجہ ایک مشترکہ کلچر کی شکل میں رونما ہوا' جو نہ تو خالص مسلم کلچر تھا' اور نہ اسے خالص ہندو کلچر ہی کہا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہ ہمہ گیر ہندو مسلم کلچر تھا۔ اس کلچر کے اثرات دونوں قوموں کے ہر شعبۂ زندگی میں سرایت کر گئے تھے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۳۲)

۲ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ لکھتے ہیں: بیماریوں اور تکلیفوں کے وقت بتوں اور شیطانی طاقتوں سے مدد مانگنا جو مسلمانوں میں آچکا ہے بالکل واضح شرک اور گمراہی ہے اور گھڑے ہوئے پتھروں (بتوں) اور نہ گھڑے ہوئے پتھروں (قبروں) سے حاجتیں مانگنا بالکل کفر ہے اور واجب الوجود رب برتر و پاک کا انکار ہے۔

۳ نیز آپ نے فرمایا کہ: کم عورتیں ہوں گی جو اس شرک کی باریکیوں سے خالی ہوں اور اس قسم کی رسموں میں سے کسی رسم پر عامل نہ ہوں۔ ـــــ ہندوؤں کے بڑے دنوں کی تعظیم کرنا اور ہندوؤں کی متعارف رسموں کو بجالانا بھی مستلزم شرک اور مستوجب کفر ہے۔ ہندوؤں کی دیوالی کے دنوں میں جاہل مسلمان خصوصاً ان کی عورتیں ہندوؤں کی رسموں کو بجالاتی ہیں۔

۴ بدقسمتی مسلمانوں نے ان تمام اعمال کو جو ہندو اپنے دیوتاؤں کے لیے بجالاتے تھے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بزرگوں کی نسبت سے اپنے اندر جاری کرلیا ہے، وہ پتھروں کے بتوں کے آگے نذرانے پیش کرتے تھے، یہ بزرگوں کی قبروں پر نذرانے چڑھانے لگے، اور وہاں بکرے لے جاکر ذبح کرنے لگے۔ (مطالعۂ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۱۱۱ و ۱۱۲)

فائدہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ اسلام کی اہم ترین شخصیات میں سے ہیں۔

1. آپ نے "نور جہان" کے بڑھتے ہوئے اثرات کے پیش نظر شیعیت پر کڑی تنقید کی ہے۔ اور اس پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ لیکن:
2. آپ نے زیادہ توجہ ان بدعات (کے رد) پر کی ہے جو اہلِ سُنّت کے حلقوں میں تصوف یا صوفیاء کے نام سے راہ پا رہی تھی۔ اور اس وقت کے خام صوفی انھیں دین سمجھنے لگ گئے تھے۔

فوائد اکثر علماء ایں وقت رواج دہندہائے بدعت اند و محو کنندہائے سنت بدعت ہائے پہن شدہ را تعامل خلق دانستہ بجواز بلکہ استحسان آں فتوئی می دہند و مردم را بہ بدعت دلالت مے نمایند چہ مے گویند اگر ضلالت شیوع پیدا کند و باطل و متعارف شود تعامل گردد مگر مے دانند کہ تعامل دلیلِ استحسان بنسبت تعاملے کہ معتبر است ہماں است کہ از صدرِ اول آمدہ است یا باجماعِ جمیع مردم حاصل گشتہ۔ (مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۵۴)

ترجمہ اس وقت کے اکثر علماء بدعات کو رواج دینے والے ہیں اور سنتوں کو مٹانے کے درپے ہیں۔ پھیلی ہوئی بدعات کو مجبوری کا عمل ٹھہراتے، اس کے جواز بلکہ استحسان کا فتوئی دیتے ہیں، اور لوگوں کو بدعات کی طرف لے جاتے ہیں۔ کیا کہتے ہیں اگر گمراہی پھیل جائے اور باطل پھیل جائے تو کیا اسے مُسلمانوں کا تعامل قرار دے دیا جائے۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ تعامل دلیلِ استحسان نہیں۔ تعامل صرف وہی معتبر ہے جو صدرِ اول صحابۂ کرامؓ سے آیا ہو۔ یا تمام لوگوں کے اتفاق سے اجماع کا درجہ پائے۔ (مطالعۂ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۲۶۴)

تنبیہ آپ کا یہ رُدئے سخن مُعتزلہ، مرجئہ، یا روافض و خوارج کی طرف نہیں، یہاں وہ اہلِ بدعت زیرِ تنقید ہیں جو بدعت فی الاعمال (شرک فعلی) کے مرتکب تھے۔ اور اہلِ سُنّت کی صفوں میں قبر پرستی لا رہے تھے۔ عورتیں ان اوہام میں پھنسی چلی آرہی تھیں۔ اور بدعات

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کی بادِ صرصر خانقاہوں میں تیزی سے گردش کر رہی تھیں۔

فارسی حیوانات را کہ نذر مشایخ مے کنند و بر سر قبرہائے ایشاں رفتہ آں حیوانات را ذبح نمایند در روایات فقہیہ ایں عمل را نیز داخل شرک ساختہ اند وازیں عالم است کہ صیام زنان کہ بہ نسبت پیراں وبیبیاں نگاہ دارند واکثر نامہائے ایشاں را از خود تراشیدہ روزہائے خود را بنام آنہانیت کنند ــــ وبتوسل ایں روزہ ازیں ہا حوائج مے خواہند و روائی حاجت خود را از آنہامے دانند ایں شرک در عبادت است۔ (مکتوبات ۳ صفحہ ۷۰ نمبر ۴۱)

ترجمہ یہ جو بکروں کو نذر مشایخ کے طور پر لے جاتے ہیں اور ان قبروں پر پہنچ کر حیوانات کو ذبح کرتے ہیں فقہ میں اس عمل کو بھی شرک میں داخل بتایا گیا ہے۔ اور اسی طرح وہ روزے ہیں جو عورتیں اپنے پیروں اور بیبیوں کی نسبت سے رکھتی ہیں اور اکثر ان کے نام اپنی طرف سے تجویز کر لیتی ہیں۔ اور پھر اپنے روزے ان ناموں سے رکھتی ہیں۔ اور پھر ان روزوں کے وسیلے سے ان مزاروں اور بیبیوں سے اپنی حاجتیں مانگتی ہیں۔ اور مراد مل جائے تو اسے انہی کی طرف سے سمجھتی ہیں۔ یہ شرک فی العبادت ہے۔ بندے کا یہ تعلق تو صرف خدا سے ہونا چاہیے۔ اسی کی ہم عبادت کریں اور اسی سے مدد چاہیں۔ (مطالعۂ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۲۶۵)

فائدہ بدعت و شرک کا یہ پیرایہ ظاہر ہے کہ شیعوں سے متعلق نہیں' یہ وہ بدعات اور دہمات ہیں جو اہل سنت کی صفوں میں آرہے تھے۔ یہ کیا تھا مسلمانوں میں ہندوازم کی نشأۃ جدیدہ ہو رہی تھی۔ اہل بدعت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ سے سخت کبیدہ خاطر ہیں۔ آپ ان کی بجائے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ (متوفی ۱۰۵۲ھ) سے انتساب چاہتے ہیں اور وہ یہ نہیں جانتے کہ حضرت شیخ نے بھی ان جہلاء کو اسی آئینہ میں اتارا ہے۔ آپ ان قبر پرستوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

فارسی نعم اگر زائراں اعتقاد کنند کہ اہل قبور متصرف و مستبد و قادر اند بے توجہ بحضرت حق والتجا بجانب وے تعالیٰ چنانکہ عوام و جاہلاں و غافلاں اعتقاد دارند و چنانکہ مے کنند آنچہ حرام و منہی عنہ است در دین از تقبیل قبر و سجدہ مر آنرا و نماز بسوئے وے بجز آں کہ ازاں نہی و تحذیر واقع شدہ است' ایں اعتقاد وایں افعال ممنوع و حرام خواہد بود۔ (اشعۃ اللمعات)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ترجمہ ہاں اگر زائر اعتقاد کریں کہ قبروں والے صاحب اختیار اور صاحب قدرت ہیں اللہ کی طرف توجہ کیے بغیر اور اس سے مانگے بغیر جیسا کہ عوام جہلاء اور غافل لوگ ان دنوں اعتقاد کیے بیٹھے ہیں اور وہ اس طرح عمل بھی کرتے ہیں' تو یہ اسلام میں بالکل حرام اور منہی عنہ ہے۔ قبروں کو بوسہ دینا اور اس طرف سجدہ کرنا اور اس طرف رخ کر کے نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ اور سوائے اس کے کہ ان کاموں سے لوگوں کو روکا جائے' اور ڈرایا جائے یہ اعتقادات اور اعمال سب حرام قرار پائیں گے۔

فائدہ حضرت شیخ نے اس عبارت میں بتلا دیا ہے کہ ان کے زمانے میں ایسے بدعتی موجود تھے جو عقیدہ رکھتے تھے کہ:

1. مزارات والے بزرگ خدا سے یہ قدرت پا چکے ہوتے ہیں کہ اب خدا کی طرف مزید توجہ کیے بغیر وہ اس کی عطا کردہ مستقل قوت اور قدرت سے اپنے سائلوں کی حاجت روائی کریں گے۔
2. انھیں اب ایک ایک فریاد پر خدا سے مانگنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ مستقل طور پر یہ قدرت پائے ہوئے ہیں کہ اپنے مانگنے والوں کی جس طرح چاہیں حاجت روائی اور مشکل کشائی کر سکیں۔

تنبیہ قبروں کو چومنا اس پر شریعت میں کوئی منع وارد نہیں۔ مگر حضرت شیخ (عبدالحق محدث دہلویؒ) نے اسے ممنوع اور حرام کہا ہے۔

فائدہ ہندوستان کا مغل بادشاہ ہمایوں شیر شاہ سوری سے شکست کھانے کے بعد ایران کے صفویوں کے ہاں پناہ گزین ہوا تھا' اور انہی کی مدد سے اس نے ہندوستان کو دوبارہ فتح کیا تھا۔ ہمایوں پر تو ان حالات نے کچھ اثر نہ کیا لیکن اس کے بعد اس کا بیٹا اکبر اپنے خاندانی مذہب اہل السنۃ میں متصلب نہ رہ سکا' اور ہندوؤں کی تہذیب میں دُور تک کھویا گیا' اس نے چاہا کہ اسلام اور ہندوازم کے اشتراک سے ہندوستان میں ایک نئی مذہبی دلالت قائم کی جائے' اور سوئے اتفاق سے اسے کچھ علماء بھی مل گئے کہ وہ جو کچھ کہتا یہ اس کی ہاں میں ہاں ملاتے' ہندوستان میں یہ ہندوازم کی نشاۃ جدیدہ تھی۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہندوستان میں شیعیت

۱ اکبر کے سپہ سالار بیرم خاں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ شیعیت میں ڈھل چکا تھا۔ بیرم خاں نے دیکھا کہ ہندوستان میں شیعیت تبرا کی راہ سے نہیں، ملنگوں کی راہ سے ہی آسکے گی، اس نے اس کے لیے یہ راہ نکالی کہ پہلے ہندو تہذیب کو زیادہ سے زیادہ اپنایا جائے۔ اور ایسی بدعات رائج کی جائیں کہ آئندہ ان کے رواج سے الحاد اور بداعتقادی کو راہ دی جاسکے، اس نے اکبر کی ہر سعی الحاد میں مدد کی۔

۲ جب ملکہ نور جہاں اور جہانگیر کا دور آیا تو ہندوستان میں شیعیت کا پورا تعارف ہو چکا تھا، اور بدعات کے کئی اور نقشے بھی بچھ گئے تھے۔

۳ شیعہ کھلے بندوں سامنے آئیں تو بدعت فی العقائد کے رستے آنا پڑتا ہے۔ لیکن خود اہل سنت میں بدعات رائج کرتی ہوں تو بدعت فی الاعمال ایک ایسی راہ ہے جس کو تمام لوگ آسانی سے شیعوں میں لائے جاسکتے تھے۔

۴ شیعوں نے اہل سنت میں بدعات پھیلا کر یہاں تک کامیابی حاصل کی کہ اب شیعہ عقائد و اعمال اور جلوس اور نعرے اس طرح سنی حلقوں میں پھیلنے لگے کہ اگر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی بعہدہ تجدیدی میدان میں نہ نکلتے تو سارے کا سارا ہندوستان ایران بن چکا ہوتا۔

۵ حضرت مجدد الف ثانی کے بعد بدعت و الحاد میں سنی مسلمانوں پر وہ یلغار کی کہ بارھویں، تیرھویں، اور چودھویں صدی ہجری میں ہندوستان کا مذہبی خاکہ نہایت کریہہ صورت اختیار کر گیا۔ (مثلاً)

- ❶ ہندوؤں میں دو انقلابی تحریکیں اٹھیں۔ ① سکھ تحریک، ② آریہ سماج تحریک۔
- ❷ اور مسلمانوں میں ① ملنگوں، اور ② درویشوں نے محدثین اور فقہاء کے خلاف الحاد کی راہیں بنائیں۔ اسلام میں چور دروازے نکالے۔ علمی طور پر انہیں آگے آنے کے لیے شیعیت کے سوا اور کوئی دروازہ نہ ملتا تھا۔ اسی دروازے سے مداری، اور جلالی، اور ان جیسے دوسرے ملنگ عوام میں آتے رہے۔ (مطالعہ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۱۷۶۔۱۷۷)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۱ سترھویں صدی کے وسط میں تعلیم یافتہ مسلمانوں میں ویدانت کے اصولوں کو مبہم طور پر تصوف کے مساوی اور مشابہ سمجھنے کا رجحان پیدا ہو چکا تھا۔ ملا شاہ اور دوسرے ہم عصری مشائخ کے وحدت الوجودی مسلک اور ہندو ویدانت میں کوئی بنیادی تفاوت یا بعد نہ تھا۔ اور فلسفہ وحدت الوجود سے وحدت ادیان کے تصور تک پہنچنے میں کوئی ناقابل عبور مشکل نہ تھی۔ اس لیے:

۲ دارا شکوہ نے دوسرے مذہبوں اور بالخصوص ہندو ویدانت میں گہری تحقیق و تدقیق شروع کی۔ جس کا پہلا نتیجہ "مجمع البحرین" کی صورت میں ۱۶۵۴۔۱۶۵۵ء میں منظر عام پر آیا۔ چونکہ یہ کتاب مسلمان صوفیوں اور ہندو یوگیوں کے عقائد کا مجموعہ ہے، اس بناء پر اس کا نام مجمع البحرین رکھا گیا تھا۔ دارا شکوہ نے اس کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تصوف اور یوگ کے خیالات ایک دوسرے کے مطابق ہیں۔ اسی رسالہ کی تالیف پر دارا شکوہ کو ملحد اور واجب القتل قرار دیا گیا تھا۔ (دیکھیے ہندوستانی تہذیب صفحہ ۳۰)

فائدہ دارا شکوہ نے ہندوؤں کے بارے میں اپنے پردادا اکبر کی پالیسی کو جاری رکھا اور ہندو مسلمانوں میں نظریاتی اتحاد پیدا کرنے کی کوشش علمی سطح پر کی۔ (صفحہ ۲۹)

۳ دارا شکوہ کی اس کتاب کا "سمودر سنگم" کے نام سے سنسکرت میں ترجمہ ہوا، اس کے علاوہ تصوف کی اور بھی کئی کتابوں کا سنسکرت میں ترجمہ کیا گیا۔ اسی طرح ہندوؤں کی متعدد کتابوں کا ترجمہ فارسی میں بھی کیا گیا۔

۴ دارا شکوہ کی آزاد خیالی میں قادری سلسلے کے شیخ محب اللہ الہ آبادی کے وسیع المشربی کے رجحانات پائے جاتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ رسول مقبول کافر اور مومن دونوں کے لیے باعث برکت ہیں۔

۵ سترھویں صدی کے اواخر اور اٹھارویں کے اوائل میں شاہ کلیم اللہ چشتی صوفی کا یہ خیال تھا کہ اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی ہندوؤں کی روحانی تربیت کی جا سکتی ہے۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۳۵۵)

۶ تمام بڑے صوفی سلسلوں چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ کا ابتداء میں ہندو مذہب کی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

طرف معاندانہ طرزِ عمل رہا۔ لیکن رفتہ رفتہ بقائے باہمی کی منزل سے گزر کر رواداری اور اس کی
اعلیٰ سطح پر مجھنے کی منزل تک پہنچ گئے۔ جیسا کہ شیخ نظام الدین اولیاء کے اس مصرع:

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے

سے ظاہر ہوتا ہے۔ سترھویں صدی کے نصف اول میں دارا شکوہ اور جہاں آرا بیگم کے زیر
اثر قادری سلسلہ نے سب سے زیادہ روادارانہ طرزِ عمل اپنایا۔ (ہندوستانی تہذیب کا
مسلمانوں پر اثر صفحہ ۳۵۵، ۳۵۶)

۷ نقشبندی سلسلہ میں جو ہندو مذہب اور اس کے پیروؤں سے کسی قسم کی ہم آہنگی
کے خیال کے بارے میں سخت مخالفت کا رجحان پایا جاتا تھا، اسی سلسلے کے ایک صوفی شاعر
مرزا مظہر جان جاناں (۱۶۹۹ء-۱۷۸۰ء) نے اٹھارھویں صدی میں وسیع المشربی اور رواداری کا
ایسا ہی طرزِ عمل اختیار کر لیا تھا جو بعینہٖ دارا شکوہ سے مشابہت رکھتا تھا۔۔۔۔۔ انھوں نے
ویدوں کو الہامی کتابیں بتایا، اور کہا کہ ان میں بھی اہلِ کتاب کی طرح رسول اور نبی مبعوث
ہوئے تھے۔ اور کہا کہ ہندو لوگ بھی توحید پرست تھے۔ اور اس طرح مرزا مظہر نے انھیں
بُت پرستی کے الزام سے بری کر دیا۔ اور ان کی بُت پرستی کو تصورِ شیخ کے مماثل قرار دیا۔
(ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۳۵۶)

لطیفہ جاہل مسلمانوں میں مروج چیچک سے متعلق ہندوؤں سے ماخوذ رسموں کو خود مرزا جان
جاناں بھی شرک ہی کہتے ہیں۔

۸ حضرت تھانویؒ نے مرزا مظہر جان جاناں کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ وہ اپنے شیخ
کی پالکی کے ساتھ دوڑے چلے جا رہے تھے۔ راستہ میں مسجد میں چند قلندر مکاری سے گردن
جھکائے بیٹھے تھے۔ ان میں ایک پیر جی تھے۔ شیخ نے انھیں اس حالت میں مبتلا دیکھ کر فرمایا:
مرزا! اگر شیاطین نہ دیکھے ہوں تو دیکھ لو۔ پالکی چلی گئی، یہ (مرزا مظہر وہیں) ٹھہر گئے۔ تھوڑی
دیر کے بعد یہ (مرزا مظہر) بھی پہنچے۔ (شیخ نے) پوچھا: مرزا! کہاں رہ گئے تھے؟۔
(مرزا مظہر نے) عرض کیا: حضور جس وقت چلے گئے، تو میں نے یہ سوچا کہ یہ سب کے سب
خاص بزرگوں کی وضع میں ہیں، اور ان پر حضور کی نظر بھی پڑی ہے۔ گو نظرِ عتاب ہی سہی۔ تو

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جنھوں نے بزرگوں کی شکل بنائی ہے اور ان پر حضور کی نظر بھی پڑی ہے وہ محروم نہ رہیں۔ میں ان کے قلوب میں القائے نسبت کرنے کے لیے ٹھہر گیا تھا سب کے سب صاحب نسبت ہو گئے۔ اور آکر شیخ سے بیعت ہوئے۔ (ہفت اختر کا چھٹا وعظ "روح ارواح شیخ" صفحہ ۲۴۲)

شاہ ولی اللہ کی اصلاحی تحریک

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور ان کے جانشینوں نے، جن میں سید احمد بریلوی بھی شامل تھے، بہت سے کمزور سلسلوں کو اپنی تحریک میں ضم کر لیا۔ اس طرح وہ سلاسل دوبارہ شریعت کے دھارے میں آ گئے۔ اور اسی رنگ میں رچ بس گئے۔ اور ان بزرگوں کی تعلیمات کا زیادہ تر حصہ ہندو تہذیب سے لیے ہوئے عناصر کو ترک کرنے کی کوشش پر مرکوز تھا۔

(ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۴۵۶)

ہندوؤں کے دیوتاؤں سے مسلمانوں کی عقیدت

۱ اٹھارھویں اور انیسویں صدی کے صوفیائے کرام اور مسلمان ہندوؤں کے دیوتاؤں کا بڑا احترام کرتے تھے۔ اور بالخصوص رام چندر جی اور کرشن بھگوان کو انبیاء کا درجہ دیتے تھے۔ جب کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ کرشن بھگوان کو اولیاء میں شمار کرتے ہیں۔

۲ لکھنؤ میں انخوں کا میلہ ہوتا تھا، (یہ میلہ ہندو منعقد کرتے تھے) اس میلے میں مسلمان زن و مرد شرکت کرتے تھے۔

۳ ایک بڑی تعداد میں دہلی کے مسلمان گڑھ مکتیشور کے میلے میں شرکت کے لیے جایا کرتے تھے۔ وہاں کے میدانوں میں گنگا کے کنارے خیمے کھڑے کرتے۔ عورت اور مرد مستی رانی کا حظ اٹھاتے۔

۴ اس میلے میں انند رام مخلص کے ہمراہ اکثر شرف الدین پیام بھی جایا کرتے تھے۔

۵ دہلی میں کالکاجی کا میلہ ہوتا تھا۔ اس میلے میں بھی مسلمان شریک ہوتے تھے۔

۶ دہلی میں کیلاش کے میلے میں مسلمانوں کی شرکت کا ذکر اکثر کتابوں میں ملتا ہے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۵۲)

۷ شاہ عبدالرزاق بانسوی جنم اشٹمی کے میلے میں شریک ہوا کرتے تھے۔ (صفحہ ۵۲)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۸ شاہ عبدالرزاق ہانسوی حالانکہ قادری سلسلے میں بیعت تھے لیکن بالعموم وہ گیروے رنگ کی چادر اور رومال استعمال کرتے تھے۔

فائدہ کہا جاتا ہے کہ گوتم بدھ کے چیلوں کا لباس گیروے رنگ کا ہوتا تھا۔ اور اب بھی بھکشو اسی رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں۔ بعد میں راہبوں کے لیے اس رنگ کا لباس مختص کر دیا گیا۔ وثوق کے ساتھ یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ مسلمان صوفیوں نے گیروے رنگ کا لباس کس صدی میں اپنایا۔ لیکن قیاس چاہتا ہے کہ جب اسلام مشرقی ایشیا اور ایران میں پہنچا تو اس زمانے میں ان تمام علاقوں میں بدھ مت کا غلبہ تھا ـــــ چشتی سلسلے کے صوفیوں میں آج کل بھی گیروے رنگ کے لباس کا رواج پایا جاتا ہے۔ اس بات سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے یہ لباس بدھوں کے زیر اثر اپنایا ہوگا۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۲۴۳)

فائدہ شاہ ولی اللہ کی تحریک سے اصلاح کا کام کافی حد تک ہونے لگا تھا لیکن عام مسلمانوں اور جاہل رسمی مسلمانوں اور ان کی اولاد میں اور خاص طور پر ان علاقوں میں جو مسلم تہذیب کے گہواروں اور مرکزوں سے بہت دور اندرونی علاقوں میں رہتے تھے، قدیم (ہندوانہ) رسم و رواج اور عادات و اطوار کے اثرات باقی رہے۔ اور ان علاقوں میں ایک مسلمان اور ہمسایہ ہندو میں صرف اتنا فرق پایا جاتا تھا کہ ایک کا نام ہندوانہ تھا اور دوسرے کا اسلامی۔ ـــــ اور جس طرح مسلمان، ہندو دیوی دیوتاؤں سے عقیدت رکھتے تھے اسی طرح ہندو بھی مسلمان اولیاء کرام سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ:

انبیاءؑ و اولیاءؒ سے ہندوؤں کی عقیدت

۱ راجہ چھترسال اسلام اور اس کے بانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔ وہ کلام مجید کا اتنا ہی احترام کرتا تھا جتنا کہ وید اور پران کا۔ اس کے دربار میں ایک طرف اونچی چوکی پر پران اور دوسری جانب قرآن رکھا جاتا تھا۔ جس جانب قرآن رکھا ہوتا تھا اس طرف علماء اور دوسری جانب برہمن بیٹھتے تھے۔ اور اس کی موجودگی میں مذہبی مسائل پر بحث و مباحثہ ہوا کرتا تھا۔ اور اس طرح وہ دونوں مذہبوں کی تعلیمات سے فیضان حاصل کرتا تھا۔ بالخصوص توحید کے عنوان پر بحث ہوا کرتی تھی۔ اپنے کلام میں چھترسال نے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف و توصیف بیان کی ہے۔ اس کے مسلمان درباری راجہ کی موجودگی میں "یا محمد ﷺ مددی رسول اللہ" کا ذکر جلی کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی راجہ بھی ان کے ساتھ ذکر میں شریک ہو جایا کرتا تھا۔ اور بآواز بلند ان الفاظ کو دہراتا تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۴۶)

۲ ستیل داس مختار کو حضرت علیؓ اور ان کی اولاد سے بڑی عقیدت تھی۔ اس نے شاہِ نجف کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۴۶)

۳ بھگوان داس ہندی بھی آلِ رسول کا عقیدت مند تھا۔ اس نے سید خیرات علی کی فرمائش پر "سوانح النبوت" لکھی تھی۔ جس میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اور بارہ اماموں کے حالات درج ہیں۔ ــــــ "قصیدۂ مشکل آسان" میں بھگوان داس نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بارہ اماموں سے مشکل کشائی کی درخواست کی ہے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۴۶)

۴ صوفیاء کے مزاروں پر ہندو بھی بڑی عقیدت مندی سے حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور یہ دستور اب بھی باقی ہے۔

۵ بابا فریدالدین گنج شکر کی خانقاہ میں ہندو عوام اور خاص طور پر جوگی بڑی عقیدت سے حاضر ہوتے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۰)

۶ شیخ نظام الدین اولیاء کی خانقاہ میں ہندو اور مسلمان دونوں حاضر ہوا کرتے تھے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۱)

۷ معین الدین اجمیری کے مزار پر عرس میں شرکت کے لیے ۶ رجب المرجب کو اطراف و جوانب کے مسلمان اور ہندو خواص و عوام دُور دراز سے گروہ در گروہ مسافت طے کر کے جاتے ہیں۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۰)

۸ بریلویہ کے امام احمد رضا خان نے لکھا ہے کہ مولانا برکات احمد صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ: ایک ہندو جس کے سر سے پیر تک پھوڑے تھے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کس قدر تھے۔ وہ ہندو ٹھیک دوپہر کو آتا اور درگاہ شریف کے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سامنے گرم کنکروں اور پتھروں پر لوٹتا اور کہتا: "کھواجہ! آگی لگی ہے"۔ تیسرے روز میں نے دیکھا، وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ (مقامات اولیاء صفحہ ۲۵۲ بحوالہ ملفوظات اعلیٰ حضرتؒ)

۹ شیخ نصیر الدین چراغ کے مزار پر ہندو اور مسلمان دونوں جا کر مرادیں مانگتے تھے۔

فائدہ یہ درگاہ چراغ دلی نامی گاؤں میں واقع ہے۔ ان کے مزار پر یکشنبہ کو زائرین کا اجماع ہوتا تھا۔۔۔ مزار کے قریب ایک چشمہ بہتا تھا، اس کا پانی شفائے امراض کے لیے اکسیر کے مانند تھا۔۔۔ یہ بات عوام میں مشہور تھی کہ اگر لاولد میاں بیوی اس میں غسل کر لیں تو اولاد ہو جاتی ہے۔ لہٰذا جہاندار شاہ بادشاہ نے اپنی بیوی کے ساتھ برہنہ اس چشمے میں غسل کیا تھا۔

(دیکھیے: ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۸۴)

۱۱ ہندو لوگ صوفیاء کے مزاروں پر رسُوم طواف ادا کرنے میں مسلمانوں سے بھی بازی لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

۱۲ درگاہ قلی خان کا بیان ہے کہ مسلمان اور ہندو دونوں رسوم ادا کرنے میں یکساں ہیں۔

۱۳ ان کی عقیدت مندی کا یہ عالم تھا کہ صوفیائے کرام کے مزاروں پر مجاوری کی خدمت انجام دینا وہ اپنے لیے باعثِ نجات سمجھتے تھے۔

۱۴ شاہ شمس الدین دیپال پوری کے مزار پر ایک ہندو خاندان برسوں سے مجاوری کرتا چلا آ رہا تھا۔

۱۵ گورچرن سنگھ شاہی آڈیٹر ریلوے حضرت تاج العارفین کے مزار پر اٹھارہ برس بطور متولی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ انہوں نے روضۂ مبارک کی چار دیواری از سرِ نو تعمیر کروائی اور گریل لگوائی۔ ان کی وفات ۲۹ ستمبر ۱۹۸۳ء کو ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔

(مطالعۂ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۱۴۱)

۱۶ انند رام مخلص کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ نہ صرف عرسوں میں شریک ہوتا بلکہ جب کبھی وہ کسی ناگہانی مصیبت میں مبتلا ہوتا تھا تو استمداد کے لیے وہ شیخ نظام الدین اولیاءؒ اور بختیار کاکیؒ کے مزاروں پر حاضری دیا کرتا تھا۔ اور اس کی دلی مراد بار آور ہوتی تھی۔

(ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۵۰)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۱۷ خان آرزو، محمد علی خاں کے ساتھ شاہ مدار کے عرس میں شریک ہوا کرتا تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۱۵)

۱۸ بنزرابن کالیتھ اپنی عقیدت کی وجہ سے اکثر و بیش تر شاہ مدار کے مزار پر جایا کرتا تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۱۵)

۱۹ خیرپور صوبہ سندھ کے ہندوؤں کی مزارات سے عقیدت کا ذکر کرتے ہوئے ایک مصنف نے لکھا ہے کہ: وہ لوگ مسلمان صوفیائے کرام کے مزارات پر جاتے ہیں، اور نذر و نیاز چڑھاتے ہیں۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۱۵)

۲۰ خیرپور میں لال شاہ باز کا مزار تھا۔ وہاں ہندو مسلم دونوں حاضر ہو کر نذر چڑھاتے اور منتیں مانتے تھے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۱۵)

۲۱ ۱۸۵۲ء میں جب نظام شاہ مجذوب لاہوری فوت ہوئے تو ہزارہا زن و مرد ہندو مسلمان آپ کے جنازہ پر حاضر ہوئے۔ اور بڑی دھوم دھام سے دفن ہوئے۔ (اذکار صوفیاء صفحہ ۵۱۵)

۲۲ اسی طرح ہندو نہ صرف مسلمانوں کے تہواروں میں شرکت کرتے تھے، بلکہ اپنے گھروں پر ان کی رسوم بھی ادا کرتے تھے۔

۲۳ ہندو اور ساہوکار لوگ اپنے مکانوں پر عرس کے جلسے منعقد کرتے تھے۔

۲۴ مرزا راجہ رام ناتھ ذرہ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

1. محرم منایا کرتا تھا۔
2. عاشورہ کے دنوں میں وہ سبز لباس زیب تن کیا کرتا تھا۔
3. سبیل لگواتا، غریبوں اور مسکینوں کو کھانا تقسیم کرنے کا اہتمام کرتا تھا۔
4. قلعہ معلّیٰ (دہلی کا لال قلعہ) تک مہندی کا جلوس لے جایا کرتا۔
5. یازدہم (گیارھویں شریف) کی مجلس بھی کرتا، اور متعلقہ رسوم بھی ادا کرتا تھا۔

(ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۵۲، ۵۳)

۲۵ لالہ بالمکند اپنے عقائد کے لحاظ سے قادری سلسلے میں مرید تھا۔ یازدہم کی مجلس

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

بڑی ہی دھوم دھام سے کیا کرتا تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۵۲)

۲۰۶ حضرت عباس حسین شاہ کے مزار پر مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندو اور سکھ عورتیں، بچوں اور بوڑھوں کے ساتھ رسم چادر پوشی، نعت خوانی، رسم ختم شریف وغیرہ میں ایک ساتھ حاضر ہو کر خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

سالار مسعود غازی کے جھنڈے کی سلامی

سالار مسعود غازیؒ نے ۱۰۰۲ء میں میوات نامی علاقے پر حملے کیے اور وہاں تبلیغ اسلام کا کام کیا، تقریباً تمام میواتی اسی زمانے میں مشرف بہ اسلام ہوئے ـــــ میو قوم میں سید سالار مسعود کے جھنڈے کی سلامی کا رواج ۱۹۲۰ء تک رائج تھا۔ جھنڈا کسی چوپال میں نصب کر دیا جاتا تھا، عورتیں اور بچے نذر و نیاز چڑھاتے تھے۔

فائدہ مولانا محمد الیاسؒ اور ان کے فرزند مولانا محمد یوسفؒ نے میواتیوں کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس کرایا۔ کیونکہ مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد بھی میواتیوں میں قدیم (ہندوانہ) رسم و رواج جاری رہے، اور اب بھی جاری ہیں۔

(دیکھیے ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۷۹-۸۰)

کلمہ گو ہندوستانیوں کے عقائد

یوں تو پورے برصغیر یعنی ہندوستان، پاکستان، اور بنگلہ دیش میں صدیوں تک نام نہاد اسلامی حکومتیں اپنی سرحدوں میں وسعت دینے کی کوششیں کرتی رہی ہیں۔ مگر اسلامی عقائد و اعمال کی تبلیغ کے معاملے میں سلاطین اور امراء نے غالباً جان بوجھ کر تساہل سے کام لیا۔ خصوصاً دیہاتی علاقوں میں تو اسلام کا نور پھیلانے میں مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ بھی کیا گیا۔ اگرچہ برصغیر کے کسی مخصوص علاقے کا نام لے کر یہ کہنا مناسب نہیں کہ صرف اس علاقے میں ہی جہالت پائی جاتی تھی۔ کیونکہ مجموعی طور پر پورے ملک ہی میں نہیں بلکہ اس کے پڑوسی ممالک کے مسلمان بھی سلاطین ہند کی غفلت شعاری اور یہاں کے جوگیوں، سادھوؤں اور صوفیوں کے روپ میں شیاطین الانس قسم کے بدعقیدہ اور بدکردار لوگوں کے عقائد و نظریات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ تاہم اسلامی عہد میں ہندوستان کے دارالحکومت دہلی کے نواح میں

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

علاقہ میوات کے مسلمانوں کی مذہبی حالت دیکھ کر اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جو علاقے مرکز سے دور تھے ان میں راسخ العقیدہ مسلمان تو شاید ہی کہیں پیدا ہوا ہو۔ کیونکہ تاریخی شواہد سے واضح ہوتا ہے کہ اُس دور میں ہندوستان کے مسلمان کہلانے والے اکثر لوگ محض کلمہ گو ہی تھے۔ چنانچہ:

کلمہ گو میواتیوں کے عقائد و اعمال

۱ میواتیوں کے مذہبی عقائد کی بنیاد ہندو دھرم اور اسلام دونوں کی روایات پر مبنی ہے۔ مگر عام طور پر وہ لوگ بے شمار دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے۔ (صفحہ ۸۱)

۲ میواتیوں میں ہولی کے تہوار کے منانے کا رواج اب بھی پایا جاتا ہے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۸۱)

۳ محرم منانے کا اس قوم میں عجیب و غریب طریقہ ہے۔ اس کی ابتدا کا علم نہیں۔ اس زمانے میں کھانے کے چاول اور کھیر وغیرہ پکائی جاتی ہے۔ عورتیں اور بچے عمدہ لباس پہن کر تعزیہ گاہوں میں جاتے ہیں۔ اس مقام پر ایک طرف عورتیں جمع ہو کر سینہ کوبی کرتی ہیں، اور المیہ گیت گاتی ہیں۔ ان گیتوں کو ہیرا کہتے ہیں۔ دوسری جانب مرد حلقہ بنا کر طواف کرتے ہیں۔ اور "ہائے دوس" (دھوکہ ہوا) کا نعرہ بلند کرتے ہیں۔ (صفحہ ۸۱)

مزاراتِ اولیاء کی زیارت کے لیے نیزہ بردار قافلے

قدیم زمانے سے ہندوؤں میں یہ رسم بدستور چلی آرہی تھی کہ وہ لوگ اپنے دیوتاؤں اور دیویوں کے مندروں پر سالانہ میلہ منعقد کیا کرتے تھے۔ اور بالعموم زائرین اپنے ہاتھوں میں جھنڈیاں یا عَلَم لے کر شرکت کے لیے دور دراز کی مسافت طے کرکے آتے تھے، مسلمانوں نے بھی اس رسم کو دوسری شکل میں اپنا لیا، اور انھوں نے مندروں کے بجائے اپنے بزرگوں کے مزاروں پر جھنڈے لے کر جانا شروع کردیا۔ قرونِ وسطیٰ میں ان جھنڈیوں کو چھڑی یا نیزہ کہتے تھے۔ ہندو مسلمان دونوں ان بزرگوں سے عقیدت رکھتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ چھڑیاں لے کر عرس اور میلے میں شرکت کے لیے جایا کرتے تھے۔ رائے چترمن کالیتھ اور دیگر مصنفین نے ان چھڑیوں یا نیزوں کے جلوسوں کا تفصیلی ذکر کیا ہے جو دہلی سے مختلف جانب کے لیے روانہ ہوتے تھے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی چھڑیاں

اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں سترھویں جمادی الثانی کو حوض شمسی کے قریب واقع خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی درگاہ پر اور دوسرے مقامات پر بے شمار زائرین اور تماشہ بین جمع ہوتے تھے۔ نیزے کھڑے کرتے تھے اور اجمیر کے لیے روانہ ہوتے تھے۔
(ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷۵)

فائدہ خواجہ معین الدین چشتی (متوفی ۱۲۳۵ء) کا مزار اجمیر میں واقع ہے۔ ہندوستان کے ہندو اور مسلمان دونوں ان کی ذات بابرکات سے بے حد عقیدت رکھتے ہیں' اور ایام عرس میں دُور دُور سے لاکھوں کی تعداد میں ریلوں' بسوں' اور بیل گاڑیوں میں خراج عقیدت پیش کرنے کی غرض سے وہاں جاتے ہیں۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷۵)

سانپوں کے بادشاہ گوگا پیر کی چھڑیاں

گوگا پیر کا مزار میوات کے علاقے میں کسی پہاڑی پر بتایا جاتا ہے۔ عرفی مہینہ کے سلونوں کے دن بولی بھٹیاری نامی مقام پر نیزے کھڑے کرکے میوات کی جانب گوگا پہاڑی کے لیے روانہ ہوتے تھے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷۶)

غازی میاں کی چھڑیاں

عرفی مہینہ کی سترھویں کو غازی میاں کی چھڑیاں کھڑی کی جاتی تھیں۔ اور زائرین بہرائچ کے لیے کوچ کرتے تھے۔ ان ایام میں ان کی درگاہ پر بڑا اژدھام ہوتا تھا۔ اور تین یوم تک ان کے آستانے پر لوگ عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ گردونواح کے عوام و خواص اپنی مُرادوں کی بارآوری کی غرض سے مزاروں پر چادریں چڑھاتے تھے۔ اور اپنے اس فعل کو عقبیٰ کے لیے سرمایۂ سعادت اور دنیوی ترقیوں کا وسیلہ جانتے تھے۔ ماقبل غدر ۱۸۵۷ء یہ چھڑیاں قلعہ معلّیٰ (دہلی) کے نیچے کھڑی کی جاتی تھیں۔ مگر اس کے بعد جامع مسجد (دہلی) کے قریب کھڑی کی جانے لگی تھیں۔ اور اسی مقام سے بہرائچ لے جاتے تھے۔ (صفحہ ۲۷۶)

فائدہ دہلی میں غازی بھرو نجہ نامی ایک شخص تھا' جو سالانہ غازی میاں کی چھڑیوں کا جلسہ منعقد کیا کرتا تھا۔ اور اس میں صدہا روپے صرف کیا کرتا تھا۔ اس جلسہ کی کیفیت یہ تھی کہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تین دن تک وہ چھڑیاں برابر کھڑی رہتی تھیں اور اپنی دکان میں جامع مسجد کی ایک نقل رکھ کر کے اس کے آگے ایک باغ معنوی اور اس میں فوارہ اور ہزارہ لگاتا تھا۔ اور اعلیٰ پیمانے پر روشنی کیا کرتا تھا۔ نوبت بجتی تھی، جھاڑ فانوس اور قمقمے روشن ہوتے تھے۔ اور طرح طرح کی آتشبازی چھوٹتی تھی۔ ہزاروں آدمیوں کا مجمع ہوتا تھا۔ عورت مرد جمع ہوتے تھے۔
(ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷۶)

سخی سرور کی چھڑیاں

ہندی مہینہ ماگھ کے پہلے سوموار کو سلطان سخی سرور کی چھڑیاں روانہ ہوتی تھیں۔ غالباً شیخ نظام الدین اولیاء کی باولی کے سامنے یہ چھڑیاں کھڑی کی جاتی تھیں۔ اور زائرین لکھی جنگل کے لیے کوچ کرتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد لاہوری دروازہ (دہلی) کے باہر کھڑی کی جانے لگی تھیں۔ اور پھر وہاں سے ملتان کے لیے روانہ ہوتے تھے۔ یہ بھی ایک اچھا خاصا میلہ ہوتا تھا۔ اور بڑی تعداد میں لوگ شرکت کرتے تھے۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۲۷۶)

فائدہ مرزا قتیل نے لکھا ہے کہ جس طرح نچلے طبقے کے مسلمان نزدیک اور دور سے جھنڈے لے کر شاہ مدار کے مزار پر ہر سال جمع ہوتے تھے اسی طرح ہر سال ہر شہر کے باہر سخی سرور کے نیزے بھی اٹھائے جاتے تھے۔ اور پراہی (سخی سرور کے معتقد پراہی کہلاتے تھے) ہر جھنڈے کے نیچے ڈھول اور تاشے بجاتے تھے اور اپنے پیر کی مدح و ثنا میں گیت گاتے تھے۔ وہ خود بھی رقص کرتے تھے اور دوسروں کو بھی نچاتے تھے۔ (صفحہ ۲۷۷)

فائدہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایک جولاہا شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا مرید تھا۔ وہ جولاہا مولانا جلال الدین کے پاس بھی جایا کرتا تھا ایک مرتبہ شیخ تھانیسر تشریف لے گئے، وہ جولاہا مولانا کے پاس گیا تو مولانا جلال الدین نے اس جولاہے کو کہا کہ تمھارے پیر آئے ہوئے ہیں، جو ناچا کرتے ہیں۔ اس جولاہے کو یہ فقرہ بہت ناگوار ہوا۔ شیخ سے جا کر کہا کہ فلاں شخص ایسا کہتے تھے۔ شیخ کو جلال آگیا۔ اور فرمایا کہ اب جانا تو کہدینا کہ وہ ناچا بھی کرتے ہیں اور نچایا بھی کرتے ہیں۔ یہ سُن کر بڑا خوش ہوا۔ اور مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا، اور قصداً چھیڑا۔ حضرت کیا فرمایا تھا؟۔ انھوں نے پھر فرمادیا۔ اس جولاہے نے عرض کیا:

حضرت! وہ ناچا بھی کرتے ہیں اور نچایا بھی کرتے ہیں۔ اس فقرہ کا سننا تھا کہ بس کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے۔ (روح انج داشج)

فائدہ مرزا قتیل نے اس بات کی وضاحت بھی کی ہے کہ صوفیاء کے اعمال وہی ہیں جو ویدانتیوں کے اعمال ہیں۔ رقص اور وجد جو چشتی صوفیاء میں ملتا ہے وہ انھوں نے بیراگیوں سے سیکھا ہے۔ کیونکہ وہ بھی اکثر بتوں کے سامنے رقص کرتے ہیں۔

شاہ مدار کی چھڑیاں

شاہ مدار المعروف مدار صاحب کی چھڑیاں جمادی الاولیٰ میں بارہ پلہ (دہلی) کے قریب برپا کرتے تھے۔ اور اس ماہ کی پندرھوں کو مکن پور لے جاتے تھے۔ اور ان دنوں اسی مقام پر ایک بھاری میلہ لگتا تھا۔ یہ میلہ اب بھی لگتا ہے۔ لاکھوں زائرین اور تجار دُور د نزدیک سے وہاں جمع ہوتے تھے۔ تین یوم تک یہ میلہ جارہتا تھا۔ مداری فقیر بڑے طمطراق سے نقارہ، نرسنگھ اور توری بجاتے ہوئے اپنے مریدوں کے ساتھ الگ الگ گروہوں میں وہاں پہنچتے تھے۔ ہر ایک گروہ کا اپنا ایک سربراہ ہوتا تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۰۷، ۲۰۷)

کلمہ گو سبھی مسلمانوں کا اسلام سے تعلق

۱ مشرف بہ اسلام ہونے کے معنی یہ تھے کہ وہ اللہ اور رسول پر ایمان لے آئے۔ روزہ، نماز، حج اور زکوٰۃ کو ادا کرے۔ ایسا نہ تھا کہ اسے اس بات پر بھی مجبور کیا جاتا ہو کہ وہ اپنی پرانی رسوم کو بھی ترک کر دے۔ اور اپنے خاندان کے دوسرے افراد سے تعلقات منقطع کر لے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۵۱)

۲ وہ اپنے آپ کو مسلمان اس لیے کہتے تھے کہ ان کے ہاں ختنہ کی رسم ادا ہوتی تھی، ان کی شادی اور موت کی رسمیں قاضی اور ملا ادا کرتے تھے۔ بس اسلام سے ان کا اتنا ہی تعلق تھا۔ اور اس سے آگے اسلام سے ان کا کوئی سروکار نہ تھا۔ ان کی بقیہ رسمیں وہی تھیں جو مسلمان ہونے سے قبل ان کے ہاں مروج تھیں۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۲۰۲)

۳ اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو مخلوق کے مختلف کاموں پر مقرر فرشتوں

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کی ارواحِ مذکورہ کو، یا انبیاءؑ و اولیاءؒ اور عبادت گزاروں اور درویشوں اور علماء و فضلاء کی ارواح کو خدا کی عبادت اور اس کی محبت کا لحاظ کیے بغیر انھیں براہِ راست خدا کی محبت کے برابر رکھتے ہیں۔ اور:

- نذریں اور قربانیاں ان کے نام کی بجالاتے ہیں۔ اور:
- ان کے حکموں کو ان کے ماخذ کا لحاظ کیے بغیر وحیِ الٰہی کے برابر شمار کرتے ہیں۔ بلکہ:
- بعض تو ان میں سے (انبیاءؑ و اولیاءؒ اور بزرگوں) کی تصویروں، ہیکلوں، مزاروں، ان کی عبادت کی جگہوں، اور ان کے رہنے کے مکانات اور ان کی مجالس میں وہ کام کرتے ہیں جو مسجدوں اور کعبہ میں بجالاتے ہیں۔ جیسے:

① زمین پر سر رگھنا (سجدہ کرنا) اور:
② ان کے گرداگرد گھومنا (طواف کرنا) اور:
③ جس طرح نماز میں ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں، ان بزرگوں کے تصور میں ان کے لیے قیام (تعظیمی) کرنا۔

حاصلِ کلام ان کی یہ محبت خدا پر یقین ہونے کے تقاضے سے نہیں ہے اور خدا کے لیے نہیں ہے۔ (مطالعۂ بریلویت حصہ ۳ صفحہ ۱۱۳ بحوالہ تفسیر فتح العزیز صفحہ ۴۹۹)

فائدہ حضرت شاہ صاحبؒ نے بدعتی مسلمانوں کا جس دل سوز پیرایہ میں ذکر کیا ہے اس سے ہر وہ مسلمان جس کا دل توحید کے نور سے منور اور سنت کی خوشبو سے معطر ہو ان مسلمانوں کی اس حالتِ زار پر آنسو بہائے بغیر نہیں رہ سکتا جو بزرگوں کی محبت کے دعوے سے ہندؤوں کے ایجنٹ بنے بیٹھے ہیں۔ (مطالعۂ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۱۱۴)

تنبیہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: جاہل مسلمانوں میں سے جو بھی بزرگوں کے مزاروں پر اس قسم کے اعمال بجالاتا ہے، فوراً کافر ہو جاتا ہے اور اسلام سے نکل جاتا ہے۔ (مطالعۂ بریلویت حصہ ۳ صفحہ ۱۱۴)

فائدہ ہندو کفار کے دیوی دیوتاؤں کی ارواح کے متعلق توہمات اور عقائدِ بد کے مقابلے میں مسئلہ حیاتُ الانبیاء کی آڑ میں اولیاءِ کرامؒ کے زندۂ جاوید کہلانے کا عقیدہ ہی سب

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

پہلے ہندوستانی رسمی مسلمانوں کے ذہنوں میں بٹھا کر کلمہ گو ہندوؤں نے ایک نئے ڈھنگ سے کلمہ گو رسمی مسلمانوں کو مرتد بنانے کا طریقہ اختیار کیا۔ (مطالعۂ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۱۰۹)

انہی کلمہ گو ہندوؤں نے مکہ اور مدینہ کے خلاف پراپیگنڈہ کیا کہ ان کے اماموں کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ انھوں نے اہلِ حق علماء پر جو الزام لگائے ان میں سرِ فہرست حیات الانبیاء کا مسئلہ ہی آتا ہے۔ اور انھوں نے عوام میں یہ دشمنی مسئلہ کبھی تو ہندو سادھو اور جوگی بن کر مسلمانوں کی تعریف اور ان کے اکابرین کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کر کے خود ساختہ کرامات ان کی طرف منسوب کر کے' اور کبھی مسلمان فقیر بن کر یا پیر اور مولوی بن کر نو مسلم ہندوستانیوں کے ذہنوں میں بٹھایا۔ اور پھر اہلِ حق علماء کا نام لے لے کر ان پر کفر کے فتوے لگانے شروع کر دیے۔ کیونکہ ان کلمہ گو ہندوؤں کو خوف تھا کہ اگر اس مسئلہ کو اہمیت نہ دی گئی تو ہم کلمہ گو رسمی مسلمانوں کو قبر پرستی کی طرف مائل کر کے انھیں اسلام سے برگشتہ کرنے میں کبھی کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

تنبیہ ان جہلاء اہلِ بدعت میں کونسی بات اسلام کی رہ گئی تھی' جو انھیں مسلمان سمجھا جا سکے' وہ صرف اسلام سے ایک اصولی نسبت تھی' اور اسی جہت سے انھیں خدا اور اس کے رسول کا اقرار کرنے والا کہا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے تھے کہ یہ لوگ کھلم کھلا اسلام سے نکل جائیں۔ اور دوبارہ ہندو بن جائیں۔ اس لیے اس نے انھیں ایسی طرف لگا دیا کہ یہ نہ علی الاعلان تبدیلِ ملت کریں' اور نہ اکیلے خدا کو پکارنے کا شرف پائیں۔ کیونکہ یہ دولت انہی کو ملتی ہے جو پاکیزہ باطن ہوں اور جو حرام خور اور خبیث النفس ہوں وہ ان قبروں سے ہی مانگتے رہیں۔ توحید سے کٹ جانے والوں کی یہی سزا ہے۔ (مطالعۂ بریلویت صفحہ ۲۹۵، ۲۹۶)

سمودر سنگم یا مجمع البحرین

مسلمان کہلانے والوں کی حالت

۱ دارا شکوہ نے مجمع البحرین میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ:

ہندو مذہب اور اسلام دو متضاد مذاہب نہیں ہیں' بلکہ ان کا سرچشمہ ایک ہی ہے۔ دو مختلف دھارائیں الگ الگ رواں دواں نظر آتی ہیں لیکن بالآخر وہ دونوں ایک ہی نقطے پر

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ایک دوسرے میں داخل ہو جاتی ہیں۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۳۴)

۲ دارا شکوہ، ملا شاہ بدخشی، سرمد شہید اور محسن فانی کے علاوہ کئی آزاد خیال اس روحانی مفاہمت کے ترجمان اور دارا شکوہ کے حاشیہ نشین تھے۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۳۵)

۳ ان کے علاوہ دوسرے کئی مسلمان ایسے تھے جو ہندو سادھوؤں اور جوگیوں کی روحانیت کے قائل تھے۔ اور ان سے مل کر مناظرے بھی کرتے تھے۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۳۵)

۴ آزاد خیالی اور دارا شکوہ کے ساختہ ماحول کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں میں بیراگیوں اور جوگیوں کے عقائد کا بہت گہرا اثر پڑا، اور بہتوں نے ان کی مصاحبت اختیار کر لی۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۳۶)

۵ جو مسلمان بیراگیوں میں شامل ہوئے تھے وہ صرف جہلاء نہ تھے بلکہ ان میں بعض تعلیم یافتہ اور شریف زادے بھی تھے۔ — مثلاً میرزا صالح اور میرزا حیدر جو مسلمان شریف زادے ہیں بیراگی ہو گئے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۳۶)

۶ ہندو جوگیوں کی خدمت میں اورنگ زیب جیسا راسخ العقیدہ مسلمان بھی عقیدت سے حاضر ہوا تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۳۷ بحوالہ رقعات عالمگیری)

۷ عارف سبحانی نامی درویش مسجد اور مندر دونوں کی برابر تعظیم کرتے تھے اور مندر میں ہندوؤں کے آئین کے مطابق پوجا اور ڈنڈوت یعنی پرستش کے مراسم بھی ادا کر گئے تھے اور ــــ مسجد میں مسلمانوں کی طرح نماز بھی پڑھتے تھے۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۳۷)

۸ وہ کسی کے دین اور رسوم و رواج کی برائی نہیں کرتے اور نہ ایک مذہب کو دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کی طینت میں تعصب نہیں ہے۔ ان کا مسلک وحدت الوجود تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۳۷)

۹ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ: ایک سیاح نے ایک جوگی کو دیکھا جو قشقہ لگائے ہوئے مندر میں بیٹھا تھا، مگر اس کے چہرہ سے نورِ ایمان نمایاں تھا۔ کیونکہ ایمان کا نور چھپا نہیں رہ سکتا، چاہے لاکھ پردوں میں ہو، اس سیاح نے اس جوگی سے خلوت میں پوچھا تو اس نے اقرار کیا کہ ہاں میں مسلمان ہوں۔ وجہ اس ظاہری وضع کی دریافت کی تو

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کہا: اسلام میں قیود بہت ہیں، میں آزاد ہوں، قیود سے وحشت ہوتی تھی۔ سیاح نے کہا: شرم نہیں آتی؟۔ اطلاق کا دعویٰ ہے تو یہاں بھی قید کفر کی ہے، وہاں قید اسلام کی تھی۔ وہاں زمزم کی قید تھی، تو یہاں گنگا کی قید ہے۔ وہاں سامنے سجدہ تھا، تو یہاں قشقہ ہے۔ وہاں قمیص و قبا تھا، تو یہاں زنار و لنگوٹ ہے۔ غرض اطلاق کا محض دعویٰ ہی ہے۔ آزادی یہاں بھی نہیں۔ ہاں البتہ اتنا فرق ہے کہ ایک قید محبوب کو پسند ہے اور ایک ناپسند۔

(ہفت اختر کا ساتواں وعظ روح الارواح صفحہ ۲۹۱۔۲۹۲)

۱۰ آج کے ہندوستان میں بھی مسلمانوں میں مداریہ اور جلالیہ دو ایسے فرقے پائے جاتے ہیں جن کے عقائد اور اطوار پر سنیاسیوں اور جوگیوں کا گہرا اثر نظر آتا ہے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷)

۱۱ محمد شاہ (متوفی ۱۷۴۸ء) صوفیوں اور بیراگیوں سے مصاحبت رکھتا تھا۔ شو نرائن سلسلے کے بانی سوامی نرائن سنگھ کا مرید ہو گیا تھا۔ سوامی نرائن سنگھ وحدت الوجود کے قائل تھے اور ہر فرقے کے لوگوں کو مرید کرتے تھے۔

ہندو کہلانے والوں کی حالت

۱۲ ہندوؤں میں بھی اس روحانی اشتراک اور آمیزش کو فروغ دینے والے کئی صاحبِ فکر تھے۔ ان میں سے (ایک) چندر بھان برہمن تھا، جو دارا شکوہ کا منشی تھا۔ اور فارسی میں پہلا صاحب دیوان ہندو شاعر تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷)

۱۳ دارا شکوہ کی وفات کے بعد اس کے رفقائے کار اورنگ زیب کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ برہمن نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا، اور آخر عمر تک اس کا ملازم رہا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷)

۱۴ مرزا حیرت دہلوی نے لکھا ہے کہ: بہر لائے دارا شکوہ کی طرف سے عالمگیر سے خوب لڑا۔ لیکن جب دارا شکوہ کو شکستِ فاش ملی تو عالمگیر کی خدمت میں معافی مانگنے کے لیے حاضر ہوا۔ عالمگیر نے نہایت مہربانی کی اور قصور معاف کر دیا۔

(سوانح حیات سید اسماعیل شہید صفحہ ۱۵۷)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

15 اسی زمانہ میں مجوت رائے نام کا ایک (کھتری) شاعر تھا۔ بے غم تخلص اور بیراگی لقب تھا ۔۔۔ طریقت میں ① شیخ الشیوخ محمد صادق، اور ② نرائن داس بیراگی کا مرید تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۳۸)

16 شاہ برکت اللہ کے مریدوں میں چمن بیراگی اور کشن داس بیراگی کے نام آتے ہیں۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۳۴۶)

17 شاہ آل محمد بن شاہ برکت اللہ کے کئی ہندو مرید تھے۔

فائدہ بہت ممکن ہے کہ ان بیراگیوں نے اسلامی شریعت کی پابندی کرنے کی کوشش کی ہو۔ لیکن قیاس غالب ہے کہ انھوں نے اپنے آبائی عقیدوں، تصورات، اور مذہبی تعلیمات کو یکسر کالعدم نہیں کردیا ہوگا، اور انھوں نے اس بات کی کوشش کی ہوگی کہ عملی اور مذہبی زندگی میں ہم آہنگی پیدا کی جائے۔ جیسا کہ زندگی کے دوسرے شعبوں میں ہوا تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۳۴۷)

دارا شکوہ کا قتل

علماءِ حق اور اہلِ فکر کی ایک باثر جماعت اس تحریک کو ناکام بنانے کی پوری کوشش کرتی رہی۔ ۔۔۔ دارا شکوہ کے قتل اور اورنگ زیب کی تخت نشینی سے تحریک کو بڑا دھکا پہنچا، مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تحریک بے جان نہیں ہوئی، اور اس کی روح برابر کام کرتی رہی۔ جوگیوں اور بیراگیوں کا برابر اثر باقی رہا۔

فائدہ حضرت مجدد الف ثانی کے نقشبندی سلسلہ میں جن حضرات نے شرک وبدعت کے خلاف بڑی ہمت دکھائی، ان میں سرِ فہرست حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور ان کے بھتیجے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ ہیں۔ ان حضرات نے بڑی ہمت سے اسلام میں گھسنے والے ہندو افکارِ زندگی کے خلاف آواز اٹھائی۔ وہ ہندو، پنڈت اور جوگی جو اسلام کا لباس پہنے اسلام کے عقائد اور سنتوں کے طریقوں کو تار تار کر رہے تھے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے خلاف بڑی ترتیب اور سازش سے اٹھے اور مولویوں کے لباس میں پنڈتوں کی نمائندگی کردی۔ (مطالعۂ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۱۱۲)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

درویشوں میں جوگیوں کا اثر

اٹھارھویں صدی میں کئی درویشوں کے افعال میں جوگیوں کا اثر نظر آتا ہے۔

۱ سید عبدالولی عزلت نے داڑھی اور بھنویں منڈوا کر جوگیوں کی وضع اختیار کرلی تھی۔

۲ بھگوان داس ہندی نے مرزا گرامی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

1. انھوں نے وسیع المشربی کا شیوہ اختیار کرلیا تھا۔
2. ان کا ظاہری لباس صوفیاء اور مشائخ کے مشابہ تھا۔ لیکن:
3. ہندوستان کے قلندروں کی وضع میں زندگی گزارتے تھے۔
4. داڑھی اور مونچھوں کو خیرباد کہا اور:
5. ہر مذہب وملت کے لوگوں سے بڑی گرم جوشی سے ملتے جلتے تھے۔

اہلِ ہند کی بُت پرستی اور تصورِ شیخ

۱ مرزا مظہر جانِ جاناں نے لکھا کہ ان اہلِ ہند کی بُت پرستی کی حقیقت یہ ہے کہ

1. بعض فرشتے جو حکمِ الٰہی سے عالمِ کون و فساد میں دخل رکھتے ہیں' یا:
2. بعض کاملین کی روحیں۔ جنھیں جسم سے الگ ہوکر دنیا میں تصرف حاصل ہے' یا:
3. بعض زندہ آدمی جو اُن کے زعم میں حضرت خضر علیہ السلام کی طرح تاابد زندہ رہیں گے
4. یہ لوگ اُن کی مورتیں یا تصویریں بناکر اُن کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ــــ ان کا یہ عمل

"**ذکرِ رابطہ**" سے مشابہت رکھتا ہے جو اسلامی صوفیاء میں عام ہے۔ اور جس میں **صورتِ شیخ کا تصور** کیا جاتا ہے اور فیض حاصل کیے جاتے ہیں۔ ہاں صرف اس قدر فرق ہے کہ صوفیہ شیخ کی ظاہری تصویر نہیں بناتے ــــ ان (ہندوؤں) کا سجدہ' سجدۂ عبودیت نہیں بلکہ سجدۂ تحیت ہے۔ جوکہ اُن کے طریقے میں ماں باپ' پیر استاد کے سلام کے سلسلے بھی عام ہے اور جسے ڈنڈوت کہتے ہیں۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۴۳)

۲ نیز مرزا مظہر نے یہ بھی لکھا کہ تناسخ کا اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا۔
(ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۴۳)

۳ مرزا مظہر کے علاوہ دوسرے بہت سے صاحبِ علم وفہم مسلمانوں کی نظر میں بُت پرستی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

پہلی نظریں وحقیر فعل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۴۴)

۴ وشش نے بُت پرستی کو حق پرستی کا مرتبہ دیا ہے۔ ؎

چشم وحدت سے گر کوئی دیکھے
بُت پرستی بھی حق پرستی ہے

(ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۴۴)

۵ مرزا صدر الدین اصفہانی نے کہا کہ میرا مذہب صوفیانہ ہے۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ ہندو میں کیا برائی ہے اور مسلمان میں کیا اچھائی۔

تنبیہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اس راہ میں بہت دھوکے ہو جاتے ہیں۔ بعضے بڑوں کو بھی دھوکے ہوئے ہیں۔ اور وہ چونکہ مرگئے ہیں' اس لیے ہم ان کی شان میں گستاخی کرنے سے زبان کو بچاتے ہیں کہ اللہ کا نام لینے والے تھے۔ یہ اللہ کے نام کا ادب ہے۔ لیکن ان کے مقالات سے ہم قرآن و حدیث کو نہیں چھوڑ سکتے۔ ان کے حق میں یوں تاویل کرلیں گے کہ ان سے غلطی ہوئی' حال کا غلبہ ہو گیا۔ غرض جو تاویل ہو سکے گی کریں گے۔ چاہے وہ واقعی ہو یا غیر واقعی۔ جب کوئی نہ مانے گا تو ہم صاف طور سے کہیں گے کہ: "ہم ان کی نہیں مانتے' وہ کوئی نبی نہیں تھے' فرشتے نہیں تھے' جن کا ماننا فرض ہو"۔ یہ طریق ہے بڑا نازک۔ اہلِ باطن سے جو غلطی ہوتی ہے وہ کفر کی حد تک پہنچ جاتی ہے' اور اہلِ ظاہر کی غلطی محض معصیت تک رہتی ہے۔ (ہفت اختر کا ساتواں وعظ روح الارواح صفحہ ۲۹۲)

مسلمانوں میں ہندوانہ رسُوم

۱ جس طرح ہندوؤں میں کسی خوشی کے موقع پر ست نرائن کی کتھا کی جاتی تھی اسی طرح مسلمانوں نے منت کے طور پر سیدہ کی کہانی کو ماننا شروع کر دیا تھا۔ اور بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ ست نرائن کی کتھا اور جناب سیدہ کی کہانی کے بعض اجزاء بالکل مشابہ تھے۔ (ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۷۳)

۲ اسی طرح تل شکری کی رسم نہ صرف عوام بلکہ شاہی خاندان تک میں پڑ جاتی تھی۔ ایک مرتبہ شکرانت کے موقع پر پٹیل (مادھورائے سیندھیہ) نے شاہ عالم بادشاہ کی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

خدمت میں تل شکری پیش کی، بادشاہ نے زنان خانے میں جا کر خود بھی کھائی اور بیگمات کو بھی کھلوائی۔ اس پر ایک منہ چڑھی بیگم بولیں: قصور معاف! ہندوستان میں یہ رسم ہے کہ باندی، غلام یا گھوڑا خریدتے ہیں تو اسے تل شکری کھلاتے ہیں، تاکہ وفادار نکلے۔ حضور نے پٹیل کی تل شکری کھائی ہے تو وفاداری بھی برتنا ہوگی۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۲۷۳)

۳ اٹھارھویں صدی عیسوی میں سیاسی اقتدار کی باگ ڈور ہندوؤں کے ہاتھوں تھما دی گئی تھی اور حکومت کے اہم عہدوں پر وہ (ہندو) فائز تھے۔ یہ بھی ایک وجہ تھی کہ مسلمانوں نے ان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ان کے عقائد اور رسم و رواج کو اپنا لیا تھا۔ اور دوسرے مسلمانوں کو بھی ان کی تقلید کے لیے آمادہ کیا۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۵۹)

۴ مسلمانوں نے ہندوؤں کے تہواروں اور دیگر رسموں کو اپنانے کے ساتھ ساتھ ان کو اسلامی رنگ دینے کی بھی کوشش کی تھی۔ مثلاً ہولی میں ہندو خیرات وغیرہ نہیں بانٹتے لیکن مسلمانوں نے اس تہوار کو اسلامی رنگ دینے کے لیے اس میں فقیروں کی تواضع اور ان کو خیرات دینے کا عمل داخل کر دیا تھا۔

۵ نواب آصف الدولہ بڑی دھوم دھام سے ہولی کا تہوار مناتا تھا، اس تہوار سے متعلق تمام رسوم کی پابندی کرتا تھا۔ نواب عیش پسند تھے، جس کا اثر "اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِہِمْ" کے طبعی اصول کے تحت وہاں کے عوام پر پڑتا تھا، اور سب لوگ حاکموں کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ اٹھارھویں اور انیسویں صدی کے تمام مسلمان امراء بڑے اہتمام سے ہولی کا جشن منعقد کرتے تھے۔

۶ دیوالی کا تہوار جس میں لکشمی دیوی کی پوجا ہوتی ہے۔ اور بعد کو چراغاں ہوتا ہے۔ آتشبازی بھی چھوڑی جاتی ہے۔ اس رات میں جوا کھیلنا باعث برکت سمجھا جاتا تھا۔ اکبر بادشاہ کو صرف اس تہوار کے جشن سے متعلق لوازم سے دلچسپی تھی، جب کہ جہانگیر خود بھی جوا کھیلتا تھا، اور اپنے ملازمین کو اپنی موجودگی میں جوا کھیلنے کا حکم دیتا تھا۔

فائدہ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے لکھا ہے کہ مغل بادشاہوں کی ہر بے راہ روی کا اثر عوام کی زندگی پر پڑتا تھا، اور عیش و عشرت کی جو محفلیں دربار میں سجتی تھیں ان کے مہلک جراثیم

جو پیادوں تک اپنا کام کرتے تھے۔ مثلاً:

- اکبر بادشاہ نے فتح پور سیکری میں فرش پر شطرنج کی بساط بنوائی تھی، اور مہروں کی جگہ پر غلام لڑکیوں کو کھڑا کر کے یہ کھیل کھیلا کرتا تھا۔
- شاہان مغلیہ نے شطرنج بازی کے بندوبست کے لیے ایک علیحدہ شعبہ قائم کیا تھا۔
- شاہ عالم ثانی اپنی حرم سرا کی مستورات کے ساتھ شطرنج کھیلتا تھا۔ اس کا:

نتیجہ یہ ہوا کہ اٹھارھویں صدی کے بعض مسلم صوفی بھی شطرنج بازی کے فن میں پوری قدرت رکھتے تھے۔ اور اس فن میں ان کو بڑی شہرت حاصل تھی۔

- شاہ کلیم اللہ جہان آبادی کے مُرید اور خلیفہ شاہ نظام الدین اورنگ آبادی شطرنج بازی کے ماہرین میں سے تھے۔ دُور دُور سے شطرنج بازان سے مقابلہ کے لیے آتے تھے۔
- مولانا فضل حق خیر آبادی کو شطرنج کھیلنے کا بڑا شغف تھا۔ حکیم مومن خان مومن کے ساتھ اکثر ان کی بازیاں ہوا کرتی تھیں۔

(دیکھیے ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۰۳ و ۲۰۵)

جنم اشٹمی

1 جنم اشٹمی کے بارے میں روایت ہے کہ اس رات کو کنھیا کا جنم ہوا تھا۔ ہر سال اسی رات کو ہندو، کنھیا کی مورتی باہر نکالتے ہیں اور ایک پاک و صاف مقام پر جس کو دولت مند لوگ فرش و فروش سے آراستہ پیراستہ کرتے ہیں، اور مفلس لوگ جس کی دیواروں کو گائے کے گوبر سے لیپ کر پوتتے ہیں، ایک لکڑی کے تخت کے اوپر رکھتے ہیں۔ اپنی حیثیت کے مطابق قسم قسم کی مٹھائیاں، خربوزہ کے بیج شکر میں بھون کر بالخصوص کانسی یا پیتل کے برتن میں رکھ کر اس مجسمے کے سامنے رکھتے ہیں۔ پھر عورت اور مرد دونوں رات بھر کنھیا کی مدح میں کچھ کلام بڑی خوش الحانی اور جوش و خروش کے ساتھ گاتے ہیں۔ اور رقص بھی کرتے ہیں اور کنس کا مجسمہ بناتے ہیں اور ایک میدان میں ماموں اور بھانجے کے بیچ ایک عظیم الشان جنگ کا منظر اور کنس کے قتل ہونے کا واقعہ پیش کرتے ہیں۔ اور ہر سال کنہیا کے ہاتھوں کنس کی موت کی تمثیل پیش کی جاتی ہے۔ (دیکھیے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر

۲ مسلمان بھی جنم اشٹمی کا تہوار مناتے تھے۔ مرزا قتیل کا بیان ہے: "بعض مسلمان بھی اس مقررہ دن کنس کا مجسمہ بنا کر اس کے پیٹ کو چاک کرتے ہیں۔ اور شہد اس میں پہلے سے بھر دیتے ہیں اسے اس کا خون کہہ کر چکھتے ہیں"

فائدہ ان تہواروں کے علاوہ مسلمان کچھ ایسے دوسرے جشن بھی مناتے تھے۔ جن کی بنیاد ہندو مذہب اور ان کے عقائد پر تھی۔ مثلاً:

فاتحہ خواجہ خضر

۱ مسلمان "خواجہ خضر" کی سوانح اور ان کے قصہ کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں بیان کرتے ہیں جب کہ ہندو "راجہ خضر" یا "اندر زوال" کے نام سے ان کی پرستش کرتے ہیں۔ اور ان کے سلسلہ میں ہندوؤں کی بھی ایک دیومالا بن گئی ہے۔ ہندوستان میں خواجہ خضر یا راجہ خضر (اندر زوال) کو پانی کا خدا یا دیوتا تصور کیا جاتا ہے۔

۲ مسلمانوں میں اس جشن کی ابتداء کب ہوئی اور کیوں کر ہوئی اس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔

۳ یہ جشن اس طرح منایا جاتا تھا کہ:

1. ایام برسات میں کاغذ کی کشتیاں بنائی جاتی تھیں۔ ان کے تلے میں امرود اور کیلے کے پودے آویزاں کئے جاتے تھے۔
2. بگل اور ڈھول بجا کر اور حاضرین کے غل و شور کے ساتھ ان کشتیوں کو گومتی ندی میں بہایا جاتا تھا۔
3. پہلے ان کشتیوں کو بڑی اچھی طرح دیا باتی سے روشن کیا جاتا تھا اور پھر بہاؤ کی طرف بہا دیا جاتا تھا۔
4. جب وہ تھوڑی دور نکل جاتی تھیں تو ناظرین اس منظر کی دلکشی سے محظوظ ہوتے تھے۔

۴ اس موقع پر سستوں میں ملیدہ تقسیم کیا جاتا تھا تاکہ وہ لوگ خواجہ خضر کی فاتحہ کریں۔

۵ بنگال، دہلی، لکھنؤ اور پنجاب میں یہ تہوار عام طور پر منایا جاتا تھا۔ اس بات سے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

گمان ہوتا ہے کہ شمالی ہندوستان کے دوسرے مسلم آبادی والے علاقوں میں بھی اس جشن کی رسیں ادا ہوتی ہوں گی۔

حضرت الیاسؑ کی کشتی کا جشن

لکھنؤ کی مخلوق حضرت الیاس کی کشتی کا بھی جشن مناتی تھی۔ جو غالباً خواجہ خضر کی کشتی کی تقلید میں شروع ہوا تھا۔

دہلی کے سقہ خواجہ خضر کی فاتحہ کرتے تھے

خضر آباد (یہ گاؤں اسی نام سے آج بھی موسوم ہے) کے قریب دریائے جمنا کے کنارے ایک گنبد تھا (غالباً اب یہ گنبد منہدم ہو چکا ہے) جہاں یہ لوگ بھادوں کے مہینے میں جمع ہوتے تھے۔ گھاس پھوس کی کشتیاں بنا کر جمنا میں چھوڑا کرتے تھے اور دلیہ پکا کر فقیروں میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ مختصراً شمالی ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ جشن مُروّج تھا۔

واقعہ صاحبزادہ افتخار الحسن زیدی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ: دریائے جہلم میں خطرناک قسم کی طغیانی تھی۔ طوفانی لہریں کناروں سے باہر شہر کے در و دیوار سے ٹکرا رہی تھیں۔ لوگ حضرت میراں بادشاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ عرض کی یا حضرت کہیں بھیرہ شہر دریا کی موجوں میں نہ بہ جائے۔ دعا فرمائیں اس عذاب ناگہانی سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ فرمایا گھبراؤ نہیں۔ اللہ رحم فرمائے گا۔ حکم دیا ایک لڑکا لاؤ جو ماں باپ کا اکلوتا اور پہلی کا ہو۔ لڑکا حاضر کیا گیا' لڑکے کو وضو کروایا' ایک رقعہ لکھ کر لڑکے کو دیا اور حکم دیا کہ اس دریا میں چھلانگ لگا دو' لڑکے نے چھلانگ لگا دی' اور اس طرح وہ طوفانی لہروں میں گم ہو گیا۔ لڑکے نے دیکھا کہ ایک بزرگ حکم فرما رہے ہیں کہ بھیرہ کو تباہ کر دو۔ لیکن جب اس لڑکے نے حضرت میراں بادشاہ کا رقعہ اس بزرگ کو دیا تو انھوں نے فرمایا کہ ہمارے دوست کا اب خط آگیا ہے اب پورے علاقہ میں کوئی نقصان نہ ہو۔ دریا اسی وقت اتر گیا۔ وہ بزرگ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ اس لڑکے سے پوچھا ہمارے پاس رہو گے یا واپس جاؤ گے؟ عرض کی حضور واپس کر دیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک غلام کو حکم فرمایا کہ اس لڑکے کو واپس چھوڑ آؤ۔ اس لڑکے کا نام حضرت نصیب دریائی ہے۔ اور اس کا مزار بھی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

میرو میں بھی ہے۔ (مقاماتِ اولیاء صفحہ ۲۹۷)

محرم میں تعزیہ داری اور شبِ برات

ہندوستانی مسلمانوں میں تعزیہ داری اور شبِ برات دو ایسے تہوار مروج ہیں جن کا اسلام سے دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ بلکہ خالصتاً ہندوستانی معاشرت کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔

۱ محرم میں تعزیہ داری سے متعلق رسوم کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد عمر نے لکھا کہ:

1. تعزیہ داری سنی اور شیعہ دونوں کرتے تھے، اور اب بھی کرتے ہیں۔ دونوں ماتم و نوحہ و گریہ وزاری کرتے ہیں۔
2. حضرت امام حسینؓ کے نام کا سقہ بنا کر تعزیوں کے نیچے کو نکالنے کے لیے بھیجا جاتا تھا۔
3. محرم یکم سے دہم تک چوڑیاں پہننا، مہندی لگانا، عمدہ لباس زیب تن کرنا، تیل، عطر استعمال کرنا، پان کھانا، شادی بیاہ کرنا، ناجائز خیال کیا جاتا تھا۔ اور ہر طرح ان دنوں کا احترام کیا جاتا تھا۔
4. ان دنوں سیاہ یا سبز لباس اور بعض محتاط لوگ نیلے کپڑے بھی پہنتے تھے۔
5. بچوں کو سبز کپڑے اور سرخ ڈوریاں بھی پہناتے تھے۔ اور جوان بھی ایسا ہی عمل کرتے تھے۔
6. اور گوشت سے بھی پرہیز کیا جاتا تھا۔
7. شبِ عاشورہ کو چہل منبر کی زیارت کی جاتی تھی، اور ہر منبر پر حصولِ مطالب کے لیے منتوں کے ڈورے بھی باندھے جاتے تھے۔
8. ایامِ محرم میں کھچڑا پکا کر لوگوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۲۹۴)

۲ ڈاکٹر موصوف نے لکھا ہے کہ شبِ برات کا جشن یا تہوار کا مسلمانوں میں کس زمانے سے اور کس طرح رواج ہوا، اس کی تفصیل کتابوں میں دستیاب نہیں ہوتی۔ حالانکہ بعد میں مسلمانوں نے اس کے جواز میں سیکڑوں دلائل پیش کیے ہیں۔ لیکن قرونِ وسطیٰ میں ایسی کوئی تحریر میری نظر سے نہیں گزری جس میں اس جشن کو اسلامی قرار دیا گیا ہو۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۲۹۳)

1. شمس الدین سراج عفیف واحد ہندوستانی مورخ ہے جس نے اس تہوار کا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سب سے پہلے ذکر کیا ہے۔ اور اس نے فیروز شاہ تغلق کے عہد میں اس جشن کے منعقد ہونے، آتش بازی وغیرہ چھوڑے جانے، اور اس موقع کے دوسرے کھیل تماشوں کا مفصل ذکر کیا ہے۔ لیکن اس نے بھی اس تہوار سے متعلقہ رسموں اور سنسکاروں کا ذکر نظرانداز کر دیا ہے۔ (ہندوستانی تہذیب صفحہ ۲۹۲)

❷ اٹھارویں اور انیسویں صدی میں ہمیں شاہ ولی اللہؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سید احمد بریلویؒ کی تصانیف میں ان کا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔ بقول ان کے ہندوؤں کے گناگت اور شبِ برات کی رسموں میں بڑی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔
(ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۹۳)

❸ گناگت میں جو ہندوؤں کے ہاں مُردوں کی فاتحہ کے لیے سالانہ حلوا پوری پکائی جاتی تھی، مسلمانوں نے بھی اس رسم کو شبِ برات کے حلوے پوری سے تبادلہ کر لیا۔ لیکن کچھ دوسری رسمیں بھی اس میں شامل کر لیں۔

(ہندوستانی تہذیب کا مسلمانوں پر اثر صفحہ ۲۹۳)

فائدہ ڈاکٹر محمد عمر نے لکھا ہے کہ چہار شنبہ، ماہِ شعبان اور ماہِ رجب کی رسمیں بھی ہندووانہ رسموں کی تقلید میں وجود میں آئیں۔

ہندو مُسلم ازدواج

۱ اکبر بادشاہ نے راجپوت گھرانوں میں شادی کر کے ہندوؤں اور مُسلمانوں میں ازدواج کی رسم جاری کی۔ (ہندوستانی تہذیب کا مُسلمانوں پر اثر صفحہ ۵۷)

۲ اٹھارھویں صدی میں فرخ سیر بادشاہ نے راجہ اجیت سنگھ کی لڑکی سے ہندوؤں کی رسموں کے مطابق شادی کی تھی۔ (ہندوستانی تہذیب کا مُسلمانوں پر اثر صفحہ ۵۷، ۵۸)

فائدہ یاد رہے کہ تہذیبی اور معاشی لحاظ سے ہندو اور مُسلمان اس زمانے میں بھی یکساں تھا۔ ہندو مُسلم اختلاف کی تاریخ کا آغاز برطانوی سلطنت کے قیام سے ہوا۔

(ہندوستانی تہذیب کا مُسلمانوں پر اثر صفحہ ۶۰)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد بے دینی کی نئی لہر

۱۸۵۷ء کے بعد یعنی انیسویں اور بیسویں صدی عیسوی میں انگریز عیسائیوں کے دہری دنیوی نظریات نے بھی اسی اتحاد و یکجہتی کے جذبہ کے تحت مسلمانوں کے ذہنوں میں گھر کرنا شروع کر دیا جیسا کہ قبل ازیں وہ ہندوؤں کے عقائد و رسوم کو اختیار کر چکے تھے۔

عیسائی شکل میں فخر

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے پاس ایک صاحب کا خط آیا، جس میں لکھا تھا کہ: "میں باوجودے کہ شکل میں عیسائی ہوں مگر میں نماز بھی پڑھتا ہوں، قرآن بھی پڑھتا ہوں۔ اپنی شکل پر فخر بھی ہے"۔ (روح الافطار صفحہ ۱۷۶)

نماز اور اسلام کو لغو سمجھنا

حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ ایک مقام پر جلسہ ہوا، تو تعلیم یافتہ جمع تھے۔ نماز کا وقت آیا۔ نماز کا اہتمام کیا گیا۔ ایک مہمان بھی تھے ان سے کہا گیا کہ آپ بھی نماز پڑھ لیجیے۔ انھوں نے کہا: میں نماز کو لغو سمجھتا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ اس کی تو اسلام نے تعلیم دی ہے۔ کہا میں اسلام کو بھی لغو سمجھتا ہوں۔ معاذ اللہ منہا۔ یہ مسلمان ہیں۔ اس کے بعد کمیٹی ہوئی کہ اس خبیث کو چھوڑ دینا چاہیے۔ تو ایک صاحب نے کہا کہ: اس نے قصور خدا کا کیا ہے۔ خدا آپ انتقام لے گا۔ ہم اپنے تعلقات کیوں قطع کریں۔ (روح الافطار صفحہ ۱۷۹)

خدائی دعویٰ

غوث علی شاہ قلندر نے فرمایا کہ سیر وسفر کے دوران جب ہم لدھیانہ پہنچے تو سنا کہ یہاں نجم الدین شاہ بڑے کامل فقیر ہیں۔ ہم ان کے مکان پر گئے۔ بہت اخلاق سے پیش آئے۔ ہم نے پوچھا کہ: حضرت کا اسم شریف؟۔ بولے: خدا!۔ ہم نے کہا: سبحان اللہ! ہم آپ کو آسمان پر تلاش کرتے تھے۔ آپ زمین پر ہی نکلے۔ پھر ہمارا نام پوچھا۔ ہم نے کہا: صاحب! آپ خدا کیسے ہیں کہ مخلوق کا نام بھی نہیں جانتے۔ ذرا تامل کیا، اور سوچ کر بولے کہ تم غوث علی ہو اور تمہارے والد کا نام احمد حسن اور دادا کا نام ظہور الحسن ہے۔ ہم نے کہا کہ بس معلوم ہو گیا آپ رمّال خدا ہیں۔ جب تک زائچہ نہیں کھینچتے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

راستے میں ایک شخص مرید ہونے کو آیا۔ بعد بیعت اس سے کہا کہ: پڑھ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ چشتی الذین رسول اللہ۔ ہم نے کہا بس صاحب رسول تو مدینے والے ہی کو رہنے دو' وہاں آپ کی دال نہیں گلے گی۔ خدا ہی بنے رہیے۔ آپ سے پہلے بھی اور بہت سے خدا بن چکے ہیں۔ فرعون' نمرود' شداد وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کی توہین

نیز آپ نے فرمایا کہ بمقام سونی پت اخوند عبدالغفور صاحب ہمارے پاس بیٹھے تھے کہ ثناء اللہ دہریہ آیا ایک پتا درخت سے توڑ کر اخوند صاحب کے روبرو پیش کیا اور کہا کہ بھلا کوئی ایسا ہے کہ اس کو پھر جوڑ دے۔ وہ بولے کہ خدائے تعالیٰ کو یہ قدرت ہے۔ اس نے کہا کہ یہ تو خدا کے باپ سے بھی نہیں لگ سکتا۔ اخوند صاحب اس کو گالیاں دینے لگے۔ میں نے کہا کہ صاحب آپ کیوں خفا ہوتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ تو لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ہے۔ نہ خدا کے باپ ہوگا نہ پتا لگائے گا۔ اس کو بکنے دیجیے۔ (تذکرۂ غوثیہ صفحہ ۳۱۰)

پیر کی تصویر

۱ خواجہ فضل علی شاہ صاحب قریشی عباسی مسکین پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے ایک شخص کا حال معلوم ہے کہ اس نے اپنے پیر کی تصویر قرآن شریف میں رکھی ہوئی ہے۔ فجر کی نماز پڑھ کر پہلے تصویر کی تعظیم کرتا ہے' سر جھکاتا ہے' ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہے' اس کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہے۔ پھر فرمایا: افسوس! یہ ہے مسلمانوں کی حالت۔

۲ اسی طرح آپ نے ایک مولوی صاحب کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ـــــ مولوی صاحب نے جب پیر کی تصویر دیکھی تو کھڑا ہو گیا ـــــ اور پیر کی تصویر لے کر اسے بوسہ دیا اور آنکھوں پر رکھا ـــــ اور کہا کہ اس تصویر کی تعظیم تو قرآن شریف سے زیادہ ہے۔ (نعوذ باللہ)

پیر کا رتبہ

۱ عورتوں میں مشہور ہے کہ پیر کا رتبہ خاوند اور باپ سے زیادہ ہے۔

۲ اسی طرح مردوں میں مشہور ہے کہ باپ کا رتبہ اتنا نہیں جتنا پیر کا رتبہ ہے۔

ملاحظہ: شریعت میں باپ کے حقوق جو کچھ آئے ہیں ان کو سب جانتے ہیں اور یہ حقوق اسی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کے ہیں جس کو عرفاً باپ کہا جاتا ہے۔

۳ نیز عورتوں نے یہ طریقہ اختیار کرلیا ہے کہ خاوند سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں سمجھتیں، جب جی چاہا پیر صاحب کے یہاں چلدیں۔

۴ اور بعضی تو یہ غضب کرتی ہیں پیر سے پردہ بھی نہیں کرتیں۔ اور خاوند کو چھوڑ کر پیر صاحب کے یہاں پڑی رہتی ہیں۔ وہیں رہنا اختیار کرلیا ہے۔ اور پیر صاحب اس پر فخر کرتے ہیں کہ اتنی عورتیں ہماری مسخر ہیں۔ ——— (کسائرۃ النساء)

پردے کا منکر پیر

حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ بمبئی میں ایک پیر ایسے تھے جو عورتوں کو زبردستی اپنے سامنے بلاتے اور کہتے تھے: دیکھو جی! تم ہم سے اس لیے مرید ہوئی ہو تاکہ قیامت میں تم کو بخشوائیں۔ سو جب ہم تمھیں دیکھیں گے نہیں تو ہم قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے بخشوائیں گے؟۔ ایک شخص نے اس کے جواب میں کہا کہ قیامت میں تو ننگے اٹھیں گے اور تم نے یہاں اپنی مریدنی کو کپڑا پہنے دیکھا ہے تو وہاں ننگیوں کو کیسے پہچانو گے۔ لہذا ان کو بالکل ننگا کر کے دیکھنا چاہیے۔ (کسائرۃ النساء صفحہ ۲۳۷-۲۳۸)

انقطاع وحی کا انکار

پوری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ ہی وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا ہے۔ یعنی سلسلۂ وحی کا انقطاع ہی وفات النبی کی دلیل ہے۔ لیکن مرزا قادیانی نے نہایت چالاکی اور مکاری کے ساتھ صوفیوں کی شکل میں بعض شیاطین الانس اور جھوٹے مدعیان نبوت و الوہیت کی ملحدانہ تحریروں سے فائدہ اٹھایا، اور بروزی نبی ہونے کا دعویٰ ثابت کرنے کے لیے انقطاع وحی کا انکار کرتے ہوئے کہا:

❶ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ: "آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی منقطع نہیں: وحی، اور نہ معجزات منقطع ہوئے۔ بلکہ ہمیشہ بذریعہ کاملین اُمت جو شرفِ اتباع سے مشرف ہیں ظہور میں آتے ہیں"۔ (محاسبہ خاتم النبیین صفحہ ۲۴۲ بحوالہ "چشمۂ مسیحی" صفحہ ۱۸ اور "ہماری تعلیم" صفحہ ۲۲)

❷ مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: اس امت کے لیے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

النبیۃ کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۲۷)

- مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قیامت تک یہی چاہا کہ مکالمات اور مخاطباتِ الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۳۸)
- نیز مرزا قادیانی نے لکھا کہ: اور وہ وحی الٰہی کا دروازہ جو دوسری قوموں پر بند ہے، ہمارے پر محض اسی نبی کی برکت سے کھولا گیا۔ (محامد خاتم النبیین صفحہ ۲۴۳)

[ ] مرزا قادیانی نے کشف والہام کے متعلق "ہندو مسلم اتحاد" کے علمبردار متصوفین کے غیر اسلامی نظریہ کے سہارے انقطاعِ وحی کا انکار کر کے اپنے تئیں بروزی نبی ہونے کا دعویٰ کیا، حالانکہ امام الانبیاء و خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انقطاعِ وحی کا عقیدہ ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

حدیث لَقَدْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ رِجَالٌ يُكَلَّمُوْنَ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَكُوْنُوْا أَنْبِيَاءَ فَإِنْ يَكُنْ مِنْ أُمَّتِيْ مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ. کہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے تھے کہ ان سے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) باتیں کی جاتی تھیں، بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ پس میری امت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر کوئی مکالمہ و مخاطبہ کا اہل ہوتا تو صرف عمر ہوتا۔ رضی اللہ عنہ۔ (دیکھیے بخاری جلد ___ ص ___)

تنبیہ اگر اللہ تعالیٰ کسی مومن کے دل میں کسی نیک بات کا الہام کر دے یعنی کوئی ایسی نیک بات اس کے دل میں ڈال دے جو قرآن و حدیث کی تعلیمات کے خلاف نہ ہو، اور وہ ملہم خلوصِ نیت سے اس پر عمل بھی کر لے، اس کے باوجود الہام پر وحی کی طرح پختہ اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ ممکن ہے یہ بات من جانب اللہ ہونے کی بجائے شیطانی وسوسہ ہو۔ کیونکہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: "الہام کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ کلیاتِ شرعیہ کے خلاف نہ ہو، ورنہ وہ الہام رحمانی و القائے ربانی نہیں بلکہ حدیث النفس و وسوسۂ شیطانی ہے۔"
(روح الافطار صفحہ ۱۸۷)

[ ] ہندوستانی مسلمانوں کی اس زبوں حالی کو دیکھ کر شاہ ولی اللہ مفسر و محدث دہلوی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ان ہندوستانی مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تم مدار صاحب اور سالار صاحب کی قبروں کا حج کرتے ہو، یہ تمہارے بدترین افعال ہیں۔

فائدہ ہندوستان کے کلمہ گو رسمی مسلمانوں نے شری کرشن اور بیاس وغیرہ کے متعلق اپنے آبائی عقیدہ کہ: "وہ زندۂ جاوید ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہیں گے" (جیسا کہ قبل ازیں لکھا جاچکا ہے) کے مقابلے میں باطنی فرقہ سے تعلق رکھنے والے صوفیوں، روافض اور ہندو سادھوؤں کے متفق علیہ مسئلہ حیاتِ کاملین یا حیاتُ الانبیاء کے عقیدہ کو اولیاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی قبروں پر تعظیمی امور کی انجام دہی کے لیے بنیاد کی حیثیت سے استعمال کیا، اور اپنی جھوٹی نبوت کے اثبات کے لیے ہندوستانی مسلمانوں کی اسی بدعقیدگی سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے دعویٰ کیا کہ: "انبیاءِ کرام اور اولیاءِ کرام مرنے کے بعد پھر زندہ ہوجایا کرتے ہیں"۔ مسلمان بننے کے بعد صدیوں تک قبر پرستی بلکہ بُت پرستی میں مبتلا رہنے والے عوام سے یہی توقع کی جاسکتی تھی کہ وہ تصوف کے رنگ میں چھپے ہوئے اس شرکیہ عقیدہ کو کلمۂ توحید پر ایمان لانے سے بھی زیادہ ضروری سمجھنے لگیں گے۔ بلکہ عوام تو رہے درکنار، ہندو دیوی دیوتاؤں کے بدلے اولیاءِ کرام کے ساتھ نومسلم ہندوستانیوں کی حُسنِ عقیدت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اکثر شکم پرست مولوی حتیٰ کہ فرقہ بریلویہ کے امام احمد رضا خان نے بھی حیاتُ الانبیاء کے متعلق مرزا قادیانی کے عقیدۂ بد سے موافقت کی، اور اولیاءِ کرام کی طرف جھوٹے قصے منسوب کرکے ہندوستانی مسلمانوں کو قبر پرستی کی تعلیم دی اور شرک جیسے ظلم عظیم میں مبتلا کردیا۔ اور اس کے لیے ڈھال کے طور پر حیاتُ الانبیاء کا عقیدہ بالکل اسی انداز میں بیان کیا جس طرح ہندوستان کی تاریخ میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی نے بیان کیا تھا۔ چنانچہ:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیاۃ الانبیاء کے بارے میں بریلویوں کے نظریات

حیات الانبیاء سے متعلق بریلویہ کے چار عقائد قبل ازیں بیان کیے جا چکے ہیں۔ اسی سلسلے میں ان کے مزید عقائد بھی ملاحظہ فرمائیں۔ جو ہندوؤں اور عیسائیوں کی پیروی میں مرزا قادیانی نے اور قادیانیوں کی پیروی میں بریلویوں نے اور ان کی تقلید میں جاہل اور کمزور ذہن "مسلمانوں نے اختیار کیے۔

● "انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات حقیقی حسی دُنیاوی ہے، ان پر تصدیق وعدۂ الٰہیہ کے لیے محض ایک آن موت طاری ہوتی ہے۔ پھر فوراً اُن کو ویسی ہی حیات عطا فرما دی جاتی ہے۔ اس حیات پر وہی احکام دنیویہ ہیں، ان کا ترکہ بانٹا نہ جائے گا۔ ان کی ازواج پر عدت نہیں، وہ اپنی قبور میں کھاتے پیتے نماز پڑھتے ہیں"۔ ("ملفوظات" جلد ۳ صفحہ ۳۲)

● "انبیاء علیہم السلام کی موت یعنی ان کے اجسام طیبہ سے ارواح طاہرہ کا جدا ہونا صرف ایک آن کے لیے ہوتا ہے پھر ویسے ہی زندہ ہو جاتے ہیں جیسے حال ظاہری میں تھے جسم روح سے ملتا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ۱ صفحہ ۶۱۱)

● "انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیات حقیقی زندہ ہیں جیسا کہ دُنیا میں تھے۔ کھاتے پیتے ہیں جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں۔ تصدیق وعدۂ الٰہی کے لیے ایک آن کو اُن پر موت طاری ہوئی پھر زندہ ہو گئے"۔ (زبدۃ الفقہ جلد ۱ صفحہ ۱۵)

تبصرہ: یاد رہے کہ محولہ بالا عبارات سے صحابۂ کرامؓ پر اعتراض لازم آتا ہے کہ انھوں نے ایسے زندہ اور افضل الرسلؐ نبی کو نہلا کفنا کر جنازہ پڑھا اور قبر کھود کر لحد میں اتار دیا جن سے ساری زندگی مستفید ہوتے رہے ہیں۔ حالانکہ انبیاءؑ تو رہے بجائے خود کسی عام انسان بلکہ کسی بھی جاندار کو زندہ درگور کرنا جائز نہیں۔ اور کسی کو زندہ درگور کرنا قتل سے بھی بڑا جرم ہے۔ اور پھر نبی اور افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل تو کئی گناہوں کا مجموعہ ہی نہیں بلکہ کفر بھی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کے مصنف نے سنی ہونے کا دعویٰ کر کے اپنی تصانیف میں جاہل عوام کی ضعیف الاعتقادی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اہل سنت میں اپنے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

آبائی مذہب کے عقائد غیر محسوس انداز میں ٹھونسنے کی کوشش کی ہے۔

جواب جس طرح ایک آن کے لیے موت کا وارد ہونا قرآن مجید کی کسی آیت یا صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ اسی طرح خاکی جسدِ اطہر میں قیامت سے پہلے روح کے دوبارہ داخل ہونے کی بھی کوئی دلیل نہیں۔

فائدہ بریلویہ کے مولہ بالا عقیدہ کے مطابق جب انبیاء علیہم السلام کے اجسام طیبہ سے ارواح طاہرہ جدا ہو گئے' ایک آن کے لیے ہی سہی' تو اس کے بعد جب زندہ ہوئے تو وہ حیاتِ ثانیہ ہوئی۔ اور حیاتِ ثانیہ مانعِ میراث نہیں ہو سکتی۔ جیسے شہداء کی حیاتِ ثانیہ مانع میراث نہیں ہے۔ اور نہ ہی تحریم نکاحِ ازواج۔ پھر شیعہ کا اعتراض تو بر حال رہا کہ حق دار ہونے کے باوجود (نعوذ باللہ) خلفاءِ راشدینؓ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو وراثت سے محروم رکھا۔

قائلینِ حیاتِ دُنیوی جسمانی کا اصل مقصد

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ دنیویہ و عنصریہ کے قائل جس قدر بھی باطل اور گمراہ فرقے ہوئے ہیں وہ اپنے عقیدہ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی خاص نہیں سمجھتے' بلکہ درحقیقت حیاتُ النبیؐ کے عقیدہ کی آڑ میں نہ صرف اولیاء کرامؒ کے متعلق زندۂ جاوید ہونے کا عقیدہ بیان کر کے لوگوں کو قبر پرستی کی ترغیب دیتے ہیں' بلکہ بعض فاسق فاجر بے دین اور ننگے فقیروں کے متعلق بھی اسی قسم کے عقائد کی تشہیر کر کے نہ صرف ان کی قبروں کو پوجنے کی دعوت دیتے ہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر قریب قریب مشرکین مکہ کی طرح ان کی تصاویر سے بھی وہی کام لینے کی ترغیب دی جاتی ہے جس سے تمام انبیاء کرامؑ اور اولیاء اللہ نے بنی نوعِ انسان کو منع کیا۔ اور جن لوگوں نے اولیاء کرامؒ کی تصاویر کو' یا ان سے منسوب کسی نشان کو' یا ان کی قبور کو شرکیہ افعال کا مرکز بنایا ہوا ہے' وہ انبیاءؑ سے زیادہ اولیاء کرامؒ ہی کے بارے میں اس عقیدۂ بد پر زیادہ شدت سے زور دیتے ہیں۔ اور مشاہدہ سے ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق تقریباً ہر مشہور ولی کے مزار پر کی جا سکتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حیاتُ النبیؐ کے خودساختہ عقیدہ کی آڑ میں سادہ لوح عوام کو قبر پرستی جیسے شرکِ اکبر کی سرِعام دعوت دی جا رہی ہے۔ بلکہ:

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اس سے ایک قدم مزید آگے رکھتے ہوئے یہ وہابیت لوگ علم فاسق و فاجر لوگوں کی اموات کے متعلق بھی اسی قسم کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ ہر مردہ اپنی قبر پر آنے والے کو دیکھتا، پہچانتا اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ اس وہابیت قول سے واضح طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ بد عقیدہ لوگ حیات الانبیاءؑ کے مسئلہ کو تو محض اپنے شرکیہ عقائد اور بداعمالیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے بطور آڑ کے استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ:

حیات اولیاء کے متعلق بریلویوں کا عقیدہ

۱ بریلویہ کے امام احمد رضا خان نے اپنے "ملفوظات" میں لکھا ہے کہ:

حضور تو حضور ہیں صلی اللہ علیہ وسلم، حضورؐ کی امت کے اولیائے کرام کی بھی یہی شان ہے۔

اور ان تمہیدی کلمات کے بعد امام احمد رضا خانؒ نے لکھا ہے کہ:

حضرت سیدی احمد بدوی کبیر جن کی مجلس میلاد مصر میں ہوتی ہے۔ مزار مبارک پر آپ کی ولادت کے دن ہر سال مجمع ہوتا ہے اور آپ کا میلاد پڑھا جاتا ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانیؒ التزام کے ساتھ ہر سال حاضر ہوتے۔ ــــــ مجلس تین دن ہوتی ہے۔ ایک دفعہ آپ کو تاخیر ہو گئی۔ یہ ہمیشہ ایک دن پہلے ہی حاضر ہوجاتے تھے۔ اس دفعہ آخری دن پہنچے۔ جو اولیاء کرامؒ مزار مبارک پر مراقب تھے۔ انھوں نے فرمایا آپ کہاں تھے دو روز سے؟۔ حضرت مزار مبارک کا پردہ اٹھا اٹھا کر فرماتے ہیں۔ عبدالوہاب آیا" عبدالوہاب آیا؟۔ انھوں نے فرمایا۔ کیا حضرت کو میرے آنے کی اطلاع ہوتی ہے؟۔ انھوں نے فرمایا اطلاع کیسی؟ حضور (بدوی) فرماتے ہیں: کتنی ہی منزل پر کوئی شخص میرے مزار پر آنے کا ارادہ کرے' میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں' اس کی ہر طرح حفاظت کرتا ہوں۔ اگر اس کا ایک ٹکڑا رسی کا بھی جاتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا۔ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۰،۳۱)

۲ حضرت شعرانیؒ ایک مرتبہ اسی عرس پر حاضری کے لیے چلے آتے تھے کہ ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑ گئی۔ فوراً نگاہ پھیر لی کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

حدیث اَلنَّظْرَةُ الْاُوْلٰى لَكَ وَالثَّانِيَةُ عَلَيْكَ. پہلی نظر تیرے لیے ہے اور دوسری تجھ پر۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

یعنی پہلی نظر کا کچھ گناہ نہیں اور دوسری کا مواخذہ ہوگا۔ خیر نگاہ تو آپ نے پھیر لی، مگر وہ لونڈی آپ کو پسند آگئی اور دل نشین ہوگئی، جب مزار شریف پر حاضر ہوئے (صاحب قبر نے) ارشاد فرمایا: اے عبدالوہاب! وہ کنیز تمھیں پسند ہے؟ (علامہ شعرانی نے جواباً) عرض کی ہاں جناب بہت پسند ہے اپنے شیخ سے کوئی بات چھپانا نہ چاہیے ـــــ (صاحب قبر نے) ارشاد فرمایا: اچھا ہم نے تم کو وہ کنیز ہبہ کردی۔ اب آپ (شعرانی) سکوت میں ہیں (خاموش و متفکر ہیں) کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور (صاحب قبر) ہبہ فرماتے ہیں (مجھ کو بخش رہے ہیں) معاً وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی نذر کردی۔ خادم کو صاحب قبر کی طرف سے اشارہ ہوا۔ انھوں (خادم) نے آپ (شعرانی) کی نذر کردی۔ (خادم نے وہ لونڈی شعرانی کے سپرد کردی) (صاحب قبر نے) ارشاد فرمایا: اے عبدالوہاب! اب دیر کاہے کی ہے، فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۱ و ۳۲)

۴ ضلع لیہ میں ایک بزرگ غلام حسن پیر سواگ ہو گزرے ہیں۔ جو سلاسل تصوف میں حضرت مولانا محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کے نہ صرف مرید بلکہ خلیفہ بھی تھے یعنی امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی الوانی کے پیر بھائی تھے، لیکن اصلاح عقائد کے معاملہ میں زندگی بھر حضرت الوانی کی مخالفت میں کمرتوڑ محنت اور دوڑ دھوپ کرتے رہے۔ پیر سواگ کی سوانح حیات "فیوضاتِ حسنیہ" کے مرتب اور پیر سواگ کے خلیفہ فقیر سلطان علی کے صاحبزادہ ابوالانوار عبدالرحمٰن الحسنی ساکن شاہ والا (نزد قائد آباد ضلع خوشاب) نے لکھا ہے کہ:

قول: "ایک روز حضور حضرت صاحب (پیر سواگ) نے مولانا سید محمد بخش شاہ، ساکن "سوکڑ" کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: بستی "گڑہ سواگ" کے قریب ایک "دڑوہراں" کی بستی ہے، وہاں ایک درویش قاضی شیخ محمد عثمان صاحب رہتے تھے۔ ان کا ایک خلیفہ اور خادم میاں حبیب اللہ سواگ تھا، جو ہمیشہ قاضی صاحب موصوف کے ہم رکاب رہتا، قاضی صاحب موصوف کی سید محمد زاہد شاہ صاحب ساکن بستی خیر شاہ کے ساتھ گہری دوستی تھی۔ اتفاقاً ایک روز شاہ صاحب مذکور بیمار ہوئے تو قاضی صاحب ان کی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

عیادت کے لیے تشریف لے گئے، وہاں قاضی صاحب کو مراقبہ میں معلوم ہوا کہ شاہ صاحب کی اجل قریب ہے۔ قاضی صاحب نے یہ بات اہلِ مجلس کے سامنے بیان کر دی۔ اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی زندگی شاہ صاحب کو دے دے تو حضرت شاہ صاحب کی ذاتِ گرامی سے خلقِ خدا کو فائدہ پہنچے گا۔ سب لوگ خاموش رہے، تو قاضی صاحب نے فرمایا: "میں نے اپنی زندگی شاہ صاحب کو دے دی ہے"۔ جب قاضی صاحب واپس تشریف لائے تو گڑہ سواگ کے نزدیک چاہ گھلوں والا پر پہنچے، ملک مبارک سواگ اور ان کی والدہ مائی حوا جو کہ ان کے مرید تھے، انھیں فرمایا کہ: "میں نے اپنی زندگی شاہ صاحب کو دے دی ہے۔ اور میں نصف رات کے قریب فوت ہو جاؤں گا۔ میرا غسل اور کفن تمھارے ذمے ہوگا۔ غسل اور کفن کے بعد میرا جنازہ چاہ مذکور کی حد پر رکھ دیں۔ میرا جنازہ پڑھانے کے لیے میرے پیر شیخ طریقت حضرت قبلہ "نیلی" سے تشریف لائیں گے۔ اور جھنڈی دیتے آئیں گے"۔ حسبِ وصیت قاضی صاحب کا جنازہ اسی جگہ رکھ دیا گیا۔ چنانچہ حضرت قبلہ "نیلی والے" اسی بستی کے نزدیک ظاہر ہوئے۔ سفید ریش سبز رنگ کی گھوڑی پر سوار اور جھنڈی دیتے ہوئے آئے۔ جب قاضی صاحب کے جنازے کے قریب آئے تو گھوڑی سے اتر کر اسے چھوڑ دیا۔ نمازِ جنازہ پڑھائی، نمازِ جنازہ سے فارغ ہو کر گھوڑی پر سوار ہوئے اور جس جگہ سے ظاہر ہوئے تھے وہیں پہنچ کر غائب ہو گئے۔ (فیوضاتِ حسنیہ صفحہ ۱۷۲ و ۱۷۳)

۴ ایک مرتبہ پیر سواگ نے مذکورِ بالا قاضی صاحب کے خلیفہ میاں حبیب اللہ کے بارے میں فرمایا کہ: "میاں حبیب اللہ زندۂ جاوید ہے"۔ نیز یہ بھی لکھا ہے کہ: "اگر کوئی صاحبِ بصیرت اس کی قبر پر جائے تو وہ اسی جگہ پر جواب دیتا ہے"۔ (فیوضاتِ حسنیہ صفحہ ۱۷۰)

فائدہ اس کے بعد پیر سواگ نے اپنے عقیدۂ بد کی تبلیغ کرتے ہوئے کہا کہ: میاں حبیب اللہ صاحب کی قبر "کروڑ" میں قاضی صاحبان کی حویلی میں پیر کے قدموں کی طرف ہے۔ اس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہوئی ہے۔ آپ مزار بنانے کو پسند نہیں کرتے، اور وہ ٹلنے دیتے تھے۔

پیر سواگ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد فقیر عبدالرحمن حسنی نے تشریح کرتے ہوئے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

لکھا کہ: حضور (پیر سواگ) کا یہ ارشاد اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مردان راہِ خدا کی خدمت میں رہنے والے اگر عقیدت وارادت سے رہتے ہوں تو وہ زندۂ جاوید ہوجاتے ہیں۔ (فیوضاتِ حسنیہ صفحہ ۱۷۵)

۵ خود پیر سواگ نے ایک آپ بیتی اس طرح بیان کی کہ: میں موسیٰ زئی شریف جارہا تھا راستہ میں جب دریائے سندھ آیا تو بذریعہ "سنداری" عبور کرنا شروع کیا۔ جب دریا کے درمیان میں پہنچا تو "سنداری" پھٹ گئی۔ اب ہر طرف سے حیرانی نے گھیر لیا۔ گھر والے سمجھیں گے کہ پیر صاحب کی خدمت میں موسیٰ زئی شریف گئے، اور حضرت غریب نواز خیال فرمائیں گے کہ مرید گھر ہے۔ اچانک قطبِ دوران حضرت خواجہ محمد عثمان علیہ الرحمۃ والغفران کی شکل مبارک ظاہر ہوئی، اور آپ نے دائیں ہاتھ سے پکڑ کر کنارہ پر پہنچا دیا۔ (فیوضاتِ حسنیہ صفحہ ۱۹۲)

فائدہ پیر سواگ کے مریدین کا عقیدہ ہے کہ جس طرح استمداد کے لیے تصورِ شیخ کی بدولت پیر سواگ دریا میں غرق ہونے سے بچے ایسا ہی خود پیر سواگ بھی ہمیشہ اپنے مریدین کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ پیر سواگ ؒ کے مرید حافظ سید عبداللہ شاہ صاحب موضع "کلا والا" کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ:

۶ ایک مرتبہ ساون کے مہینہ میں بہت سی خشک کھجوریں لے کر خانقاہ شریف کو حضرت پیر سواگ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آرہا تھا۔ راستہ میں دریائے سندھ تھا۔ دریا کو سنداری کے ذریعے تیر کر عبور کررہا تھا۔ جب درمیان میں پہنچا تو اچانک سنداری پھٹ گئی۔ دریا میں طغیانی تھی اور میں تیرنے سے بھی تھک چکا تھا۔ ڈوب جانے کے قریب تھا۔ تو حضرت پیرِ طریقت کی طرف متوجہ ہوا۔ حضور (پیر سواگ) کی طرف توجہ کرتے ہی میرے پاؤں نے محسوس کیا کہ زمین قریب ہے۔ چنانچہ میں کھڑا ہوگیا، تو پانی زانوں تک تھا اور میں نے چل کر کنارہ تک دریا کو عبور کیا۔ (فیوضاتِ حسنیہ صفحہ ۲۱۹)

۷ اسی طرح پیر سواگ کے ایک اور پڑھے لکھے مرید سید محسن شاہ ساکن رانڈہ شم کا بیان فیوضاتِ حسنیہ میں اس طرح منقول ہے کہ: میں ایک دن گھوڑے پر سوار ہو کر جارہا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تھا اور حضرت پیر سواگ کا وہ مکتوب گرامی جو حال ہی میں میرے نام آیا تھا' وہ پڑھ رہا تھا' جب یہ الفاظ میں نے پڑھے کہ: "فقیر کو ہر وقت اپنے ہمراہ تصور کریں"۔

تو یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ: اولیاء اللہ ہر وقت اپنے ہر مرید کے ساتھ کس طرح ہو سکتے ہیں؟۔ خیال آتے ہی گھوڑے نے سخت قسم کی ٹھوکر کھائی اور معاً میں گھوڑے سے گر پڑا۔

گھوڑا میرے اوپر تھا' اس کا ایک قدم میرے گھٹنے پر'
دوسرا قدم پیٹ پر' تیسرا قدم میرے منہ پر' اور
چوتھا قدم پیشانی پر تھا۔ وہاں سے بچ کر نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی۔

اچانک حضرت پیر سواگ ظاہر ہوئے اور گھوڑے کو ایک فٹ زمین سے اوپر اٹھا لیا' اور میں خیر و عافیت اٹھ کھڑا ہوا۔ اور بغیر تکلیف کے نکل آیا۔ اس وقت میرے دل کا وسوسہ اور خطرہ جاتا رہا۔ (فیوضات حسنیہ صفحہ ۲۱۲ و ۲۱۸ و ۲۱۹)

۸ فقیر عبدالرحمٰن حسنی نے پیر سواگ کی سوانح حیات میں "وفات کے بعد مشکل کشائی" کے عنوان سے لکھا ہے کہ: خان محمد اعظم خان لغاری' ساکن چوٹی زیریں نے بیان کیا کہ

کار ایکسیڈنٹ ۱۹۴۲ء کا واقعہ ہے کہ میں چند آدمیوں کے ہمراہ کار پر سوار تھا' اور موٹر کار خود چلا رہا تھا' اتفاقاً کار پٹڑی سے پھسل کر نالے کے عین درمیان میں جا گری' اور پانی میں ڈوب گئی' کار کے دروازے مضبوطی سے بند تھے' نہ وہ پانی میں کھل سکتے تھے' اور نہ ہم باہر نکل سکتے تھے۔ موت بالکل آنکھوں کے سامنے تھی۔ اسی مایوسی کے عالم میں میں نے حضرت پیر سواگ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کی۔ آپ کا تصور کرتے ہی میں نے دیکھا کہ آپ کی شکل مبارک شیشے سے باہر پانی میں نظر آ رہی ہے۔ آپ کی زیارت کرتے ہی ہمیں صرف اتنا پتہ چلا کہ موٹر کار سے نکل کر پٹڑی پر کھڑے ہیں۔ (فیوضات حسنیہ صفحہ ۲۴۷)

۹ فقیر عبدالرحمٰن حسنی نے پیر سواگ کی وفات کے بعد ان کے ایک مرید یعقوب خان ٹوانہ کی حاضری کے موقع پر اس کے ذہن میں پیدا ہونے والے ایک خیال کا ذکر کیا' اور لکھا کہ: "یہ خیال آتے ہی اس (یعقوب خان ٹوانہ) نے ظاہری آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت پیر سواگ مزار اقدس سے کمر تک باہر نکل کر کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں:

"کیا تُو سمجھتا ہے کہ اولیاء اللہ مرجاتے ہیں"؟۔ (دیکھیے: فیوضاتِ حسنیہ صفحہ ۲۴۶)

۱۰ اسی طرح عالم فقری نے لاہور کے مشہور بزرگ لال حسین کی وفات کے بعد تدفین کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انھیں اس جگہ دفن کرنے لگے جہاں انھوں نے وصیت کی تھی، جب جنازہ پہنچا تو وہاں ایک جوگی دفن کرنے سے مانع ہوا، اور بولا کہ مکان ہنود ہے، یہاں مسلمان کی قبر ہونی محال ہے۔ اسی وقت حضرت کی لاش سے آواز آئی: "اے جوگی! فلاں جگہ کو جہاں اب حضرت کی قبر ہے کھود، اگر وہاں سے تسبیح اور مصلّی اور قرآن شریف اور دستار شرع نکلے تو مکان ہمارا، ورنہ تیرا"۔ غرض جب اس جگہ کو کھودا تو وہ اسباب بجنسہٖ وہاں سے نکلا۔ (گلزارِ صوفیاء صفحہ ۱۵۲)

۱۱ پیرپیران حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پوتے کا نام سید جمال اللہ تھا، جو حیات المیر قادری کے لقب سے ملقب ہوئے، آپ کی ولادت ۵۲۲ھ مطابق ۱۱۲۸ء میں ہوئی تھی۔ آپ لاہور تشریف لائے، اور قبرستان میانی صاحب میں قیام فرمایا۔ ان کے بارے میں محمد دین کلیم قادری نے مفتی غلام سرور لاہوری کی کتاب خزینۃ الاصفیاء کے حوالے سے لکھا ہے کہ: "حضرت غوث پاک نے ان کے حق میں پروردگارِ عالم سے "حیاتِ جاوداں" کے لیے دعا فرمائی تھی۔ جو اللہ کریم نے منظور فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت سید جمال اللہ المعروف حیات المیر اب تک حیات ہیں۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ صفحہ ۱۲۲)

۱۲ اسی طرح شاہ بری لطیف کے حالات میں لکھا ہے کہ: آپ نے نعمتِ باطنی حضرت حیات المیر زندہ پیر سے پائی، جو حضرت غوث الاعظم کے پوتوں سے "زندۂ جاوید" ہیں۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ صفحہ ۱۳۰)

۱۳ حضرت علی رودباری فرماتے ہیں کہ میں نے ایک فقیر کو جنگل میں مرا ہوا پایا۔ میں نے غسل دے کر کفن پہنا کر اور جنازہ پڑھ کر جب اسے لحد میں رکھا اور اس کے چہرہ پر مٹی ڈالنے لگا تو اس نے آنکھیں کھول دیں، اور کہا: مجھے عزت دے کر اب ذلیل کرنے لگا ہے؟۔ تو میں نے کہا: کیا تُو زندہ ہے؟۔ کیا موت کے بعد حیات ہے؟۔ اس نے کہا کہ: ہاں میں زندہ ہوں۔ اس لیے کہ میں اللہ کا محبّ ہوں۔ اور اللہ سے محبت کرنے والا ہر انسان

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

زندہ رہتا ہے۔ اے زرد بہاری! دنیا میں تو نے میری مدد کی ہے۔ کل قیامت کے دن میں تیری مدد کروں گا۔ (مقاماتِ اولیاء صفحہ ۲۲۲)

۱۴ ۔ شیخ ابو سعید خراز کہتے ہیں کہ میں نے ایک نوجوان اور خوبصورت آدمی کو مرے ہوئے دیکھا' میں نے اس کی طرف دیکھا' وہ مسکرایا اور کہا: اے ابوسعید! کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ سے محبت کرنے والے نہیں مرتے۔ وہ زندہ رہتے ہیں اگرچہ ان کا انتقال ہو گیا ہو۔ وہ صرف ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف انتقال کر جاتے ہیں۔ (مقاماتِ اولیاء صفحہ ۲۲۲)

۱۵ حضرت ابو یعقوب سنوسی فرماتے ہیں کہ میرے پاس میرا ایک مرید آیا' اور میں مکہ میں تھا' اس نے کہا: یا مرشدا! میں نے کل ظہر کے وقت مر جانا ہے' یہ دینار لے لو' آدھے کا کفن لے لینا' اور آدھے کی قبر بنوا دینا۔ اگلا دن ہوا تو وہ آیا اور اس نے طواف کیا۔ اور پھر دور چلا گیا۔ اور وہ مر گیا۔ پس میں نے اسے غسل دیا' کفن پہنایا اور لحد میں رکھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے پوچھا: کیا تو زندہ ہے۔ اس نے جواب دیا: میں زندہ ہوں' اور اللہ سے محبت رکھنے والے زندہ رہتے ہیں۔ (مقاماتِ اولیاء صفحہ ۲۲۳)

۱۶ امام یافعی حضرت محمد بن ابی بکر الحکمی کے متعلق فرماتے ہیں کہ: ایک شخص ان کی خدمت میں رہنے کے لیے آیا مگر ان کی وفات ہو چکی تھی' وہ شخص آپ کی قبر پر گیا۔ آپ قبر سے باہر نکلے اور اسے بیعت کر لیا۔ (مقاماتِ اولیاء صفحہ ۲۲۳)

۱۷ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک معتقد تھا۔ اس نے سلسلہ قادریہ میں داخل ہونے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ وہ بغداد پہنچا مگر غوث پاک کا انتقال ہو چکا تھا۔ پھر وہ حضرت غوث الاعظم کی قبر شریف پر گیا۔ پھر حضرت غوث الاعظم اپنی قبر سے ظاہر ہوئے اور اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر توجہ دی' اور اپنے سلسلہ میں داخل کر لیا۔ (مقاماتِ اولیاء صفحہ ۲۲۴)

۱۸ حضرت شیخ عبدالحق محقق دہلویؒ حضرت شاہ گردیز کے متعلق لکھتے ہیں: منقول ہے کہ حضرت شاہ گردیز وفات کے بعد بھی لوگوں کو قبر سے باہر ہاتھ نکال کر بیعت کیا کرتے تھے۔ (مقاماتِ اولیاء صفحہ ۲۲۴)

۱۹ عبدالوہاب بن احمد شافعی المعروف امام شعرانی اپنی بیعت کا واقعہ لکھتے ہیں کہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

میرے شیخ عارف باللہ نے حضرت محمد شاذلی نے میری بیعت اپنے شیخ سید احمد بدوی سے گنبد کے اندر ان کے چہرہ کے مقابل لی۔ اور مجھے اپنے ہاتھ سے ان کے سپرد کیا۔ پھر حضرت نے اپنا دستِ مبارک قبر سے نکال کر میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ حضرت محمد شاذلی نے عرض کی کہ حضور آپ کی نگاہ عبدالوہاب شعرانی پر رہے اور اسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں۔ میں نے خود سنا حضرت نے قبر سے نکل کر فرمایا: اچھا۔ یعنی ایسا ہی کیا جائے گا۔

(مقاماتِ اولیاء صفحہ ۲۲۴،۲۲۵)

۲۰ حضرت شیخ علی ہیتی فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ بقا بن بطو کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی قبر شریف کی زیارت کی۔ پس میں اس نظارہ کا گواہ ہوں کہ حضرت امام (احمد بن حنبلؒ) اپنی قبر سے باہر نکلے۔ شیخ عبدالقادر کو سینے سے لگایا، اور خلعت پہنائی۔ اور فرمایا: یا عبدالقادر! میں علم طریقت و حال میں تیرا محتاج ہوں۔ (مقاماتِ اولیاء صفحہ ۲۲۵)

۲۱ حضرت امام یافعی فرماتے ہیں ثقہ لوگوں نے مجھے خبر دی کہ حضرت شیخ محمد بن ابی بکر حکمی اور حضرت شیخ ابوالغیث بن جمیل کے انتقال کے بعد کچھ فقراء ان کی قبر پر آئے تو شیخ محمد بن ابی بکر حکمی اپنی قبر سے باہر نکلے اور ہر ایک سے ملاقات کی۔ (مقاماتِ اولیاء صفحہ ۲۲۷)

۲۲ صاحبزادہ افتخار الحسن نے حضرت گل پیر صاحب کے اپنے پیر کی قبر کے قریب کسی گزرگاہ پر مراقبے کا ذکر کیا ہے کہ: ایک دن ایک ہندو عورت نے عرض کی: اے فقیر! مدت سے یہاں کیوں بیٹھا ہے؟۔۔۔ یہ جگہ اور یہ راستہ تو جانوروں اور حیوانوں کے گزرنے کا ہے۔۔۔ تو فرمایا: اپنے پیر مرشد حضرت میراں بادشاہ کے حکم کی تعمیل کے لیے بیٹھا ہوں۔۔۔ ہندو عورت نے حیران ہو کر کہا کہ: میراں بادشاہ تو سخی مرد ہے، ان کے مزار پر اگر کوئی شام کو حاجت لے کر آئے تو صبح کو پوری ہو جاتی ہے، اور صبح کو آنے والے کی شام کو۔۔۔ لیکن تُو تو ۶۲ دن سے یہاں بیٹھا ہے مگر تیرا مقصد پورا نہیں ہوا۔۔۔ ہندو عورت کی یہ بات سن کر آپ نے ہاتھ پھیلا کر عرض کی: یا مرشد! اب تو ہندو عورت بھی طعنہ دینے لگی ہے۔۔۔ فوراً جواب آیا کہ: مزار پر حاضری دو!۔۔۔ آپ حاضر ہوئے تو حکم ہوا کہ: ڈھوڈا شریف جا کر قیام کرو۔۔۔ (مقاماتِ اولیاء صفحہ ۲۴۹)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۲۲ قادر پور سیداں کی بستی کا واقعہ ہے کہ شاہ قادر بخش کے حق میں (سید احمد المعروف میراں بادشاہ نے) دعا فرمائی کہ قادر بخش قیامت تک زندہ رہے گا۔ اور اللہ کے بگڑے ہوئے لوگوں کو بھی چھڑا لیا کرے گا۔ ــــ اور ان کے مرنے کے بعد بھی ان کا مزارِ پاک روحانی شفا خانہ ہوگا۔ (مقاماتِ اولیا صفحہ ۲۱۷)

فائدہ صاحبزادہ افتخار الحسن نے لکھا ہے کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں ہیں، بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کر جاتے ہیں۔ ــــ اولیاء اللہ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اور زیارت کرنے والوں کو ویسے ہی فیض پہنچا رہے ہیں جیسے کہ ظاہری زندگی میں فیوض و برکات کی بارش کیا کرتے تھے۔ (مقاماتِ اولیاء صفحہ ۲۲۷)

۱۳ اسی طرح ان بدمذہب لوگوں کا عقیدہ ہے کہ: "کاملین کی ارواح کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس جسمانی دُنیا میں ظاہر ہو کر تصرف بھی کرتی ہیں، اور اپنے دوستوں کی مدد کرتی ہیں اور دشمنوں کو سزا دیتی ہیں۔ (زبدۃ الفقہ جلد ۱ صفحہ ۲۲)

فائدہ یاد رہے کہ زبدۃ الفقہ کے مصنف نے شیعہ مسلک چھوڑ کر سُنی ہونے کا دعویٰ کر لیا تھا۔ اور سادہ لوح سُنی عوام ہی نہیں، بلکہ بعض علماء بھی اس کے تقیہ کو نہ سمجھ سکے۔ بالآخر مذکورہ بالا عبارت نے اس کے تقیہ کا پردہ چاک کر دیا کہ وہ شیعہ دستور کے مطابق اپنے حصے کا کام کر گیا۔ فافہم و تفکر ولا تکن من الغافلین

۱۴ صاحبزادہ افتخار الحسن زیدی نے لکھا ہے کہ: حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ وصالِ پاک کے بعد اپنے مزارِ پُر انوار کی برکت سے پچاس لاکھ روپے سالانہ محکمہ اوقاف کو دے رہے ہیں ــــ ساٹھ ہزار روپے سالانہ تو فیصل آباد کے حضرت بابا نور شاہ ولی رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنی قبرِ پاک سے عنایت کر رہے ہیں ــــ اسی طرح پاکستان کے دوسرے اولیاء اللہ کے مزاراتِ مقدسہ ہیں جو نقد کرنسی کے علاوہ قیمتی ــــ ریشمی اور کم خواب کی چادریں اور طرح طرح کے نذرانے اور چڑھاوے دُنیا کے زندہ لوگوں کو دے رہے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ (مقاماتِ اولیاء صفحہ ۱۷۳)

۱۵ رسالہ کراماتِ غوثِ پاک میں ہے کہ ایک میت سے فرشتے سوال کرنے لگے کہ

تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟

تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ مردہ جو کچھ نہ جانتا تھا

"یا پیر دستگیر یا غوث الاعظم" چلانے لگا۔

تو پیر صاحب قبر میں تشریف لے آئے۔ اور مردے کو فرشتوں کے سوال سے بچا لیا۔

۱۶ صاحبزادہ افتخار الحسن زیدی نے پیر جماعت علی شاہ کے ایک کے ایک مرید ذکر کیا کہ: نام تو ان کا کچھ اور تھا۔ مگر مرشد پاک ان کو پیار سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے ڈیرے کا نمبردار ہے۔ اور پھر وہ نمبردار کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ان کا کام صرف مرشد پاک کی بھینسوں کو چارہ ڈالنا تھا۔ ایک دن مرشد لاثانی نے پیار سے فرمایا: نمبردار! قبر میں منکر نکیر نے سوال پوچھے تو کیا جواب دے گا؟۔ نمبردار نے عرض کی: یا حضرت! میں کہدوں گا کہ: "میں تے اپنے پیر دیاں مجھاں نوں پٹھے پاندا ہوندا ساں"۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا: "جا نمبردار! یہی کہدینا۔ تیری نجات ہو جائے گی"۔ (مقاماتِ اولیاء صفحہ ۱۱۹)

۱۷ حضرت ابو موسیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ اپنے سر پر عرشِ الٰہی کو اٹھائے پرواز کر رہا ہوں۔ صبح ہوئی تو اس خواب کی تعبیر پوچھنے کے سلسلے میں بایزید کی طرف گیا۔ پتا چلا کہ شیخ وفات پا چکے ہیں۔ جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے بہت کوشش کی جنازہ کا پایا پکڑوں، مگر میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور بے تاب ہو کر بایزید کے جنازے کے نیچے گھس گیا۔ اور جنازہ کو سر پر اٹھا لیا تو شیخ بول اٹھے کہ اے ابو موسیٰ! یہ تمہاری رات کی خواب کی تعبیر ہے۔ یعنی عرش سے مراد بایزید کا جنازہ ہے۔

(مقاماتِ اولیاء صفحہ ۱۳۵)

عام اہلِ قبور کی حیات کے متعلق عقیدہ

عقیدۃً بدعت انبیاء کرام علیہم السلام یا اولیاء کرام کے بارے میں ہی نہیں رکھا جاتا بلکہ ہر شخص کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ اپنی قبور پر آنے والوں کو پہچانتا ہے۔ اور اس کے سلام کلام کا جواب دیتا ہے۔ چنانچہ:

۱ امام بریلویہ احمد رضا خان نے لکھا ہے کہ: جس کسی کی قبر پر آدمی جاتا ہے"

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اگر صاحب قبر اس کو پہچانتا تھا تو اس کو پہچانتا ہے، اور اس سے حظ پاتا ہے، اس کی آواز بلکہ اس کی پچل سنتا ہے۔ اور اگر نہیں پہچانتا تھا تو اتنا ضرور جانتا ہے کہ ایک مسلمان یہاں قبر پر آیا ہے۔ اگر کسی زندہ شخص کو اتنے من مٹی میں دبا دیا جائے تو اس کے اوپر توپ بھی چھوڑی جائے جب بھی نہ سنے گا۔ تو ثابت ہوا کہ بعد مرنے کے سمع بصر و ادراک زیادہ ہو جاتا ہے۔ (ملفوظات حصہ ۳ صفحہ ۲۲)

فائدہ غور کیجیے کہ بریلویہ کے امام احمد رضا خان نے اس موقع پر کس قدر گستاخانہ انداز کو اختیار کیا ہے۔ وہ درحقیقت کہنا یہ چاہتا ہے کہ زندہ درگور خواہ کوئی بھی ہو، خواہ کوئی مسلمان ہو یا کافر، زندہ حالت میں دفن کیے گئے کسی بھی شخص کو اس کے مدفن پر رکھ کر چلائی جانے والی توپ کی آواز بھی سنائی نہ دے گی۔ اور اگر مدفون کوئی مردہ ہے تو بقول احمد رضا خان کے وہ مردہ زندوں کی پچل بھی سنتا ہے۔ کیونکہ "بعد مرنے کے سمع بصر و ادراک بڑھ جاتا ہے"۔ کیا ہم ان کے متبعین سے اس بات کے دریافت کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ جب آپ نے یہ الفاظ لکھے اس وقت ان کی طبیعت تو درست تھی؟۔ جو لوگوں کو زندہ درگور کرکے ان کے اوپر توپیں چلانے کا بے ہودہ تصور پیش کرکے اپنی دہریت اور نچریت کا کھلے لفظوں میں اظہار کر گئے۔ بھلا کوئی ان سے دریافت کرتا کہ جناب اگر کسی آدمی کو زندہ درگور کیا جائے گا تو وہ کیوں نہ سنے گا؟۔ جب کہ وہ بھی زندہ درگور کیے جانے اور اس کی قبر پر توپ چلنے سے پہلے پہلے مر چکے گا۔ اور جب مر چکے گا تو بھلا کیوں نہ سن سکے گا؟۔ جب کہ ان کے عقیدہ کے مطابق ہر مردہ اپنی قبر پر آنے والے کو دیکھتا بھی ہے، پہچانتا بھی ہے اور سنتا بھی ہے۔ اور اگر زندہ درگور شخص قبر میں دم گھٹ کر مرچکنے کے باوجود بھی نہیں سن سکتا جیسے احمد رضا خان اپنے ہاتھوں سے زندہ حالت میں سنتے اور بولتے دفن کر رہے ہیں، تو وہ شخص کیا تمھاری آواز کو سن سکتا ہے جسے تم نے مردہ حالت میں دفن کیا ہے؟۔

۲ نیز ان سے سوال کیا گیا کہ: قبرستان میں باآواز قرآن عظیم پڑھنا کیسا ہے؟۔ تو اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ: ایسی آواز سے پڑھنا مستحسن ہے کہ اموات سنیں اور ان کا دل بہلے، نہ اتنی آواز سے کہ مردے کو بھی پریشان کرے۔ (ملفوظات حصہ ۳ صفحہ ۸۷)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۳ عالم فقری نے اپنی کتاب "گلزارِ صوفیاء" میں کشفِ قبور کے عنوان سے میاں میر (لاہوری) کے متعلق لکھا ہے کہ ایک دن ملا خواجہ نے نماز کے بعد کہا میاں جیو! جو شخص اس قبر میں ہے وہ کہتا ہے کہ میں سترہ سال کی عمر میں فوت ہوا، اور اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے اب میں عذاب میں مبتلا ہوں۔ آپ جیسے برگزیدہ انسان میری قبر کے پاس آتے ہیں تو تعجب ہوگا کہ اب بھی مجھے عذاب سے رہائی نہ ملے۔ حضرت نے فرمایا قبر والے سے پوچھ تیرا عذاب کس چیز سے رفع ہو سکتا ہے۔ ملا خواجہ نے توبہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ مُردہ کہتا ہے: اگر ستر ہزار کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کا ثواب مجھے بخشا جائے تو عذاب رفع ہو جائے گا۔ میں نے ایسا ہی کیا، اور اصحاب کے ساتھ مل کر ستر ہزار مرتبہ کلمۂ طیبہ پڑھا، اور صاحبِ قبر کی روح کو بخشا۔ حضرت نے ملا خواجہ کو فرمایا، اب پوچھ! جب ملا خواجہ نے پھر توجہ کی تو کہا: وہ مردہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ نے کلمۂ طیبہ کی برکت اور آپ کے مبارک انفاس کی بدولت مجھے اس عذاب سے رہائی عطا کی ہے۔ (گلزارِ صوفیاء صفحہ ۱۹۱ و ۱۹۲)

۴ بغداد شریف میں ایک پاک دامن پارسا اور اللہ کی ولیہ عورت تھی اور اسی زمانے میں ایک کفن چور بھی تھا وہ پارسا بی بی مرگئی اس کا جنازہ اس کفن چور نے بھی پڑھا تاکہ اس کا کفن اور قبر دیکھ سکے۔ جب رات ہوئی تو کفن چور اس پارسا بی بی کی قبر پہ گیا اور قبر کو کھودا۔ اور کفن اتارنے لگا، تو اس پارسا بی بی نے کفن چور کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اللہ کی شان ایک جنتی دوسرے جنتی کا کفن اتارتا ہے۔ یہ سُن کر کفن چور لرز گیا، اور عرض کی کہ اے پارسا بی بی تیرے جنتی ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے مگر میں نے تو ساری عمر مُردوں کے کفن چرائے ہیں۔ میں کیسے جنتی ہوں؟۔ تو اس پارسا بی بی نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بخش دیا ہے اور جس نے بھی میرا جنازہ پڑھا ہے اس کو بھی بخش دیا ہے۔ اور تو نے میرا جنازہ پڑھا ہے۔ اس کفن چور نے توبہ کی اور پارسا بی بی کی دعا سے وہ چور بھی قطب ہو گیا۔ (مقاماتِ اولیاء صفحہ ۲۵۵)

فائدہ ہندوستان میں مُسلمانوں کو ان کی راہ سے ہٹانے کی سازش پنڈتوں اور جوگیوں نے کی۔ ان پنڈتوں اور جوگیوں کا مقصد مُسلمانوں کو صحابۂ کرامؓ والے اعمالِ اسلام سے دور کرنا، اور

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

انہیں دیہات و بدعات میں مبتلا کرتا تھا۔ یہ مسلمانوں کو اصل اسلام سے بھلانے کی ایک نہایت تاریک سازش تھی۔ بدعات و الحاد کی یہ راہیں کافی عرصہ سے مسلمانوں میں راہ پا رہی تھیں، لیکن چودھویں صدی کے نصف آخر میں یہ نیا اسلام باقاعدہ مذہب کی شکل اختیار کر گیا۔ (مطالعۂ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۱۰۶ و ۱۰۷)

۲ ہندو مذہب کی آمیزش کمزور ذہن مسلمانوں کو یہاں تک لے آئی کہ ان کے لیے جوگی اور صوفی میں — مالوی اور مولوی میں — برہمن اور امام میں فرق کرنا مشکل ہو گیا۔ کتنے عالم ایسے اٹھے ہوں گے جو درحقیقت ہندو تھے۔ اور کتنے صوفی ایسے ابھرے ہوں گے جو اندر سے جوگی ہوں گے۔ (مطالعۂ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۱۰۶)

تکمیلہ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قال آنچہ جہال می گویند یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ و یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیئاً للہ جائز نیست شرک و کفر است۔ (ارشاد الطالبین صفحہ ۲۰)

ترجمہ یہ جو جاہل کہتے ہیں اے شیخ عبدالقادر مجھے کچھ خدا کے لیے دے، اور اے خواجہ شمس الدین پانی پتی مجھے کچھ خدا کے لیے دے۔ اس طرح ان سے مانگنا جائز نہیں۔ شرک اور کفر ہے۔ (مطالعۂ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۲۸۴)

نا سمجھ ان مخترعین کا یہ شرک بتوں کے گرد نہیں قبور و مزارات کے گرد گھومتا تھا۔ کبھی یہ بہروپیے قبروں کا طواف کرنے لگتے۔ کبھی وہاں سجدے کرتے، ان پر چراغ جلاتے اور عیدوں کی طرح وہاں سالانہ اجتماع کرتے اور کہتے یہ عرس کے دن ہیں۔

قال لا یجوز ما یفعله الجهال بقبور الاولیاء و الشهداء من السجود و الطواف حولها و اتخاذ السرج و المساجد الیها و من الاجتماع بعد الحول کالاعیاد و یسمونه عرساً۔ (تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۶۵)

ترجمہ یہ جو جاہل لوگ ولیوں اور شہیدوں کی قبروں پر سجدے اور طواف کرتے ہیں یہ جائز نہیں، وہاں مسجدیں بنانا، اور ان پر چراغ جلانا، اور عیدوں کی طرح وہاں سالانہ اجتماع کرنا جس کا یہ لوگ عرس نام رکھتے ہیں، جائز نہیں۔ (مطالعۂ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۲۸۵)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۳ قدیم ہند میں فوت شدگان کے بارے میں جو ہندو رسوم رائج تھیں ان میں سے بعض کا تذکرہ علامہ ابوریحان البیرونی (متوفی ۴۴۰ھ) نے کیا ہے۔ جو سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ ہندوستان آئے تھے۔ ہندو تہذیب کو انہوں نے بہت قریب سے دیکھا تھا ہندوؤں کا اعتقاد تھا کہ میت کی روح نو (۹) دن تک اپنے گھر آتی رہتی ہے۔ اور گھر والے ان دنوں کھانا پکا کر ساتھ پانی کا برتن گھر کے سامنے رکھتے ہیں کہ میت کی روح ناراض نہ ہو۔ اور پھر دسویں دن میت کے گھر وسیع پیمانے پر کھانا تیار کیا جاتا ہے۔ کیا آج ہندوؤں کی یہ رسم مسلمانوں کے ہاں رائج نہیں؟ چند بریلوی ہوتے ہیں جو مسلمانوں میں ہندوازم کی نشاۃ جدید کے لیے کام کرتے ہیں۔ مگر عام مسلمانوں کی دین سے اتنی بے پرواہی ہے کہ بغیر کسی تحقیق کے وہ ہندوؤں اور بریلویوں کی ان رسوم کو اپنا لیتے ہیں۔ احباب اعتراض اس لیے نہیں کرتے کہ ان کے لیے کھانے پینے کا اچھا سامان ہو جاتا ہے۔ کسی کی مرگ ہوئی اور دوستوں کی دعوتیں اڑنے لگیں۔ کبھی تیجا، کبھی ساتواں، کبھی جمعرات ہے اور کبھی شب برات جس میں روحیں روحوں سے ملتی ہیں؟ اور کبھی اکیسواں ہے کبھی جہلم۔

۴ ہندوؤں کے ہاں مختلف میتوں کے بڑے ختم کے مختلف دن مقرر ہیں۔

1. برہمن کے لیے گیارھواں دن۔
2. کھتری کے لیے تیرھواں دن۔
3. ویش کے لیے جو کھیتی باڑی کرتے ہیں، پندرھواں دن۔
4. شودر وغیرہ کے لیے اکیسواں یا تیسواں دن مقرر ہے۔

ان کے ہاں ختم کو سرادھ کہتے ہیں۔ جب سرادھ کا کھانا تیار ہو جاتے اول اس پر پنڈت کو بلا کر کچھ وید پڑھواتے ہیں۔ بریلوی مذہب میں بھی اسی طرح ـــــــ جب کھانا تیار ہو جائے تو اس پر مولوی کو بلوا کر قرآن پڑھواتے ہیں۔

۵ ایصال ثواب کا مسئلہ بے شک صحیح ہے اور حدیثوں سے ثابت ہے۔ لیکن اس کے لیے بریلویوں نے جو صورت تجویز کر رکھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جو یہ عقیدہ پھیلا رکھا ہے کہ فوت شدگان کی روحیں کھانے اور پانی کی طلب میں گھروں کو لوٹتی ہیں۔ یہ اگر

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہندوازم کی نشأۃ جدید نہیں تو اور کیا ہے؟۔ (مطالعہ بریلویت جلد ۳ صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳)

علم اموات کی ارواح کے متعلق اعادۂ روح کا مسئلہ ہو یا خواص اور کاملین کی ارواح کے متعلق دنیا میں تصرف کا عقیدہ۔ ان تمام واہی عقائد باطلہ کی بنیاد ہندو جوگیوں، باطنی صوفیوں اور عیسائیوں کے عقائد باطلہ سے ماخوذ مرزا قادیانی کا یہی عقیدہ ہے کہ:

"انبیاء و اولیاء مرنے کے بعد پھر زندہ ہو جایا کرتے ہیں"۔

یاد رہے کہ مرزا قادیانی نے تو اس عقیدۂ بد سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انبیاء و اولیاء کی ارواح سے ملاقاتیں کرنے اور ان سے اپنی جھوٹی نبوت کی تائید کروالینے کا دعویٰ منوانے کی کوشش کی۔ ہندو معاشرے میں کمزور ذہن کے مسلمانوں نے حیاتُ الانبیاء و اولیاء کے عقیدے کو بسر و چشم قبول کرلیا۔ حتیٰ کہ اسی عقیدۂ بد کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کا دعویٰ کرنے کے باوجود بریلویوں نے بھی اختیار کرلیا۔ اور بد عقیدہ قبر پرست اور کمزور ذہن بلکہ رسمی مسلمانوں کو تھپکی دے کر انھیں اسی بد عقیدگی میں مبتلا رہنے دیا۔ اہلِ حق علماءؒ نے ہمیشہ ان کی اصلاح پر توجہ مرکوز رکھی، خصوصاً حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے سلسلہ سے وابستہ اہلِ حق علماءؒ نے ان رسمی مسلمانوں کے عقائدِ باطلہ کی اصلاح پر بھرپور توجہ دی، جگہ جگہ مدرسے قائم کیے، اور گھر گھر جا کر بالمشافہ لوگوں کو اصلاحِ عقائد کی دعوت دی۔ لیکن ہندوانہ عقائد اور رسوم سے مسموم اس نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔

خطاطی میں ہر قسم کی عربی، فارسی، اردو، پنجابی، پشتو زبانوں میں کمپیوٹر کتابت کے لیے

گلستانِ کتابت

بلاک نمبر ۱۱ سرگودھا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ
لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ۝ أَمْوَاتٌ غَيْرُ
أَحْيَاءٍ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝

رَدِّ مُنکَرَاتِ

حَیَاتَ الاَمَوَات

تالیف

شیخ الحدیث والتفسیر حضرۃ مولانا
علامہ مفتی سید محمد حسین شاہ نیلوی رحمۃ اللہ علیہ
سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

رائے گرامی

شیخ القرآن مجاہد ملت حضرت مولانا

محمد طاہر پنج پیریؒ

الحمد للہ و کفی و الصلوٰۃ و السلام علی سیدنا محمد خاتم الانبیاء و آلہ و اصحابہ ھم نجوم الاھتداء. اما بعد!

کتاب "رد منکرات مصنفہ شیخ المحدثین العلامہ مولانا محمد حسین" اس فن اُن اہم ترین مصنفات سے ہے جو حضرت شیخ نے فریضہ رد منکر اس دور فتن و شرک میں ادا کیا ہے۔۔۔۔۔ ہر زمانہ میں خداوند کریم اس اہم فریضہ کے لیے "من یجدد الدین وینفون عنہ تحریف الغالین" علماء اپنے فضل و کرم سے بھی پیدا کرتے رہتے ہیں تاکہ دین حقہ سے اُن شبہات و ضلالات کا رد کریں جن سے دین میں التباس و خداع پیدا ہوتا ہے۔ استغاثہ بالاموات کے لیے اُن کا تصرف اور اُن کا سماع ہمیشہ ہی مُبطلین ذریعہ بناتے ہیں اور دین خالص میں خلط کر کے محبت اولیاءِ کرام کے نام سے ہی ہمیشہ پھیلاتے ہیں۔

حضرت شیخ کی سعی و جد و جہد و اخلاص سے ہمیں امید ہے کہ تمام موحدین قابل قدر نگاہ سے دیکھیں گے۔ خداوند کریم حضرت مولانا سید محمد حسین کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!

وانا الاحقر محمد طاہر عفا اللہ عنہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

رائے گرامی

شیخ القرآن استاذ العلماء حضرت مولانا
غلام اللہ خانؒ

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم وصحبہ الذین ہم هداتنا الدین المتین امابعد!

مجھے عزیزم مولوی ضیاء الحق کی شادی پر سرگودہا حاضری کا موقع نصیب ہوا۔۔۔۔۔۔۔۔تو یہاں ایک کتاب تصنیف مولانا سید نور الحسن بخاری کی "حیات الاموات" دیکھی۔ مجھے بہت افسوس ہوا۔ اوّل تو یہ موضوع کوئی مدارِ نجات نہیں تھا جیسا کہ انہوں نے خود ابتداءِ کتاب میں اقرار بھی کیا ہے۔ پھر ان ساتھیوں کے مجبور کرنے سے اس موضوع پر قلم اٹھانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ وہ ساتھی ہیں جنہوں نے مناظرہ سے عوام کے سامنے راہِ فرار اختیار کی ہے۔

نیز اس موضوع پر لکھنے والے متقدمین نے بہت ہی کچھ لکھ دیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔شاہ صاحب کی کتاب کے چند مقامات دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صرف ضد میں آکر "ندائے حق"، مصنفہ علامہ محقق مدقق حضرت مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب زید مجدہٗ" کی تردید کرنا چاہتے ہیں۔۔۔لیکن شاہ صاحب تو ابھی تک قبر کے مصداق کو از روئے قرآن مجید اور سنت صحیحہ متعین نہیں کر سکے اور عجیب طرفہ ہے، ابتداء میں اور درمیان بعض

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مقامات میں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ ہوں گے۔ لیکن ان کی کتاب "حیات الاموات" میں صرف بے سند اقوال اور خوابوں کا مجموعہ ہے۔ کسی قول کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ کتاب لکھتے وقت شاہ صاحب اصول شاشی سے مسلم الثبوت تک کا کچھ خیال نہیں آیا کہ اصول شرع تین یا چار ہیں۔ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع، قیاس، جو ان تین سے مستنبط ہو۔

جو کام مشرکین، مبتدعین کرتے تھے۔ بے سند اقوال، خوابیں پیش کرتے تھے۔ وہی کام شاہ صاحب نے ضد میں آ کر ہمارے مناظرہ سے بھاگنے والے ساتھیوں کی حمایت میں کیا ہے۔

نیز شاہ صاحب نے عذاب قبر کے متعلق بہت زور دیا ہے کہ عذاب روح اور بدن ہر دو کو ہوتا ہے اور ساتھ ہی حضرت علامہ دوران حافظ الحدیث مولانا محمد انور شاہ صاحب کاشمیری نور اللہ مرقدہٗ کی عبارت بھی پیش کرتے ہیں کہ اہل السنت کے دو قول ہیں اور صرف روح کو عذاب سوائے بدن کے، یہ بھی اہل السنت کا ایک قول ہے۔ نیز پھر محدث دوران حافظ الحدیث مولانا محمد انور شاہ صاحب مرحوم کی عبارت میں غداری کر کے اُن کا مطلب بگاڑا ہے کہ عذاب قبر روح مع الجسد مثالی قول صوفیہ کا ہے اور صوفیہ کا یہ قول اہل السنت سے نہیں ہے۔ شاہ صاحب کی فہم پر اُف ہے۔

اور اخیر میں حضرت مرشدی مولانا حسین علی صاحب مرحوم اور مولانا قاضی نور محمد مرحوم اور احقر پر بہتان عظیم لگایا ہے۔۔۔۔۔ اور حضرت علامہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم کو غلط پیش کر کے دھوکا دیا ہے حالانکہ حضرت مرشدی مولانا حسین علی صاحب مرحوم کا واضح دلائل کے ساتھ عقیدہ تھا کہ عندالقبر نبی اکرم ﷺ کا کوئی سماع نہیں ہے البتہ قائلین سماع کی تکفیر و تضلیل نہیں کرتے تھے۔۔۔۔۔ اور مہتمم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم کا صاف فیصلہ تھا ''اگرچہ جمہور سماع عندالقبر نبی ﷺ کے قائل ہیں لیکن جو بوجہ دلائل کے قائلین عدم السماع ہیں وہ بھی اہل السنت ہیں اور علماءِ دیوبند سے ہیں''

اللہ تعالیٰ حضرت علامہ مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی عمر میں مزید برکت عطا فرمائے کہ آپ نے ''ردِ منکرات حیات الاموات'' لکھ کر حقائق کو واضح کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ اور دلائل کے ساتھ عذابِ قبر کے مسئلہ اور وجودِ مثالی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ سے اور اسلاف متقدمین اور مجدد زمان حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ارشادات سے مزین کر دیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ علماءِ کرام اور عوام کو اِس کتاب کو پڑھ کر صحیح راستہ حاصل کرنا ضروری ہے۔

دعا گو

لاشئے غلام اللہ

راولپنڈی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

رائے گرامی

پیر طریقت حضرت مولانا علامہ سید
عنایت اللہ شاہ بخاریؒ

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

حضرت علامہ مولانا سید محمد حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی کی تصنیف "ردِ منکرات" ماشاء اللہ منکرات کی تردید میں بہترین تالیف ہے۔
مصنف علام نے تحقیق مسائل میں دیانت وامانت کا دامن نہیں چھوڑا۔
علماء، طلباء اور عوام کے لیے انشاء اللہ العزیز بہت مفید اور نافع ہوگی۔

عنایت اللہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رائے گرامی

شیخ الحدیث والتفسیر استاذ العلماء حضرت مولانا
قاضی شمس الدینؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

چونکہ عوام میں قبر پرستی عام ہے اس لیے ہر مولوی اور ہر پیر رات دن عوام کی خوشنودگی حاصل کرنے کے لیے دو کاموں میں لگا رہتا ہے۔ایک یہ کہ نعوذ باللہ، معاذ اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی کے سامنے جھک جاتا ہے دوسرا یہ کہ مردے ضرور کچھ نہ کچھ کرتے ہیں۔
اس لیے علماء حق کو چاہیے کہ وہ عوام کی خوشنودی حاصل کرنے کی بجائے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کریں اور عمر بھر اس کوشش میں نہ لگے رہیں کہ انسان کے رُوح اور بدن کا ہمیشہ کے لیے جوڑ رہتا ہے۔

بلکہ حضرت امام مجدد الف ثانی جیسے ستون اُمت کے اقوال کو دیکھیں:

جلد ثالث کے مکتوب نمبر ۹۶ میں فرماتے ہیں

''در تعین جسدی مہر چند بواسطہ عروض رویت متو درفتہ بود و تعین نبی کریم ﷺ پر روحی فوت گرفتہ اما اثر آں تعین باقی ماندہ بود ہزار سال بایست تا آں اثر نیز زائل شود و نشانے ازاں تعین نہ ماند و چوں ہزار سال آخر آمد و اثر آں تعین نہ ماند'' انتہا الی موضع الضرورت۔

الغرض عمائد اُمت کے نزدیک رُوح کا بدن سے جڑے رہنا کوئی خاص کمال نہیں بلکہ کمال ہے اس کے علائقِ جسدیت سے جدا ہو کر تجلیاتِ ذاتیہ میں محو ہونے میں۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر مردے نہیں سنتے تو اس سے اُن کی قدر کم نہیں ہو جاتی اور اگر سنتے ہیں تو ہم نے اُن سے کچھ مانگنا نہیں۔

لہٰذا ہم تو حضرت مولانا محمد حسین صاحب جیسے لوگوں کو دُعائیں دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں ایسے لوگوں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہٹا کر ماسوا اللہ کی طرف بلاتے ہیں عمریں ضائع کر رہے ہیں۔

لطیفہ:

والبعث بعد الموت کے ساتھ ہمارا ایمان ہے جو قیامت کے دن ہوگا لیکن جب سے دُنیا بنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر لوگ اموات الحیات ہی دیکھتے آئے اب کے مولویوں نے حیات الاموات بھی دکھانا شروع کر دی۔

یا قیاس کن زِ گلستان من بہار مرا۔

احقر شمس الدین عفی عنہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

رائے گرامی

شیخ التفسیر حضرت مولانا

عبدالسلام صاحب مدظلہ (پشاور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامداً ومصلیاً

امابعد

کتاب "ردمنکرات علی کتاب حیات الاموات" کا کچھ حصہ نظر سے گزرا۔ کتاب کی حیثیت واقعی ایسی ہے جیسا کہ اینٹ کا جواب پتھر سے۔

لکل فرعون موسیٰ کے قانون کی بناپر اللہ تعالیٰ نے کتاب حیات الاموات کی منکرات کی دندان شکن جوابات دینے کے لئے مصنف کتاب ردمنکرات کو منتخب فرمایا۔

کتاب ہذا طلبہ اور علماء دین حق کیلئے نہایت مفید ثابت ہوگی۔

جزی اللہ عنا مصنفِ کتاب ردمنکرات جزاء وفیٰ۔

فقط

الاحقر عبدالسلام غفرلہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

﴿تمہید﴾

ابھی ابھی چندروز ہوئے کہ کسی کے ہاتھ میں ''حیات الاموات'' مصنفہ حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری وفقہ اللہ لخدمۃ دینہ دیکھی۔ میں نے اُس سے عاریۃً کتاب لی۔ دیکھا تو ''ندائے حق'' کی تردید تھی۔۔۔۔۔۔نہیں نہیں۔۔۔۔۔ بلکہ علماء حق اہلسنّت وسلف صالحین کی تردید تھی، اکابر حنفیہ کی تردید اور باطل فرق کی تقلید وتائید تھی۔ اور بظاہر انداز معصومانہ اور دعویٰ اتباع سلف اور دیوبندیت کا اور اکابر کا نام بڑے عزت واحترام کے ساتھ لیا اور اس قدر اکابر کے نام کو القاب سے مزین کیا جس سے محسوس ہوتا تھا کہ اُن اکابر پر آپ کی جان نثار ہے۔

مع ہذا ''ندائے حق'' کی تردید کے ضمن میں ان ہی اکابر پر جھوٹ کا الزام لگایا۔ بعض کو اہلسنّت سے خارج کر دیا اور بعض پر اور الزام لگائے۔ مزید تعجب اس بات کا ہے کہ اپنے استاد جی یعنی شیخ الحدیث، ابن حجر ثانی، حضرت سید سند محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً پر بھی بہتان باندھنے سے نہ رُکے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مگر یہ بات تعجب کی نہیں کیونکہ مجھے علم ہوا کہ آپ نے ساری زندگی تنظیم اہلسنت کا کام کر کے آخر عمر میں شیعہ نصاب کی تصویب فرما کر اُس پر دستخط ثبت فرمائے جب دیکھا کہ اس وجہ سے تنظیم کی اکثریت نے میرا ساتھ چھوڑ دیا تو لگے اہلسنت ہی پر الزام لگانے اور رُخ کی تبدیلی محض عوام کی نظروں میں دھول ڈالنے کے لیے ہے۔ یہ بھی حضرت شاہ صاحب کی سیاست ہے۔

دل تو نہیں چاہتا تھا کہ قلم اٹھاؤں کیونکہ جمعیت اشاعت التوحید والسنت نے صرف بریلویت کی تردید ہی کو اپنا لائحہ عمل نہیں بنایا بلکہ جمعیت کا مطمحِ نظر تمام فرق باطلہ مثلاً (شیعت، مرزائیت، عیسائیت، یہودیت، نیچریت، پرویزیت، بہائیت وغیرہ) کی تردید کرنا ہے۔۔۔۔۔۔ جس کے لیے کافی مواد جمع کر کے ان فرق کی تردید کے لیے رسائل جدید و لکھے اور ابھی کافی کچھ لکھنا باقی ہے جسے عوام میں شائع کرنے کا مصمم ارادہ ہے۔

اور "شفاء الصدور" بھی اسی کی ایک کڑی تھی جو تلقینِ شیعہ اور دعاءِ بریلویہ کے خلاف میگزین لکھی گئی تھی اور اب دوسرا ایڈیشن بھی مع اضافات زیر طبع ہے۔ (اب عربی اور مترجم دونوں شائع ہو چکی ہیں، ناشر)

جس میں یہ مسئلہ سمجھایا گیا ہے کہ جو لوگ قبروں پر جا کر قبر والوں کو پکارتے ہیں اور اولیاء اللہ سے حاجات طلب کرتے ہیں ان کو یہ سوچنا چاہیے کہ قبروں میں جو جسم ہیں اُن کو مٹی کھا گئی۔۔۔۔۔ وہ کیا جانیں کہ قبر پر کون آیا کون نہیں آیا، وہ نہ تمہاری پکار سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں، نہ جانتے ہیں، نہ پہچانتے ہیں اور نہ اُن کی ارواح قبروں میں ہیں اور نہ قبروں کی افنیہ پر ہیں اور

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

نہ اہل قبور کے جسمِ عنصری کے اوپر پرواز کرتی ہیں جیسے بعض ہنود کا عقیدہ ہے کیونکہ اگر وہ اہل قبور نیک ہیں تو اُن کی ارواح علیین میں ملأ اعلیٰ میں ہیں جہاں سے اُن کو ایسے نعمتوں کا مقام چھوڑ کر دُنیا والوں کی طرف آنے کا جی ہی نہیں چاہتا اور اگر بد ہیں تو اُن کے ارواح سجین کی جیل میں بند ہیں وہاں سے اُنہیں رہائی کیسے ملے گی؟

جب یہ بات ہے تو وہ برزخ کے باشندے تمہاری کیا سُنیں گے اور تمہاری طرف کیا توجہ کریں گے اور تمہیں کہاں سے دیکھیں گے اور کہاں سے جانیں گے، پہچانیں گے؟ اور ایسا کرتوت کرنے والے جو اپنے آپ کو حنفی کہتے ہیں اُن سے کہا گیا کہ

"او حنفی کہلانے والو! تمہارے امام حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تو یہ مذہب ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ تم کیسے حنفی ہو جو اپنے امام کا مذہب چھوڑ کر علیحدہ ہی راستہ اختیار کرتے ہوئے مُردوں کے سننے، جاننے، پہچاننے اور دیکھنے کے قائل ہو کر اُن سے اپنی درخواستیں لے جاتے ہو اور اُن کو سفارشی بناتے ہو"

اِس کتاب کے شائع ہونے کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ جن کے خلاف یہ کتاب شائع ہوئی ہے وہ آگ بگولہ ہوتے، وہ چڑھتے، وہ ناراض ہوتے، وہ کوستے، وہ گالیاں دیتے، وہ شفاء الصدور کے خلاف کوئی کتاب لکھتے، وہ اشتہار شائع کرتے، وہ مناظرے کرتے، وہ مباہلہ کا چیلنج کرتے مگر اِس کے برعکس افسوس کا مقام یہ ہے کہ وہ لوگ تو خاموش ہیں اُنہوں نے تو شفاء الصدور کے رَدّ میں ایک کتاب بھی نہیں لکھی اور نہ ہی اُنہیں لکھنے کی جرأت ہوئی۔

الحمد للہ علی ذلک۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

لیکن دیوبندی کہلانے والے ہیں، جو شفاء الصدور کے رد میں لکھنے کے لیے تیار ہو گئے۔ کوئی چکڑالہ سے اٹھا، کوئی گوجرانولہ سے، کوئی ملتان سے، کوئی لاہور سے، کوئی کہیں سے، کوئی کہیں سے۔ اب بریلوی خوش ہوئے بغلیں بجانے لگے اور پیروں، فقیروں کی کرامت ماننے لگے کہ ہمیں بولنے اور جواب دینے کی زحمت گوارا نہیں کرنی پڑی ۔۔۔۔۔ اچھا ہوا ہماری طرف سے دیوبندی ہی شفاء الصدور کی تردید کو کافی ہو گئے۔

اس کے بعد خاموشی کا عالم طاری ہوا۔۔۔۔۔۔ اندر ہی اندر کہیں لاوا پکتا رہا۔۔۔۔ اور آپ حیات الاموات کا ''بم'' پھٹا۔ جی ہاں حیات الاموات کا ''بم''۔

شاہ جی! ہم اور آپ تو ایک ہی مکتب فکر کے تھے۔ ہمیں تو مل کر ایسا کام کرنا چاہیے تھا کہ مشرکین و مبتدعین کو کاری ضرب لگتی۔ ایک اکیلا ہوتا ہے اور دو گیارہ مگر اس کے برعکس قدم آگے بڑھانے کی بجائے اس کام میں آپ رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔ جناب شاہ جی! آپ تو ایسا نہ کرتے۔

ایک بات اور بھی کہنے کی ہے کہ جب آپ نے ندائے حق کی تردید لکھی تھی تو اُصولی بات تھی کہ آپ صاحب ندائے حق کو ایک نسخہ ضرور بھیجتے۔۔۔۔۔۔۔۔ جیسے ندائے حق لکھی گئی تھی تو حضرت شیخ الحدیث جناب ابوالزاہد صاحب مدظلہ العالی کو بجائے ایک نسخے کے چھ نسخے ہم نے بھیجے۔۔۔۔۔ لیکن ہم نے حضرت مولانا سید نورالحسن شاہ صاحب بخاری زید مجدہٗ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا کہ آپ از راہ کرم ایک نسخہ کتاب ''حیات الاموات'' کا ہمارے یہاں گلستان کتابت سرگودھا کے پتہ پر دی پی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

پارسل کے ذریعہ ارسال فرمادیں ہم پیسے دے کر چھڑا لیں گے۔ مگر حضرت شاہ صاحب اِس قدر ہم پر ناراض ہیں کہ وی پی کرنا تو درکنار خط کا جواب دینا بھی مکروہ سمجھا۔ کیا حضرت شاہ صاحب کے اخلاق عالیہ کریمانہ کا یہی مقتضی ہے؟ اچھا! ہر چہ باداباد۔

آیئے! اپنے اصل مطلب پر اور کتاب کا سرسری جائزہ لیں ---- اور دیکھیں کہ حضرت شاہ صاحب کیا فرماتے ہیں اور سلف صالحین اور اکابر کیا فرماتے ہیں۔

پہلے تو نام ہی دیکھ کر مسکراہٹ سی لبوں پر آئی کہ سبحان اللہ! کیا عجب نام ہے "حیات الاموات" (مردوں کا جینا) یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کہے نابینا کی نظر، بہرے کی شنوائی، گونگے کی بولی، لنگڑے کی دوڑ، جاہل کا علم وغیرہ۔

پھر لکھا خصوصاً حیات النبی سید الکائنات ﷺ ------ مگر اِس لفظ کے ساتھ صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نہ لکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کا غیض وغضب اِس حد کو پہنچ گیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی پر صلوٰۃ وسلام کرنا بھی بھول گئے۔ اچھا، مثل مشہور ہے کہ "الانسان مرکب من الخطاء والنسیان"

آگے چلئے! ص نمبر ۶ پر فرماتے ہیں کہ اِس موضوع پر میرا مطالعہ نہ ہونے کے برابر تھا اور نہ ہی میرے پاس اِس مسئلہ سے متعلق علمی مواد تھا۔

حضرت جی! ۱۹۷۱ء میں جب حضرت مولانا محمد امیر صاحب خطیب جامع مسجد بلاک نمبر ۱۸ سرگودھا کی وفات حسرت آیات کے بعد سرگودھا تشریف لائے تھے تعزیت کے لیے ---- تو آپ کو ہدیۂ ندائے حق دی گئی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تھی تو آپ نے زینت کتب خانہ بنا کر رکھ دی تھی؟؟ اس کا مطالعہ نہیں فرمایا؟؟ اگر مطالعہ نہیں فرمایا تو لینے کا کیا فائدہ اور اگر مطالعہ فرمایا تو اس کی تحقیق آپ نے کیوں نہ کی اور اگر تحقیق کا موقع نہیں ملا تو ندائے حق کی تردید میں قلم کیوں اٹھایا۔۔۔۔۔۔۔۔کیا آپ نے ندائے حق کو مولی گاجر سمجھ لیا کہ کچا کھا جاؤں گا۔ ندائے حق نے بڑے بڑوں کے دانت کھٹے کر دیے ہیں۔ کوئی بریلوی آج تک ایسا نہیں ہوا جو اس کا جواب دینے کو تیار ہو۔۔۔۔ بلکہ اس کے دیکھنے ہی سے اس کی ہوا خارج ہونے لگتی ہے جو تھمتی نہیں ہے۔

پھر ص ۷ میں لکھا کہ اس موضوع پر عدم عبور کے باعث بہت دنوں تک آغاز کار کی جرأت نہ کر سکا۔۔۔۔ مگر صدر تنظیم اہل سنت حضرت علامہ تونسوی مدظلہ کے مسلسل تقاضوں پر آخر اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیا۔

عرض ہے کہ علامہ تونسوی صاحب مدظلہ خود میدان میں آتے اور اپنے بازو آزما لیتے، آپ جیسے نا تجربہ کار کو کیوں سامنے لائے ہیں۔۔۔۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ نا تجربہ کار کو میدان میں لانے سے شکست ہی شکست ہوگی اور منہ کی کھانی پڑے گی۔

البتہ میں ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔۔۔۔۔۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت تونسوی مدظلہ نے آپ کو اہل سمجھا ہے تب ہی یہ کام آپ کے سپرد کیا ہے۔ حضرت تونسوی صاحب اس میدان کارزار کے دھنی نہیں ہیں۔ آپ شکر کریں آپ کے صدر سامنے نہیں آئے ورنہ تو۔۔۔۔۔۔۔

پھر ص ۷ میں ہی لکھتے ہیں کہ "مسئلہ کے تمام گوشوں کو دیکھنے بھالنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اصل مسئلہ میں فی الاصل کوئی حقیقی اختلاف نہیں"

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اب سوال یہ ہے کہ اصل مسئلہ کیا ہے؟ سوس ۹ پر لکھا ہے کہ

"اصل بحث تو مسئلہ حیات الانبیاء سے متعلق ہے یعنی نبی کریم ﷺ
حیات فی القبر سے متعلق، برزخی زندگی سے متعلق ---------"

اس کے بعد ہم شاہ صاحب کے اس دعویٰ پر غور کرتے ہیں

"اصل مسئلہ میں فی الاصل کوئی حقیقی اختلاف نہیں"

اور حضرت شاہ صاحب کے مایہ ناز وسیع المطالعہ اور متبحر عالم حضرت مولانا ابوالزاہد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہٗ کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

اَب ہم ریسرچ کرنا چاہتے ہیں کہ ان ہر دو کا دعویٰ صحیح ہے؟

آیئے کتابیں لایئے!

یہ کتاب ہدایہ شریف ج ۱ ص ۱۶۰ ہے، میت پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کی کراہت پر دلیل دیتے ہیں کہ

"اگر میت پر نماز جنازہ دوبارہ پڑھنا جائز ہوتا تو اَب تک سب لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی نمازِ جنازہ پڑھتے چلے آتے کیونکہ "الاٰن کما وضع" اَب بھی آپ اُسی حال میں قبرِ عُرفی میں موجود ہیں جس حال میں آپ کو پہلی دفعہ رکھا گیا تھا اور ظاہر ہے کہ آپ کو اُس حال میں رکھا گیا تھا جس حال میں آپ کے معصوم جسم میں رُوح نہ تھی اور جسم صحیح سالم بلا دخولِ رُوح اب تک موجود ہے۔

لیکن علامہ سبکی (شافعی) ابن فورک جیسے مُلحد کی تقلید میں فرماتے ہیں

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کہ "آپ ﷺ قبر مبارک میں ابدالآباد تک زندہ ہیں، حقیقتاً نہ مجازاً"
(دیکھو مواہب لدنیہ ج ۲ ص ۵۴)

ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کہ اِس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ایک مسلک ہے محققین حنفیہ کا، اور دوسرا مسلک ہے ابن فورک بے دین ملحد کا۔ اب بتایئے! حضرت شاہ صاحب اور شیخ الحدیث صاحب کا دعویٰ صحیح ہے؟

اِس کے بعد ص ۷ پر ہی بحوالہ اقامۃ البرہان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کی تحریر لکھی کہ "حیاتِ دُنیوی ظاہری کا تو دُنیا میں کوئی بھی قائل نہیں، جو بھی قائل ہیں حیات برزخی کے قائل ہیں"

ہاں جی لایئے ذرا آبِ حیات! اور دیکھیے ص ۲۷

"رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ دُنیوی علے الاتصال اَب تک برابر مستمر ہے اُس میں اِنقطاع یا تبدّل وتغیر جیسے "حیاتِ دُنیوی کا حیاتِ برزخی ہو جانا" واقع نہیں ہوا"

دیکھ لیا جناب! حضرت نانوتوی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم کی حیات کو برزخی مانتے ہیں؟ ہرگز نہیں، وہ تو صرف دُنیا کی ہی حیات مانتے ہیں اُن کا واضح اور واشگاف الفاظ میں فرمان ہے کہ

"انبیاء کرام علیہم السلام کے اَرواح کا اِخراج نہیں ہوتا"
(دیکھو جمالِ قاسمی ص ۵)

پھر آپ کیسے کہتے ہیں کہ جو بھی قائل ہیں حیاتِ برزخی کے قائل ہیں۔

پھر فرمایا "حضرات دیوبند بلا ضرورت اِس قسم کے زائد مباحث میں اُلجھنے اور عوام کو اُلجھانے سے مجتنب رہتے ہیں"

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کیوں جناب! آپ بھی تو حضرات دیوبند کہلاتے ہیں آپ کیوں اس میں اُلجھ کر کتابیں لکھتے ہیں آپ کو کیا ضرورت محسوس ہوئی؟۔۔۔۔۔شاید ضرورت یہی ہو کہ بریلویوں سے خراج عقیدت حاصل ہو جائے اور اُن کو باہمی دیوبندی نزاع کا تماشا دکھایا جائے۔اور میں نے بہتوں کی زبان سے یہ سنا ہے کہ اَب بعض دیوبندی سماع موتی اور کشفِ قبور کے قائل ہوتے جارہے ہیں،اُبھی تو اصحاب القبور سے حاجتیں مانگنے سے جھجکتے ہیں مگر وہ دن دُور نہیں کہ ہماری بات مان لیں گے اور اصحاب القبور سے حاجتیں مانگیں گے اور اُن کی نذر و نیاز دیں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿تعارضات﴾

تعارض 1:

ص ۸ سطر ۹ میں ہے"بحث اصلاً نبی کریم ﷺ کی ذات پاک کی نہیں بلکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور حضرات شہداء و اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ حتی کہ عام مسلمانوں کی حیات کی بھی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔دراصل بحث ہے تو عام موتی کی حیات کے متعلق ہے جن میں کفار و مشرکین اور منافقین تک شامل ہیں"

مگر آپ کی حیرت کی انتہا نہ رہے گی جب آپ اسی کے ساتھ والے ص ۹ کی سرخی کے نیچے پہلی سطر میں یہ لفظ لکھے ہوئے پائیں گے

"اصل بحث تو مسئلہ حیات النبی ﷺ سے متعلق ہے"

سچ مشہور ہے"لیس للباطل اساس"

محاورہ ہند میں ہے کہ"جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے"

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تعارض 2:

ص ۹ سطر ۱۰ میں "وَمِنْ وَّرَآءِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ" کے معنے لکھے "اور ان کے پیچھے برزخ ہے جہاں وہ اُس دن تک کہ دوبارہ اُٹھائے جائیں گے، رہیں گے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ برزخ کسی جگہ کا نام ہے"

اِس کے بعد ساتھ ہی سطر ۱۲ میں لکھا" تو برزخ موت کے بعد سے قیامت تک کے درمیانی دور، عہد، زمانہ اور مدت کا نام ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ برزخ کسی وقت کا نام ہے"

اِس کی تصدیق سطر ۱۴، ۱۵ میں کر دی

"برزخ ظرفِ زمان اور قبر ظرفِ مکان"

اور پہلی بات کی تصدیق ص ۱۲ سطر ۱۲ میں کر دی

"عالم برزخ (برزخ کا جہان)"

اَب ناظرین خود سوچیں کہ صحیح کون سی بات ہے اور غلط کون سی؟

تعارض 3:

ایک ہی سطر میں دو فقروں کا تعارض ملاحظہ ہو ص ۱۳ سطر ۱۷ میں ہے

"گڑھا اور چیز ہے اور قبر اور چیز۔ قبر، قبر ہے۔ گڑھا، گڑھا ہے۔ اِس کا مطلب ظاہر ہے کہ گڑھا اور قبر دو الگ الگ چیزیں ہیں، قبر گڑھا نہیں اور گڑھا قبر نہیں یعنی ان کے مابین نسبت تباین کلی کی ہے"

مگر ساتھ ہی لکھا ہے

"نہ ہر گڑھا قبر ہے اور نہ ہر قبر گڑھا، بعض قبریں آگ کا گڑھا ضرور ہیں یعنی بعض قبریں گڑھا ہوتی ہیں اور بعض قبریں گڑھا نہیں ہوتیں اور بعض

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

گڑھے قبریں نہیں ہوتے یعنی ان کی باہم نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے یعنی تباین جزئی ہے"

اب آپ بتایئے! کون سی بات صحیح ہے۔۔۔۔۔گڑھا اور قبر میں تباین کلی ہے یا تباین جزئی؟

تعارض 4:

عذاب رُوح کو ہوتا ہے یا بدن کو؟۔۔۔۔۔۔۔۔ص ۱۴ سطر آخری اور ص ۱۵ سطر اوّل میں ہے کہ "بعض مبتدع فرقوں کا زعم ہے کہ عذاب قبر صرف رُوح کو ہوتا ہے"

اور پھر ص ۱۶ میں حضرت سید سند محمد انور شاہ صاحبؒ کے حوالے سے لکھا کہ "علماء اہل سنت کے اس بارے میں دو قول ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ عذاب صرف رُوح پر ہے"

دیکھا! پہلے فرمایا کہ بعض بدعتی فرقوں کا غلط خیال ہے کہ عذاب صرف رُوح کو ہوتا ہے۔پھر فرمایا کہ عذاب قبر صرف رُوح کو ہونا اہل سنت کا ایک قول ہے۔اَب آپ ہی بتائیں کیا سمجھے؟

اصل حقیقت

حقیقت یہ ہے کہ جو جسد عنصری کے ساتھ رُوح کا تعلق ہونے کے بغیر عذاب وثواب کو نہیں مانتے وہ معتزلی ہیں۔اب اعتزال کا عیب دھونے کے لیے جسد عنصری کے ساتھ تعلق گانٹھتے ہیں کیونکہ معتزلی جسم مثالی کے بھی قائل نہیں ہیں (جیسا کہ آپ اہل سنت کہلوانے کے باوجود جسم مثالی کا مذاق اُڑاتے ہیں)

(شیخ زادہ ج ۲ ص ۲۰۷)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

تعارض 5:

ص ۴۵ میں لکھا "حیات صرف دکھ سکھ محسوس کرنے کی حد تک یا لوگوں کو دیکھنے، ان کی باتیں سننے اور پہچاننے کی حد تک، صرف اس قدر حیات مراد ہے جس سے دکھ سکھ الم ولذت ادراک واحساس ہو سکے"

ص ۴۹ میں لکھا کہ "اسی اتصال سے وہ سلام کا جواب دیتی ہیں اور سلام کرنے والوں کو پہچانتی ہیں"

بتاؤ کیا سمجھے؟

تعارض 6:

ص ۴۹ میں بحوالہ فیض الباری ملا علی قاری کے غیر مطبوعہ رسالہ کی تحریر نقل کی کہ "ائمہ احناف میں سے کسی ایک نے بھی اس (مسئلہ سماع موتی) کا انکار نہیں کیا"

پھر ص ۵۰ میں لکھا "شیخ ابن الہمام نے اصل نفی سماع کو قرار دیا ہے۔ اور جس جس موقع پر سماع ثابت ہے اسے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور سماع کو اپنے مورد پر محدود رکھا ہے"

اب قارئین خود اندازہ فرمالیں اور فیصلہ کریں کہ بات پہلی درست ہے یا دوسری۔

تعارض 7:

ص ۵۰ میں ہے "ہماری باتیں سننا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سو فرمایا کہ سمع اموات (پنجابی مثل مشہور ہے "موئے سُندے نے") کی احادیث حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں"

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ص ۵٦ میں لکھا کہ "جن چیزوں کا سننا حدیث سے ثابت ہے ان ہی پر اقتصار کیا جائے مثلاً سلام وغیرہ، میرے نزدیک یہی راجح ہے"

تعارض 8:

ص ۵۷ میں لکھا کہ "سماع سلام و جواب بھی بدن ہی کا کام ہے"

پھر ص ۵۸ میں لکھا کہ "اور یہی ہم کہتے ہیں کہ سماع وکلام وغیرہ رُوح اور بدن دونوں کا کام ہے"

تعارض 9:

ص ۵۹ میں لکھا کہ "پتھروں کو شعور، ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ پتھروں، پہاڑوں اور جمادات میں بھی تو ادراک وشعور ہے"

پھر ص ۹۵ میں لکھا "حیات تو روح ہی کے تعلق سے ہوتی ہے بغیر تعلق رُوح کے حیات کا کیا مطلب؟"

کیوں جناب! پتھروں، پہاڑوں اور جمادات (بے جان چیزوں) میں بھی روح ہوتی ہے؟

تعارض 10:

ص ۱۲۳ میں فرمایا "اور یہ زندگی دنیوی نہیں بلاشبہ یہ اخروی زندگی ہے"

ص ۱۲۵ میں فرمایا ۔۔۔۔۔ "ہمارے بعض اکابر دیوبند" اور دوسرے اکابر مشائخ امتؒ نے اسے بعض موقعوں پر دنیوی حیات یا دنیا کی سی حیات سے تعبیر فرمایا ہے"

تعارض 11:

ص ۲۳ سطر ۵ "شریعت میں فرمان حضرات صوفیہ کا کوئی بنیادی مقام

نہیں" یہ کہ کر معاریس صوفیہ کا قول سند میں پیش فرماتے ہیں۔
سبحان اللہ! کیا کہنے۔۔۔۔۔۔" کلامی ھذا کاذب " شاید آپ نے رٹ رکھا ہے؟

تعارض 12:

صفحہ ۱۶ پر سیوطی کا قول نقل کیا کہ" عذاب قبر کا محل باتفاق اہل السنۃ والجماعت روح و بدن ہر دو ہیں"

پھر ص ۱۶، ۲۲ پر حضرت سید انور شاہ صاحب کا قول نقل کیا کہ" اہل السنۃ کے اس بارہ میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ عذاب صرف رُوح کو ہوتا ہے، دوسرا یہ کہ رُوح و بدن ہر دو کو ہوتا ہے۔

تعارض 13:

شاہ جی نے ص ۱۲۷ میں نبی کریم ﷺ کا فرمان لکھا کہ

"جمعہ کے دن مجھ پر بکثرت درود شریف پڑھا کرو بے شک تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے صحابہ ؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے تو ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ رب العزت نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔"

یہاں سے سمجھانا یہ چاہتے ہیں کہ اگر حضرت ﷺ کا معصوم جسم زمین کھا جاتی جب تو یہ سوال پیدا ہو سکتا تھا کہ حضرت ﷺ کی ذات پر درود کیسے پہنچے گا لیکن حضرت ﷺ کا معصوم جسم زمین نہیں کھاتی اس لیے آپ ﷺ کی ذات پر درود پہنچ سکتا ہے۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جسم کی سلامتی شرط ہے صلوٰۃ سلام وغیرہ پہنچنے کی۔۔۔۔۔۔۔لیکن دوسری طرف شاہ جی وہ حدیثیں لائے ہیں جن میں قبروں کے اندر کے سب مردے بعلاقہ رُوح سنتے جانتے پہچانتے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

ان حدیثوں میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ مردہ کا جسم صحیح سلامت ہو یا مٹی ہو گیا ہو۔ گویا حکم مطلق ہے ہر حال میں مردہ سنتا جواب دیتا، جانتا، پہچانتا ہے، خواہ جسم سلامت ہو یا مٹی ہو چکا ہو۔

یعنی حضرت ﷺ کا صلوٰۃ وسلام سننے کے لیے تو یہ شرط ہے کہ آپ کا جسم صحیح سالم ہو مگر دوسروں کا سلام سننے اور جواب دینے، جاننے، پہچاننے کے لیے سلامتی جسم شرط نہیں۔

اس سے تو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا سننا کوئی کمال نہیں۔ کمال تو ہے عام موتی کا سننا بلکہ کفار کا سننا بھی۔۔۔۔واہ بھئی واہ۔

دوسری بات:

ص ۱۲۹ میں ایک طرف حدیث لکھتے ہیں" جب بھی کوئی میرے اوپر جہاں کہیں بھی ہو سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری رُوح کو میری طرف متوجہ فرما دیتے ہیں یہاں تک کہ میں اس پر واپس سلام کہتا ہوں"

اور دوسری طرف ص ۱۳۰ پر لکھتے ہیں کہ" اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے زمین میں سیاحت کرتے رہتے ہیں جو میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے رہتے ہیں"

یہاں بریلوی اگر آپ سے یہ کہے کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ زمانہ حال کا اور زمانہ عالم حال کا ایک ہوتا ہے اس لیے مطلب یہ ہوا کہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ادھر سلام والا سلام کہتا ہے ادھر حضور متوجہ ہوتے ہیں تو آپ اس کا سلام سنتے ہیں بھی تو اس کا جواب دیتے ہیں۔ اور دوسری حدیث کہتی ہے کہ دور والے کا سلام نہیں سنتے۔ یہ کیا تعارض ہے۔

اس تعارض کو کس طرح دور کرو گے۔ بریلوی کہتا ہے کہ ہمیں تو رفع تعارض میں کوئی دقت نہیں۔ پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور سب دنیا کے مسلمانوں کی باتیں اور سلام سنتے ہیں۔ اور دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتے بھی مجھے آ بتاتے ہیں۔

کیا جواب صحیح ہے؟ پھر تو حضور ﷺ کو حاضر و ناظر کہنا جائز ہوا۔

تعارض 14:

شاہ جی نے ص ۱۲۹ میں لکھا'' یہ ظاہر ہے کہ بے جان و بے روح جسم پر درود پیش ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر بے جان جسم اطہر پر درود پیش ہونے کا امکان ہوتا تو صحابہ کرام یہ سوال ہی کیوں کرتے کیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت؟

ادھر فرمایا'' سماع سلام و جواب بدن مردہ ہی کا کام ہے''

تعارض 15:

ص ۱۳ پر فرماتے ہیں کہ'' قبر کے معنے تو قبر ہیں یعنی جہاں مردے کو دفن کیا جائے میت رکھنے کی جگہ''

پھر ص ۱۸ پر کہا کہ'' قعر سمندر ہی اس کی قبر بن جاتی ہے''

اب بتایئے! یہ کیا گورکھ دھندا ہے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

﴿شاہ صاحب مدظلہٗ کے مطالعہ کی قلت﴾

آپ ص ۵۸ میں فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔"روح کا مقام تو بالاتفاق علیین ہے یا سجین"

مگر آپ کا مطالعہ مکمل نہیں۔کاش آپ شرح الصدور کا مکمل مطالعہ کر لیتے تو آپ اس طرح شرمندہ نہ ہوتے۔

☆ بشرے الکئیب میں لکھا ہے کہ ساتویں آسمان پر بیضاء نام کی دار ہے،اس میں مومن کی ارواح رہتی ہیں (ص ۱۱۸)

☆ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومنین کی ارواح جبرائیل کے سپرد کی جاتی ہیں (ص ۱۱۹)

☆ سلمان فارسی فرماتے ہیں جسم سے نکل کر آسمان زمین کے درمیان رُوحیں رہتی ہیں،واپس جسم میں آنے تک (ص ۱۲۰)

☆ عبداللہ بن عمرو نے فرمایا کافروں کی رُوحیں برہوت میں (حضرموت میں شورزمین کا نام) اور مومنین کی رُوحیں جابیہ میں جمع ہوتی ہیں (ص ۱۲۳)

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مومنین کی رُوح بئر زمزم میں اور کفار کی برہوت کی وادی میں (ص ۱۲۴)

☆ عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں مومنین کی رُوح اریحا میں اور مشرکین کی حضرموت کے ظافر میں (ص ۱۲۴)

☆ وہب بن منبہ فرماتے ہیں مومنین کی رُوح قبض ہونے کے بعد ان

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کے عزرائیل رمائیل فرشتے کے حوالے کردی جاتی ہیں۔

☆ امان بن ثعلب کسی اہل کتاب سے بیان کرتے ہیں کہ کفار کی رُوح دودہ فرشتے کے حوالے ہوتی ہیں۔

اب ناظرین خود سوچیں کہ شاہ صاحب کا فرمان رُوح کا مقام تو بالاتفاق علیین ہے یا سجین صحیح ہے۔ اور بھی بہت سی مثالیں ہیں ہم نے اسی پر اکتفا کیا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿حضرت شاہ صاحب کا اکابر پر الزام﴾

☆ حضرت امام غزالی پر الزام کہ آپ اہل سنت سے خارج ہیں:

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں

ان المثاب والمعاقب هو الروح والبدن آلة.

(نبراس ص ۳۲۹/ مرقاۃ ج ۳ ص ۳۱)

یعنی اصل ثواب عذاب رُوح کو ہوتا ہے اور بدن اس کا آلہ ہے۔

لیکن حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بدعتیوں کا غلط خیال ہے۔ چنانچہ ص ۱۴ و ص ۱۵ میں لکھا "بعض مبتدع فرقوں کا زعم (غلط خیال) ہے کہ عذاب قبر صرف رُوح کو ہوتا ہے"

اب بتایئے! حضرت امام غزالی صاحب جو ثواب عذاب رُوح کا مانتے ہیں وہ کون ہوئے؟

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

☆ حضرت مولانا تھانویؒ پر جھوٹ کا الزام 1:

حضرت مولانا تھانویؒ اشرف الجواب ج ۳ ص ۳۱۴ میں لکھتے ہیں کہ

''جس وقت انسان مرتا ہے پہلے اس عالم مثال ہی میں جاتا ہے وہاں ایک آسمان بھی ہے مشابہ آسمان دنیا کے اور ایک زمین بھی ہے مشابہ دنیا کی زمین کے اور ایک جسم بھی ہے مشابہ اس جسم کے تو روح کے لیے مرنے کے بعد ایک جسم مثالی ہوگا''

اور ج ۳ ص ۳۱۴ میں فرمایا کہ ''برزخ میں عذاب وثواب ارواح کو جسم مثالی کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ عالم برزخ میں انسان کو جسم مثالی عطا ہوتا ہے جو اسی جسم عنصری سے مشابہ ہے مگر اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے''

مگر شاہ صاحب فرماتے ہیں ''ایک جھوٹ کو چھپانے کے لیے آدمی کو سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں ہمارے حضرت کو ایک جسد عنصری کا انکار کرنے کے لیے حقیقی انسان، مجسم انسان، نفس، نفس ناطقہ، نسمہ، جسد یوم میثاق، اجزاء اصلیہ، ذرات پشت آدم علیہ السلام، برزخی جسد، مثالی جسم، اور مثالی جسد، کئی جسم وجسد ہی نہیں بنانے پڑے بلکہ مثالی جنت اور مثالی جنت کی مثالی زمین اور مثالی آسمان بھی ایجاد کرنے پڑے'' انا للہ وانا الیہ راجعون۔

☆ حضرت تھانویؒ پر جھوٹ کا الزام 2:

شاہ جی نے ص ۱۸ قرطبی کی تحریر سے اہل کشف کا اجماع نقل کیا ہے کہ ''میت جل جائے یا درندوں پرندوں کے پیٹ میں ہو اسے قبر کھینچتی ہے اور اس کی پسلیاں ادھر ادھر کو ہوتی ہیں تو اس کا ہر ذرہ ذرہ دکھ محسوس کرتا ہے خواہ کہیں ہوں''

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

شاہ صاحب اس دلیل پر نازاں ہیں۔

شاہ جی! ایک تو کشف حجت نہیں ہوتا کیونکہ باجماع صوفیا کشف حجت ظنیہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔دوسرے اگر اجماع اہل کشف اس پر ہے تو حضرت تھانویؒ کے اس قول کا کیا مطلب ہوا جو فرماتے ہیں کہ

"اہل کشف کو معلوم ہوا کہ عالم برزخ میں انسان کو جسم مثالی عطا ہوتا ہے جو اسی جسم عنصری سے مشابہ ہے مگر اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔اہل کشف کو معلوم ہوا کہ برزخ میں عذاب وثواب ارواح کو جسم مثالی کے ذریعہ سے ہوتا ہے"

(اشرف الجواب ج۱ص ۳۱۳،۳۱۴)

اب فرمائیے! اگر اہل کشف کا اجماع ہے تو حضرت تھانوی کیوں غلط بیانی کر رہے ہیں؟ اگر حضرت تھانوی صحیح فرماتے ہیں تو پھر یوں کیوں نہیں کہتے کہ کسی باغی نے قرطبیؒ کی طرف غلط نسبت کر دی ہے یا اجماع اس کے اپنے زعم میں ہے کیونکہ کئی جگہ لوگ اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں اور حقیقتاً اجماع نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ بلکہ بعض جگہوں میں ایک آدمی کہتا ہے کہ اس مسئلہ پر اجماع ہے۔ پھر دوسرا آدمی اس کی نقیض پر اجماع ہونا بیان کرتا ہے۔۔۔پس معلوم ہوا کہ قرطبی میں جو اجماع کا دعویٰ ہے وہ کسی باغی کا لکھا ہوا ہے، ہمیں وہ تسلیم نہیں، ہم وہی مانتے ہیں جو حضرت تھانویؒ نے ارشاد فرمایا ہے۔

کیوں جناب شاہ جی! آپ کو یہ بات منظور ہے؟ اگر منظور نہیں تو صاف کیوں نہیں کہتے کہ مولانا تھانوی کو غلطی لگی ہے۔۔۔۔۔۔۔بس ہم خاموش بیٹھ جائیں گے۔ ناظرین خود سوچ لیں گے کہ اکابر دیوبند پر غلطی کا الزام

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

لگانے والا کون ہے؟ صاحب ندائے حق یا جناب سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری۔

☆ حضرت تھانویؒ پر فن کاری کا الزام:

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ

"عالم برزخ میں اللہ تعالیٰ انسان کو برزخی جسم عطا فرماتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ برزخ میں عذاب وثواب ارواح کو جسم مثالی کے ذریعے سے ہوتا ہے۔

مگر شاہ صاحب فرماتے ہیں،

"یہ ساری فن کاری جانتے ہو کیوں ہو رہی ہے محض قبر اور جسد عنصری کے انکار کے لیے۔ یہ حضرت عذاب کے لیے کئی قسم کے اجساد تو بے تکلف بتاتے چلے جاتے ہیں مگر جسد عنصری کے لیے عذاب تسلیم نہیں فرماتے"

☆ حضرت سید انور شاہ صاحبؒ کے قول کو ٹھکرا دینا:

حضرت سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ مشکلات القرآن ص ۱۳ میں تحریر فرماتے ہیں

"تحقیق آں ست کہ۔۔۔۔۔ در قبر اصلا تعلق روح بہ بدن نیست"

(مشکلات القرآن ص ۱۳)

مگر ان کے تلمیذ رشید سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری فرماتے ہیں کہ

"قبر میں بدن کے ساتھ روح کا تعلق قائم کر دیا جاتا ہے" (ص ۳۸)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

﴿تمام سلف واکابر دیو بند کی مخالفت وتکذیب﴾

یاد رہے کہ اس مسئلہ میں شاہ جی نے صرف اپنے استاد کی مخالفت نہیں کی بلکہ تمام سلف اور اکابر دیو بند کی مخالفت وتکذیب کی ہے۔ چنانچہ۔

☆ حضرت نانوتویؒ کی مخالفت وتکذیب

اس طرح سے کی ہے کہ حضرت مولانا نانوتویؒ فرماتے ہیں'' شہداء ودیگر مومنین۔۔۔۔۔۔۔۔اس بدن کے اعتبار سے دونوں کی موت برابر ہے یعنی دونوں یہاں کے جسم سے بے علاقہ ہو جاتی ہیں'' (جمال قاسمی ص ۱۴)

حیات شہداء ہو تو یوں ہو کہ اس حجاب کو رفع کر کے چاہیں تو یوں ہی رکھیں چاہیں کسی اور بدن کے ساتھ چھوڑ دیں اور بظاہر شہداء کے لیے یہی ہوتا ہے۔

چنانچہ احادیث مشعرہ ادخال اجواف طیر خضر اور لفظ عند ربھم جو آیت لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا میں واقع ہے اس پر دال بھی ہیں ورنہ اس سے بھی کیا کم کہ اول انفعال مذکور بھی زائل ہو جائے پھر نئے سرے سے ایجاد وانفعال کے بعد ابدان طیور خضر کے ساتھ علاقہ لگائیں اور یہی تعلق (ابدان طیور خضر کے ساتھ) حیات شہداء کے لیے کافی ہے اور اس امر کی تسلیم سے تو چارہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تعلق مابین ارواح شہداء واجساد شہداء منقطع ہو جائے۔۔۔۔۔اور اس وجہ سے حیات رُوحانی تو زائل نہ ہو پُر حیات جسمانی شہداء منقطع ہو جائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔یعنی شہداء میں وجود حیات رُوحانی وقت موت جسم خاکی سے کچھ تعلق باقی نہ رہے اور اس وجہ سے حرمت ازواج اور سلامت اجساد اور عدم میراث لازم نہ آئے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

لیکن ہر چہ بادا باد بعد موت نہ ارواح شہداء کو ان ابدان کے ساتھ تعلق باقی رہتا ہے اور نہ ارواح اور مومنین کو۔۔۔۔۔۔۔۔بہر حال ابدان دنیا سے دونوں (شہداء و مومنین) کو کچھ نہیں رہتا ہے۔ (آب حیات ص ۱۶۸)

سو جب رُوح کو اس جسم سے تعلق نہیں رہا تو یہ ازواج و اموال رُوح کے حق میں بے کار محض ہو گئے اور دوسرے عالم کے اجسام سے اگر تعلق پیدا ہو گیا تو وہ اس باب میں (باب منافع دنیویہ میں) کچھ مفید نہیں کیونکہ اس عالم کے اجسام سے تعلق اگر ذریعہ انتفاع ہو سکتا ہے تو وہیں کے ازواج و اموال کے انتفاع کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ (آب حیات ص ۱۳)

اور شہداء کی وہ حیات جس کے تحقق پر کلام اور احادیث صحیحہ ناطق ہیں حیاتِ ثانی ہے۔ (آب حیات ص ۱۳)

حضرت نانوتویؒ کی بے شمار عبارتیں اس طرح کی موجود ہیں، سب کی سب نقل کریں تو کتاب بہت ضخیم ہو جائے گی۔ عقل مند خود سمجھ سکتا ہے بے وقوف کے لیے دفتر بھی بے سود ہے۔

☆ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں

کہ بعض ایسی رُوحیں بھی ہوتی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس برزخ میں جسم خاکی شکل وصورت کی قید سے آزاد کر کے کوئی دوسرا مناسب مثالی جسم عطا کرتا ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے کہ مومن کی رُوح پرندوں کی شکل میں جنت میں اڑتی پھرتی ہیں اور خصوصاً شہداء کے متعلق آیا ہے کہ وہ سبز پرندوں کی شکل میں ہوں گے اور عرش الٰہی کی قندیلیں ان کا آشیانہ ہوں گی۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اسی طرح دوزخ وبہشت کے متعلق آنحضرت ﷺ کا جو رؤیائے صادقہ پہلے گزرا ہے (سیرۃ النبی ﷺ میں) جن جسمانی قالبوں میں گنہگاروں کی سزا و تکلیف کی صورتیں دکھائی گئیں وہ تمام مثالی ہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مومن سعید اور شہداء کے وہ مثالی قالب اور گنہگاروں کے یہ مثالی اجسام ان کے وہ قالب اور جسم نہیں ہیں جو ان کی قبروں میں سڑ گل کر فنا ہو گئے یا وہ آگ میں جل کر خاکستر ہو گئے اور ذرے ہوا میں اڑ کر منتشر ہو گئے یا کسی جانور کے پیٹ میں جل کر اس کا جزو بدن بن گئے۔

(سیرۃ النبی ﷺ للسید سلیمان ندوی ج ۴ ص ۱۷۶)

☆ حضرت شیخ حسین علیؒ فرماتے ہیں

کہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ اور تحقیق بَلْ اَحْیَاءٌ" کی مختصر یہ ہے کہ اَحْیَاءٌ" سے مراد یہ بالکل نہیں کہ اس جسم کے ساتھ زندہ ہیں۔ باقی روح خود زندہ ہوتے ہیں مع النفس یا بدون النفس اور نفس اور روح کی مثال آگ اور دخان جیسی ہے۔ باقی خاص ان کو اس معنے کے ساتھ زندہ کہنا اس وجہ سے ہے کہ یہ زیادہ عیش و خوشی میں ہوتے ہیں۔ (بلغۃ الحیران من امالی حسین علیؒ)

☆ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

کہ "بدن حقیقی اور روح ہوائی ست و روح ہوائی را تعلق کنند بہ بدنے دیگر از عالم مثال" ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ یعنی انسان کا بدن حقیقی ہوائی روح ہے (مرنے کے بعد) اس ہوائی روح کا عالم مثال میں سے دوسرے بدن کے ساتھ تعلق کر دیتے ہیں۔ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۸)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

☆ صاحب مواہب الرحمٰن سید امیر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں

قولہٗ بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔۔۔۔۔۔ف:۔۔۔۔۔ کہ یہاں سے معلوم ہوا کہ زندگی فقط رُوح کو ہے جسم کو نہیں اور صحیح یہ ہے کہ اس وقت ان کی رُوحیں اس طرح مثل ستاروں کے زندہ ہیں اور حشر میں سب کے سب جب زندہ ہوں گے تو ان کے جسم بھی زندہ ہوں گے۔ امتیاز یہ ہے کہ ان کی رُوحیں ابھی سے جنت کی نعمتوں سے سرفراز ہیں اور باقیوں کی رُوحیں حشر کے حساب سے بعد جاویں گی لیکن انبیاء وصدیقین کا ان پر قیاس نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کا مرتبہ شہیدوں سے بڑھا ہوا ہے۔

☆ شیخ زادہ بر بیضاویؒ فرماتے ہیں

کہ اس میں کچھ شک نہیں اس جسد عنصری کے ساتھ بالکل شہداء کی حیات نہیں کیونکہ یہ معدوم اور لا شے ہو چکا ہے۔ اب لازماً ان کی حیات دوسرے طریقے یعنی رُوحانی طریقے کے ساتھ ہوگی اسی لیے وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ فرمایا کیونکہ شعور تب ہوتا جب اس جسد (عنصری) کے ساتھ حیات ہوتی اور اس جسد عنصری کے ساتھ تو حیات ہے نہیں بلکہ وہ معنوی رُوحانی حیات ہے کیونکہ نیک انسان کی رُوح ہی تا قیامت نعمتوں میں رہے گی اور بد انسان کی بھی رُوح ہی تا قیامت عذاب میں مبتلا رہے گی۔ اور اسی طرف صحابہ اور تابعین اور اصحاب الحدیث گئے ہیں اور کسی نے اس کا اختلاف نہیں کیا۔ سوائے معتزلہ کے۔ (منقول از اکلیل ج ۲ ص ۲۷)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اسی طرح علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۸ میں لکھا ہے کہ فنا شدہ جسم کو عذاب متصور نہیں۔

☆ اشاعرہ اور حنفیہ سب کہتے ہیں

کہ رُوح واپس جسد عنصری کی طرف عود نہیں کرتی۔

(منقول از قرۃ العینین ص ۵۹۵)

☆ حضرت شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں

کہ اخلاط غلیظہ کے اختلاط کی وجہ سے جب یہ اعضاء جسد عنصری کے گندے ہو جاتے ہیں اور آثار کے قبول کرنے سے نکل جاتے ہیں، تب بدن سے رُوح الگ ہو جاتی ہے اور عالم ارواح کی طرف چلی جاتی ہے۔ فرمایا یہی اس مسئلہ میں صواب اور صحیح ہے اور اس کے سوا دوسری باتیں صحیح نہیں یعنی اس کے سوا دوسری سب باطل اور غلط ہیں اور اسی پر قرآن وسنت اور اجماع صحابہ اور عقل وفکر کے دلائل موجود ہیں۔ (فتح الملہم ج ۲ ص ۲۶۹)

شاہ صاحب سمجھ لیا! آپ کے ص ۳۶ سے ص ۱۱۱ تک سب مضمون پر پانی پھر گیا بلکہ آپ کی تمام کتاب کی تردید ہوگئی کیونکہ آپ نے جتنے اقوال نقل کیے ہیں سوگنا اور بھی اقوال رجال پیش کر کے چار ہزار صفحہ کی کتاب لکھ مارو گے ان سب کا ایک ہی جواب ہے کہ یہ اقوال اگر چہ دس کروڑ ہوں، قرآن وسنت و اجماع صحابہ اور عقل وفکر کے مقابلے میں پر کاہ جتنا بھی وقعت نہیں رکھتے۔

حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں لا یهو لنکم اسماء رجال عند قوۃ الدلیل فان کتاب اللہ حاکم ببطلان ھذا القول.

(مناقب کردری ج ۱ ص ۱۲۶)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

﴿ندائے حق پر اعتراضات کے جوابات﴾

☆ ندائے حق میں ہے:

علماء کرام نے قبر کے معنے عالم برزخ کے کیے ہیں۔

شاہ صاحب کا اعتراض:

نہ تو علماء نے قبر کے معنے عالم برزخ کے کیے ہیں۔الخ (ص ۱۳)

جواب:

مجالس الحکمت ص ۴۲ میں مولانا تھانوی نے فرمایا قبر سے مراد حدیث میں عالم برزخ ہے نہ کہ حفرہ (گڑھا)۔

شاہ جی! دیکھ لیا کیا مولانا تھانوی کو آپ علماء سے خارج سمجھتے ہیں؟

☆ ندائے حق میں ہے:

یہی (عالم برزخ) شرعی قبر ہے۔۔۔۔۔ اور یہی حقیقی معنے ہیں یعنی حقیقت شرعیہ۔

شاہ صاحب کا اعتراض:

نہ عالم برزخ شرعی قبر ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ نہ ہی قبر کے معنے حقیقی عالم برزخ کے ہیں، نہ شرعاً، نہ لغۃً، نہ علماً، نہ عرفاً (ص ۱۳)

جواب:

اشرف الجواب ج ۳ ص ۳۴۶ میں مولانا تھانویؒ نے لکھا ہے کہ اصطلاح شریعت میں قبر گڑھے کو کہتے ہی نہیں ۔۔۔۔۔۔۔ بلکہ عالم

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مثال (عالم برزخ) کو کہتے ہیں قبر۔
ناظرین! بتائیں کہ مولانا تھانوی کی مانیں یا شاہ جی کی؟

☆ ندائے حق میں ہے:

یہی (عالم برزخ) حدیثوں سے مراد ہے۔

شاہ صاحب کا اعتراض:

نہ حدیثوں سے یہی مراد ہے۔

جواب:

مجالس الحکمت کا حوالہ دے چکا ہوں۔

☆ ندائے حق میں ہے:

گڑھا قبر کا حقیقی معنی نہیں۔

شاہ صاحب کا اعتراض:

نہ ہی قبر کے معنی حقیقی عالم برزخ کے ہیں۔۔۔۔۔۔۔نہ شرعاً، نہ لغۃً، نہ علماً، نہ عرفاً (ص ۱۳)

جواب:

شاہ صاحب کے اوسان خطا ہو گئے۔۔۔۔۔۔ندائے حق میں کیا ہے اور اعتراض کیا کیا؟

☆ ندائے حق میں ہے:

جسم میں دو قسم کے اجزاء ہیں ایک اجزاء اصلیہ۔۔۔۔۔۔۔۔کہ جو

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ذرات کی شکل میں عہد لینے کے لیے نکالے گئے تھے۔۔۔۔۔۔ پس رُوح کا اصل تعلق ان ہی اجزائے اصلیہ اور ذرات کے ساتھ ہے۔۔۔۔ اور قبر میں سوال ان ہی ذرات سے ہوگا اور ان ہی میں رُوح اور حیات واپس کردی جائے گی اور وہی سوال کا جواب دیں گے۔

شاہ جی کا اعتراض:

پھر دفن تو کیا گیا جسد عنصری کو، اجزاء منتشرہ متفرقہ وغیرہ ہوئے اسی ماکول مصلوبہ محرقہ جسد عنصری کے، مگر عذاب ہوتا ہے اجزاء اصلیہ کو جو یوم میثاق پشت آدم سے نکلے تھے جو نہ اس دُنیائے آب وگل میں کبھی آئے، نہ انہیں دنیا میں کسی نے دیکھا۔۔۔۔۔ کرے مونچھوں والا، پکڑا جائے داڑھی والا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ جرم وگناہ جسد عنصری کا اور سزا بھگتیں ذرات ازلی۔ اب اس گورکھ دھندے کو کوئی کیا سمجھے (ص ۲۱)

جواب:

بالکل ٹھیک ہے عذاب ہوتا ہے اجزائے اصلیہ کو چنانچہ تہافۃ الفلاسفہ میں ص ۱۳۱ پر خواجہ زادہ نے فرمایا "اجزائے اصلیہ کو اور درحقیقت انہیں کا نام انسان ہے۔ خدا کے امر سے فرشتے بوقت موت پکڑ لیتے ہیں، ان اجزاء کو نہ مٹی کھاتی ہے نہ وہ اجزاء مٹی میں خلط ملط ہوتے ہیں اور نہ ان اجزاء سے نباتات پھل اور اناج وغیرہ حاصل ہوتا ہے"

پھر ص ۹۳ میں لکھا "اللہ تعالیٰ کو قدرت ہے کہ ان اجزاء کو تحلل ہونے سے محفوظ رکھے"

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور ص ۱۲۰ میں لکھا" اور وہ اجزاء بہت ہی قلیل مقدار میں ہیں انہیں کو
چاہ ازروح کر دیتے ہیں تو موت کے وقت اللہ تعالیٰ فرشتوں کو انہیں اجزاء کو
قبض کرنے کا حکم دیتا ہے جو درحقیقت وہی انسان ہیں اور ان اجزاء میں کسی
قسم کی تبدیلی پھوٹ اور صفاتی تغیر واقع نہیں ہوتا"

اور امام شعرانی نے بھی الیواقیت ج ۲ ص ۱۳۲ میں یہی لکھا پھر الیواقیت
ج ۲ ص ۱۳۹ میں فرماتے ہیں کہ" عزرائیل نے جس ذرہ کو شروع میں زمین
سے قبض کیا تھا وہ ہر انسان میں باقی رہتا ہے اس میں کچھ تبدیلی نہیں آتی اور وہ
وہی جزء ہے جس سے یوم میثاق میں عہد لیا جا چکنے کے بعد سے قائم چلی آتی
ہے اور قبر میں منکر نکیر کا سوال وجواب اسی پر متوجہ ہوگا اور ان کا جواب بھی وہی
جزء دے گی اور باقی اجزاء چپ سادھ ہوں گے پھر صور پھونکتے وقت اسی جزء
کے ساتھ رُوح کا تعلق ہوگا پھر باقی عنصری اجزاء بھی جہاں جہاں بھی ہوں
گے قدرت خداوندی سے منضم ہو جائیں گے حتی کہ شخص تام بن کر اسی طرح
کھڑا ہو جائے گا جیسے دنیا میں تھا"

یہی بات امام رازیؒ نے بھی بیان کی۔

کیوں شاہ جی! ندائے حق کی بات بلا دلیل تھی یا بالدلیل تھی۔ کیا آپ
کے پاس یہ کتابیں نہیں یا ان کتابوں کا مطالعہ نہیں فرمایا۔۔۔۔۔۔ اگر آپ
کے پاس کتابیں نہیں تو میرے پاس تشریف لائیں میں آپ کو دکھا دوں
گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ آپ کی رہائش اور خورد ونوش وغیرہ کا انتظام کروں
گا، کمرہ بھی دوں گا اور خادم بھی دوں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر بھی سمجھ نہ آئے تو
میرے سے پوچھ لینا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

نیز میرا ایک سوال ہے کہ اگر وہ اجزاء اصلیہ دنیائے آب وگل میں نہیں آئے اور نہ انہوں نے آنا تھا تو نعوذ باللہ خدا تعالٰی نے ان سے وعدہ کا ہے کو لیا تھا، کیا صرف نمائش کرنی تھی اور پھر انسان کو اس واقعہ کے سنانے کا کیا مقصد تھا؟ کیا رستم فرہاد کی کہانیوں کی طرح کہانی سنادی دل بہلانے کو۔

پھر فرماتے ہیں ''نہ انہیں دنیا میں کسی نے دیکھا''

سبحان اللہ! یہ تو دہریوں والی بات ہوئی کہ ہم نے دیکھا نہیں اس لیے اس کے وجود سے منکر ہیں۔ آپ نے اپنی رُوح کبھی دیکھی ہے؟ نہیں، تو رُوح کا بھی انکار کردو۔ خدا بھی نہیں دیکھا، کیا قرآن میں یؤمنون بالغیب نہیں پڑھا؟

پھر فرماتے ہیں ''گناہ جسد عنصری کا اور سزا بھگتیں ذرات ازلی''

واہ جی واہ! زنا کرتا ہے ذکر اور فرج اور حد لگاتے ہو پیٹھ پر، ذکر اور فرج کو بچانا ضروری اور کا شا حرام کرتے ہو اس کا کیا جواب؟

(تفصیل کے لیے دیکھو آب حیات)

❁ اب سمجھئے مسئلہ!

وہی اجزائے اصلیہ جسد ہیں۔۔۔۔ کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے من بنی ادم اور آدم کی اولاد رُوح مع الجسد ہے۔ (دیکھو کتاب التمہید ص ۱۱۴)

اور میثاق کے وقت ان میں عقل تھی، سمجھ تھی، کان تھے اور زبان تھی۔ جب ہی تو ''اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ'' سنا اور اس کا مطلب سمجھا اور جواب دیا'' بَلٰی'' یہ دل، کان اور زبان والا جسم ہی تو ہے۔ اسی جسم کے ساتھ رُوح

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ایسے جیسے جسد لیتے وقت تعلق کا نتھا تھا ایسے ہی بعد از مرگ بھی اسی جسم کے ساتھ روح کا تعلق کا نتھ کر سوال ہوگا۔

دیکھا یوں عبارات کی تطبیق ہوتی ہے۔ اب پڑھ جاؤ سب عبارتیں مطلب واضح ہے۔ نہ کوئی اشکال رہا، نہ اعتراض۔ سمجھے؟ مطالعہ یوں ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہی شریف (جگہ کا نام جہاں ایک مشہور و قدیم دینی درس گاہ اور شیخ الکل مولانا غلام رسولؒ مسند تدریس پر فائض تھے) تشریف نہیں لے گئے جہاں مطالعہ کرنے کا طریقہ آتا ہے۔

باقی علماءِ حق نے معتزلہ فرقے کو جواب دینے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے ہیں۔ کوئی الزامی، کوئی تحقیقی۔ ان میں فرق نہ کرتے ہوئے الزامی جواب کو تحقیقی سمجھ لیتے ہیں اور اشکالات پر اشکالات ذہن میں آپ کے گھومتے ہیں۔ نہ آپ سمجھتے ہیں، نہ پبلک کو سمجھا سکتے ہیں۔ آپ کی کتاب دیکھ کر ایمانداری سے بتاؤ پبلک کسی نتیجہ پر پہنچی بھی ہے؟

اب رہا اختلاف کہ عذاب ثواب صرف رُوح کو ہوتا ہے یا رُوح مع الجسد ہر دو کو تو حقیقت یہ ہے کہ یہ نزاع لفظی ہے۔ کیونکہ جو کہتے ہیں کہ عذاب ثواب صرف رُوح کو ہوتا ہے اُن کا مطلب یہ ہے کہ اِس جسدِ عنصری گوشت پوست والے کو عذاب نہیں ہوتا، حصر اضافی ہے۔

اور جو کہتے ہیں کہ عذاب ثواب رُوح اور جسد ہر دو کو ہوتا ہے اُن کا مطلب یہ نہیں کہ جسد کے ہر ہر عضو کو ہوتا ہے۔ بلکہ مراد ہے کہ جسد کے بعض اجزاء کو ہوتا ہے اور بعض اجزاء سے مراد وہی اجزاءِ اصلیہ ہیں جو روزِ میثاق سے بعد از مرگ تک سالم غیر متبدّل برقرار رہتے ہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اور صوفیائے کرام نے جو بدل مثالی سے تعبیر فرمادیا، وجہ اس کی یہ ہے کہ جیسے رُوح مع اُن اجزاءِ اصلیہ کے اِس جسدِ عنصری میں اپنا کام کررہے ہیں اِسی طرح عالم برزخ میں دوسرے مثالی جسم میں رہیں گے تو جیسے الزنجی اسود ای بعضہ اور الزنجی لیس باسود ای بعضہ میں جیسے تناقض نہیں اسی طرح ان میں بھی تناقض نہیں اور ظاہر بینوں نے تناقض سمجھ لیا اور کتابوں میں لکھ دیا۔

اور حضرت سید سند محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً نے اُن کا قول صرف نقل فرمادیا اور فرمایا کہ میرے نزدیک مختار یہی ہے کہ رُوح اور جسد ہر دو کو عذاب ثواب ہوتا ہے تو مطلب آپ کا بھی یہی ہے کہ جسد کے بعض اجزاء یعنی اجزاءِ اصلیہ کو عذاب ثواب ہوتا ہے۔

آپ تو حضرتؒ کے شاگرد ہیں، میں تو اُن کا شاگرد نہیں (میں تو حضرت العلام الفہام فقیہ النفس ذکی لوذعی یلمعی عریف عظریف امام ہمام مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد ہوں اور اُن کے فرمان کے مطابق اُن ہی کے مدرسہ امینیہ دہلی میں پارٹیشن سے پہلے سات سال تک پڑھاتا بھی رہا ہوں) فیض الباری وعرف الشذی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سید سند کی عادت مبارک تھی کہ ایک ہی حدیث جو مختلف مقامات پر بخاری شریف میں آتی تھی تو ہر جگہ تقریر فرمادیتے تھے تو جوبات ایک جگہ نہ کی دوسری جگہ چل کر فرمادیتے تھے۔ حضرت امام بخاری کی طرز دیکھ لو اور حضرت سید سند کی طرز دیکھ لو۔

اور صوفیائے کرام اہل سنت ہی ہیں (آپ کا سید سند پر الزام ہے کہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اسے اہل سنت کے علاوہ شمار کرتے ہیں)انہوں نے احادیث اخبار و آثار سے ہی بدنِ مثالی کا سراغ لگایا ہے لیکن سید سند نے جو تردید فرمائی ہے تو اُن کی فرمائی جو صرف بدنِ مثالی کے عذاب وثواب کو مانتے ہیں کہ جو صوفی یہ کہتے ہیں کہ صرف بدنِ مثالی کو عذاب ہوتا ہے بدنِ مادی کو کوئی دخل ہی نہیں عذاب میں، یہ بات نہیں ہے۔

(تقریر نوٹ کرنے والے نے عبارت عربی بنانے میں اپنی فہم کے مطابق عبارت بنائی ہے)اجزاءِ اصلیہ ہماری نظر سے غائب ہیں، وہ مادی ہیں ان کو مع رُوح کے جو ڈھانچہ میں بدنِ مثالی کے قرار پکڑتے ہیں اُن کو عذاب ہوتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں عقائد وکلام کی کسی کتاب میں ایک جگہ بھی یہ مذکور ومسطور نہیں کہ عذابِ قبر صرف بدنِ مثالی کو ہوتا ہے اور بدنِ عنصری کو نہیں ہوتا (ص ۲۴)

شاہ جی! آپ بجا فرما رہے ہیں اور ہم کب کہتے ہیں کہ عذابِ قبر صرف بدنِ مثالی کو ہوتا ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ عذاب رُوح مع اجزاءِ اصلیہ کے جو عالم برزخ میں بدنِ مثالی میں مُودَع ہوتے ہیں، اُن مجموعہ کو ہوتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا تھانویؒ بھی اُن ہی ظاہر بین علماء میں شامل ہیں (ص ۲۵)

نہیں جناب! مولانا تھانویؒ ظاہر بین علماء میں نہیں ہیں، وہ حقیقت رس ہیں۔ وہ تو فرماتے ہیں کہ " ایک جسم تو یہاں ہے اور ایک جسم عالم مثال میں ہے۔ وہاں کی دوزخ بھی مثالی ہے۔--------- بس اُس مثال کا نام ہی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

قبر ہے-------کیونکہ وہ جو عالم مثال ہے وہیں اُس کو عذاب قبر بھی ہوگا-----اشکال تو تب ہوتا جب قبر سے مراد گڑھا ہوتا جس میں لاش دفن کی جاتی ہے---------حالانکہ اصطلاحِ شریعت میں قبر گڑھے کو کہتے ہی نہیں بلکہ عالم مثال کو قبر کہتے ہیں--------اور وہاں پہنچنا کسی حال میں منتفی نہیں، خواہ مردہ دفن ہو یا نہ"

(اشرف الجواب ج ۳ ص ۲۴۶)

"مرنے کے بعد مثالی قبر میں اٹھایا جاتا ہے--------وہیں سوالات اور عذاب وثواب ہوتا ہے"

(اشرف الجواب ج ۳ ص ۲۴۷)

"وہ تو عالم عالمِ مثال ہے جہاں مرنے کے بعد انسان اول پہنچتا ہے اور وہ کچھ مشابہ اس عالم کے اور کچھ مشابہ عالم آخرت کے ہے-------وہیں اس کو فرشتے اٹھاتے ہیں وہیں اس سے سوال کرتے ہیں وہیں کی زمین اس کو دباتی ہے وہیں اس کو عذاب وثواب ہوتا ہے-------وہ عالم یہی ہے جس کو حدیثوں میں قبر سے تعبیر کیا گیا ہے"

(اشرف الجواب ج ۳ ص ۲۴۵)

"اس کی تحقیق کے لیے کشف کی ضرورت ہے کیونکہ اس سے نص ساکت ہے---------اہل کشف کو معلوم ہوا ہے کہ عالم برزخ میں انسان کو جسمِ مثالی عطا ہوتا ہے جو اسی جسمِ عنصری سے مشابہ ہے مگر اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے لیکن یہ جسمِ مثالی صرف عالم برزخ ہی میں انسان کو عطا ہو گا اور جنت و دوزخ میں یہی جسمِ عنصری پھر مل جائے گا-------گو برزخ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

میں جسم عنصری کا ہونا محال نہیں مگر خلاف مشاہدہ ہے۔۔۔۔۔۔۔اہل کشف کو معلوم ہوا ہے کہ برزخ میں عذاب وثواب ارواح کو جسم مثالی کے ذریعہ سے ہوتا ہے"

(اشرف الجواب ج ۳ ص ۳۱۳، ۳۱۴)

مولانا محمد احسن صاحب سنبھلیؒ فرماتے ہیں" والمراد بالقبر ليس ما يحفر ويدفن فيه الميت بل المراد عالم البرزخ مما بعد الموت الى يوم النشور"

(نظم الفرائد حاشیہ شرح العقائد النسفیہ ص ۱۷۱)

مولوی عبدالحق حقانی مفسر ومتکلم دہلویؒ فرماتے ہیں" قبر کے وسیع اور تنگ ہونے سے ہماری مراد یہ نہیں کہ یہ گڑھا کہ جسم کو جس میں چھپایا جاتا ہے، وہ تنگ و وسیع ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔۔بلکہ اس عالم میں روح پر تنگی اور کشادگی ہوتی ہے اور اصل قبر اس کی وہی ہے۔۔۔۔۔۔۔ہاں عرف عام میں اس جسم کے اعتبار سے اس گڑھے کو بھی قبر کہتے ہیں"

(عقائد الاسلام ص ۱۶۰، ۱۶۱)

"قبر حقیقت میں اسی عالم برزخ کا نام ہے۔۔۔۔۔۔۔اس گڑھے کا نام نہیں جس میں مردے کو دفن کیا جاتا ہے۔۔۔۔۔۔۔اسی عالم برزخ میں مردہ سے توحید ورسالت کے متعلق فرشتے آکر سوال کرتے ہیں جن کو منکر نکیر کہتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پوری پوری جزا قیامت کو حساب وکتاب کے بعد ملے گی مگر جزا وسزا کا سلسلہ کچھ یہیں سے شروع ہوجاتا ہے۔دارالعمل یعنی دُنیا سے ابھی پوری طرح تعلق قطع نہیں ہوا۔۔۔۔۔اسی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

وجہ سے اقارب واحباب کے دعواتِ صالحات اور صدقات ومبرات مردوں کے حق میں تخفیفِ عذاب یا رفع درجات کا کام دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ اور اسی وجہ سے انبیاء ومرسلین کو اور بعض عباد صالحین کو بطورِ تکلیف نہیں بلکہ بطورِ لذت وفرحت قبر (عالم برزخ) میں عبادت مثلاً نماز اور حج اور تلاوتِ قرآن کی اجازت دی جاتی ہے۔

حدیث میں ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے قبر میں موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

قال اللہ تعالیٰ " اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ "

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ قیامت سے پہلے بھی ایک عذاب ہے جو مرنے کے بعد سے شروع ہو جاتا ہے۔

جیسے دوسری آیت میں ہے اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا

وہ لوگ غرق کیے گئے اور اس کے فوراً بعد ہی آگ میں داخل کیے گئے۔

کلامِ عرب میں "ف" تعقیب بلا مہلت کے لیے آتی ہے، اس عذاب سے عذاب عالم برزخ مراد ہے۔۔۔۔۔۔۔ مرنے کے بعد قیامت سے پہلے بھی عالم برزخ میں ہر شخص پر عذاب یا ثواب ضرور ہوتا ہے اسی کو شریعت اسلامیہ میں عذابِ قبر اور ثوابِ قبر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد پھر دوبارہ دُنیا میں واپسی نہیں۔۔۔۔۔۔۔ ایک دفعہ مر جانے کے بعد رُوح پھر کسی دوسرے جسم

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

عنصری میں سزا اور جزاء بھگتنے کے لیے دُنیا میں نہیں آتی جس کو "تناسخ" اور ہندی میں "آواگون" کہتے ہیں، الا یہ کہ مردے کو کسی نبی کا معجزہ ظاہر کرنے کے لیے زندہ فرمادیا جائے تو وہ "تناسخ" نہیں"

(عقائد الاسلام ص ۲۴۵)

اور "مصالح عقلیہ" میں جو حضرت نے فرمایا اُس کو بغور دیکھیں تو مطلب خود حل ہو جائے گا ورنہ ایک ہی مصنف کی کلاموں میں تعارض آئے گا۔ ظاہر بین آپ جیسوں کو کہا گیا۔ مولانا تھانویؒ اور دوسرے محققین کو ظاہر بین نہیں کہا گیا۔

نیز شاہ جی کے معتمد علیہ مولانا سرفراز خان صاحب مدظلہ کے پیر حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"عود الی الجسد" کا لفظ یا راویوں کا اپنا ہے جو اپنی فہم کے مطابق کہہ دیا یا پھر اس کے یہ معنی ہیں کہ رُوح جسد کے صرف اُسی جزء کی طرف عود کرتی ہے جس کو نفس کہتے ہیں جیسے خازن نے کہا۔ جیسے قوت المغتذی علی جامع الترمذی میں ہے۔

(دیکھو تحریرات حدیث ص ۲۱۰)

اس کے بعد مرقاۃ والے کی بات کہ تمام جسد عنصری میں رُوح داخل کر دی جاتی ہے، حضرت صاحب نے ردّ فرمائی کہ اس کا نہ کوئی قائل ہوا اور نہ ہی یہ نظریہ کسی شمار میں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

﴿ فاعل حقیقی رُوح ہی ہے ﴾

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے

جسم اپنے آپ متحرک اور ساکن نہیں بلکہ رُوح در پردہ کار پرداز حرکات وسکون ہے اور اس وجہ سے جسم فقط محل قیام حرکت ہے، فاعل نہیں۔ فاعل حقیقی وہی رُوح ہے ۔۔۔۔۔ چنانچہ ضرب وسبّ وشتم وغیرہ امور جو اعضائے مخصوصہ سے صادر ہوتے ہیں رُوح کے افعال سمجھے جاتے ہیں ۔۔۔۔۔ جسم کے افعال نہیں سمجھے جاتے ورنہ انعام اور پاداش میں اعضاء جو مصدر افعال تھے محل اکرام وانعام ومورد عتاب وعقاب ہوا کرتے ۔۔۔۔۔۔ حالانکہ سب وشتم کے عوض میں جو افعال لسانی ہیں بسا اوقات سر پھوڑا جاتا ہے اور دست وپا توڑے جاتے ہیں اور زنا کی سزا میں جو بظاہر فعل عضو مخصوص ہے، تازیانوں کی مار کمر پر پڑتی ہے یا پتھروں کی بوچھاڑ سارے بدن پر برستی ہے، علیٰ ہذا القیاس ۔۔۔۔۔ مدح وثنا یا خدمت دست وپا کی جزا میں تاج پہنایا جاتا ہے، طعام لذیذ کھلایا جاتا ہے۔

اگر فاعل حرکات جسم ہی ہوتا ہے تو یہ ظلم صریح کہ کرے کوئی بھرے کوئی، جان کوئی گنوائے اور مزے کوئی اڑائے، کسی کے نزدیک روا نہ ہوتا ۔۔۔۔۔۔ حالانکہ اس قسم کی جزاء کے جواز میں متبعان عقل ونقل میں سے کسی کو تامل نہیں ہاں فاعل حرکات رُوح کو کہیے تو اسی اختلاف محل طاعت وجرم اور مورد جزاء وسزا کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ رُوح کو تمام بدن اور جملہ اعضاء بدن سے ربط وتعلق ہے اور ہر جزو بدن رُوح کے حق میں مصدر افعال ومنبع

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃالاشاعت ڈاٹ کام

آثار اور واسطہ ایصال رنج و راحت اور سبیل حصول آرام و تکلیف ہے۔
چنانچہ خود جسم کو کاروبار سے کچھ تعلق نہیں۔ آرام و تکلیف سے کچھ مطلب نہیں زر منافع حرکات و سکنات بوسیلہ جسم حبیب خاص روح سے باہر آتا ہے اور رنج و راحت اور سارے کا سارا خزانہ روح میں جاتا ہے۔۔۔۔۔ بدن کو فقط چوبدار یا تحصیلدار سمجھئے اس سبب سے جس عضو کے وسیلہ سے کوئی فعل صادر ہوگا وہ روح ہی کا فعل ہوگا اور جو انعام انتقام کسی عضو پر وارد ہوگا وہ روح پردہ نشین ہی وارد ہوگا۔ اس صورت میں اگر مصدر طاعت و گناہ کوئی اور عضو ہے تو کچھ مضائقہ نہیں جو مطیع ہے وہی منعم و مرحوم و محمود ہے اور جو عاصی ہے وہی مذموم و معتوب و مطرود ہے۔ مصدر افعال بھی وہی روح تھی اگر چہ کوئی عضو بدن اس کا مظہر ہو اور مورد انعام و انتقام بھی وہی روح ہے۔۔۔۔ اگر چہ حقیقت میں روح ہے نہ بدن اور منبع حرکات و سکنات ارادیہ جان ہے نہ تن، جسم و تن فقط محل قیام حرکات و سکنات اور ایک طرح کا ظرف تحقیق ارادیات ہے گو ظاہر بینوں کو فاعل نظر آئے۔۔۔ انتہیٰ۔

(آب حیات ص ۱۸۸، ص ۱۸۹)

شاہ جی! دیکھا آپ نے صاحب ندائے حق کو ڈانٹا ہے کہ علماء کو ظاہر بین کہہ دیا اب مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ پر لب کشائی فرمائیں جو آپ جیسوں کو ظاہر بین فرما رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔ اب یہ بھی سمجھ آ گیا ہوگا کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ روح کے عذاب کے قائل ہیں یا جسد عنصری کے ساتھ تعلق بنا کر عذاب کے قائل ہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

☆ ندائے حق میں ہے

''پھر لطف یہ کہ کہتے ہیں، ہمیں تو دھڑ یہیں قبر اور گڑھے میں دھرا دکھ رہا ہے مگر مکہ شریف میں حج کرنے کو بھی یہی دھڑ گیا ہوا ہے۔ ہمیں محسوس نہیں ہوتا یہ دھڑ جنت کے میوے کھا کھا کے خوب موٹا ہو گیا ہے مگر ہماری نگاہ غلط بین اسے دبلا پتلا دیکھ رہی ہے یا آگ میں جل کر راکھ ہوتی دیکھ رہی ہے یا سمندر میں ڈوب کر گلی سڑی دیکھ رہی ہے۔

خلاصہ:

رُوح جسد عنصری میں داخل بھی ہے۔ دنیا میں جو کام کرتا تھا اب بھی اسی طرح کر رہا ہے مگر ہم محسوس نہیں کر سکتے ہاں وہ ہمیں دیکھتے، پہچانتے ہیں۔ ہماری باتیں سنتے ہیں۔ ہماری باتوں کا جواب دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ زندہ ہم مردہ''

شاہ جی کا اعتراض:

''فاضل محترم نے تو طعن واستہزاء کا مظاہرہ فرمایا مگر حقیقت میں میت زائر کو پہچانتی ہے اس کا سلام سنتی ہے، سلام کا جواب بھی دیتی ہے''

(ص ۴۹)

اس کے بعد شاہ جی نے حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانویؒ کی عبارت مندرجہ ''المصالح العقلیہ'' ص ۳۲۰ کا حوالہ پیش فرماتے ہیں:۔

اس تودۂ خاک سے ارواح کا ایک تعلق ہوتا ہے۔ اور'' السلام علیکم یا اھل القبور'' کہنے سے جواب ملتا ہے۔

(ص ۴۹)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حوالہ تو دے دیا مگر اس کا مطلب شاہ جی خود بھی نہیں سمجھے۔ دیکھیے جناب! حضرت تھانویؒ تو ذرۂ خاک سے ارواح کا جو تعلق بیان کرتے ہیں۔ ہم کب منکر ہیں؟ سوال تو یہ ہے کہ وہ تعلق کون سا ہے؟ بات خود نہ سمجھی، الزام دوسروں پر۔

آیئے! ہم حضرت حکیم الامت کے قلم سے ہی پوچھ لیتے ہیں کہ وہ تعلق کون سا ہے؟

لایئے! کتاب ملفوظات ج ۴ ص ۵۱۴ و ج ۴ ص ۸۲۵

اس میں دیکھیے یہ لکھا ہے

"اس روح کو برزخ میں دوسرا جسد عطا ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس جسد سے تعلق رکھتا ہے اور قبر کا سوال و جواب اس جسدِ مثالی سے ہوتا ہے جو وہاں عطا ہوتا ہے اور جسدِ عنصری سے تعلق رہنے کا ایسا درجہ ہے جیسے کوئی رضائی اتار کر رکھ دے اور دوسری اوڑھ لے۔ اب چلنا پھرنا تو دوسرے جسم کے ساتھ ہوتا ہے اگر ایک گونہ تعلق پہلے کے ساتھ بھی رہتا ہے تو رُوح گو وہاں جسدِ مثالی کے ساتھ ہوگی مگر تعلق اس جسد عنصری کے ساتھ بھی ہوگا۔ اب اس سے یہ شبہ جاتا رہا کہ اگر کسی میت کو شیر کھا جائے یا آگ میں جل جائے۔ کیا تب بھی حساب ہوگا؟ سو یہ سوال و جواب اسی جسدِ مثالی کے ساتھ ہوگا جو عالم برزخ میں عطا ہوتا ہے"

(ملفوظات ج ۴ ص ۵۱۴ و ج ۴ ص ۸۲۵)

کیوں جناب! اب بھی تسلی ہوئی یا نہ؟ مولانا تھانویؒ کون سے تعلق کے قائل ہیں؟ مجمل بات سے مرادیں از خود نکالنا منصف کا کام نہیں۔ مجمل سے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

پوچھنا چاہیے کہ آپ کی اس سے کیا مراد ہے؟

اور سنئے! حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کون سا تعلق مراد لیتے ہیں؟ اسے تو آپ نے غیر شعوری طور پر سپرد قلم فرمایا ہے۔

دیکھئے حیات الاموات ص ۴۲

''آن تعلق شبیہ است بتعلق عاشق و معشوق یا مالک و مملوک کہ از تعذیب و تنعیم می تواند شد''

اس کا ترجمہ بھی لکھا'' بلکہ وہ تعلق عاشق و معشوق اور مالک و مملوک کے تعلق کے مشابہ ہے''

اب ہم سے سنئے! تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۵۰ میں فرمایا

''روح کی بنسبت بدن ایسا حکم رکھتا ہے جیسے لباس ہو کسی شخص کا''

اور سنئے! میرے بچا استاذ اور آپ کے حقیقی استاذ حضرت السید السند شیخ الاسلام محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً بھی لکھتے ہیں

''لعل علاقۃ الروح مع البدن علی الراکب مع المرکوب''

(دیکھو عقیدۃ الاسلام ص ۵۲)

یعنی علاقہ روح کا بدن کے ساتھ ایسا ہے جیسے سوار کا سواری کے ساتھ ہوتا ہے اور ان علاقوں کی طرف حدیثوں میں اشارے ہیں۔

حدیثوں میں آیا ہے کہ رب کے آگے ارواح شہداء عرض کریں گی کہ یا باری تعالیٰ! ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں پھر سے لوٹا دو تا کہ ہم دنیا کی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

طرف واپس جائیں اور تیری راہ میں دوبارہ قتل ہوں۔

(ترمذی ج ۲ ص ۱۲۶)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ اتصال نہ دخولی ہے، نہ مجاوری، نہ لزومی بلکہ وہ اتصال معنوی التفاتی ہے۔

چنانچہ امام سیوطی نے بھی تصریحاً شرح الصدور ص ۱۰۰ میں فرمایا

التعلق الرابع في البرزخ فانها وان كانت فارقة بالموت فانها لم تفارقه كليا بحيث لم يبق لها اليه التفات.

یعنی مرنے کے ساتھ اگرچہ رُوح بدن سے جدا ہو جاتی ہے لیکن اتنی پوری جدائی نہیں ہوتی کہ اس طرف التفات ہی نہ رہے۔

جیسے لوگ کہتے ہیں

سلام الله سلام الله عليكم

و جسمي ههنا روحي لديكم

ناظرین! سمجھ گئے ہو نا؟ کہ اصل بات کیا ہے اور شاہ جی کیا کیا سمجھے ہوئے ہیں۔

جسد کو عذاب دینے کے جو لوگ کرمانی جیسے قائل ہیں ان کی تردید علامہ عینی نے عمدۃ القاری ج ۲۳ ص ۹۸ میں کر دی اثبات عذاب قبر میں جھگڑا نہیں البتہ کرمانی کا کہنا کہ جسد کو عذاب ہوتا ہے۔ سو یہ ہمیں تسلیم نہیں کیونکہ جسد فنا ہو جاتا ہے اور فنا شدہ چیز کا عذاب دینا تصور میں نہیں آ سکتا۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام
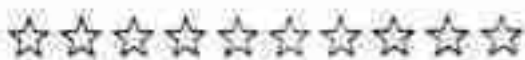
﴿سوتے آدمی کے ساتھ میت کو تشبیہ دینا﴾

نائم کے ساتھ تشبیہ غلط ہے جیسے ابن حجرؒ نے لکھا

والتنظیر بالنائم لا یصح فان النائم لا ینقطع تعلق روحہ بالبدن الا ظاهر او المیت فتعلق روحه بالبدن منقطع بالکلیة (فتح الباری ج ۳ ص ۱۸۳)

یعنی سونے والے کے ساتھ تشبیہ دینا صحیح نہیں کیونکہ نیند کی حالت میں بدن کے ساتھ رُوح کا تعلق منقطع نہیں ہوتا ـــــ صرف ظاہری طور پر (حواس کا شعور نہیں ہوتا) اور میت کے بدن کے ساتھ رُوح کا تعلق کلی طور پر منقطع ہو جاتا ہے۔

نیز نیند پر قیاس اس لیے بھی غلط ہے کہ نیند کے بعض احکام یہاں چسپاں نہیں ہو سکتے مثلاً انبیاء کی نیند ناقض وضو نہیں تو اگر ما بعد الموت کو نیند پر قیاس کریں تو انبیاء کو نہلایا نہ جائے، نہ جنازہ پڑھا جائے اور نہ دفن کیا جائے ـــــ اسی طرح نائم کے ساتھ تشبیہ ایک اور طرح بھی صحیح نہیں کیونکہ نائم کی رُوح فرض کیا کہ نکل کر عرش پر پہنچتی ہے اور جسد کے ساتھ اس کا اتصال رہتا ہے لیکن مشبہ میں یہ بات نہیں کیونکہ آپ نے یافعی صاحب کا فرمان ص ۱۰۰ پر لکھا ہے کہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ کسی کسی وقت مردوں کی رُوحیں علیین سجین سے قبروں میں پڑے ہوئے اجسام کی طرف لوٹتی ہیں، جب اللہ کا ارادہ ہو۔

تین (۳) لحاظ سے تشبیہ صحیح نہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۱) ایک تو اتصال روح نائم کا مسلسل رہتا ہے اور اتصال روح میت کا کبھی کبھی۔

۲) دوسرے نائم کا جسد سالم ہوتا ہے اور میت کا جسم مٹی ہو جاتا ہے۔

۳) تیسرے نائم کی روح جسم سے نکلتی نہیں اور میت کی روح جسم سے نکلی ہوئی ہوتی ہے۔

اسی طرح سورج کی مثال بھی مطابق ممثل لہ کے ساتھ نہیں۔

چنانچہ ابن قیم اپنے استاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ سے نقل فرماتے ہیں کہ مثال صحیح نہیں کیونکہ سورج اپنے مستقر سے جدا نہیں رہتا، آسمان میں ہی ہے۔ زمین پر نہیں آتا، اس کی شعاعیں زمین پر گرتی ہیں جو سورج کے لیے عرض ہے بخلاف روح کے کہ روح بذات خود ایک لطیف چیز ہے جو اپنے آپ اترتی چڑھتی ہے۔

قال شیخنا ولیس ھذا مثلاً مطابقا فان نفس الشمس لا تنزل من السماء والشعاع الذی علی الارض لیس ھو الشمس ولا صفتھا بل ھو عرض حصل بسبب الشمس والجرم المقابل لھا والروح نفسھا تصعد وتنزل.

(کتاب الروح ص ۶۹ ر ۷۰)

نیز یہ مثال اس لیے بھی صحیح نہیں کہ ظاہر ہے کہ سورج بہ نسبت نبی اکرم ﷺ کے لاکھوں درجہ کم ہے اور حضور ﷺ سب سے اعلیٰ وارفع، اگر سورج کی روشنی نصف کرۂ ارض پر پہنچتی ہے تو نبی پاک ﷺ کی علو شان کا تقاضا یہ ہے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کہ تمام روئے زمین پر آپ ﷺ کی روح مبارک کا تعلق وتاثیر ہو ورنہ سورج کے ساتھ مثال دینے میں ذات نبی علیہ السلام کی توہین لازم آئے گی۔

جب یہ مان لوگے کہ آپ کی روحِ مبارک کا تعلق وتاثیر تمام روئے زمین پر ہے تو ماننا پڑے گا کہ آپ تمام روئے زمین کے مومنین کا سلام سنتے ہیں اور سب کو جانتے، پہچانتے ہیں۔ بس یہی تو بریلویوں کا عقیدہ ہے کہ حضور پاک ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر اور ہر ایک کی سنتے ہیں۔

اب فرمائیے! کہ بریلویوں کو جواب دوگے یا عاجز ہو کر ان کے ہم نوابن جاؤگے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿شِر ذمه قليله﴾

فرعون نے اپنے درباریوں سے خطاب کرتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے متبعین کو کہا تھا

فَأَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِيْنَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ.

پھر بھیجے فرعون نے شہروں میں نقیب، یہ لوگ (موسیٰ علیہ السلام اور اس کے پیرو) جو ہیں سو ایک جماعت ہے تھوڑی سی۔ یعنی ان تھوڑے سے آدمیوں نے تم کو تنگ کر رکھا ہے حالانکہ ان کی ہستی کیا ہے جو تمہارے مقابلہ میں عہدہ برآ ہوسکیں۔ یہ باتیں قوم کو غیرت اور جوش دلانے کے لیے کہیں۔

(حاشیہ شبیریؒ بر قرآن پاک شیخ الہندؒ ص ۴۸۷ مطبوعہ بجنور)

شاہ جی نے جناب فاضل محترم سید سجاد حسین شاہ صاحب بخاری مدظلہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

الوال (اور ان کے ہم مسلک لوگوں کے بارے میں (جو جمہور کی مخالفت کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنی پگڈنڈی پختہ اور مضبوط راستہ اہل سنت والجماعت پر گامزن ہیں) بعینہٖ وہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں چنانچہ ص ۵۶ میں تحریر فرماتے ہیں "جناب سید سجاد صاحب اور ان کا "شرذمہ قلیلہ" تو کہتا ہے کہ یہ عام روح کا ہے"

ہم حضرت شاہ جی سے گزارش کریں گے کہ پہلے آپ نے ان پر مبتدع ہونے کا فتویٰ لگایا اب آپ دوبارہ فتویٰ "شرذمہ قلیلہ" کا لگا رہے ہیں۔

کیا آپ ابھی بھی ان لوگوں کو مبتدع اور شرذمہ قلیلہ ہی کہیں گے جن کا مسلک وہی ہے جو مسلک

☆ امام غزالیؒ کا تھا اور

☆ ابن حزمؒ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ (بحوالہ شرح الصدور ص ۸۳)

☆ اسماء بنت ابی بکرؓ (بحوالہ شرح الصدور ص ۸۳)

☆ صفیہ بنت شیبہؓ (بحوالہ شرح الصدور ص ۸۳)

☆ ابن جوزیؒ، تفتازانیؒ، عصامؒ (بحوالہ عصام علی التفتازانی ص ۲۱۵)

☆ نسفیؒ، خازنؒ، انور شاہ صاحبؒ (بحوالہ مشکل القرآن ص ۳)

☆ حسین علیؒ (بحوالہ تحریرات حدیث ص ۲۱۰)

☆ عینیؒ (بحوالہ عمدۃ القاری ج ۸ ص ۲۰۹)

☆ رمضان آفندیؒ (بحوالہ شرح شرح العقائد ص ۲۲۷)

☆ ابن میسرہؒ

☆ ابن ہُبیرہؒ کا تھا۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

☆ ابن رجبؒ نے تو کہا ہے کہ ردّ رُوح والی روایت احادیث کثیرہ سے متعارض ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے روایت پیش کی کہ "شہداء کی ارواح اللہ کے ہاں سبز پرندوں کی شکل میں جنت کی نہروں میں جہاں چاہیں سیر کرتی رہتی ہیں" الخ

(بحوالہ مسلم ج ۲ ص ۱۳۵/ اکلیل ص ۳۵۱/ بحوالہ الحاوی ج ۱ ص ۳۶۱)

(بحوالہ رُوح المعانی ج ۲۴ ص ۶۵/ ترمذی ج ۲ ص ۱۳۰، ۱۳۱)

☆ اسی طرح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔

☆ احمدؒ، عبد بن حمیدؒ، طبرانیؒ

(بحوالہ الحاویؒ ج ۱ ص ۳۶۱/ عمدۃ القاری ج ۸ ص ۱۹۹)

☆ اسی طرح ہذیل بن شرجیلؒ اور کعبؒ اور ہذیلؒ سے

(بحوالہ مسامرہ ص ۲۶۴، ص ۲۶۵)

(بحوالہ ابن جریرؒ ج ۲۶ ص ۴۶/ رُوح المعانی ج ۲۴ ص ۶۵)

☆ ام کبشہ بنت معرورؓ (بحوالہ مسامرہ ص ۲۶۴)

☆ ابو قبیس رضی اللہ عنہ وابن عمر رضی اللہ عنہ (بحوالہ رُوح المعانی ج ۱۵ ص ۱۴۸)

☆ حبان بن جبلہؓ (بحوالہ شرح الصدور ص ۹۷، ۹۸)

☆ جابر بن عبداللہؓ (بحوالہ احکام القرآن ج ۲ ص ۵۲، ترمذی ص ۱۳۰)

☆ عائشہ صدیقہؓ (بحوالہ ابن کثیر ج ۴ ص ۲۹۲، ترمذی ج ۲ ص ۱۳۰)

☆ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہوئے کہ مومنین کی ارواح اڑتی ہیں اور جنت کے درختوں سے کھاتی ہیں یہاں تک کہ واپس قیامت کو اپنے جسد کی طرف لوٹیں (مؤطا امام مالک، نسائی، احمد، طبرانی)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

[illegible] روایت ہے۔

طبرانی، الحاوی ج ۱ ص ۳۶۱)

[illegible] حضور ﷺ سے مرفوعاً بیان کیا ہے
[illegible] مقام فردوس اعلیٰ میں ہیں۔

(بشریٰ الکئیب ص ۹۲)

☆ حضرت عباس بن مطلب ؓ نے فرمایا کہ مؤمنین کے ارواح جبریل علیہ السلام کے حوالے ہوتی ہیں قیامت تک۔

(بشریٰ الکئیب ص ۱۰۲)

☆ اسی طرح ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے۔

(الحاوی ج ۱ ص ۳۶۲)

☆ ابو ہریرہ نے فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا کہ ماعز اسلمی ؓ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔

(بشریٰ الکئیب ص ۱۰۰)

☆ حضرت ابی ؓ کی بیوی ام بشرؓ نے مرفوعاً فرمایا کہ ارواح مؤمنین جنت میں جہاں چاہیں سیر کر رہی ہیں اور کافر کی روح سجین میں بند ہے۔

(ابن ماجہ، طبرانی، ابن عساکر)

☆ اسی طرح ابو سعید خدری ؓ اور ابو الدرداء ؓ سے مروی ہے۔

(طبرانی، بیہقی ابن ابی حاتم، ابن مردویہ)

(الحاوی ج ۱ ص ۳۶۲ درمنثور ج ۱ ص ۱۵۵)

☆ ضمرہ بن حبیب ؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ نیز فرمایا کافروں

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کی رُوحیں سجین کی جیل میں بند ہیں۔

(کتاب الروح ص ۱۵۹ الحاوی ج ۱ ص ۲۶۲)

اور اکابر نے تصریح فرمائی ہے کہ ارواح دوسرے جسموں میں منتقل کر دی

جاتی ہیں۔

☆ تنویر میں ابن دحیہ کا بیان ہے کہ شہید کی رُوح جو دنیا میں جسد عنصری کے جوف میں رہتی تھی دوسرے جسد کے جوف میں رکھی جاتی ہے جو پرندے کی صورت میں ہے تو اسی دوسرے جسم میں اسی طرح رہے گی جس طرح دنیا میں پہلے جسد عنصری میں رہتی تھی اور یہ مدت برزخ میں اس وقت تک رہے گی جب کہ قیامت کے روز دوبارہ اللہ تعالیٰ اس پہلے جسم کی طرف لوٹائے گا۔

(شرح الصدور ص ۹۷)

☆ عبداللہ بن مبارکؒ جو امام بخاریؒ کے استاد اور امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب انسان شہید ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے بہترین سے بہترین جسم لاتا ہے اور اس شہید کی رُوح کو حکم دیتا ہے کہ اس میں داخل ہو جب اس میں داخل ہوتی ہے تو اپنے اس پہلے جسم کی طرف نظر کرتی ہے جس سے نکلی ہے۔

(حاشیہ ترمذی ج ۲ ص ۱۹۴)

☆ حضرت شیخ ابراہیم کورانیؒ فرماتے ہیں کہ ارواح اپنے محسوس بدنوں سے جدا ہونے کے بعد دوسرے مثالی جسموں کے ساتھ متعلق ہو جاتی ہیں۔

☆ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ شہیدوں کی رُوحوں کی خاطر ان کے عنصری بدنوں سے جدا ہونے کے بعد اسی ہیئت پر دوسرے ہیاکل (اجسام) پیدا کیے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جاتے ہیں اور ان کے ساتھ رُوحوں کا تعلق ہوتا ہے اور وہ جسم عنصری جسموں کے نائب ہوتے ہیں جن کے ذریعے جو حسی لذتیں چاہتی ہیں حاصل کرتی رہتی ہیں۔

(طیبی تفسیر قاسمی ج۲ص ۳۲۲)

☆ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ناممکن امر نہیں کہ پہلے بدن (عنصری) کے مغائر دوسرے بدن کے ساتھ رُوح کا تعلق قائم ہو جائے کیونکہ ثواب عذاب تو رُوح کو ہوتا ہے اور بدن تو صرف ایک آلہ کی طرح ہے۔

(نبراس ص۳۲۹)

☆ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ ان اجساد کثیفہ (عنصریہ) کے بدلے رُوح کے لیے دوسرے اجساد لطیفہ جوڑے جاتے ہیں۔ برزخ میں رہنے کی مدت تک تاکہ ارواح کھانے پینے وغیرہ کی طرح حسی لذات سے متمتع ہو سکیں تاکہ اکمل طریقہ سے نعیم واقع ہو جائے۔

(مرقاۃ ج۴ص ۳۱)

☆ خطیب کازرونیؒ فرماتے ہیں کہ یہ امر کوئی ناممکن نہیں کہ اس بدن (عنصری) کے بعد رُوح کسی دوسرے جسم کے ساتھ متعلق ہو جائے جو رُوح کے ادراک کا آلہ بن سکے جیسے بعض اہل کشف اور اہل تحقیق نے اس امر کی تصریح بھی کر دی ہے۔

کیونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس امر کی تصریح کرتی ہے کہ ان کے ارواح اجسام کے ساتھ متعلق ہیں تو اس میں اس امر کا احتمال ہے کہ جیسے پہلی نشاۃ میں ارواح کے ابدانِ عنصری ان کے آلہ تھے ایسے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

آلہ بنیں۔
ہی وہ دوسرے اجسام ان ارواح کے ادراک کا آلہ بنیں۔
سوا اس کے کیا کہا جائے کہ بالذات اس کا ادراک ہو اور دنیا والے
بدن عنصری کے ساتھ اس کے تعلق کی ضرورت نہ ہو کیونکہ اس جسد عنصری کے
برباد ہونے کے بعد بھی رُوح کا ادراک باقی رہتا ہے۔
(حاشیہ خطیبؒ بر بیضاویؒ ج ۲ ص ۵۳)

☆ شیخ ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ان اجساد طیبہ سے ارواح
کو قبض کر لیتا ہے تو جسد عنصری جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ اور جسدی صورتوں
میں ان ارواح کو بطور ودیعت کے رکھ دیتا ہے۔
(فتوحات مکیہ ج ۱ ص ۳۰۰)

☆ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ یہ جو ذکر ہے
ارواح انبیاء کی بابت کہ ارواح مشک وکافور کی صورت کی طرح بن جاتے ہیں
یعنی ان ارواح کے انسانی اجساد کی طرح دوسرے قسم کے اجساد ہیں جنہیں
خوشبو ناک ہونے کی وجہ سے مشک وکافور کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے۔
☆ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ان دوسرے اجساد کو اجساد موہوبہ
کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔

(تفسیر مظہری ج ۱۰ ص ۲۲۴)

☆ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ
مر جاتا ہے تو نفس (رُوح) ایک ایسے بدن کے ساتھ لگ جاتا ہے اور چمٹ
جاتا ہے جو محسوس نہیں ہوتا ـــــــــــــــــ پھر قیامت کے روز انہیں محسوس
بدنوں میں دوبارہ لگ جائے گی (الخیر الکثیر ص ۵۵)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

☆ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ انسان کا حقیقی بدن رُوح ہوائی ہے اور اس رُوح ہوائی کا تعلق عالم مثال میں سے دوسرے بدن کے ساتھ گانٹھ دیتے ہیں۔

(تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۳۸)

اور حضرت نانوتویؒ کی عبارت گزر ہی چکی۔

☆ ابن قیمؒ نے فرمایا کہ ان اجساد عنصریہ کے عوض میں برزخ کے اندر ان اجساد عنصریہ سے بہتر اجساد ارواح کو عطا ہوں گے جن میں قیامت تک رہیں گے اور مجرد ارواح کی نعمتوں سے ان ابدان موہوبہ کے ذریعے ارواح کی نعمتیں اکمل ہوتی ہیں۔

(کتاب الروح ص ۱۵۷)

پھر ص ۲۸۴ میں فرمایا کہ "یہی مسئلہ صحیح ہے اور اس کے سوا کوئی صحیح نہیں اور اس کے سوا سب اقوال باطل ہیں۔ اسی مسئلہ پر کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اجماع صحابہ ﷺ کا اور عقل وفکر کے دلائل رہنمائی کرتے ہیں"

اب بتایئے! کیا یہ سب کے سب اکابر شرذمہ قلیلہ ہی ہیں جن میں صحابہ ﷺ تابعینؒ تبع تابعینؒ وغیرہ امام غزالیؒ، شاہ ولی اللہؒ، حضرت نانوتویؒ جیسی ہستیاں ہیں۔ کیا ان کو بھی بدعتی اور اہل سنت سے خارج کہو گے؟ ذرا سنبھل کر ہوش سے جواب دینا۔

؎ الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

﴿شاہ جی کے ایک سوال کا جواب﴾

سوال:

سوال فرمایا ص ۵۸ میں کہ ''اگر اس سماع سلام و کلام میں میت کا قطعاً دخل نہیں اور یہ کام فقط روح کا ہے تو روح کو سنانے کے لیے زائر کے قبر پر آنے کی کیا تخصیص وضرورت ہے؟'' الخ

جواب:

جواباً عرض ہے کہ یہ قیاس ہے نص کے مقابل میں جو مردود ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فزوروها فانها تذكر الاخرة زیارت کا اس لیے حکم ہے کہ آخرت یاد آتی ہے کہ دنیا میں یہی بھائی جب بقید حیات تھا تو ایک دوسرے کو سلام کہتے اور جواب دیتے تھے اب یہی بھائی قبر میں مدفون ہے اور حسب حکم رسول اللہ ﷺ السلام علیکم کہا تو میرے اس سلام کا جواب مجھے نہیں ملا۔ ایک وقت میں بھی اسی طرح زیر زمین مدفون ہوں گا، لوگ آ کر میری قبر پر مجھے السلام علیکم کہیں گے تو میری طرف سے ان کو کوئی جواب نہیں ملے گا اس لیے مجھے فکر آخرت کرنی چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عدم سماع موتی امام ابوحنیفہ وصاحبین کا مسلک ہے اور آپ لوگ اپنے آپ کو امام ابوحنیفہ کے مقلد کہتے ہو کہ بغیر دلیل اور تحقیق کے ان کی بات مان لیتے ہو۔ اب یہ بات ان کی آپ کو کیوں تسلیم نہیں؟ کیا اس مسئلہ میں آپ امام ابوحنیفہ کو غلطی پر سمجھتے ہیں؟

رہا آپ جیسے قائلین کا فرمانا کہ امام ابوحنیفہ کا مسلک عدم سماع موتی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

نہیں ہے سو یہ غلط ہے۔ تواتر سے ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک عدم سماع موتی ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ

''یہ مسلک حضرت عائشہ صدیقہؓ اور امام اعظمؒ کا ہے''

(کوکب الدری ج ۱ ص ۳۱۹)

مفتی دار العلوم دیو بند مولانا عزیز الرحمٰن نے فتاوٰی دار العلوم دیو بند ج ۵،۶ ص ۲۷۱ میں لکھا ہے کہ

''مسئلہ امام ابو حنیفہ کا عدم سماع موتی ہے اور اس پر نص قطعی وارد ہے''

اسی طرح مواہب الرحمٰن پارہ ۲۱ ص ۴۷ میں، تفہیم المسائل ص ۸۵ میں، جامع التفاسیر ص ۱۱۰، فتاوٰی مولوی عبد الحی اور کشف المغالطات میں موجود ہے۔

﴿شاہ جی کا انوکھا استدلال﴾

اصول فقہ میں تو لکھا ہے کہ مراد وحی پر واقف ہونے کے طریقے چار ہی طرح سے پہچانے جاسکتے ہیں۔

(۱) عبارۃ النص

(۲) اشارۃ النص

(۳) دلالۃ النص

(۴) اقتضاء النص

باقی سب طرق فاسد ہیں مگر شاہ جی کے طرق استدلال نرالے ہی ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

شاہ جی کے طریقہ استدلال کی قادیانی سے مشابہت

جو غور کیا تو سمجھا کہ مرجا گاماں پہلوان قادیاں والا (مرزا غلام احمد قادیانی) جس طریقہ کو استدلال میں استعمال کرتا ہے وہی طریقہ شاہ جی نے بھی اختیار کیا ہے۔

مرجا گاماں پہلوان قادیاں والا (مرزا غلام احمد قادیانی) لکھتا ہے کہ "تُوَفِّیْ" کا لفظ قرآن کریم میں تیس (۳۰) جگہ موت کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس لیے "اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ" میں بھی موت کے معنے ہوں گے۔

بعینہٖ اسی طرح حضرت شاہ جی نے فرمایا کہ آٹھ مقامات پر "القبر" کے معنے قرآن میں نہ گڑھا ہیں، نہ عالم برزخ۔ لہٰذا جب قبر کی طرف عذاب کی نسبت کی جائے جب بھی قبر کے معنے وہی جگہ ہو گی جہاں میت کو دفن کیا جاتا ہے۔

لیکن جب سوال اٹھتا ہے کہ فرعون کی تو قبر نہیں بنی یعنی اس کی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کو دفن کیا گیا ہو تو فوراً کانٹا بدلتے ہیں اور سرخی لکھ مارتے ہیں کہ قرآن کریم میں عذاب برزخ کا ثبوت بھلا یہ بتاؤ جب آپ کا دعویٰ اثبات اس عذاب کا ہے جو دفن شدہ میت کو ہوتا ہے تو کیا یہ دلیل آپ کے دعویٰ پر منطبق آتی ہے؟

دعویٰ تو ہے عذاب قبر کا دلیل میں لائے عذاب برزخ، جس کے خود شاہ جی منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ علماء نے قبر کے معنی عالم برزخ کے کیے ہی نہیں تو

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مطلب یہ ہوا کہ شاہ جی اپنے دعویٰ کے خلاف دلیل قائم کر رہے ہیں۔
مع ہذا شاہ جی قبر کا معنی گڑھا کرنے سے بھی گریز کرتے ہیں اور عالم برزخ کرنے سے بھی آبی ہیں۔ وہ تیسرا معنی قبر کا کیا ہے، ''قبر کا معنے ہے قبر'' (ص ۱۳)

یعنی تفسیر شے کی بنفسہٖ جیسے کوئی پوچھے کہ غضنفر کے معنے کیا ہیں تو جواب ملے کہ غضنفر۔ اسطقس، اسطقس ہے۔ نار، نار ہے۔
پھر ناراض ہم پر ہوتے ہیں کہ حقیقت شرعیہ میں قرآن کریم کا بھی کوئی حصہ ہے یا نہیں۔

اچھا جناب! یہ فرمایئے کہ واجب کی حقیقت شرعیہ کیا ہے اور اس میں قرآن کریم کا بھی کوئی حصہ ہے یا نہیں؟ نفل کی حقیقت شرعیہ کیا ہے اور قرآن کا بھی اس میں حصہ ہے یا نہیں؟ مکروہ کی کیا حقیقت شرعیہ ہے اور قرآن کا بھی اس میں کچھ حصہ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔
ہم بھی پوچھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بھلا یہ بتاؤ کہ بدن کے کیا معنی ہیں؟ اور جب بدن کو مٹی کھا جائے تو اسے بدن کہتے ہو؟ جب بدن جل کر راکھ ہو جائے تو اسے بدن کہتے ہو؟ جب لکڑی جل کر راکھ ہو جاتی ہے تو اس پر لکڑی کا اطلاق کرتے ہو کہ جاؤ لکڑی اٹھا لاؤ؟ جب کوئی قسم کھائے کہ لکڑی کو ہاتھ میں نہ لوں گا تو جب لکڑی جل کر راکھ ہو گئی پھر اسے ہاتھ لگائے تو حانث ہو گا یا نہ؟ بینوا توجروا۔

ناظرین! شاہ جی کی بات میں نہ آیئے! یہی اشکال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہوا تھا کہ جسم تو ہم دیکھ رہے ہیں مرا ہوا، اور خدا پاک فرماتے ہیں ان کو مردہ مت

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کہو فرمان خدا تو سچ ہے، آخر مشاہدہ بھی قطعی دلیل اور برہانیات میں سے ہے اور قرآن بھی قطعی دلیل ہے ان کے مابین تعارض معلوم ہوتا ہے۔
خود اس تعارض کو رفع نہیں کر سکے اس لیے رسالت مآب سے رجوع کرتے ہیں اور یہی سوال عرض کرتے ہیں تو جواب یہ نہیں ملتا کہ یہی جسد عنصری زندہ ہے، تمہارا مشاہدہ غلط ہے بلکہ جواب ملتا ہے کہ
ارواحهم فی طیر خضر تسرح فی الجنة ان کی رُوحیں سبز لباس سے مزین پرندوں کی طرح اُڑتی پھرتی ہیں جنت میں جہاں چاہیں سیر کر رہی ہیں۔
دیکھو کیسے صاف صاف بات ہے جسے خواہ مخواہ کی اُلجھنوں میں ڈالا جا رہا ہے۔ لوگ بھی حیران ہیں کہ شاہ جی اور ان کے ہم مسلک کیا کہتے ہیں کبھی تو نائم سے تشبیہ دیتے ہیں کبھی علیین سجین سے رُوح کی شعاعیں بدن پر ڈالتے ہیں کہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بے سند روایت پیش کرتے ہیں، کہیں ابن حمید، احمد بن مفضل، سدی وغیرہ کذابوں کی روایتیں پیش کرتے ہیں۔ کبھی کسی کی کبھی کسی کی۔
کیا دین بے سند اور کذابوں کی روایات اور لوگوں کی باتوں کا نام ہے؟ کیا حضور ﷺ سے باسند صحیح نقل شدہ روایتیں اور قرآن پاک کی نصوص قطعی آپ کو منظور نہیں۔ غیر متداول کتابوں سے روایات پیش کرنا کون سی خدمت دین ہے خصوصاً جن کی نسبت ہی غلط ہو جیسا کہ آپ کیسے ڈھٹائی سے کہتے ہیں کہ امام ابن قیم کی کتاب الروح!

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

کیا آپ قسم اٹھا سکتے ہیں کہ کتاب الروح امام ابن قیمؒ کی ہے؟

طبقات حنابلہ میں امام ابن قیمؒ کی کتب کی مکمل فہرست دی ہوئی ہے اس میں اس کتاب کا کہیں تذکرہ نہیں۔

﴿اکثر کتب اکابر کی طرف غلط منسوب ہیں﴾

اس کی مثال ایسی ہے جیسے بریلویوں نے

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کی طرف "قصیدہ امام اعظم" غلط منسوب کر کے مشہور کر رکھا ہے۔

☆ اسی طرح کتاب "سر الشہادتین" کسی شیعہ نے لکھ کر اس کی غلط نسبت امام عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی طرف منسوب کر دی ہے۔

☆ "غنیۃ الطالبین" کی نسبت بقول مولانا عبدالعزیز صاحب پرہارویؒ حضرت پیر جیلانیؒ کی طرف غلط ہے۔

☆ "مسند امام اعظم" و "مسند امام شافعی" کی شیخینؒ کی طرف۔

(تعجیل المنفعہ ص ۵۷)

☆ "فقہ اکبر" کی امام ابوحنیفہؒ کی طرف۔

(العبر ص ج ا ص ۳۳۰)

☆ "کتاب الحیل" کی امام محمدؒ کی طرف۔

☆ "شرح تجرید" کی سید سند کی طرف عینی کے قلم سے ہوگئی۔

☆ کتاب "آوز جندی" کی ملا علی قاریؒ کی طرف۔

(فتاویٰ رشیدیہ ج ا ص ۱۰۴)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

☆ "اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ" کی علی بن محمد بن محمد بن عبدالکریم مورخ المعروف بابن اثیر کی طرف۔

(فوائد بہیہ ص ۱۲)

☆ "ہفت مسئلہ" کی حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی طرف۔

(فتاویٰ رشیدیہ)

☆ "ملفوظات خواجہ عثمان ہرونی" کی خواجہ عثمان ہرونیؒ کی طرف۔

(اخبار الاخیار ص ۸۱،۸۲)

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جیسے محقق عالم نے جذب القلوب ص ۱۶۸ میں "شفاء السقام فی زیارت سید الانام" کی نسبت حضرت تاج الدین سبکی کی طرف کردی حالانکہ یہ کتاب تاج الدین سبکی کی نہیں ان کے والد کی ہے۔

(الفوائد البہیہ ص ۱۹۶)

☆ "تحفہ اثنا عشریہ" کی نسبت حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی طرف حالانکہ ترتیب تو ان کی ہے مگر اصل کتاب ایک کابلی عالم کی ہے جیسے حضرت شیخ الحدیث والتفسیر محقق مدقق مولانا قاضی شمس الدین صاحب لازالت شموس فیوضہ علینا بازغۃ نے فرمایا ہے۔

☆ "فتاویٰ نقشبندیہ" کی غلط نسبت حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف، حالانکہ وہ کتاب خواجہ معین الدین کشمیریؒ متوفی ۱۰۸۵ھ کی ہے۔

(رسالہ الحق اکوڑہ خٹک)

☆ "آثار الصنادید" سر سید احمد خان کی طرف منسوب ہے حالانکہ دراصل

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مرزا علین بیگ شاہ جہاں آبادی کی ہے جسے بحکم سرجان چارلس مٹکاف
تھا۔ البتہ اخیر میں "حضرات دہلی کے حالات" سرسید کی ذاتی تحقیق ہے۔
(تفسیر حقانی ج ۲ ص ۱۱۲)

☆ "الاقتصاد فی الاعتقاد" کی غلط نسبت امام غزالیؒ کی طرف کی گئی ہے۔
کیوں جناب! جب مرزائی اس کتاب کا حوالہ پیش کریں تب تو اس کتاب کی نسبت امام غزالیؒ کی طرف ہونے کا انکار کرتے ہو، جب اپنی باری آتی ہے تب امام غزالیؒ کی کتاب بن جاتی ہے۔

یہ آپ کا اپنا راج ہے جو چاہا، جب چاہا، کہتا، کرتا رہا۔

یہی حالت "دیوان علی" اور "مصحف فاطمہ" وغیرہ کتب کی ہے۔ چلو مان لیا کہ "کتاب الروح" حضرت امام ابن قیمؒ کی ہے تو یہ نہیں ہوسکتا کہ مصنف آپ اپنی کتاب میں اپنے مختار مذہب کے خلاف بات لکھ دے۔ جیسے سیوطیؒ کا اپنا مسلک یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا مع ہذا اس نے جلالین ص ۱۱۶ میں لکھا ہے

اذ قال ابراهيم لابيه آزر هو لقبه واسمه.

تارخ کمالین نے حاشیہ میں لکھا ہے

جرى ههنا على الوجه المشهور

بلکہ بعض علماء ایک ہی کتاب میں آپ کی طرح دو متضاد باتیں لکھ جاتے ہیں۔
دیکھیے آپ نے "عود روح" کے حوالے کتاب الروح سے لکھے ہیں ہم بھی کتاب الروح سے اپنے موافق حوالے مشتے نمونہ از خروارے لکھتے ہیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

لیجیے کتاب الروح اپنے ہاتھ میں! اور کھولیے صفحہ ۶۷ اور پڑھیے کہ
"روح کا جسد کے ساتھ جو برزخ میں تعلق ہے وہ صرف اتفاقی ہے
ویسے روح جسم سے مفارق ہوئی اور الگ ہو چکی ہے"
آگے فرمایا کہ "یہ جو حدیثوں میں آیا ہے کہ سلام کے وقت روح کو رد کیا
جاتا ہے وہ ایک خاص قسم کا رد ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یوم قیامت سے پہلے
بدن کو بھی حیات مل جاتی ہے"
کتاب الروح جو آپ کی معتمد علیہ کتاب ہے ہم گزشتہ صفحات میں متعدد
بار حوالے دے چکے ہیں کتاب الروح کا ہی نظر انابت کے ساتھ مطالعہ کر لو
شاید کچھ پلّے پڑ جائے ۔۔۔۔معلوم ہوتا ہے آپ نے کتاب الروح کا
مطالعہ ہی نہیں کیا معلوم ہوتا ہے آپ کسی اور کے اشاروں پر ناچ رہے ہیں۔
اللہ کریم آپ کو صراط مستقیم پر لائے اور پھر اسی پر استقامت نصیب فرمائے۔
آمین ثم آمین۔
حقیقت یہ ہے کہ قبر سے مراد عالم برزخ ہے۔ تمام کتب عقائد و تفسیر میں
قبر کی نسبت جب عذاب و ثواب کی طرف ہوتی ہے تو اس سے برزخ مراد
ہوتی ہے۔ رہا یہ کہ برزخ کہاں ہے؟ سو شرح الصدور میں ص ۹۹ پر لکھا ہے
عند منقطع عناصر الماء والهواء والتراب والنار تحت السماء.
اور ص ۱۰۴ میں ہے
وذلک البرزخ عند منقطع العناصر بحيث لا ماء ولا
هواء ولا تراب ولا نار.
اور ص ۱۰۷ میں ہے دار البرزخ وهي اوسع من هذه الدار

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

واعظم ونسبة هذه الدار اليها كنسبة الدار الاولى الى هذه۔

یعنی عالم برزخ اربع عناصر سے بالاتر ہے اور اسع وارد نیا سے اس نسبت سے وسیع ترین اور بڑا ہے جس نسبت سے یہ جہاں دنیا کا عالم بطن (ماں کے پیٹ) سے بڑا ہے۔

لیکن شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ''قبر کے معنے گڑھا تو کوئی جاہل ہی کرے گا'' حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء اسلام نے بھی قبر مومن پر حفرہ کا اطلاق فرمایا ہے۔

دیکھو حضرت شاہ صاحب کی مستند کتاب شرح الصدور ص ۲ پر حضرت طاؤس (ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید) فرماتے ہیں کہ مومن آدمی کے دین کی حفاظت اس کے گڑھے ہی میں ہوگی۔

نیز بشرے الکئیب ص ۵۰ پر حضرت ایوب رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرمایا ہے من كرامة الميت على اهله تعجيله الى حفرته. یعنی اہل میت کے ذمے اکرام میت فرض ہے اس اکرام میت میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ اس کو اس گڑھے کی طرف جلد پہنچایا جائے۔

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ نرمی برتو اللہ اس کے ساتھ نرمی برتے کیونکہ اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ اس کا پیار تھا پھر صحابی نے کہا حفر حفرته 'اس میت کے لیے گڑھا کھودا گیا پھر حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے گڑھے کو وسیع کرو اللہ اس پر وسعت کرے گا۔

(ابن ماجہ ص ۱۱۳)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

﴿سوال گندم جواب چنا﴾

ندائے حق میں سوال تھا کہ

''اگر رُوح ملاءِ اعلیٰ میں رہ کر بدن کے ساتھ بھی اتصالی یا دخولی تعلق بھی رکھ سکتی ہے تو اس کی نظر کی وسعت ساری دنیا پر برابر ہونے سے کون سا امر مانع ہے۔ پھر فرقہ بریلویہ کا کیا قصور ہے جو کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ کی روح مبارک کی ایک مقام پر رہ کر تمام خلقت پر نظر ہے اگر ان کا یہ قول قرآن و سنت سے باہر ہے اور مردود ہے تو آپ کا قول قرآن کی کس صریح آیت سے ثابت ہے یا کون سی حدیث آپ کی حجت قاطعہ ہے۔ جس میں یہ ثابت ہو کہ رُوح تو ملاءِ اعلیٰ علیین یا سجین میں ہوتی ہے مگر اس کا تعلق جسد عنصری کے ساتھ بھی بدستور قائم رہتا ہے ورنہ ادراک وشعور نا ممکن ہے''

اس کے جواب میں چاہیے تو یہ تھا کہ قرآن وحدیث کی کوئی نص پیش کرتے۔ مگر شاہ جی نے اس مثل کو صحیح قائم رکھا کہ

''سوال گندم جواب چنا''

کہ ''اب اَجلّہ علمائے امت وائمہ دینؒ کے ارشادات ملاحظہ ہوں''۔ معلوم ہوا کہ سوائے اقوال رجال کے شاہ جی کے پاس کوئی چیز نہیں۔ مگر آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ان ہی حضرات نے صراحتاً لکھا ہے کہ اس جسد عنصری کے ساتھ رُوح کا کچھ تعلق نہیں اور ان عبارتوں کا جواب دیا جا چکا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مقصودی بات تھی بریلویہ کی تردید چونکہ آپ اس

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سے عاجز ہیں اس لیے عوام کے سامنے وہ سوال لانا ہی گوارا نہ کیا۔

﴿قدرت الٰہیہ اور قانون﴾

شاہ جی نے قدرت الٰہیہ پر بڑا زور دیا ہے، جانو ہم قدرت کے منکر ہیں اور ان الله علی کل شیء قدیر پر ہمارا ایمان نہیں؟ جناب اگر کرامیہ فرقہ کے ساتھ آپ کی بات چیت ہو جائے جو صرف جسد کے عذاب کے قائل ہیں تو وہ آپ سے عرض کریں کہ شاہ جی! صرف جسد کو عذاب دینے پر خدا کو قدرت نہیں؟ جیسے تمام چیزوں میں شعور وادراک ہے جسد میں بھی شعور وادراک ہے اور ان من شیء کے عموم سے جسد خارج ہے تو کون سی دلیل ہے؟ تو آپ کے ہاں اس کا کیا جواب ہے؟

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

﴿خواب اور کشف حجت نہیں ہوتے﴾

رہا خوابوں کا ذکر سو خوابیں حجت نہیں۔

(دیکھو موضوعات کبیر ملا علی قاری ص ۸۲)

ما تقرر فی الشرع لا یتغیر بسبب ما یراہ النائم۔

اور کشف بھی حجت نہیں۔

مرزا مظہر جان جاناںؒ نے مقامات مظہری ص ۱۲۲ میں فرمایا ہے

"کہ کشف در امور طریقت معتبر ست ودر احکام شریعت حجت نیست"

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام
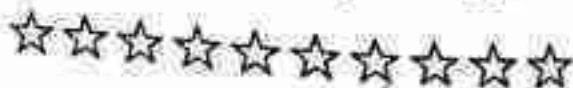
﴿معجزات وکرامات خرق عادت ہیں﴾

اور معجزات وکرامات خرق عادت ہیں ان پر قیاس کرنا غلط ہے کیونکہ قیاس کے جواز کی شرط ہے کہ "مقیس علیہ" "معدول عن القیاس" نہ ہو۔ دیکھو! اصول فقہ اور قرآن وسنت صحیحہ میں سے آپ کے پاس کوئی دلیل نہیں جو جسد عنصری کی تعذیب وتنعیم قبل یوم الحساب بتائے۔

اور جب تک ثبوت نہ ملے اصل ہر حکم میں عدم ہے۔

الاصل فی کل حکم عدمه حتی یتبیّن ثبوته.

(خطیب بر بیضاوی ص ۸)

اور بے دلیل قول غیر ثابت ہے۔

کل قول لا دلیل علیه غیر ثابت. (بیضاوی ج ۱ ص ۱۸۱)

اور بے دلیل قول کی نفی کر دینا واجب ہے۔

مالا دلیل علیه یجب نفیه. (خیالی ص ۸۰)

یعنی جو چیز نہ عقلاً ثابت ہو نہ سمعاً (قرآن وسنت سے) اور نہ محسوس مشاہد ہو تو ایسی بات کے یقین کا طریقہ مسدود ہے اور اس کے بطلان کا حکم لگانا واجب ہے۔

و ما لم یثبت من احد هذه الوجهین و لیس محسوس مشاهد فطریق العلم به مسدود و الحکم ببطلانه واجب۔

(احکام القرآن لابی بکر الرازی الجصاص ج ۳ ص ۲۹)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اگر کہو کہ یہ بات مشہور مستفیض ہے اس لیے اسے مان لینا چاہیے سو یہ بھی نا کافی ہے۔

المشهور على السنة العامة لا ينفع فان مثل هذه الشهرة ساقطة عن الاعتبار۔ (رسائل ثمہ عبدالحی ص ۷۵)

اگر کہو کہ بڑے بڑے جلیل القدر علماء اس طرف گئے ہیں تو یہ بھی کوئی دلیل نہیں۔

جلالة قدر المصنف لا يستوجب قبول كل ما نقل۔ (رسائل ثمہ عبدالحی ص ۷۵، ۷۶)

بلکہ رسول اللہ ﷺ کے سوا ہر ایک کا قول لیا اور چھوڑا جا سکتا ہے۔

كل واحد يوخذ من كلامه ويترك الا المعصوم. (طبقات حنابلہ ج ۱ ص ۲۹۵)

کیونکہ بسا اوقات بھول جانے والوں کی بات بھول جانے والے بے دلیل لے لیتے ہیں۔

ربما يقلد الساهون الساهين. (فتح القدیر ص ۲۷۰)

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مولف کوئی بات خطأ اپنی کتاب میں درج کر دیتا ہے پھر اس کے بعد آنے والے مشائخ بعینہٖ وہی نقل کرتے چلے جاتے ہیں اور اس غلطی پر متنبہ نہیں کرتے تو ناقلین کی تعداد کثیر ہو جاتی ہے اور اصل بات اسی خاطئی ناقل کی ہوتی ہے۔

(بحر الرائق ج ۶ ص ۱۷۵)

اس لیے جس شخص کی بات قرآن وسنت صحیحہ کے ساتھ مبرہن ہو اور سارا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

جہاں اس کے خلاف ہو تو اس کے لیے کوئی نقصان نہیں۔

لا یضر ابا حنیفه خلاف احد اذا کان استدلاله (بکتاب الله و) بالاخبار. (حاشیہ بخاری ج۱ص ۱۳۶)

آیئے! چھوڑیئے اقوال رجال کو ان اقوال کی کثرت تعداد سے مرعوب نہیں ہونا چاہیے اور کتابوں کی الماریاں دیکھ کر جھجکنا نہیں چاہیے۔

امام اعظم کا تو مسلک تھا لا یهولنکم اقوال رجال.

(مناقب کردری ج۱ص ۱۳۶)

محمد بن سیرین فرماتے ہیں قرآن وسنت کے سوا سب کتابیں چھوڑ دو تم سے پہلے انہیں کتابوں کی وجہ سے گمراہ ہوئے ہیں۔

ایاکم والکتب فقد تاه من کان قبلکم بالکتب.

(طبقات ابن سعد ج۷ص ۱۹۴)

بہت سے لوگوں نے اپنی من گھڑت باتیں علماء کی کتابوں میں نقل کر دیں رنگ میں بھنگ مل گئی۔

اسی لیے اللہ داد صاحب محشی ہدایہ نے لکھا ہے

قول من بعد الصحابة من التابعين وسائر المجتهدين فيما لا يدرک بالرای ليس بحجة۔ (ہدایہ اولین ص ۱۵۵۰)

بلکہ فهم الراوی والصحابی ليس بحجة.

(ہدایہ ص ۰ ۷ تحت قولہ ظنہ (ابو محذورة) ترجیعا)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

سماع اسماع کا دھوکہ

کہتے ہیں "نماری بات اللہ رب العزت کے سنوانے کی ہے اسی لیے تو قرآن میں حضور ﷺ سے فرمایا

انک لا تسمع الموتی مردہ خودنہیں سن سکتا، اس میں سننے کی صلاحیت ہی نہیں رہی" الخ

شاہ جی! مردہ خودنہیں سن سکتا! کیا زندہ خود سن سکتا ہے؟ جوذات مُردوں کوسنا سکتی ہے وہی تو زندوں میں سننے کی صلاحیت پیدا کر سکتی ہے۔۔۔۔اور پھر مُردوں میں جو صلاحیت نہیں تو اللہ تعالیٰ بغیر صلاحیت پیدا کرنے کے مُردوں کونہیں سنا سکتا؟ سنا سکتا ہے تو زندوں کو بغیر صلاحیت پیدا کرنے کے نہیں سنا سکتا؟

آپ بڑے ذہین آ گئے؟ صحابہ کرام ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی آیۃ کی تلاوت کے وقت یہ جواب نہ سوجھا؟ کاش! آپ وہاں ہوتے اور صحابہ کو یہ جواب تلقین فرماتے، اور اماں جی کو بھی سمجھاتے کہ اماں جی آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ اہل لسان ہو کر بھی آپ کو قرآن سمجھ نہ آیا، یہاں اسماع کی نفی ہے، نہ سماع کی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی سمجھ تمام صحابہ کی سمجھ سے اعلیٰ تر ہے۔ مجھے تو خطرہ ہے کہ آپ ساری زندگی میں رفض کی تردید کرتے کرتے اخیر عمر میں رفض کی دلدل میں گر کر تباہ نہ ہو جائیں اللہ تعالیٰ آپ کو بھی اور مجھے بھی اس فتنہ رفض سے بچائے۔ مگر حالات کچھ ایسے نظر آ رہے ہیں کہ آپ دستخط کر چکنے کے بعد شاید اور نرم ہو جائیں، رفتہ رفتہ سنیت سے خارج نہ ہو جائیں۔

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

دوسروں کو اہل سنت سے نکالتے نکالتے خود ہی کہیں اہل سنت سے نہ نکل جاؤ۔
اچھا بھئی مُردوں کو سنانا تو حضور ﷺ کے بس میں نہیں، اب کیا مومنوں
کو سنانا حضور ﷺ کے بس میں ہے، جو فرمایا

ان تسمع الا من یومن بایاتنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نعوذ باللہ جیسے مجوسیوں کے ہاں اہرمن اور یزداں دو
خالق ہیں، ایسے ہی شاید آپ کے ہاں کفار اور مومنین کے لیے دو الگ الگ
ہادی ہیں۔ کفار کو سنانے والا خدا اور مومنوں کو سنانے والا نبی۔

لا حول و لا قوۃ الا باللہ۔

یہ آپ نہ کہیں کہ اکابر نے یہ جواب دیے ہیں کیونکہ باغیوں کے ادخال
کثرت سے ہیں۔ ہم قرآن وسنت کے خلاف کوئی بات سننے کے لیے تیار
نہیں۔ نیز یہاں تو اسماع کا جھگڑا ہے اور دوسری آیۃ جو ہے

ان تدعوھم لا یسمعوا دعاء کم.

اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہیں سنتے۔

یہاں تو سماع ہے اسماع نہیں اس کا کیا جواب دو گے؟ کیا وہی بریلویوں
والا جواب دو گے کہ یہ آیت بتوں کے حق میں وارد ہے اگر یہی جاہلانہ جواب
دو گے تو کوئی تمہیں یہ قاعدہ بھی یاد دلا سکتا ہے کہ

العبرۃ لعموم اللفظ لا لخصوص السبب دوسرے یہ کہ حسب
فرمان حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کل ما سوے اللہ صنم۔ آئیے! اب
آگے بولیے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حیات انبیاء علیہم السلام

عوام الناس کے ذہن الجھانے کے لیے حیات الانبیاء کا مسئلہ چھیڑ دیا حالانکہ جو شخص حیات شہداء کا جو نص قرآنی سے ثابت ہے، قائل ہے وہ حیات انبیاء کا بطریق اولی قائل ہوگا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔آپ کی پارٹی کا عوام میں ہمیں منکرین حیات کہہ کہہ کر شہرت دینا سوائے اس کے نہیں کہ ہم کہیں سبحانک ھذا بھتان عظیم۔

بات صرف یہ ہے کہ۔۔۔۔۔۔حیات شہداء کا مفہوم آپ نہیں سمجھے اور نہ حیات کے معنے اور مفہوم سمجھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حیات کے سات معنے ہیں۔

۱) ایک معنی متعارف

۲) دوسرا دنیا میں ذکر جمیل اور آخرت میں اجر جزیل کا عطا ہونا

۳) تیسرا معنی اجساد وابدان عنصریہ کا اپنے اپنے مدفنوں میں صحیح سلامت رہنا اور تہہ زمین میں بوسیدہ نہ ہونا

۴) چوتھا ارتفاع الغم

۵) پانچواں معنی مجازی باعتبار مایؤل الیہ کے یعنی جو قیامت کو زندہ ہو جائیں گے انہیں ابھی سے زندہ کہہ دیا

۶) چھٹا معنی ہے نمو عمل

۷) ساتواں معنی مردہ کو مرنے کے بعد نہلانے کا حکم ہے اور زندہ کو نہلانے کا حکم نہیں۔

ان سات معنوں میں سے ایک معنی میں آپ بھی حضرت ﷺ کو میت کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو بعد از وفات نہلایا، کفن دیا، قبر کھودی، لحد بنائی اور

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

آپ ﷺ کو دفن کیا۔

اور پانچ معنوں کی رُو سے آپ بھی انبیاء کو زندہ مانتے ہیں اور ہم بھی زندہ مانتے ہیں۔ ان میں ہمارا تمہارا کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف ہے تو صرف معنے متعارف میں ہے اور اس میں پانچ گروہ ہیں۔

(۱) انبیاء کرام علیہم السلام کے ارواح کا اخراج نہیں ہوتا۔ (جمال قاسمی)

بلکہ (رُوح انبیاء) اطراف وجوارح سے سمٹ آتی ہے اور اس لیے حیات جسمانی کو بہ نسبت سابق ایسی طرح قوت ہو جاتی ہے جیسے ظرف کے رکھ دینے کے بعد چراغ کے شعلہ میں نورانیت بڑھ جاتی ہے۔ اور یہ حیات دنیویہ ہے برزخی نہیں (نانوتویؒ)

(۲) رُوح مبارک جسدِ اطہر سے پرواز کر کے بعد از دفن پھر سے جسم میں آگئی (بیہقیؒ)

(۳) بعد از وفات رُوح ملاءِ اعلیٰ میں ہے لیکن جسد اطہر سے رُوح کا تعلق اشرافی یا اشراقی ہے (کوئی بزرگ)

(۴) بعد از دفن رُوح مع جسدِ عنصری کے اعلیٰ علیین میں زندہ ہیں (قونوی)

(۵) آپ علیہ السلام کی حیات مثل حیات شہداء ہے بلکہ بدرجہا اس سے اعلیٰ وافضل ہے۔

پہلا مذہب حضرت نانوتویؒ کا ہے جو شاہ جی کو پسند نہیں کیونکہ وہ بار بار اپنے رسالہ میں آپ کی حیات کو غیر کامل غیر مطلق اور غیر حقیقی حیات بتاتے

ہیں۔ (مثلاً دیکھوص ۹۳ سطر ۶) دوسرا مذہب بیہقی کا ہے۔ تیسرا مذہب بعض علماء کا۔ چوتھا مذہب قونوی کا۔ پانچواں مذہب اہل حق کا۔

مگر شاہ صاحب حضرت نانوتویؒ کا دم بھرتے ہوئے ان کے مسلک کے خلاف کسی بزرگ نامعلوم کا مسلک مانتے ہیں جو تمثیل محض ہے از قبیل ظنیات برہان قاطع اس پر نہیں نہ قرآن پاک سے نہ حدیث سے نہ اجماع سے اور جو اہل حق پانچواں قول تسلیم کرتے ہیں یعنی حیات انبیاء حیات شہداء سے اعلیٰ وارفع ہے اور قرآن وسنت کی رُو سے ثابت ہے۔ ان کو شاہ صاحب منکرین حیات کی فہرست میں لاکر دیوبندیت سے خارج فرماتے ہیں۔

کیوں جناب! حضرت نانوتویؒ کا قول بلکہ تمام اقوال آپ رد کردیں تو پکے دیوبندی؟ اور اگر ہم تمام اقوال حضرتؒ کے مانیں، صرف ایک بات کو نہ مانیں تو ہم دیوبندیت سے خارج بلکہ اہل سنت سے بھی خارج؟ کیا یہی انصاف ہے۔

سن لو! ہم حیات انبیاء برزخیہ حقیقیہ عالیہ کے قائل ہیں جو قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

اور آپ ایک نامعلوم بزرگ کا قول لے کرناچتے پھرتے ہیں اور عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔؟ قیامت کو خدا کے سامنے تمہارا گریبان ہوگا اور ہمارا ہاتھ۔ وہاں انصاف ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

والسلام

احقر الثقلین محمد حسین صین عن الشین

سرگودھا

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حضرت مولانا حسین علی الوانی

کی تصنیف لطیف تفسیر بے نظیر (البیان) میں قرآن کریم کے مطابق ایک مسلمان کا

صحیح عقیدہ

- کفار کہتے ہیں (انبیاءؑ و اولیاءؒ) اللہ تعالیٰ سے کروا دیتے ہیں۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں، وہ کس طرح کرا دیتے ہیں؟ (سورۃ یونس)
- قیامت میں کہیں گے: اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ یعنی تمہارے پکارنے کی ہم کو کچھ خبر نہیں۔ (سورۃ یونس)
- ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۚ (سورۃ فاطر)
- کفار ملائکہ (و انبیاءؑ) کو غائبانہ پکارتے ہیں معبود سمجھ کر، وہ نہیں سنتے۔ اگر بالفرض سن بھی لیں تو بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ غائبانہ سمیع (و بصیر) اللہ تعالیٰ کے غیر کو جاننا شرک ہے۔ (سورۃ فاطر)
- حالانکہ وہ تو نہ کسی چیز کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ ان کو کچھ خبر ہوتی ہے لوگوں کے پکارنے کی۔ (فاطر)
- حاصل یہ ہوا کہ دنیا میں کفار معبودوں کو شفعاء[1] سمجھ کر پکارتے ہیں اور یہ پکارنا ان کا شرک ہے ان کے پکارنے کی ان کے معبودوں کو خبر نہیں، نہ کوئی شفاعت کرتے ہیں۔ (سورۃ فاطر)
- فهذه الانواع من خطاب الملٰٓئكة والانبيآء والصّٰلحين بعد موتهم عند قبورهم وفي مغيبهم وخطاب تماثيلهم هو اعظم انواع الشرك الموجود في المشركين۔ (در تفسیر حاشیہ)
- وہ لوگ جو انبیاءؑ اور صالحین کو بعد موت کے نزدیک سے پکارتے ہیں وہ بھی مشرک ہیں۔ (حاشیہ)
- غیر اللہ کو غائبانہ مت پکارو، کارساز، غیب دان سوائے اس کے کوئی نہیں۔ (الاحقاف)

[1] هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس)، مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (زمر)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ

(سورت نمل آیت نمبر ۸۰)

البیان الاوفی

فی

رد سماع الموتیٰ

مرتب

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا علامہ مفتی سید محمد حسین شاہ صاحب نیلوی مدظلہ

سابق مدرس مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

البیان الاوفی فی ردِّ سماعِ الموتیٰ

مفسر قرآن بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور تفسیر مواہب الرحمٰن پارہ ۲۱ سورۂ روم ص ۹۰ میں لکھا ہے "مترجم کہتا ہے کہ یہاں ایک مسئلہ ہے کہ مُردے سنتے ہیں یا نہیں سنتے ہیں۔ پس امام شافعی اور ایک جماعت سے منقول ہے کہ مُردہ سنتا ہے۔ اور ان کی حجت وہ حدیث ہے کہ جب بدر کی لڑائی میں ابوجہل وغیرہ کفار مشرکین مارے گئے اور وہ ایک گڑھے میں ڈال دیے گئے۔ اور تیسرے دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہو کر اس مقام پر تشریف لائے اور خطاب فرمایا کہ ہم نے تو اپنے پروردگار عزوجل کا وعدہ حق پایا اور تم نے بھی آخر وعید عذاب کو سچا پایا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اس قوم سے خطاب فرماتے ہیں جو گندے مُردے ہو چکے۔ پس آپؐ نے فرمایا کہ قسم اس پاک ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ جو میں کہتا ہوں اس کے سننے میں تم لوگ ان سے بڑھ کر نہیں ہو۔ لیکن یہ جواب نہیں دے سکتے ہیں (کما فی الصحیح) اور حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ جو کوئی بندہ اپنے بھائی مسلمان کی قبر پر گذرا جس کو دنیا میں پہچانتا تھا پس اس پر سلام کیا تو یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی روح اس میں پھیر دیتا ہے حتیٰ کہ وہ سلام کا جواب دیتا ہے (رواہ ابن عبد البر وقال صحیح) لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (پس مردہ نہیں سنتا ہے) اور واقعہ بدر کی حدیث میں حضرت عائشہؓ نے یہ تاویل فرمائی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ جو بات میں ان لوگوں نے اب جان لیا۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اتنی زندگی دے دی کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام شریف جو ان کے حق میں جھڑکی و ملامت تھا سن لیا۔

اسی واسطے امام ابوحنیفہؒ و صاحبینؒ و تمام فقہائے حنفیہ و جماعت علماء کا یہی قول ہے کہ مُردے نہیں سنتے ہیں۔ اور کسی شخص کو یہ طاقت نہیں ہے کہ مُردے کو اپنا کلام سنا دے، ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے چاہے کہ کوئی بات مُردہ سُنے تو اُس کو اپنی قدرت کا اختیار ہے۔ اسی واسطے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قلیب بدر والوں سے کلام کیا تو بوحی الٰہی عزوجل تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سنایا۔ اور اسی طرح مُردے سے سلام کرنا اور اس کا جواب دینا بقدرت الٰہی عزوجل ہے (اگر اس حدیث ابن عباسؓ کو صحیح تسلیم کریں۔ [illegible] کہ سوائے سلام کے کسی دوسری بات کے واسطے ہم کو آگاہ نہیں کیا گیا کہ وہ بھی مردہ سنتا ہے۔

مترجم کہتا ہے کہ آج کل جو لوگ حنفی مقلد ہیں حتی کہ تقلید کے واسطے دوسروں کی تکفیر تک نوبت پہنچاتے ہیں ان کا حال یہ عجب ہے کہ وہ بزرگوں کے مزاروں پر جا کر اپنی باتوں کی داستانیں سناتے ہیں حالانکہ امام ابوحنیفہؒ و تمام ائمہ حنفیہ سے اس کی مخالفت ہے۔ اور اس مقام پر وہ قطعی غیر مقلد بن جاتا ہے پس ان نفس کے بندوں کا ظاہرا حال یہ ہے کہ وہ حنفی دین کے واسطے حنفی نہیں تھا۔ بلکہ اسلام میں فساد و رخنہ ڈالنے کے لیے کبھی مقلد بنتا ہے اور کبھی غیر مقلد ہو جاتا ہے تاکہ مسلمانوں میں باہم نزاع و پھوٹ ڈالے اور یہی اختلاف جو مسلمانوں میں غرض ہے اس کی مخالفت کرے اللہ تعالیٰ ہم کو و سب مسلمانوں کو ایسی معصیت سے بچائے اور ایمان و اسلام پر ثابت قدم رکھے آمین وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

حضرت نواب قطب الدین خان صاحب دہلوی مصنف مظاہر حق اپنی تفسیر جامع التفاسیر مطبوعہ نظامی پریس دہلی پارہ ۲۲ سورۃ فاطر ص ۱۱۰ میں لکھتے ہیں:

تنبیہ: جاننا چاہیے کہ سماع اموات میں اگرچہ بعض علماء نے اختلاف کیا ہے لیکن مذہب امام اعظمؒ کا اور اکثر مشایخ ہمارے کا عدم سماع ہے بدلیل آیت وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ

حضرت مولانا خرم علی صاحب رحمہ اللہ نے بھی غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار نے اسی طرح لکھا ہے۔ ص ۳۹۲

عقائد کی کتاب فقہ اکبر جس کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی جاتی ہے اس کی شرح میں ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ص ۱۰۱ پر لکھا ہے إِنَّ الْمَيِّتَ لَا يَسْمَعُ بِنَفْسِهِ یعنی اس میں شک نہیں کہ میت بذات خود کچھ نہیں سن سکتا۔

سید احمد حسن صاحب امروہی حسینی صابری چشتی نقشبندی مجددی رحمہ اللہ نے حضرت شیخ المشائخ مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کے فتوی کی تصدیق ان الفاظ کے ساتھ فرماتے ہیں

فَمَا حَقَّقَهُ الْمُحَقِّقُ الْكَامِلُ الْمُحَدِّثُ الْفَقِيهُ وَالْفَاضِلُ النَّبِيهُ شَيْخُ الْوَقْتِ مَوْلَانَا رَشِيدُ أَحْمَدَ أَمْطَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ شَآبِيبَ الرَّحْمَةِ هُوَ الْأَحَقُّ بِالْقُبُولِ وَهُوَ الْأَوْفَقُ بِالْمَذْهَبِ وَالْأَلْيَقُ بِالْإِفْتَاءِ یعنی جو کچھ عدم سماعت اموات کے متعلق حضرت مولانا مولوی رشید احمد قدس اللہ سرہ العزیز الصمد نے تحریر فرمایا ہے اور عدم سماعت اموات مذہب امام اعظمؒ کا ارشاد فرمایا ہے یہی قول اور یہی مذہب قبول کرنے کے لائق اور قول عدم سماعت اموات کا فتوی دینے کے قابل ہے۔

یاد رہے کہ یہ حضرت سید صاحب رحمہ اللہ بلا واسطہ شاگرد رشید ہیں حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز کے اور بہت بڑے عالم اکمل اور فاضل اجل تھے ان کے اولاد امجاد سرگودہا میں آباد ہیں

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اس فتویٰ پر بہت سے علماء کے دستخط اور مواہیر ثبت ہوئیں۔ ذیل میں ملاحظہ ہوں

۱۔ مذہب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا عدم سماع اموات ہے اور باعتبار روایت و درایت کے یہی راجح ہے جیسا کہ حضرت رأس المحققین مولانا رشید احمد محدث گنگوہی کی تحقیق سے ثابت ہے حیث قال رحمۃ اللہ لہذا مذہب نادر و مرجح عدم سماع ہے۔ فقط واللہ اعلم کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند

۲۔ مہر حضرت ملک العلماء سلطان الاتقیاء سرتاج فقہاء و محدثین حضرت مولانا مولوی محمود حسن صاحب (المعروف بہ شیخ الہند) لازالت ارشاداتہ الی قیام القیامۃ باقیۃ۔ (محمود حسن)

۳۔ دستخط مولانا و اولانا حضرت مولوی (سید) محمد انور شاہ صاحب (کشمیری) فاضل بے بدل عالم بے مثل سلمہ اللہ (محمد انور شاہ)

مواہیر و دستخط حضرات علماء کرام و بزرگان عظام مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

۱۔ الجواب صحیح (عبد الوحید عفی عنہ)

۲۔ دستخط حضرت سلطان المناظرین افضل الفقہاء والمحدثین نائب سید المرسلین حضرت مولانا مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی مصنف بذل المجہود شرح ابی داؤد، ادام اللہ فیوضہم الصمد (خلیل احمد)

۳۔ دستخط مولوی مفتی مولانا محمد یحییٰ صاحب خلف الصدق حضرت مولانا مولوی محمد اسماعیل جھنجھانوی قدس سرہ العزیز (محمد یحییٰ عفی عنہ) صح الجواب

۴۔ الجواب صحیح دستخط مولانا مولوی عبد اللطیف صاحب مدرس مدرسہ سہارنپور (عبد اللطیف عفی عنہ)

۵۔ الجواب صحیح (محمد الیاس) مدرس مدرسہ سہارنپور (بعد میں تبلیغی جماعت کے بانی ہوئے۔)

۶۔ دستخط مولانا مولوی (ثابت علی) صاحب مدرس مدرسہ سہارنپور

۷۔ دستخط مولانا مولوی (ظفر احمد) صاحب تھانوی

۸۔ دستخط مولانا مولوی (عنایت الٰہی) صاحب مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

مواہیر و دستخط علمائے کرام امروہہ ضلع مرادآباد

۱۔ دستخط و مہر عمدۃ الخلف بقیۃ السلف عالم اکمل فاضل (سید محمد حسن) صاحب امروہوی ان کی تائید پہلے درج ہو چکی

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

۲- صح الجواب بلا ارتیاب (محمد عبد العزیز) مدرس مدرسہ اسلامیہ امروہہ

۳- الجواب حق والحق احق بالاتباع (رضا حسن) مدرس مدرسہ اسلامیہ امروہہ

۴- الجواب صحیح (محمد امیر) مدرس مدرسہ اسلامیہ امروہہ

مواہیر و دستخط علمائے بریلی

۱- قد صح ما اجاب بشیخ المحدثین مولانا رشید صاحب (محمد زین) مہتمم مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی۔

۲- میرے نزدیک عدم سماعت کا قول معتمد اور محتاط اور قابل تعامل ہے (محمد اشرف علی) مدرس مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی

۳- واقعی جو جواب حضرت مولانا گنگوہی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا واجب التسلیم ہے اور اکثر محققین بھی اسی طرف گئے ہیں اور حضرت مولانا مولوی محمد قاسم نانوتویؒ کا بھی یہی مسلک ہے (عبد الکریم)

مدرس مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی

۴- (حمید الدین) الجواب صحیح

۵- (سجاد علی خان بریلوی) الجواب الصحیح

۶- (عبد العزیز خان) الجواب صحیح

۷- (عبد اللہ عفی عنہ) الجواب صحیح

۸- لاریب جمہور حنفیہ کرام کے نزدیک سماع موتیٰ ثابت نہیں ہے (محمود عفی عنہ)

مواہیر و دستخط علماء گلاوٹھی ضلع بلند شہر

۱- مذہب امام اعظم امام الائمۃ امام ابوحنیفہؒ سماع موتیٰ ثابت نہیں ہے۔ العبد (غلام نبی عفی عنہ) مدرس مدرسہ اسلامیہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر

۲- الجواب صحیح (محی الدین احمد) مہتمم و مدرس مدرسہ اسلامیہ گلاوٹھی

۳- والجواب المذکور حق والحق احق ان یتبع بندہ (کریم بخش عفی عنہ) مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر

۴- دستخط عالم اکمل فاضل اجل جامع معقول منقول مولانا مولوی (ماجد علی) صاحب مدرس مدرسہ قصبہ مینڈھو لازالت انوار شمسہ طالعۃ علینا الی یوم القیامۃ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مواہیر و دستخط علمائے شہر میرٹھ

۱- ان قولہ المجیب اللبیب اجو انسب و اصوب واللہ تعالیٰ اعلم (محمد اسحٰق عفی عنہ) مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ شہر میرٹھ

مواہیر و دستخط علمائے ضلع سورت

۱- (محمد یحییٰ) ناظم از مدرسہ تعلیم الدین واقع سورت

۲- (بندہ محمود احمد عفی عنہ) خادم اہل وطن

۳- (احمد حسن) مہتمم مدرسہ تعلیم الدین احمد۔

مواہیر و دستخط علمائے تھانہ بھون ضلع مظفر نگر

۔ دستخط فاضل اجل عالم باعمل مولانا مولوی شاہ (اشرف علی) صاحب تھانوی لازالت انوار شمسہ طالعۃ الی یوم القیام

مواہیر و دستخط علمائے دہلی

۱- الجواب بہ خاتم المحققین مسند المحدثین مولانا رشید احمد المحدث قدس سرہ ہو الاوفق بمذہب حنفیہ والراجح بحسب الدلیل واللہ اعلم کتبہ العبد المسکین (محمد کفایت اللہ عفا عنہ مولاہ) مدرس المدرسۃ الامینیۃ

۲- حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا جواب بہت درست ہے (محمد قاسم عفا عنہ) مدرس مدرسہ امینیہ دہلی واقع سنہری مسجد دہلی۔

۳- الجواب صواب (ضیاء اللہ) مدرس مدرسہ حسینیہ دہلی

۴- الجواب صحیح (انوار حسین عفی عنہ) مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

۵- الجواب صحیح (عبدالغنی عفا عنہ)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

٦- الجواب صواب بلا ریب (ضیاء الحق عفی عنہ) مدرسہ امینیہ دہلی

٧- عدم سماعت موتٰی کو ترجیح ہے (محمد عبد الغفور دہلوی)

٨- ما قال ملک العلماء سلطان الاتقیاء زین المفسرین راس المحدثین مولانا رشید احمد گنگوہی طاب اللہ ثراہ هو الاصح و هو مذهب اکثر مشائخنا رحمهم اللہ تعالیٰ اجمعین

(بندہ احمد سعید عفا اللہ عنہ) واعظ دہلوی۔

٩- الجواب صحیح (بندہ ظہیر الدین عفا اللہ عنہ گنگیروی) مقیم در مسجد اونچی محلہ تیلی واڑہ

١٠- ما حکم و اجاب بہ راس المحدثین تاج الفقہاء والمفسرین مولانا رشید احمد علیہ الرحمۃ من اللہ الصمد هو الحق بحسب الدلائل الراجحۃ هو الاوفق بمذهب الحنفیۃ والحق احق بالاتباع لان الحق یعلو ولا یعلیٰ حررہ العبد الراجی الیٰ رحمۃ اللہ المنان

(محمد حبیب الرحمٰن عفی عنہ دہلوی)

١١- فی الواقع عدم سماع اموات کو مذہب حنفیہ میں ترجیح ہے (محمد عبد العلی عفا اللہ عنہ) [illegible] مدرسہ عبد الرب کشمیری گیٹ دہلی۔ استاذ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی التھانوی۔ نیلوی)

١٢- الجواب صواب (محمد میاں) مدرس مدرسہ حسینیہ دہلی۔

١٣- فاضل مجیب نے جس قید کے ساتھ مولوی محمد کرامت اللہ خان صاحب کے رسالہ کا جواب دیا نہایت صحیح ہے (عبد السلام دہلوی)

حضرت مولانا عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

حضرت مولانا محمد عبد الحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ اپنے مجموعۃ الفتاوی کے ص میں تحریر فرماتے ہیں

فقہائے حنفیہ در ایں بارہ مختلف اند اکثرے قائل بعدم جواز اند بر ایں بنا کہ سماع موتٰی ثابت نیست چنانکہ در کتاب الایمان فتح القدیر حاشیہ ہدایہ و در مستخلص شرح کنز و کفایہ شرح ہدایہ و در مختار و دیگر فتاوی معتبرہ اشارۂ نوشتہ است ہر کہ خواہد بہ بیند۔ و واضح باد کہ ہمیں مذہب اکثر فقہاء قابل فتویٰ ان شاء اللہ است۔ چہ کہ دریں احتیاط است (مجموعۃ الفتاوی برخلاصۃ الفتاوی)

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

ہمارے حنفی فقہا اس بارہ میں مختلف ہیں اکثر عدم جواز کے قائل ہیں اس لئے کہ سماع موتیٰ ثابت نہیں ہے چنانچہ فتح القدیر و مستخلص و کفایہ و در مختار و دیگر فتاویٰ کے کتاب الایمان میں صراحۃً و اشارۃً لکھا ہے جو چاہے دیکھ لے۔ واضح ہو کہ یہی مذہب ہے اکثر فقہاء کا اور اسی زمانہ میں فتوے کے لائق۔ کیونکہ اسی میں احتیاط ہے۔

سراج احمد سہسوانی نے سراج الایمان صفحہ ۲۲ میں کہا کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور اکثر حنفیہ کے نزدیک سماع موتیٰ ثابت نہیں۔
مولوی محمد ابراہیم دہلوی نے کشف الغطاء صفحہ ۳ میں کہا کہ حنفی مذہب میں سماع موتیٰ ثابت نہیں۔ عبد الستار محدث دہلوی نے تفسیر صفحہ ۲۳ میں کہا کہ فتح البیان والے نے کہا کہ سماع موتیٰ کی نفی کے ظاہر سے تو عموم معلوم ہوتا ہے۔

سوال ہم تمہارے شائع کردہ ان فتووں کو کیسے تسلیم کریں جب مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ میں صاف تمہارے خلاف فتوے لکھے ہوئے موجود ہیں

جواب ہم خود اپنی طرف سے اس سوال کا جواب نہیں دیتے۔ سابق مفتی دارالعلوم دیوبند مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے امداد المفتین فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد دوم صفحہ ۵۴ میں جو لکھا ہے وہ یہ ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم کا پہلا دور فتاویٰ رشیدیہ

الغرض فتاویٰ دارالعلوم کا ابتدائی دور فتاوائے رشیدیہ سے شروع ہوتا ہے لیکن نہایت حسرت کا مقام ہے کہ حضرت ممدوح کے فتاوے کی نقول محفوظ رکھنے کا شروع میں تو کوئی انتظام ہی نہ تھا۔ پھر کچھ مختصر اور نا تمام سا انتظام ہوا بھی مگر ان کے ضبط و اشاعت یا حضرت ممدوح کی نظر ثانی کا کوئی موقع نہیں آیا۔ ان کی اشاعت حضرت کی وفات کے بعد مختلف اطراف میں گئے ہوئے خطوط کو جمع کر کے کی گئی۔ اور ان میں ایک اختلاط یہ بھی پیش آ گیا کہ ۱۳۱۴ھ میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کی ظاہری بینائی نزول ماء سے جاتی رہی تھی (نزول الماء) خود لکھنے پڑھنے سے معذور ہو گئے تھے اس وقت اکثر خطوط اور فتاوے کا جواب حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرمایا کرتے تھے جن میں کبھی تو حضرت بطور املاء کے الفاظ لکھواتے تھے اور کبھی مضمون بتلا دیا کہ یہ لکھ دیں۔ اس لئے جو استناد و اعتماد کا درجہ حضرت ممدوح کے فتاویٰ کو ہونا چاہئے تھا وہ ان میں ایک حد تک کم رہ گئی۔ فتاوائے رشیدیہ کے نام سے جو تین حصے شائع ہوئے ہیں ان میں بعض مسائل ایسے

بعض ہیں جن کے متعلق حضرت گنگوہی قدس سرہ کے خصوص تلامذہ و مریدین و خلفاء حضرت فتاویٰ شائع شدہ
کے خلاف نقل کرتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ اُن میں ابتداءً حضرت گنگوہی کا وہی فتویٰ ہو جو شائع ہوا لیکن آخر
تک حاضر خدمت رہنے والے اکابر علماء نے جو نقل کیا وہ ہی آخری فتوے اور راجح قول شمار ہوگا۔
مثلاً ربوا فی دار الحرب کے متعلق فتاوٰی رشیدیہ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے قول مشہور کے موافق
دار الحرب میں سود لینے کو جائز لکھا ہے مگر حضرت گنگوہی قدس سرہ کے متعدد خلفاء اور حضرت حکیم الامت
قدس سرہ سے بارہا سنا کہ حضرت گنگوہیؒ کا فتوے اس باب میں صاحبین اور جمہور کے موافق تھا اور اسی وجہ سے
حضرت ممدوح نے حضرت حکیم الامت کے رسالہ تحذیر الاخوان پہ دستخط نہیں فرمائے کہ اس کے مضمون سے
حضرت کو اختلاف تھا۔

اسی طرح سماع موتیٰ کے مسئلہ میں جو مضمون فتاوٰے رشیدیہ میں طبع ہوا ہے استاذی و سیدی
حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب سابق مفتی اعظم دارالعلوم حضرت گنگوہی رہ کا فتوٰی اس کے خلاف نقل فرماتے
تھے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحبؒ ناظم اعلیٰ جمعیۃ العلماء ہند رحمہ اللہ کشف الرحمٰن ص۵۲۵ میں فرماتے ہیں
حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اسی آیت (وما انت بمسمع من فی القبور) سے مُردے کے نہ سننے پر استدلال کیا ہے اور یہی اکثر
مشائخ حنفیہ کا مسلک ہے۔ اور ص۳۹۲ میں ہے مُردے میں سننے کی صلاحیت نہیں اور ص۵۶۸ میں یہ بھی ہے سو ایسا ہی ہے
حضرت استاذی المکرم المحترم العلامۃ النہامۃ العریف الغطریف الامام الہمام القمقام الطمطام اللوذعی
الالمعی فقیہ النفس مفتی اعظم ہند مولانا مفتی محمد کفایت اللہ علیہ رحمۃ اللہ نے اپنے فتاوٰی کفایت المفتی ج ۲ ص ۹
میں فرمایا "مُردے قبروں میں پکارنے والے کی پکار کو نہیں سنتے اور نہ جواب دیتے ہیں"
ص۳۴ میں فرمایا یہ کہنا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی آنکھوں سے امت کے تمام احوال دیکھتے ہیں۔ اپنے کانوں سے
امت کے تمام اقوال عرض معروض سنتے ہیں، آپ کی روح پر فتوح ہر امتی کے مکان میں حاضر رہتی ہے، آپ ہر امتی کے
یارسول اللہ کہہ کر پکارنے کو سنتے ہیں، آپ ہر امتی کے دل کے کچے اور پکے ارادوں کو دیکھتے اور جانتے ہیں یہ سب
بے دلیل باتیں ہیں اور بے شک ان عقائد و خیالات سے صریح شرک لازم آتا ہے۔
شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے مدارج النبوۃ ج۲ ص ۱۲۰ میں لکھا و شیخ ابن الہمام در شرح ہدایہ گفتہ کہ اکثر مشائخ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

حنفیہ براں اند کہ میت نمی شنود

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری پارہ ۵ ص ۲۳۵ میں فرماتے ہیں قال ابن التین..... ان الموتیٰ لا یسمعون بلا شک لکن اذا اراد اللہ اسماعہم السماع ابن التین نے فرمایا کہ مُردے بلا شک نہیں سنتے ہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ چاہے تو سن لیتے۔ علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری ص ۲۳۵ میں یہی لکھا۔ عون الباری شرح بخاری ص ۲۳۹ میں بھی یہی لکھا

عوارف المعارف ص ۲۴۳ میں سہروردیؒ نے محمد بن علی حکیمؒ کا قول لکھا کہ سننا زندوں کو ہوتا ہے نہ مردوں کو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وما انت بمسمع من فی القبور

حضرت سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی ص ۵۴ میں فرمایا سننا میت کی شان نہیں اور بغیر معجزہ کے میت سے سننا متحقق نہیں ہوتا جیسے بدر کے گڑھے میں پڑے ہوئے مشرکین کے بے جان دھڑوں کا سننا کلام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ کے طور پر تھا المیت لیس من شانہ السماع ولا یتحقق منہ السماع الا معجزۃ کسماع اھل القلیب

زمخشری نے کشاف ص ۲۳۳ میں نیشاپوری نے اپنی تفسیر کے ص ۱۳۵ میں صاحب جامع البیان نے ص ۱۱۳ میں بیضاوی نے ص ۱۱۱ میں فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر کے ص ۵۳۳ میں اور ابو السعود نے اپنی تفسیر کے ص ۵۳۹ میں فرمایا الموتیٰ لا یسمعون یعنی مُردے نہیں سنتے

تفسیر خازنؒ والے شیخ نے اپنی تفسیر میں لکھا ص ۱۳۳ المیت لا یسمع ولا یتکلم یعنی میت نہ سنتا ہے اور نہ بولتا ہے۔

امام بغویؒ تفسیر معالم التنزیل ج ۳ ص ۲۴۳ میں لکھا المیت الذی لا سبیل الی سماعہ میت کے سننے کی کوئی سبیل نہیں ہے

مفسر نسفیؒ حنفی نے مدارک التنزیل ص ۲۳۳ میں کہا کہ قیامت سے پہلے تو مُردے نہیں سنتے واما قبل ذٰلک فلا

ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر کے ص ۴۳۹ میں لکھا میت نہ بول سکتا ہے اور نہ سن دیکھ سکتا ہے الموتیٰ لا تتحرک ولا تسمع ولا تبصر

قاضی پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری ص [illegible] میں کہا مُردے نہیں سنتے لیکن اللہ جب چاہے تو زندوں کا کلام مُردوں کو سنا دیوے یہ اس کی مرضی لکن اللہ یُسمِعُ الموتیٰ کلامَ الاحیاء اذا شاء

علامہ سفارینیؒ نے بحور زاخرہ میں لکھا ہے کہ قاضی ابو یعلیٰ جو جانے حنبلی اکابر اصحاب میں سے ایک بزرگ ہیں اپنی کتاب الجامع الکبیر میں اسی بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ مُردے نہیں سنتے جیسے حضرت عائشہؓ کا مذہب ہے اور علماء کا ایک گروہ ان کے موافق اور انک لا تسمع الموتیٰ وغیرہ دلیل پیش کرتے ہیں (روح المعانی پارہ ۲۱ ص ۳۹)

علامہ احمد دین گکھڑویؒ نے دلیل المشرکین میں کہا کہ منکرین سماع قبر کے پاس قبر والے سے استمداد کے منکر ہیں اور حنفیہ

اسی کے قائل ہیں والحق ان من انکر الاستمداد عند حضور القبور انکر السماع ومن اثبت اثبت والحنفیۃ قائلون بالاول

نظر اول یہی ہے کہ قبروں والے چونکہ مُردہ ہوتے ہیں اس لئے نہیں سنتے ان الذین فی القبور لا یسمعون

بما یکونون موتٰی۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی حنفی رحمہ اللہ کا قول علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری ص ۲۲۵ ج ۴ میں نقل فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

کافروں کو مُردوں سے تشبیہ دی تو مطلب یہ ہوا کہ جیسے تو مُردوں کو نہیں سُنا سکتا ایسے ہی مکہ کے کافروں کو تو سمجھا سکتا نہیں

هذا مثل ضربه للكفار فكما انك لا تسمع الموتٰى كذٰلك لا تفقه كفار مكة

شہاب الدین خفاجی حنفی رحمہ اللہ نے تفسیر بیضاوی کے حاشیہ ص ۱۳۵ ج ۷ میں لکھا ہے کہ جاننے اکثر مشائخ کا مذہب

کا یہ مسلک ہے کہ میت نہیں سنتا واکثر مشایخنا علی ان المیت لا یسمع

شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی نے مائۃ مسائل میں فرمایا نزد اکثر حنفیہ سماع موتٰی ثابت نیست

علامہ زرکشیؒ نے فرمایا بعض لوگ ظاہر حدیث کو دیکھ کر میت کے سماع کے قائل ہیں مگر اس میں اشکال یہ ہے کہ بدر کے

مشرک مُردوں کا سننا انہیں کے ساتھ مخصوص تھا (عینی بر حاشیہ بخاری ص ۱۸۳ ج ۱)

شمائم امدادیہ ص ۷۲ میں حضرت پیر طریقت قطب عالم حضرت مولانا شاہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا کہ آیت اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى میں نفی حواس ظاہرہ سے مراد ہے

تو اس فرمان ذی شان سے معلوم ہو گیا کہ مُردے اپنے ان کانوں سے نہیں سنتے نہ اس زبان سے بولتے ہیں اور نہ ان

ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ حرانی شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ الرد علی الاخنائی ص ۲۰ میں فرماتے ہیں اس بات پر کوئی دلیل موجود

نہیں کہ جو شخص حجرہ شریفہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سلام کو سنتے ہیں۔

حافظ ابن عبد الہادیؒ نے الصارم المنکی ص ۹۵ میں فرمایا قبر مبارک سے دور باقی مسجد نبوی میں جو سلام پڑھا جاتا ہے

وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود نہیں سنتے۔

فتاویٰ عزیزیہ ج ۱ ص ۳۴۴ میں ہے اما سماع موتٰی پس امام ابو حنیفہ اند بر نفی آن و مُردوں کا اہل دنیا کا کلام و سلام وغیرہ

سننے کے متعلق تمام حنفیہ کا اس کی نفی پر اتفاق ہے۔

فتاویٰ شامیہ ج ۱ ص ۶۰۰ میں ہے مُردے اجسام بے جان ہوتے ہیں وہ نہیں سنتے قرآن مجید میں ارشاد ہے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی یعنی تیری آواز مُردے نہیں سُن سکتے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے
فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۱۰۳ میں یوں ہے۔

سوال: اولیاء اللہ کے گنبد کے پاس جا کر ان سے دعا کروانا جائز ہے یا نہ؟
جواب: جائز نہیں کیونکہ وہ سُنتے نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَہُمْ عَنْ دُعَائِہِمْ غَافِلُوْنَ یعنی جن بزرگوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی پکار سے بے خبر ہیں۔ پھر ان سے دعا کیسی اور کیا فائدہ؟
کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۰۹ کتاب الجنائز میں ہے۔

سوال (۱)...... (۲) مُردے قبروں میں پکارنے والے کی پکار کو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں یا کہ نہیں؟
جواب (۱)...... (۲) مُردے قبروں میں پکارنے والے کی پکار کو نہیں سنتے اور نہ جواب دیتے ہیں!

سوال مردے کو دفن کے بعد تلقین جائز ہے کہ نہیں اور اہل سنت والجماعۃ کا کیا مسلک ہے اور معتزلہ کا کیا؟
جواب حنفیہ تو تلقین کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نزدیک سماعِ موتٰی ثابت نہیں۔ جو لوگ سماع کے قائل ہیں ان کے نزدیک تلقین مفید ہے الخ۔

• نیز لکھا۔ تلقین بعد الدفن حنفیہ کے نزدیک معمول و متوارث نہیں ہے اور حنفیہ کے اصول کے ساتھ یہی اوفق ہے
مترجم بجز دونا کلاں قرآن مجید ص ۵۰۳ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے کے مطابق امام اعظم ابوحنیفہؒ سماعِ موتٰی کے منکر ہیں۔ اور اسی قرآن پاک کے مقدمہ ص ۱۳ میں ہے حضرت عائشہؓ و دیگر بعض صحابہؓ اور نیز امام اعظم ابوحنیفہؒ اہلِ قبور کے سننے کے قائل نہیں ہیں

سید سراج الدین احمد سسوانی نے سراج الایمان ص۳ میں لکھتے ہیں مذہب امام اعظم اور اکثر مشائخ ہمارے کا عدم سماعِ موتٰی ہے
کشف المغالطات ص۱۱ میں ہے مذہب حنفیہ میں سماعتِ موتٰی ثابت نہیں ہے

صاحب مظاہر حق نواب قطب الدین صاحب نے جامع التفاسیر سورہ فاطر ص۱۱ میں لکھا ہے "مذہب امام اعظم اور اکثر مشائخ ہمارے کا عدم سماع ہے بدلیل آیت اِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی

حضرت مولانا عابد الرحمٰن صاحب صدیقی مترجم صحیح مسلم شریف ج ۱ ص ۸۲۸ کتاب الزکوٰۃ کے باب وصول ثواب الصدقۃ عن المیت الیہ کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ
"اکثر علمائے حنفیہ کے نزدیک سماعِ موتٰی ثابت نہیں؟ چنانچہ کافی شرح وافی فتح القدیر عینی شرح کنز اور کفایہ شرح

جواہر میں یہ امور صراحۃً مذکور ہیں۔ اس کے علاوہ اور کتب فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

مولانا محمد عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ نے فتاویٰ مسمیٰ بہ مجموعۃ الفتاویٰ در بہامش خلاصۃ الفتاویٰ ۱۸۹ پر یہ میں لکھا ہے فقہاء حنفیہ درین بارہ مختلف اند اکثر قائل عدم جواز اند برہمیں بناء کہ سماع موتیٰ ثابت نیست چنانچہ در فتح القدیر حاشیہ ہدایہ و در مستخلص شرح کنز و کفایہ شرح ہدایہ و در مختار و دیگر فتاویٰ صراحۃً و اشارۃً نوشتہ اند و واضح باد کہ ہمیں مذہب اکثر فقہاء قابل فتویٰ زمانہ ما است چراکہ در ہمیں احتیاط است۔ یعنی مسئلہ [illegible] کے بارے میں فقہاء حنفیہ باہم مختلف ہیں اکثر ناجائز کہتے ہیں اس لئے کہ سماع موتیٰ ثابت نہیں ہے جیسے فتح القدیر، مستخلص، کفایہ، درمختار اور دوسرے فتاووں میں صراحۃً و اشارۃً لکھا ہے دیکھا جاسکتا ہے اور واضح رہے اکثر فقہاء کا مذہب ہمارے زمانہ میں فتویٰ کے قابل ہے کیونکہ اس میں احتیاط ہے۔

مولوی فیض عالم نے ہدیۃ الصراط ص ۱۳۹ میں لکھا ہے "و بیشک میت را [illegible] دنیاوی ظاہری مع اجتماع الروح والجسد حیات و سماع نیست" بیشک میت کو دنیاوی ظاہری جو اس کے ساتھ جو روح اور جسم کے اکٹھا ہونے کے ساتھ ہوتی ہے میں نہ کوئی حیات ہے اور نہ ہی کوئی سماع ہے۔

مولانا سید امیر علی نے عین الہدایہ کتاب الجنائز میں لکھا ہے "بالاتفاق ائمہ و مشائخ حنفیہ کے نزدیک مُردہ بدلیل قرآنی نہیں سنتے ہیں اور عموم نص کی تخصیص کے واسطے قطعی دلیل چاہئے۔ اور جو حدیث ذکر کی ہے اگر وہ صحیح ہوتی تو اس نص قرآنی کے برابر نہ ہوتی حالانکہ اس کی صحت اسناد میں ہنوز کلام باقی ہے۔ پس قبر کی تلقین خلاف مذہب ہے۔"

امام ابو لیاء حمید الدین ناگوری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب التوشیح میں فرماتے ہیں منہم الذین یدعون الانبیاء والاولیاء عند الحوائج والمصائب باعتقاد ان ارواحہم تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلک شرک قبیح وجہل صریح قال اللہ تعالیٰ ومن اضل ممن یدعو من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیٰمۃ وہم عن دعائہم غافلون یعنی بعض وہ ہیں جو حاجات و مصائب کے وقت نبیوں اور ولیوں کو یہ عقیدہ رکھ کر پکارتے ہیں کہ ان نبیوں اور ولیوں کی روحیں ہماری پکار سنتی ہیں اور ہماری حاجات کو جانتی ہیں۔ یہ تو قبیح شرک اور صریح نادانی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ایسے کو پکارے جو اس کی پکار کا جواب روز قیامت تک نہ دے سکیں اور جواب دینا تو درکنار ان کو تو ان کی دعا تک کی بھی خبر نہیں۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مطبوعہ مرتبہ محشی مولانا ظفیر الدین دیوبندی کی ج ۵ ص ۴۰۴ میں ہے اور یہ مسئلہ جان لیں کہ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

قرآن شریف میں سماعِ موتیٰ کا انکار کیا گیا ہے۔ لہٰذا حدیث شریف میں تاویل کرنا مناسب ہے۔ اور ص ۳۴۳ میں ہے سماعِ موتیٰ مختلف فیہ مسئلہ ہے حنفیہ سماعِ موتیٰ کا انکار کرتے ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہی مذہب ہے اور آیتِ قرآنیہ اس پر دال ہیں۔ اور ص ۳۴۳ میں ہے اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وغیرہ نصوص سے عدمِ سماعِ موتیٰ ظاہر ہے فَاِنَّ عَدَمَ الْاِسْمَاعِ یَسْتَلْزِمُ عَدَمَ السَّمَاعِ وَھُوَ قَوْلُ مُحَقِّقِي الْحَنَفِيَّةِ فقط اور ص ۳۴۴ میں مولانا ظفیر الدین صاحب دیوبندی نے شرح فقہ اکبر ص ۱۵۹ کا حوالہ دے کر لکھا لِاَنَّ الْمَيِّتَ لَا يَسْمَعُ بِنَفْسِهٖ الْقُرْبُ وَالْبُعْدُ سَوَاءٌ (یعنی میت تو خود نہیں سنتا ہے نزدیک سے اسے بلانا اور دور سے بلانا یکساں ہے کسی حال میں میت نہیں سنتا۔

فتاویٰ دار العلوم عزیز الفتاویٰ دیوبند شائع شدہ در المفتی ماہ صفر ۱۳۵۶ھ ص ۱۴ ج ۳

سماعِ موتیٰ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔۔۔۔ فقط عزیز الرحمٰن عفی عنہ

اور فتاویٰ دار العلوم عزیز الفتاویٰ دیوبند شائع شدہ المفتی ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ ج ۳ ص ۹۶

یہ واضح رہے کہ حد سے زیادہ جو امر تجاوز کرتا ہے وہ ممنوع ہو جاتا ہے جیسا کہ تنظیم قبور کا رواج ہو گیا ہے یہاں تک کہ ان پر غلاف اور چادریں ڈالی جاتی ہیں۔ اور یہ امور اکثر مفضی الی الشرک و دواعی شرک ہو جاتے ہیں کما ہو مشاہد اور سماعِ میت ثابت نہیں ہے بلکہ عدمِ سماع پر نصِ قطعی وارد ہے قال اللہ تعالیٰ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ وقال تعالیٰ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وقد اجاب فی الفتح وغیرہ عن الحدیث الوارد فیہ ای حدیث اہل قلیب بدر واوّلوا حدیث سماع قرع النعال بانہ مخصوص باول الوضع فی القبر فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ

صاحب روح المعانی سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادہ حضرت سید نعمان بن محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے عدمِ سماعِ اموات پر مستقل رسالہ لکھا جس کا نام ہے "الآیات البینات فی عدم سماع الاموات عند ائمۃ الحنفیۃ السادات" وہ قابلِ دید ہے اس کا مطالعہ کرنے سے شکوک زائل ہو جاتے ہیں باذنہ تعالیٰ بشرطیکہ تعصب کو بالائے طاق رکھا جائے!

مولانا خرم علی صاحب اور مولانا محمد احسن صاحب صدیقی نانوتوی رحمہما اللہ تعالیٰ در مختار کے ترجمہ غایۃ الاوطار ج ۲ ص ۳۴۵ میں فرماتے ہیں

میت محل ایلام اور تادیب نہیں۔ اور میت کو جو عذاب قبر میں ہوتا ہے تو اس کو جمہور علماء کے نزدیک زندگی عطا ہوتی

محمود 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

غلام نبی مدرس مدرسہ اسلامیہ گلاؤٹھی ضلع بلند شہر 〃

محی الدین احمد مہتمم 〃 〃 〃 〃 〃

کریم بخش مدرس 〃 〃 〃 〃 〃

محمد ابراہیم دہلوی مؤلف کشف المغالطات

احمد دین صاحب بگوی تلمیذ شاہ محمد اسحاق صاحب (دلیل المشرکین)

عابد الرحمن صدیقی مترجم و شارح صحیح مسلم

میاں نذیر حسین پھاٹک حبش خان دہلی (فتاویٰ نذیریہ)

محمد یعقوب علی مدرس خیر نگر (رسالہ حرمت نذر اولیاء)

رحیم بخش 〃 〃 〃

نظیر حسین چاندپوری 〃 〃 〃

عبد الرزاق 〃 〃 〃 〃

محمد لبیب 〃

محمد حبیب الرحمن دہلوی 〃

عبد السلام دہلوی 〃

محمد بشیر الدین قنوجی تلمیذ شاہ محمد اسحاق دہلوی محدث مہاجر مکی

سراج احمد سہسوانی (رسالہ [illegible])

شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (فتح الملہم)

مفتی محمد شفیع دیوبندی (فتاویٰ دار العلوم)

مفتی ظفیر الدین دیوبندی (فتاویٰ دار العلوم)

ثناء اللہ امرتسری (فتاویٰ ثنائیہ)

عبد الفتح مدرس خیر نگر (رسالہ حرمت نذر اولیاء)

سید ولایت علی 〃 〃 〃

عبد الحکیم 〃 〃 〃

ناظر حسین 〃 〃 〃

محمد ضیاء اللہ مدرس مدرسہ عالیہ رامپور 〃

أُولٰئِكَ أَسْلَافِي فَجِئْنِي بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعَتْنَا يَا عَنِيْدُ الْمَجَامِعُ

الفقیر الثقلین طالب الخیر فی الکونین محمد حسین صین عن الشین نیلوی

صدر مدرس مدرسہ ضیاء العلوم سرگودھا

(پاکستان)

یکم ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام

مفتی اعظم ہند ابو حنیفہ ثانی مولانا محمد کفایت اللہ کا فتویٰ

جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ مردہ دفن کیا ہوا انہیں آنکھوں اور انہیں کانوں کے ساتھ سنتا اور دیکھتا ہے اس کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں

مہربانی فرماوے

الجواب

اس شخص کا یہ اعتقاد صحیح نہیں ہے اسکے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

نوٹ

اصل فتویٰ ضیاء الحق ناظم مدرسہ ضیاء العلوم بلاک ۱۸ سرگودھا کے پاس محفوظ ہے ملاحظہ فرمایا جاسکتا ہے

MAKTABA TUL ISHAAT.COM - مکتبۃ الاشاعت ڈاٹ کام